افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت

ڈاکٹر عبدالرؤف رفیقی

اقبال اکادمی پاکستان لاہور

انتساب

خالد مندوخیل

زاہد مندوخیل

اور

شاہد مندوخیل

کے نام

ڈاکٹر رفیق

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
	تمہید	۱
	باب اول	
۱	**اقبال کی افغان دوستی اور افغانوں کی اقبال دوستی**	
۱	(الف): اقبال کی افغان دوستی	
۱	افغانستان کا مختصر تاریخی جائزہ	۲
۴	کلامِ اقبال میں مشاہیر افاغنہ کا تذکرہ	۳
۴	i۔ احمد شاہ ابدالی	
۷	ii۔ جلال الدین بلخی رومیؒ	
۹	iii۔ سید جمال الدین افغانیؒ	
۱۱	iv۔ حکیم سنائی غزنویؒ	
۱۴	v۔ خوشحال خان خٹکؒ	
۱۵	vi۔ سلطان محمود غزنویؒ	
۱۸	vii۔ شیر شاہ سوریؒ	
۱۹	viii۔ علی ہجویریؒ	
۲۱	ix۔ فخر الدین رازیؒ	
۲۳	x۔ محمد نور الدین جامیؒ	
۲۴	کلامِ اقبال میں معاصر افغان شخصیات کا تذکرہ	۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	i۔ غازی امان اللہ خان	۲۴
	ii۔ اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی	۲۹
	iii۔ المتوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ	۳۳
	iv۔ مکتوبات اقبال میں افغان، افغانستان اور پشتو زبان کا تذکرہ	
۵	اقبال کے افغانوں سے وابستہ توقعات	۳۷
	(ب): افغانوں کی اقبال دوستی	۴۰
۶	اقبال سے افغانوں کے مراسم	۴۰
۷	علامہ کا سفرِ افغانستان	۵۳
۸	افغانوں کی پذیرائی	۷۴
	باب دوم	
	افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کا آغاز الف: افغانستان کے پہلے اقبال شناس ب: افغانستان میں اقبال شناسی آغاز تا ۲۱/اپریل ۱۹۳۸ء ج: افغانستان میں پہلا اقبال ڈے اور دیگر تقاریبِ اقبال	۸۶ ۸۶ ۸۷ ۱۰۹
۹	الف: افغانستان میں اقبالیاتی کتب کا مختصر تحقیقی جائزہ	۱۱۲
	i۔ پښتانه د علامه اقبال په نظر کښې	۱۱۲
	ii۔ آثار اُردوی اقبال جلد اول آثار اُردوی اقبال جلد دوم	۱۱۴ ۱۲۷
	iii۔ افغانستان و اقبال	۱۴۰
	iv۔ یارِ آشنا	۱۴۲
	v۔ از سنائی تا مولانا و اقبال	۱۴۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	vi۔ لالی ریختہ	۱۴۳
	vii۔ معنیٔ عشق نزد اقبال	۱۴۴
	viii۔افغانستان از زبان علامہ اقبال	
	ix۔ علامہ اقبال در ادب فارسی و فرہنگ افغانستان	
	x۔ اکسیر خودی	
	ب: افغانستان میں اقبال شناسی چند دیگر منابع	
	i۔ اقبال اور افغانستان	
	ii۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان	
	iii۔ اقبال افغان اور افغانستان	
	باب سوم	
	افغانستان میں اقبال شناسی کا ارتقاء	۱۵۱
۱۰	پہلا دور ۲۲/اپریل ۱۹۳۸ء تا ۱۹۵۰ء	۱۵۱
۱۱	دوسرا دور ۱۹۵۱ء تا ۱۹۷۷ء	۱۶۴
۱۲	تیسرا دور ۱۹۷۸ء تا ۲۰۰۲ء	۱۸۴
	باب چہارم	
	افغانستان کے پشتون اقبال شناس	۲۱۷
۱۳	احمد صمیمؔ	۲۱۷
۱۴	احمد علی خان درانیؔ	۲۱۹
۱۵	حبیب اللہ رفیعؔ	۲۲۰
۱۶	خلیل اللہ خلیلیؔ	۲۲۳
۱۷	سرور خاں گویا اعتمادی	
۱۸	عبدالباری شہرت ننگیال	۲۴۱

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۹	علامہ عبدالحی حبیبیؔ	۲۴۴
۲۰	عبدالرحمٰن پژواکؔ	۲۵۸
۲۱	عبدالرؤف بینواؔ	۲۶۱
۲۲	سرمحقق عبداللہ بختانی خدمتگار	۲۶۵
۲۳	عبدالہادی داوی پریشانؔ	۲۷۱
۲۴	عزیزالدین وکیلی پوپلزئی	۲۷۴
۲۵	غلام دستگیرخان مہمندؔ	۲۷۵
۲۶	قیام الدین خادم	۲۷۷
۲۷	گل باچاالفتؔ	۲۸۲
۲۸	محمدرحیم الہامؔ	۲۸۶
۲۹	محمدصادق فطرت ناشناسؔ	۲۹۱
	باب پنجم	
	افغانستان کےفارسی گواقبال شناس	۲۹۸
۳۰	ڈاکٹراسداللہ محقق	۲۹۸
۳۱	حیدری وجودی	
۳۲	رحمت اللہ منطقی	
۳۳	ڈاکٹرسعید	
۳۴	صلاح الدین سلجوقیؔ	۳۰۲
۳۵	صدیق رھپوؔ	۳۱۴
۳۶	صوفی عبدالحق بیتابؔ ملک الشعراء	۳۱۵
۳۷	قاری عبداللہ ملک الشعراء	۳۱۷
۳۸	عزیزاللہ مجددی	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۹	غلام جیلانی اعظمیؔ	۳۲۳
۴۰	پروفیسر غلام حسن مجددیؔ	۳۲۴
۴۱	غلام ربانی ادیب	
۴۲	غلام رضا مائل ہرویؔ	۳۲۵
۴۳	محمد ابراہیم خلیلؔ	۳۲۸
۴۴	سید محمد قاسم رشتیاؔ	۳۳۲
۴۵	میر بہادر واصفی	
	باب ششم	
	افغانستان میں مقالاتِ اقبال کے مشمولات	۳۳۹
۴۶	پیامِ مشرق از عبدالہادی داویؔ	۳۳۹
۴۷	دکتور اقبال (فارسی) از سرور خان گویاؔ	۳۴۴
۴۸	علامہ اقبال (فارسی) از احمد علی خان درانی	۳۴۶
۴۹	تنزل وانحطاط اسلام (فارسی) از محمد سکندر خان	۳۵۲
۵۰	تقریظ بر ''مسافر'' (فارسی) از سرور خان گویا	۳۵۴
۵۱	وفاتِ اقبال شاعر وفیلسوف شہیر (فارسی) از سید قاسم رشتیا	۳۵۷
۵۲	اقبال وافغانستان (فارسی) از غلام جیلانی اعظمی	۳۵۷
۵۳	اقبال (آریانا دائرۃ المعارف) (فارسی و پشتو) از عبدالرزاق فراہی	۳۶۱
۵۴	افغانستان واقبال (فارسی) از سرور خان گویا	۳۶۴
۵۵	د خوشحال او اقبال د اشعارو ځنی مشترکه خواوی (پشتو) از عبداللہ بختانی خدمتگار	۳۶۹
۵۶	فلسفۂ اقبال (فارسی) از پروفیسر ڈاکٹر غلام حسن مجددی	۳۷۴

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
۵۷	د علامه اقبال په باب (پشتو) از پروفیسر عبدالشکور رشاد	۳۷۷
۵۸	د ختیځ ستر شاعر (پشتو) از سوبمن	۳۸۰
۵۹	اقبال وافغانستان (فارسی) از دکتور حق شناس	۳۸۴
٦۰	بزرگ داشت اقبال بزرگ (فارسی) از دکتور سید خلیل اللہ ہاشمیان	۳۸۸
٦۱	امروز زدای برای فردا (فارسی) از نائل لاجوردبنشہری	۳۹۳
٦۲	افغانستان درآئینہ قرآن (فارسی) از احمد جان امینی	۳۹٦
٦۳	ساعتی درخدمت علامہ اقبال (فارسی) از سید قاسم رشتیا	۳۹۹
٦۴	قلب آسیا گذرگاہ، ونظرگاہ علامہ اقبال (فارسی) از سرمحقق عبداللہ بختانی خدمتگار	۴۰۳
٦۵	اقبال د خوشحال ر ښتيني مينه وال (پشتو) از محمد آصف صمیم	۴۰۷
٦٦	**متعلقاتِ مقالہ**	
i	جدول نمبرا۔علامہ سے ملاقات کرنے والے افغان ادباء وشعراءاور دانشور	۴۱۸
ii	جدول نمبر۲۔ علامہ سے ملاقات کرنے والے افغان خواص زعماء اربابِ اختیاراوردیگرحضرات	۴۱۹
iii	جدول نمبر۳۔افغانستان کے پشتون اقبال شناس	۴۲۱
iv	جدول نمبر۴۔افغانستان کے فارسی گواقبال شناس	۴۲۲
v	جدول نمبر۵۔مجلّہ کابل کی اقبالیاتی خدمات	۴۲۳
vi	جدول نمبر٦۔دیگرمطبوعات کے اقبالیاتی خدمات	۴۲۵

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
vii	جدول نمبر ۷۔(الف)۔افغانستان میں اقبال کومنظوم خراجِ تحسین فارسی	۴۲۶
viii	(ب)۔افغانستان میں اقبال کومنظوم خراجِ تحسین پشتو	۴۲۷
ix	جدول نمبر ۸۔علامہ کاسفرِ افغانستان	۴۲۸
x	جدول نمبر ۹۔(الف)افغانستان میں اقبالیاتی کتب (ب)افغانستان میں اقبال شناسی چند دیگر منابع	
	باب هفتم	
٦۷	**کتابیات**	۴۳۰
	فهرست عکوس متعلقه	
۱	علامہ کے روحانی مرشد جلال الدین بلخی رومیؒ	
۲	علامہ کے سیاسی مرشد جمال الدین افغانیؒ	
۳	علامہ کے ادبی پیشرو حکیم سنائی غزنویؒ	
۴	جاوید منزل لاہور۔علامہ کی خواب گاہ میں نادر شاہ کا عکس	
۵	مجلّہ کابل ۵ / مارچ ۱۹۳۱ء بعض متعلقہ صفحات	
۶	مجلّہ کابل ۲۲ / جون ۱۹۳۲ء بعض متعلقہ صفحات	
۷	مجلّہ کابل ۲۲ / اگست ۱۹۳۲ء بعض متعلقہ صفحات	
۸	مجلّہ کابل ۲۲ / دسمبر ۱۹۳۲ء بعض متعلقہ صفحات	
۹	سالنامہ کابل ۲۲ / اگست ۱۹۳۲ء بعض متعلقہ صفحات	
۱۰	مجلّہ کابل ۲۲ / دسمبر ۱۹۳۲ء بعض متعلقہ صفحات	
۱۱	جلال آباد کے شاہی باغ کا منظر ۱۹۳۳ء	
۱۲	علامہ اوران کے ہمسفر باغ بابر کابل ۱۹۳۳ء	
۱۳	علامہ اوران کے میز بان کابل ۱۹۳۳ء	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۴	علامہ کے اعزاز میں انجمن ادبی کابل کی ضیافت ۱۹۳۳ء	
۱۵	مزارِ حکیم سنائی غزنوی ۱۹۳۳ء	
۱۶	مزارِ حکیم سنائی غزنوی موجودہ حالت	
۱۷	حکیم سنائی غزنوی کے مزار کا اندرونی منظر	
۱۸	سلطان محمود غزنوی کے مزار کا بیرونی منظر	
۱۹	سلطان محمود غزنوی کا سنگِ مزار	
۲۰	حضرت داتا گنج بخشؒ کے والد عثمان ہجویریؒ کے مزار کا گنبد	
۲۱	حضرت داتا گنج بخشؒ کے والد کے مزار کا اندرونی منظر	
۲۲	قندہار کا جادہ ارگ شاہی ۱۹۳۳ء	
۲۳	اعلیٰ حضرت احمد شاہ ابدالی کے مزار کا بیرونی منظر ۱۹۳۳ء	
۲۴	احمد شاہ ابدالی کے مزار کا اندرونی منظر ۱۹۳۳ء	
۲۵	قندہار کی سرکاری رہائش گاہ ۱۹۳۳ء	
۲۶	قندہار کے بعض حکومتی دفاتر ۱۹۳۳ء	
۲۷	بعض افغان اقبال شناس ۱۹۳۳ء	
۲۸	انجمن ادبی کابل کے اراکین کا گروپ فوٹو ۱۹۳۳ء	
۲۹	لاہور ریلوے اسٹیشن پر علامہ کا صلاح الدین سلجوقی کے ساتھ گروپ فوٹو	
۳۰	علامہ عبدالحیٔ حبیبی	
۳۱	عبدالحق بیتاب ملک الشعراء افغانستان	
۳۲	مجلّہ کابل ۲۳ / دسمبر ۱۹۳۴ء مثنوی مسافر کی تقریظ	
۳۳	مجلّہ کابل ۲۲ / مارچ ۱۹۳۵ء بعض متعلقہ صفحات	

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
	مجلّہ کابل مئی جون ۱۹۳۸ء علامہ کے وفات سے متعلق بعض مشمولات کے عکوس	۳۴
	مجلّہ کابل ستمبر اکتوبر ۱۹۳۹ء ''خودی در نظر اقبال''	۳۵
	مجلّہ کابل دلو ۱۳۲۳ھ ش خطاب بہ اوقیانوس	۳۶
	افغانستان سے بھیجا گیا علامہ کا سنگِ مزار	۳۷
	کابل کے پاکستانی سفارتخانے میں یومِ اقبال کی تقریب: ڈاکٹر غلام حسن مجددی مقالہ پیش کر رہے ہیں	۳۸
	کابل کے پاکستانی سفارتخانے میں یومِ اقبال کے موقع پر پروفیسر عبدالشکور رشاد مقالہ پیش کر رہے ہیں	۳۹
	افغانستان میں اقبال پر پہلی کتاب لکھنے والا سکالر عبداللہ بختانی	۴۰
	علامہ پر شائع ہونے والی پہلی کتاب کا سرورق	۴۱
	بختانی کا مقالہ خوشحال اور اقبال کے مشترک نکات	۴۲
	افغان صدر سردار داور خان شہید کے ہاتھ کی لکھی ہوئی نشری تقریر جس میں ارمغانِ حجاز کا شعر موجود ہے	۴۳
	مجلّہ کابل دسمبر ۱۹۷۷ء اقبال پر مقالہ	۴۴
	فارسی میں علامہ پر دو جلدوں میں کتاب لکھنے والا سکالر عبدالہادی داوی	۴۵
	''آثار اردوی اقبال'' جلد اول کا سرورق	۴۶
	''آثار اردوی اقبال'' جلد دوم کا سرورق	۴۷
	مجلّہ کابل نومبر دسمبر ۱۹۷۷ء علامہ کے صد سالہ جشن ولادت کے لئے صدر افغانستان کا پیغام	۴۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۴۹	علامہ کی صد سالہ جشن ولادت کی تقریبات کے سلسلے میں صدیق رھبپو کی کتاب ''افغانستان واقبال'' کا سرورق	
۵۰	بعض افغان اقبال شناس	
۵۱	دکتور حق شناس کے مقالے ''اقبال و افغانستان''مطبوعہ مجلّہ میثاق خوں ایک صفحہ	
۵۲	اخبار ''شہادت'' میں علامہ سے متعلق تحریر کا عکس	
۵۳	اخبار ''قلب آسیا'' کا عکس	
۵۴	اخبار ''افغانان'' کا عکس	
۵۵	''خون کی پکار'' کے بیک ٹائٹل کا عکس	
۵۶	اقبال شناس سید قاسم رشتیا سابق افغان بادشاہ اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ کے ساتھ	
۵۷	مجلّہ ''سپیدی'' کا عکس	
۵۸	''مجلّہ منبع الجہاد' علامہ کے اشعار	
۵۹	مجلّہ ''ہجرت' افغان مجاہدین نماز کے دوران کیپشن میں علامہ کا شعر	
۶۰	مجلّہ ''دشہید زیری' علامہ کے اشعار	
۶۱	مجلّہ ''شفق' علامہ کی رباعی	
۶۲	مجلّہ ''شہید پیغام' علامہ کا ''از پیام مصطفیٰ آگاہ شو'	
۶۳	مجلّہ ''قلم''' علامہ کا جنگ است ہنوز'	
۶۴	مجلّہ ''WUFA'' اقبال کا آسیا یک پیکر آب وگل است	
۶۵	کلیات خلیل اللہ خلیلی میں دمی با اقبال اور دیگر اقبالیاتی منظومات	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
٦٦	''درِدِل و پیامِ عصر'' عبدالحئی حبیبی کی کتاب کے بعض اقبالیاتی حوالے	
٦٧	ہفت روزہ ''وفا'' میں ڈاکٹر الہام کا ''جواب مسافر''	
٦٨	سید قاسم رشتیا کا ۱۹۳۵ء میں علامہ سے ملاقات کی یاداشت پر مبنی تحریر ''ساعتی در خدمت علامہ اقبال''	
٦٩	افغانستان کے مشہور خطاط عزیز الدین وکیلی پوپلزائی ہفت قلمی کے خطاطی کردہ کلامِ اقبال کے چند نمونے	

سپاس و تشکر

''افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت'' تحقیقی مقالہ لکھتے وقت مختلف احباب نے علمی و تحقیقی تعاون فرمایا۔ جس کے لئے میں ان سب حضرات کا شکر گزار ہوں۔ ان حضرات میں اسلام آباد، پشاور اور کراچی کے وہ کرم فرما شامل ہیں جن کو میں وقتاً فوقتاً علمی معاونت کی زحمت دیتا رہا۔ ان تمام حضرات نے تحقیق کی پُر پیچ راہوں کو مسلسل حوصلے اور رہنمائی سے میرے لئے سہل بنایا۔

ان کے علاوہ محمد ظاہر خُرک قندھار، آصف صمیم ننگر ہار جلال آباد، جناب اسد اللہ دانش پشاور، جناب اکرام اللہ شاہدؔ مردان، جناب میاں وکیل شاہ فقیر خیل ساول ڈھیر مردان، غلام رسول بلوچ لائبریرین گورنمنٹ کالج چمن، جناب عیسیٰ کریمی ڈائریکٹر خانہ فرہنگ ایران کوئٹہ، پروفیسر شرافت عباس سربراہ شعبہ فارسی جامعہ بلوچستان نے وقتاً فوقتاً حصولِ مواد میں کافی مدد فرمائی ہے۔ اس کے لئے ان سب حضرات کا سپاس گزار ہوں۔

جناب حمد اللہ صحافؔ کا خاص طور پر تہہ دل سے مشکور ہوں جن کے غنی کتب خانے سے مجھے استفادہ حاصل کرنے کا موقع میسر ہوا۔

رفیقۂ حیات رحمت اچکزئی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کا تعاون مقالہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں معاون ثابت ہوا۔

عبدالرؤف رفیق

حبیبی اکیڈیمی حاجی مدد خان مینہ نئی آبادی چمن

۱۶ اگست ۲۰۰۳ء

مقدمہ

افغانستان سے متعلق حضرت علامہ کے گراں قدر منظوم افکار حصہ تاریخ بن چکے ہیں۔ یہ والہانہ اور عقیدت مندانہ افکار افغانستان اور افغانوں سے علامہ کی محبت اور توقع کے مظہر ہیں۔ انہی افکار اور خیالات کے جائزے سے متعلق افغانستان اور اقبال کے حوالے سے اربابِ علم و دانش کی متعدد تحریریں موجود ہیں۔ جن میں ذیل خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ ''پښتانه د علامه اقبال په نظر کښې''(افغان اقبال کی نظر میں) از سر محقق عبداللہ بختانی مطبع دولتی کابل ۱۳۳۵ھ ش
۲۔ ''اقبال افغانستان میں'' از ڈاکٹر محمد ریاض ماہانہ المعارف لاہور مئی ۱۹۷۷ء
۳۔ ''اقبال و افغانستان'' غلام جیلانی اعظمی مطبوعہ مجلّہ کابل مئی جون ۱۹۳۸ء
۴۔ ''اقبال اور افغان'' از میر عبدالصمد یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور
۵۔ "IQBAL & THE AFGHANS" از ڈاکٹر ظہور احمد اعوان مقالہ پی ایچ ڈی ایریا سٹڈی سنٹر پشاور یونیورسٹی
۶۔ ''اقبال اور افغانستان'' از اکرام اللہ شاہد مقالہ ایم فل علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد ۱۹۹۸ء
۷۔ ''پشتو شاعری پر اقبال کے اثرات'' از عبدالروف رفیقی مقالہ ایم فل علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد ۲۰۰۰ء

البتہ افغانستان میں اقبال شناسی کے حوالے سے تحقیقات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس موضوع پر صرف ایک ہی مقالہ افغانستان اور ایران میں اقبال پر مقالات اور کتب (مطبوعہ اقبال ممدوح عالم مرتبہ ڈاکٹر سلیم اختر مطبوعہ بزم اقبال لاہور ۱۹۷۷ء) میں ڈاکٹر ریاض مرحوم نے بعض ابتدائی کام کی نشاندہی کی ہے۔ اس کے علاوہ افغانستان میں صدیق رھپو نے ''افغانستان و

اقبال' کے نام سے ایک کتاب شائع کی جس میں افغانستان میں علامہ پر لکھی جانے والی بعض تحریرات کو یکجا کیا گیا ہے۔

اس وقت جب دنیا کے گوشے گوشے میں اقبال شناسی کے حوالے سے منظّم تحقیقات ہو رہی ہیں۔ اور اقبالیات ایک مستقل موضوع بن گئی ہے۔ تو گویا اقبال کے محبوب دیار اور ان کے باسیوں کے لئے اپنے اس مربی و محسن کی خدمات سے بے خبر ہونا کیسے ممکن تھا انہی نکات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت پر اس مقالے میں تحقیق کی گئی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ افغانستان میں اقبال شناسی کی ابتداء حیاتِ اقبال ہی میں ہو چکی تھی۔ مگر یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ گذشتہ ڈھائی دھائیوں کے دوران افغانستان میں مسلسل جنگ نے دیگر شعبوں کی طرح وہاں اقبال شناسی کو بھی کافی نقصان پہنچایا ہے۔ مقالے کے لکھنے کے دوران مجھے کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر الحمد اللہ تقریباً پچانوے فیصد مآخذات میری ذاتی لائبریری میں موجود تھیں بقیہ پانچ فیصد مآخذات کے حصول کے لئے میں جن صعوبتوں سے گزرا ہوں اس کا اندازہ تحقیق کے پُر پیچ راہوں سے آشنا ارباب تحقیق ہی کر سکتے ہیں۔

مقالے کا پہلا باب اقبال کی افغان دوستی اور افغانوں کی اقبال دوستی کے حوالے سے ہے۔ اقبال کی افغان دوستی کے سلسلے میں پہلے افغانستان کا مختصر تاریخی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ پھر کلامِ اقبال میں مشاہیر افاغنہ کے تذکرے پر تحقیق کی گئی ہے۔ ان مشاہیر میں احمد شاہ ابدالی، جلال الدین بلخی رومیؒ، سید جمال الدین افغانی، حکیم سنائی غزنویؒ، خوشحال خان خٹک، سلطان محمود غزنوی، شیر شاہ سوری، علی ہجویری، فخر الدین رازی اور محمد نور الدین جامیؒ شامل ہیں۔ اوران کے ناموں کی ترتیب حروفِ تہجی کے اعتبار سے ہے۔ اس کے علاوہ معاصر افغان شخصیات میں غازی امان اللہ خان اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ اور المتوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ پر کلامِ اقبال میں ان کے تذکرے کی روشنی میں تحقیق کی گئی ہے۔ جبکہ افغانوں کی اقبال دوستی کے سلسلے میں حضرت علامہ سے افغانوں کے مراسم، علامہ کا سفرِ افغانستان اور افغانوں کی پذیرائی کے حوالے سے تحقیق کی گئی ہے۔

باب دوم میں افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کے آغاز پر تحقیق موجود ہے۔ اس باب کے ضمنی عنوانات کے تحت افغانستان کے ابتدائی اقبال شناسوں پر تحقیق کی گئی ہے اس کے علاوہ افغانستان میں حضرت علامہ کی شخصیت، فکر اور فن کے حوالے سے لکھی جانے والی مطبوعہ

کتابوں پر تحقیق کی گئی ہے۔

باب سوم افغانستان میں اقبال شناسی کی ارتقاء سے متعلق ہے اس ارتقائی سفر کو مزید تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان ادوار کی تقسیم مختلف ترجیحات کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ جن میں پہلا دور بعد از وفات حضرت علامہ ۲۲ / اپریل ۱۹۳۸ء تا 1950ء ہے دوسرا دور ۱۹۵۰ء تا ۱۹۷۷ء ہے جس میں علامہ کے صد سالہ جشن ولادت کی تقریبات ہوئی تھیں۔ تیسرا دور ۱۹۷۸ء سے شروع ہو کر ۲۰۰۳ء (تادمِ تحقیق) پر مشتمل ہے۔ ۱۹۷۸ء میں افغانستان ایک خونی انقلاب سے دوچار ہوتا ہے۔ مختلف جہادی تنظیمیں افغانستان میں روسی فوجوں کو پسپائی پر مجبور کر دیتی ہیں جو قندہار و غزنیں کے کوہساروں اور بیابانوں سے بلند ہونے والی تکبیر کی ان صداؤں نے کریملن کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔ وسطی ایشیائی ریاستوں کو اسی طفیل ایک بار پھر پروردگار نے نعمتِ آزادی سے سرفراز فرمایا۔ اس دوران افغان جہاد اور ان کے محرکات میں فکرِ اقبال کے اثرات پر بھی تحقیق کی گئی ہے۔

باب چہارم افغانستان میں پشتون اقبال شناسوں کے تعارف اور ان کے اقبالیاتی خدمات سے متعلق ہے۔ جو حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دئے گئے ہیں ان میں سردار احمد علی خان درانی، حبیب اللہ رفیع، خلیل اللہ خلیلی، عبدالباری شہرت ننگیال، علامہ عبدالحئ حبیبی، عبدالرحمٰن پژواک، عبدالرؤف بینوا، سرمحقق عبداللہ بختانی، خدمتگار، عبدالہادی داوی پریشان، عزیز الدین وکیلی پوپلزئی، غلام دستگیر خان مہمند، قیام الدین خادم، گل باچا الفت، محمد رحیم الہام اور ڈاکٹر محمد صادق فطرت ناشناس شامل ہیں۔ جبکہ باب پنجم میں افغانستان کے فارسی گو اقبال شناسوں اور ان کے اقبالیاتی خدمات پر تحقیق پیش کی گئی ہے۔ یہاں بھی حروفِ تہجی کی ترتیب کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ اور ان اقبال شناسوں میں سرور خان گویا، صلاح الدین سلجوقی، صدیق رھپو، صوفی عبدالحق بیتاب ملک الشعراء، قاری عبداللہ ملک الشعراء، غلام جیلانی اعظمی، پروفیسر غلام حسن مجددی، غلام رضا مائل ہروی، محمد ابراہیم خلیل اور سید محمد قاسم رشتیا شامل ہیں۔

باب ششم افغانستان میں مقالات اقبال کے مشمولات پر تحقیق کی گئی ہے۔ ان افغانستان میں حضرت علامہ کے فکر و فن اور شخصیت کے مختلف پہلوؤں سے متعلق بیس منتخب مقالات کے مشمولات و مباحث پر تحقیق موجود ہے ان مقالات کا انتخاب ان کے معیار اور ان کے مباحث و مشمولات کی بنیاد پر کی گئی ہے۔

باب ہفتم میں کتابیات کی تفصیل دی گئی ہے۔مقالے میں شامل مواد پر تحقیق کے دوران جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ان کی درجہ بندی جدید تحقیقی اصولوں کے مطابق کی گئی ہے۔ ان میں پہلے ہر زبان کے کتب کو الگ کر کے ان مصنفوں، مؤلفین یا مرتبین کے ناموں کے الفبائی ترتیب سے ایک منظّم فہرست بناتی ہے۔اس کے بعد کتاب کا نام اور آخر میں ناشر، مطبع اور سنِ اشاعت ترتیب وار دیئے گئے ہیں۔

اس کے علاوہ مقالے میں سات عدد جدول بھی دئے گئے ہیں جن میں جدید ترین سائنسی تحقیقی اصولوں کے تحت نہایت اختصار کے ساتھ مقالے کے مختلف ابواب کی سمری پیش کی گئی ہے۔ان جدولوں کی تفصیل ذیل ہے:

جدول نمبر۱: حضرت علامہ سے ملاقات کرنے والے افغان ادباء، شعراء اور دانشور، نام ملاقات کنندہ ، تاریخ ملاقات، مقامِ ملاقات، مقصدِ ملاقات مأ خذات، کیفیت۔

جدول نمبر۲: علامہ سے ملاقات کرنے والے افغان خواص ، زعماء، اربابِ اختیار اور دیگر حضرات ، ملاقات کنندہ ، تاریخ و مقامِ ملاقات ، مقصد ملاقات ، مأ خذات، کیفیت۔

جدول نمبر۳: افغانستان کے پشتون اقبال شناس۔
نام، ولدیت، پیدائش تاریخ ومقام، وفات تاریخ و مقام، تصانیف ، اقبالیاتی خدمات

جدول نمبر۴: افغانستان کے فارسی گو اقبال شناس۔
نام، ولدیت، پیدائش ،تاریخ ومقام، وفات تاریخ ومقام، تصانیف، اقبالیاتی خدمات، کیفیت۔

جدول نمبر۵: مجلّہ کابل کی اقبالیاتی خدمات۔

جدول نمبر۶: دیگر مطبوعات کے اقبالیاتی خدمات۔

جدول نمبر۷: (ا) افغانستان میں اقبال کو منظوم خراج تحسین (فارسی)۔
(ب) افغانستان میں اقبال کو منظوم خراج تحسین (پشتو)۔

جدول نمبر۸: علامہ کا سفرِ افغانستان۔

جدول نمبر۹: (ا) افغانستان میں اقبالیاتی بحث۔

(ب)افغانستان میں اقبال شناسی چند دیگر مصادر۔

مقالے کے آخر میں مقالے کے مختلف مشمولات سے منطق نادر و نایاب مأ خذات کے بعض متعلقہ حصہ جات کے عکوس بھی منسلک کئے گئے ہیں جن سے مقالے کے استناوی اہمیت میں اضافہ مقصود ہے۔

اب جبکہ مقالے کی تکمیل (۲۰۰۳ء) اور اشاعت (۲۰۱۰ء) میں عرصہ سات سال کا دورانیہ گذر گیا ہے۔ان سات سالوں میں اس موضوع سے متعلق ذیل کتب شائع ہوئی ہیں:

- اقبال اور افغانستان از اکرام اللہ شاہد ادارہ اشاعت مدار العلوم مردان نومبر ۲۰۰۲ء
- سیر اقبال شناسی در افغانستان از ڈاکٹر عبدالروٴف رفیقی مطبوعہ اقبال اکادمی پاکستان ۲۰۰۴ء
- اقبال افغان اور افغانستان از محمد اکرام چغتائی۔سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۴ء
- علامہ اقبال در ادب فارسی و فرہنگ افغانستان از دکتر اسد اللہ محقق مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد ۲۰۰۵ء
- یار آشنا پیوند علامہ اقبال با افغانستان از خلیل اللہ خلیلی پیشگفتار و حواشی عارف نوشاہی۔کتابخانہ استاد خلیل اللہ خلیلی انستیتوت شرقشناسی و میراث خطی اکادمی علوم جمھوری تاجیکستان دہ شنبہ ۲۰۱۰ء
- اکسیر خودی جوھر پیام علامہ اقبال از داکتر سعید انجمن حمایت از انکشافات اجتماعی۔ مطبوعہ فجر موسۃ شراقی صبا کابل ۱۳۸۹ھ ش

لہٰذا ان مصادر کو بھی بعد از تکمیل مقالہ میں شامل کیا اور جہاں ضروری سمجھا گیا وہاں ان مصادر سے استفادہ کیا گیا تا کہ مقالہ اپ ڈیٹ رہے لہٰذا محققین اور ناقدین حضرات سے اس امر کو بھی ملحوظ خاطر رکھنے کی استدعا ہے۔

پروردگار سے علمی دنیا کے لئے اس کاوش میں کمی بیشی و تقصیرات کے لئے عفوہ اور سعی کو مشکور فرمانے کا خواستگار ہوں۔

ڈاکٹر عبدالروٴف رفیقی

باب اول
اقبال کی افغان دوستی اورافغانوں کی اقبال دوستی

(الف): اقبال کی افغان دوستی:۔

(ا): افغانستان کا مختصر تاریخی جائزہ:۔

افغانستان ۲۹ درجے ۳۰ دقیقے اور ۳۸ درجے ۳۰ دقیقے طول البلد شمالی اور ۶۱ درجے اور ۷۵ درجے عرض البلد مشرق کے درمیان واقع ہے۔ (۱)

افغانستان کا رقبہ آٹھ سو مربع کلومیٹر ہے۔ (۲) جو زیادہ تر کوہستانی سلسلوں پر مشتمل ہے۔ معروف کوہستانی سلسلہ کوہِ ہندوکش شمال مشرق سے جنوب مغرب کی طرف تقریباً چھ سو کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے۔ جبکہ اسی کوہستانی سلسلے کا عرض سو کلومیٹر تک پہنچتا ہے۔ افغانستان کے اکثر دریا اسی کوہستانی سلسلے سے نکلتے ہیں۔ افغانستان کے شمال میں وسطی ایشیائی مسلم ریاستیں۔ تاجکستان ازبکستان اور ترکمانستان جبکہ مغربی جانب ایران اور جنوب مشرق میں پاکستان واقع ہے۔ اسی طرح شمال مشرق کی طرف سے ایک پٹی واخان کے ذریعے چین اور پاکستان کے شمالی علاقہ جات سے ملتی ہے۔

شمال مشرق تا جنوب مغرب رقبہ ۱۳۵۰ کلومیٹر جبکہ عرض شمال تا جنوب نو سو کلومیٹر بنتا ہے،۔ افغانستان کی جنوبی سرحد بحیرہ عرب سے ۴۵۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ (۳)

افغانستان ایک قدیم تاریخی مملکت ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ''قدیم وسط ایشیا سے ہندوستان آنے کا صرف ایک ہی زمینی راستہ تھا جو افغانستان کے شمال مغربی سرحدوں سے گزرتا ہے۔ عظیم ہمالیائی سلسلے کو پار کر کے اگرچہ چین کی حملہ آور فوجیں ضرور ہندوستان آئیں۔ کبھی کبھی ان غیر متعین اور دشوار گزار راہوں سے منگول اور تاتار نسلوں کے لوٹ مار کرنے والے گروہ بھی ہندوستان کے علاقوں میں گھس آتے تھے اس کے باوجود یہ پہاڑی علاقے تاریخ میں کسی بھی مرحلے پر باہر سے آنے والوں کے لیے باقاعدہ اور مستقل گزرگاہ نہیں بن سکے۔ (۴) عظیم ہمالیہ

کے ان سلسلوں نے بہر حال مشرق کی طرف سے آنے والے تاتاری قبائل اور ان جیسے حملہ آوروں کو ہمیشہ ہندوستان میں آنے سے روکے رکھا۔ عربوں کو چھوڑ کر جو سمندری راستوں سے ہندوستان میں داخل ہوئے تھے۔ آریا، ترک، تاتار، منگول، افغان، سیتھین (Scythian) ان سے ملتے جلتے گروہ اور ایران اور توران کے حکمران، خراسان، ہرات قندہار، بلخ، دریائے کابل کے ذریعے اور ان علاقوں سے جنہیں اب ہم برطانوی بلوچستان کہتے ہیں، ہندوستان آئے تھے۔[۵]

قدیم آریائی دور کا ایک اہم شہر بلخ جو ہزاروں سال قبل آریائی بادشاہوں کا مرکز تھا افغانستان میں واقع ہے۔ بلخ ہی اتنا متمدن تھا جو بعد از اسلام ام لبلاد مشہور ہوا۔[۶] یہ وہی بلخ ہے جس میں علامہ کے مرشد جلال الدین بلخی رومی پیدا ہوئے جو مرید ہندی کے روحانی مرشد ٹھہرے۔

بلخ پر گشتاسب کے حامیوں کے قبضے سے افغانستان میں زردشت دور کا آغاز ہوتا ہے۔ پانچ سو قبل از مسیح کے اس مذہبی تحریک نے عوام کے ذہنوں سے فرسودہ خیالات کا صفایا کیا۔ اس تبدیلی نے ان لوگوں کو نئی فکری روش سے آشنا کر دیا۔

آریانا (قدیم افغانستان کا نام) میں تہذیب اقوام کے آریائی وزردشتی دور کے بعد آسوریوں اور ہخامنشیوں کا دور شروع ہوتا ہے۔ سیروس کبیر (۵۴۹ - ۵۲۹ ق م) اور داریوش (۵۲۲-۴۸۵ ق م) نے آریانا کی سرزمین کو دو حصوں قندھار اور باختر میں تقسیم کیا۔ اس کے بعد یہ علاقہ سکندر اعظم کی یلغار کا شکار رہا۔ یہ سرزمین یونانی تہذیب وزبان سے بھی آشنا ہوئی ہے۔ اشوکا مذہب بودائی اکثر مشرقی علاقوں میں ترقی کرتا ہے۔[۷]

۱۲۰ قبل از مسیح میں کوشانیوں کے دوسرے دور کا عروج ہوتا ہے۔ کانیکشا سلطنت آریا کے تحت وتاج کا وارث بنتا ہے۔ کاپیسا یا موجودہ بگرام اس دور کے اہم تجارتی مراکز میں شمار ہوتا ہے۔ جو چین اور ہندوستان کے سنگم پر واقع ہے۔

بدھ مت مذہب کو ترقی ملتی ہے اور اس دور کے یادگار ۱۷۵ فٹ اور ۱۱۵ فٹ بلند بودھائی مجسمے تعمیر ہوتے ہیں۔ جو تقریباً دو ہزار سال بعد ۲۰۰۱ء میں افغانستان میں طالبان حکومت کے ہاتھوں مسمار ہوئے۔

بدھائی دور کے بعد افغانستان میں اسلامی دور کا آغاز ہوتا ہے۔ روم و فارس کی فوجیں

اسلامی جہادی لشکروں سے شکست کھاتی ہیں۔ نویں صدی عیسوی میں جنوبی ہندوکش کے راستے اسلام بڑی کامرانی سے افغانستان میں داخل ہوتا ہے اور افغانستان سے ہوتا ہوا ہندوستان کا رُخ کرتا ہے۔ طاہر ہراتی اور یعقوب لیث صفاری زابلی کے ذریعے ۸۷۱ء میں کابل اسلامی سلطنت کے زیرِ نگین آتا ہے۔ طاہر ہراتی بغداد اور دیگر عربی خطوں کا رُخ کرتا ہے اور خراسان اسلامی سلطنت کا مرکز بن جاتا ہے۔ ۲۰۶ھ میں طاہر افغانستان کو عباس خلیفہ کے حوالے کر دیتا ہے۔ یہاں سے افغانستان میں سامانیوں کا دور شروع ہوتا ہے جس کے جد امجد کا نام سامان خدا تھا۔ اموی دور میں بلخ میں یہ حکمران رہا۔ خراسان میں ان کے بیٹوں نے فتنہ انگیزوں کی سرکوبی کر کے عباسی خلیفہ مامون کا اعتماد حاصل کیا۔ علمی خدمات انجام دینے والا یہ خاندان تقریباً ایک سو دو سال تک حکمران رہا۔ (۸)

عباسی دور میں افغانستان میں زبردست ترقی ہوتی ہے۔ اقتصادیات، زراعت، صنعت، تجارت، مسکوکات، انتظامی امور، جدید انتظامی ڈھانچہ وجود پاتا ہے۔ جبکہ مساجد کی تعمیر علم و ادب فکر و فرہنگ میں بھی اضافے ہوتے ہیں۔ (۹)

اس کے بعد افغانستان میں غزنویوں کے درخشاں اسلامی دور کا آغاز ہوتا ہے۔ جو ۳۵۱ ھق سے ۵۸۳ھق تک رہتا ہے۔ سلطان محمود غزنوی خطبہ سے خلیفہ بغداد کا نام حذف کر کے اپنا نام شامل کرتا ہے۔ البیرونی، ابنِ سینا، ابوالفتح بستی، ثعالبی، عبدالجبار العتبی، ابونصر مشکان، ابوالفضل بیہقی، نصر اللہ صاحب کلیلہ و دمنہ اور عبدالحیٔ گردیزی وغیرہ، اس دور کے مشاہیر اربابِ علم و ادب تھے اور ابوالحسن ہجویری غزنویؒ کی ''کشف المحجوب'' اس دور کی یادگار ہے۔ (۱۰)

آریانا کی سرحدیں اصفہان و ہمدان کے علاوہ ہندوستان تک پھیلیں۔ محمود نے اسلام کی احیاء و سربلندی کے لئے ہندوستان پر سترہ حملے کئے۔ اس کے بعد آریانا میں غوریوں کے اقتدار کا سورج طلوع ہوتا ہے۔ ۱۲۳۳ء میں افغانستان میں آخری غوری سلطان کی ہلاکت مغلوں کے ہاتھوں ہوئی ہے۔ تیموریوں کے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ دسویں صدی ہجری کے اوائل میں کابل میں بابر کی حکومت ہوئی ہے۔ ۹۳۲ھ میں بابر ہندوستان کا رُخ کرتا ہے وہاں لودھی افغانوں کے سلطنت کو تاراج کر کے اپنی حکمرانی کا اعلان کرتا ہے۔ اس سلسلے کی کڑی شیر شاہ سوری کی سخت کوششوں اور کھٹن جدوجہد کے بعد دوبارہ ہندوستان میں افغان حکمرانی تک پہنچتی ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ افغان کمزور ہوتے رہے اور صفویوں نے آریانا پر قبضہ جمایا۔ صفویوں کے مقابلے میں

ایک مدبر افغان شخصیت میر ویس خان نیکہ نبرد آزما ہوتا ہے۔ صفویوں کو شکست دے کر افغانستان میں ہوتکیوں کے حکومت کا دور شروع ہوتا ہے۔ نادر شاہ افشار کی ہلاکت کے بعد ۱۱۶۰ھ ق میں احمد شاہ درانی افغانستان کا بادشاہ بن جاتا ہے۔ (۱۱)

احمد شاہ درانی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے درخواست پر اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کے تعاون کے سلسلے میں ہندوستان پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ قندہار سے ہوتے ہوئے لاہور تا دہلی افغان حکومت کی داغ بیل ڈالتا ہے۔ اس نکتے کی طرف حضرت علامہ نے یوں اشارہ کیا ہے۔

جس کے دم سے دلی ولاہور ہم پہلو ہوئے
آہ ! اے اقبال وہ بلبل بھی آج خاموش ہے (۱۲)

احمد شاہ ابدالی نے ۲۵ سال تک برسرِ اقتدار رہنے کے بعد زمامِ حکومت اپنے بیٹے تیمور شاہ درانی کے حوالے کر دی۔ احمد شاہ درانی کے گھرانے کے پاس تقریباً سو سال تک افغانستان کے تخت و تاج کا اختیار رہا۔ اس کے بعد محمد زئی خاندان کی حکمرانی شروع ہوئی۔ امیر دوست محمد خان، امیر شیر علی خان، امیر عبدالرحمٰن خان، امیر حبیب اللہ خان، امیر امان اللہ خان، اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ شہید اور المتوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ افغانستان کے سربراہانِ حکومت رہے۔ (۱۳)

افغانستان میں محمد زئی خاندان کا آخری حکمران سردار محمد داؤد خان تھا جو تا دمِ مرگ مادرِ وطن کی نگہبانی کرتا رہا۔ ۲۷ / اپریل ۱۹۷۸ء کو ان کی شہادت کے بعد روس نواز پیپلز ڈیموکریٹک پارٹی آف افغانستان نے نور محمد ترکئی کی سربراہی میں زمامِ حکومت سنبھالی۔ (۱۴)

۸ / اور ۹ / اکتوبر ۱۹۷۹ء کی درمیانی شب پولیٹیکل بیورو کے حکم سے نور محمد ترکئی ہلاک کر دیئے گئے۔ ۱۶ ستمبر ۱۹۷۹ء کو حفیظ اللہ امین برسرِ اقتدار آئے مگر ۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو انہیں زخمی ہونے کے بعد پھانسی دی گئی۔ اس روز روس کے وفادار کمیونسٹ افغان رہنما ببرک کارمل کو اقتدار سونپا گیا۔ جن کے دورِ حکومت میں ۲۴ اور ۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کے درمیانی عرصہ میں سوویت فوجی افغانستان میں داخل ہوئے۔ (۱۵) روسیوں کے خلاف افغانستان میں جہاد کا اعلان کیا گیا۔ لاکھوں افغان مہاجر ہوئے۔ ہزاروں شہداء نے قربانیاں دیں۔ ببرک کارمل کے بعد ڈاکٹر نجیب اللہ برسرِ اقتدار آئے جنہیں ۱۹۹۸ء میں طالبان حکومت کے وجود میں آنے کے بعد کابل میں پھانسی دی گئی۔ چھ سال تک طالبان برسرِ اقتدار رہے۔ ۲۰۰۱ء میں یہاں ایک اور سپر پاور امریکہ

نے روس کے انجام کے عبرت سے بے خبر ہو کر حملہ کیا۔ طالبان حکومت کے سقوط کے بعد اپنے من پسند حکومت کو تشکیل دیا۔ جس کے سر براہ حامد کرزئی ہیں۔

کلامِ اقبال میں مشاہیر افاغنہ کا تذکرہ:۔

علامہ چونکہ افغان قوم سے خاصے متاثر تھے چنانچہ ان کے کلام میں جا بجا افغان مشاہیر کے لئے توصیفی و تعریفی نکات ملتے ہیں۔ ذیل میں حروفِ تہجی کے ترتیب سے ان مشاہیر افاغنہ کا مختصر سوانحی تذکرہ اور ان سے منسوب پہلے اقبال کا اردو کلام اور بعد میں فارسی کلام درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ احمد شاہ ابدالی:۔

نام: احمد خان مشہور بہ احمد شاہ درانی ابدالی

ولدیت: زمان خان سدوزئی

تاریخ و مقامِ پیدائش: ۱۱۳۵ھ ق / ۱۷۲۳ء ہرات

وفات تاریخ و مقام: ۲۰ رجب المرجب ۱۱۸۶ھ ق بمقام توبہ اچکزی درہ کوژک ضلع قلعہ عبداللہ تدفین بمقام قندھار۔

دورانیہ حکومت: ۲۵ سال وفاتح پانی پت

آثار و تالیفات:

(۱): دیوان احمد شاہ ابدالی (پشتو) مطبوعہ قندہار، کابل، پشاور، کوئٹہ۔

(۲): علم گنج (موضوع تصوف)۔

(۳): احمد شاہ بابا کے فارسی و عربی اشعار۔ [۱۶]

کلام اقبال میں تذکرہ احمد شاہ ابدالی:۔

نادر ابدالی سلطان شہید

حصہ ابدالی:

ے مرد ابدالی و جودش آیتی　　داد افغان را اساس ملتی
آن شہیدان محبت را امام　　آبروی ہند و چین و روم و شام

نامش از خورشید و مه تابنده تر　　خاکِ قبرش از من و تو زنده تر
عشق رازی بود بر صحرا نهاد　　تو ندانی جاں چہ مشتاقانہ داد
از نگاہِ خواجۂ بدر و حنین　　فقر و سلطان وارثِ جذبِ حسین (۱۷)

ابدالی

آں جوان کو سلطنت ہا آفرید　　باز در کوه و قفارِ خود رمید
آتشی درکوه سارش برفروخت　　خوش عیار آمد برون یا پاک سوخت (۱۸)

ابدالی

درنهادِ ما تب و تاب از دل است　　خاک را بیداری و خواب از دل است
تن ز مرگِ دل دگرگوں می شود　　در مساماتش عرق خون می شود
از فسادِ دل بدن ہیچ است ہیچ　　دیده بر دل و جز بر دل مپیچ
آسیا یک پیکر آب و گل است　　ملتِ افغان در آن پیکر دل است
از فسادِ او فسادِ آسیا　　درکشادِ او کشادِ آسیا
تا دل آزاد است آزاد است تن　　ورنه کاہی در رہِ باد است تن
ہمچو تن پابندِ آئین است دل　　مرده از کین زنده از دین است دل

قوتِ دیں از مقامِ وحدت است
وحدت از مشهود گردد ملت است (۱۹)

بر مزار حضرت احمد شاه بابا علیه الرحمة
موسس ملتِ افغانیه

تربتِ آں خسرو روشن ضمیر　　از ضمیرش ملتی صورت پذیر
گنبدِ او را حرم داند سپہر　　با فروغ از طوفِ او سیمائی مہر
مثلِ فاتح آن امیر صف شکن　　سکه ئی زد ہم با قلیم سخن
ملتی را داد ذوقِ جستجو　　قدسیاں تسبیح خواں برخاکِ او
از دل و دست، گہر ریزی که داشت　　سلطنت ہا برد و بی پروا گذاشت
نکته سنج و عارف و شمشیر زن　　روحِ پاکش با من آمد در سخن

گفت می دانم مقام تو کجا ست | نغمہَ تو خاکیاں را کیمیا ست
خشت وسنگ از فیض تو دارائے دل | روشن از گفتارِ تو سینای دل
پیشِ ما ای آشنا ی کوی دوست | یک نفس بنشین کہ داری بوی دوست
اے خوش آں کو از خودی آئینہ ساخت | وندر آن آئینہ عالم را شنا خت
پیر کردید این زمین و این سپہر | ماہ کور از کور چشمیہائی مہر
گرمئی ہنگامہَ ئی می بایدش | تا نختین رنگ و بو باز آیدش
بندہَ مومن سرا فیلی کند | بانگِ او ہر کہنہ را برھم زند
اے ترا حق داد جانِ ناشکیب | تو ز سرِّ ملک و دیں داری نصیب

فاش گو باپورِ نادر فاش گوی
باطنِ خود را بہ ظاہر فاش گوے [۲۰]

از تو ای سر مایہَ فتح وظفر | تختِ احمد شاہ را شانی دگر [۲۱]

۲۔ مولانا جلال الدین بلخی رومیؒ:۔

نام: جلال الدین محمد، ترکی میں مولانا اور ایران میں مولوی سے مشہور ہیں۔ [۲۲]

ولدیت: بہاؤالدین سلطان العلماء

تاریخ ومقامِ پیدائش: ۶۰۴ھ / ۱۲۰۷ء بمقام بلخ

تاریخ ومقام وفات: ۵ جمادی الآخر ۶۷۲ھ / ۱۷دسمبر۱۲۷۳ء بمقام قونیہ

آثار وتالیفات:

(۱): دیوان، فارسی وترکی اشعار غزلیات ورباعیات۔

(۲): مثنوی معنوی۔ چھ دفاتر پر مشتمل اخلاقی منظوم تصنیف۔

(۳): فیہ مافیہ۔ مولانا کے اقوال کا مجموعہ عنوان ابن العربی کے ایک شعر سے ماخوذ۔

(۴): مواعظ مجالس سبعہ۔ مولانا تک ے اغودو دور دوزلتن احمد رمزی آقیوزق۔

(۵): مکتوبات۔ [۲۳]

کلامِ اقبال میں علامہ کے روحانی مرشد رومیؒ کا تذکرہ:۔

ے جولانگہ سکندرِ رومی تھا ایشیا   گردوں سے بھی بلندتر اس کا مقام تھا (۲۴)
ے گفت رومی ہر بنائے کہنہ کآباداں کنند   می ندانی اول آں بنیاد را ویراں کنند (۲۵)
ے نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے   وہی آب وگلِ ایراں، وہی تبریز ہے ساقی (۲۶)
ے اسی کشمکش میں گزریں مری زندگی کی راتیں   کبھی سوز وسازِ رومی، کبھی پیچ وتاب رازی! (۲۷)
ے علاجِ آتشِ رومی کے سوز میں ہے ترا   تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں! (۲۸)
ے صحبتِ پیرِروم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش   لاکھ حکیم سربجیب، ایک کلیم سربکف! (۲۹)
ے عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو   کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحرگاہی! (۳۰)
ے یا حیرتِ فارابیؔ، یا تاب وتبِ رومی   یا فکرِ حکیمانہ، یا جذبِ کلیمانہ (۳۱)
ے نے مُہرہ باقی، نے مہرہ بازی   جیتا ہے رومیؔ، ہارا ہے رازی! (۳۲)
ے ملتِ رومی نژاد کہنہ پرستی سے پیر   لذتِ تجدیدہ سے وہ بھی ہوئی پھر جواں (۳۳)

بالِ جبریل میں نظم پیرومرید میں مولانا رومی اور اقبال کا طویل مکالمہ (۳۴)

ے ہم خوگرِ محسوس ہیں ساحل کے خریدار   اک بحرِ پُراشوب و پراسرار ہے رومیؔ!
تو بھی ہے اسی قافلۂ شوق میں اقبالؔ!   جس قافلۂ شوق کا سالار ہے رومیؔ
اس عصر کو بھی اس نے دیا ہے کوئی پیغام؟   کہتے ہیں چراغِ راہِ احرار ہے رومیؔ (۳۵)

جبکہ فارسی کلام میں علامہ نے مولانا روم کو پیرِ روم، پیرِ حق سرشت، پیرِ یزدانی، پیرِ عجم، مرشد روم وغیرہ القابات سے یاد فرمایا ہے۔ ۷۶ صفحات پر کلیات اقبال فارسی میں مولانا کا تذکرہ آیا ہے۔ بعض درج ذیل ہیں۔

ے پیر رومی خاک را اکسیر کرد   از غبارم جلوہ ہا تعمیر کرد (۳۶)
ے ذرہ کشت و آفتاب انبار کرد   خرمن از صد رومی و عطار کرد (۳۷)
ے مرشدِ رومی چہ خوش فرمودہ است   آنکہ ہم درقطرہ اش آسودہ است (۳۸)
ے مرشدِ رومی حکیم پاک زاد   سرِّ مرگ و زندگی بر ما کشاد (۳۹)
ے بوعلی اندر غبارِ ناقہ گم   دستِ رومیؔ پردۂ محمل گرفت
این فروتر رفت و تا گوہر رسید   آں بگردابی چوخس منزل گرفت
حق اگر سوزی ندارد حکمت است   شعر میگردد چو سوز از دل گرفت (۴۰)
ے شراری جستہ ئی گیراز درونم   کہ من مانندِ رومی گرم خونم (۴۱)

ـ رازِ معنی مرشدِ رومی کشود — فکرِ من بر آستانش در سجود (۴۲)
ـ روحِ رومی پردہ ہا را بر درید — از پسِ کہٗ پارہ ئی آمد پدید! (۴۳)
ـ رومی آں عشق و محبت را دلیل — تشنہ کاماں را کلامش سلسبیل (۴۴)
ـ پیرِ رومی مرشد روشن ضمیر — تشنہ کاماں را کلامش سلسبیل (۴۵)
ـ نکتہ ہا از پیرِ روم آموختم — خویش را درحرف او وا سوختم (۴۶)
ـ عطا کن شورِ رومے، سوزِ خسرو — عطا کن صدق و اخلاصِ سنائے
چناں با بندگی درساختم من — نہ گیرم گر مرا بخشے خدائی (۴۷)
ـ چو رومے درحرم دادم اذاں من — از و آموختم آسرارِ جان من
بہ دورِ فتنۂ عصرِ کہن او — بہ دورِ فتنۂ عصرِ روان من (۴۸)

۳۔ سید جمال الدین افغانیؒ:۔

نام: سید جمال الدین افغانی

ولدیت: سید صفدر

تاریخ ومقامِ پیدائش: اسعد آباد کنڑ ننگر ہار افغانستان ۱۲۵۴ھ ق / ۱۸۳۹ء

تاریخ ومقام وفات: استنبول ترکی ۵ شوال ۱۳۱۴ھ ق / ۹ مارچ ۱۸۹۷ء

آثار وتالیفات:

(۱): ''الردعلی الدھریین''۔ محمد عبدہ نے فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا۔

(۲): العروۃ الوثقیٰ۔ پیرس سے آپ کا جریدہ جس کے ۱۸ شمارے شائع ہوئے۔

(۳): تمۃ البیان فی تاریخ الافغان

(۴): ضیاء الخافقین۔ مقالات

(۵): ''مصر'' اور التجارہ جرائد میں آپ کے مطبوعہ مقالات

(۶): فرانس کے جریدے ''الدیبا'' میں آپ کا مقالہ

(۷): مکتوبات وغیرہ (۴۹)

سید جمال الدین افغانی پان اسلام ازم نظریئے کا بانی، عالمگیر اسلامی سیاسی وحدت کا علم بردار علامہ اقبال کا سیاسی پیشرو۔

کلامِ اقبال میں سید جمال الدین افغانیؔ کا تذکرہ:۔

جاوید نامہ میں فلک عطارد پر پیر رومی کی رہنمائی میں زیارتِ ارواح جمال الدین افغانی و سعید حلیم پاشا نہایت اہمیت کی حامل ہے۔۲۴ صفحات پر مشتمل اس پوری نظم کا حوالہ باعثِ طوالت ہوگا۔ البتہ چیدہ چیدہ اشعار درج ذیل ہیں۔

ے رفتم و دیدم دو مرد اندر قیام — مقتدی تا تار و افغانی امام
پیر رومی ہر زمان اندر حضور — طلعتش برتافت از ذوق وسرور
گفت ''مشرق زین دوکس بہتر نزاد — ناخنِ شان عقدہ ہائے ما کشاد
سید السادات مولانا جمال — زندہ از گفتارِ او سنگ وسفال
ترک سالار آں حلیم دردمند — فکرِ او مثلِ مقامِ او بلند
با چنین مردان دو رکعت طاعت است
ورنہ آں کاری کہ مزدش جنت است'' (۵۰)

افغانی

ے زندہ رود! از خاکدان ما بگوی — از زمین و آسمان ما بگوی
خاکی و چون قدسیاں روشن بصر — از مسلمانان بدہ ما را خبر (۵۱)

افغانی (دین ووطن)

ے لُردِ مغرب آں سراپا مکر وفن — اہل دین را داد تعلیم وطن
او بفکر مرکز و تو در نفاق — بگذر از شام وفلسطین وعراق
تو اگر داری تمیز خوب و زشت — دل نہ بندی باکلوخ وسنگ وخشت
چیست دیں برخاستن از روی خاک — تا ز خود آگاہ گردد جان پاک
می نگنجد آنکہ گفت اللہ ھُ — در حدودِ ایں نظامِ چارسُو
پرِ کہ از خاک و بر خیزد ز خاک — حیف اگر درخاک مرد جان پاک
گرچہ آدم بردمید از آب وِگل — رنگ ونم چوں گُل کشید از آب وِگل
حیف اگر در آب وگل غلطد مدام — حیف اگر برتر نپرد زین مقام

گفت تن در شو بخاکِ رہگذر　　گفت جان پہنای عالم رانگر!
جاں نگنجد در جہات اے ہوشمند　　مردِ حُر بیگانہ از ہر قید و بند
حُر ز خاکِ تیرہ آید در خروش
زانکہ از بازاں نیاید کارمُوش (۵۲)

۴۔ <u>حکیم سنائی</u>:۔

نام،کنیت ولقب: ابوالمجد مجدود بن آدم سنائی غزنوی
ولدیت: آدم سنائی غزنوی
تاریخ ومقامِ پیدائش: حدود ۴۶۴ھق / ۱۰۷۱ءغزنین
تاریخ ومقامِ وفات: حدود ۵۴۵ھق / ۱۱۵۰ءغزنین (۵۳)
آثاروتالیفات:

(۱): مثنوی حدیقة الحقیقه باالہی نامه یا فخری نامه۔
(۲): دیوان حکیم سنائی۔مشتمل قصائد،غزلیات،مقطعات،رباعیات وغیرہ۔
(۳): سیرالعباد الی المعاد۔
(۴): کارنامه بلخ یا(مطائیه نامه)۔
(۵): تحریمة القلم۔
(۶): مجموعہ نامہ ہائی او۔

سنائی سے منسوب آثار:

(۱): مثنوی بہرام و بهرور یا ارم نامه۔
(۲): مثنوی طریق التحقیق۔
(۳): عشقنامه۔
(۴): مثنوی عقل نامه۔
(۵): مثنوی سنائی آباد۔(۵۴)

<u>کلامِ اقبال میں تذکرہ سنائی</u>:۔

اقبال نومبر ۱۹۳۳ء میں سفرِ غزنی کے دوران زیارت حکیم سنائی سے مستفیض ہوئے۔ بالِ جبریل میں ان کے مشہور قصیدے کے تتبع میں ایک طویل غزل لکھی۔ (۵۵) جو سنائی سے عقیدت کا آئینہ دار ہے۔ سنائی کے اس قصیدے کا مطلع و مقطع درج ذیل ہے:

مکن در جسم و جان منزل کہ ایں دون است و آن والا
قدم زین ھہر دو بیرون نہ نہ اینجا باش و نی آنجا
بھر جہ از اولیا گو رند ار زفتی و وفقنی
بجہ از انبیسا گویند امنا و صدقنا (۵۶)

اقبال کا مطلع و مقطع درج ذیل ہے:

سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا
غلط تھا اے جنوں شاید ترا اندازۂ صحرا!
سنائی کے ادب سے میں نے غواصی نہ کی ورنہ
ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوے لالا! (۵۷)

سفر بہ غزنی و زیارتِ مزار حکیم سنائی

آہ غزنی آں حریمِ علم و فن — مرغزارِ شیر مردان کہن
دولتِ محمود را زیبا عروس — از حنابندانِ او دانائی طوس
خفتہ در خاکش حکیم غزنوی — از نوای او دل مردان قوی
آں ''حکیمِ غیب'' آن صاحب مقام — ''ترک جوش'' رومی از ذکرش تمام
من ز''پیدا'' او ز''پنہاں'' در سرور — ہر دو را سرمایہ از ذوقِ حضور
او نقاب از چہرۂ ایمان کشود — فکرِ من تقدیرِ مومن وانمود
ہر دو را از حکمتِ قرآن سبق — او ز حق گوید من از مردانِ حق
در فضای مرقدِ او سوختم — تا متاع نالہ ئی اندوختم
گفتم ای بینندۂ اسرار جان — بر تو روشن این جہاں و آن جہاں
عصرِ ما وارفتۂ آب و گل است — اہلِ حق را مشکل اندر مشکل است

مومن از فرنگیان دید آنچه دید فتنہ ہا اندر حرم آمد پدید
تا نگاہِ او ادب از دل نخورد چشمِ او را جلوۂ افرنگ برد
اے حکیمِ غیب امام عارفان پختہ از فیضِ تو خامِ عارفان
آنچہ اندر پردۂ غیب است گوی
بو کہ آبِ رفتہ باز آید بجوی (۵۸)

اس کے بعد ۱۳۰ ابیات میں حکیم سنائی کا جواب ''روحِ حکیم سنائی از بہشت بریں جواب می دہد'' زینتِ مثنوی مسافر ہے۔

عطا کن شورِ رومے، سوزِ خسرو عطا کن صدق و اخلاص سنائے
چناں با بندگی در ساختم من نہ گیرم گر مرا بخشی خدائی (۵۹)
مئے روشن زتاکِ من فرو ریخت خوشا مردی کہ دردامانم آویخت
نصیب از آتشی دارم کہ اول سنائی از دلِ رومی بر انگیخت (۶۰)

۵۔ خوشحال خان خٹک:۔

نام: خوشحال خان خٹک

ولدیت: شہباز خان خٹک

تاریخ ومقامِ پیدائش: ربیع الثانی ۱۰۲۲ھ ق / مئی جون ۱۶۱۳ء اکوڑہ ضلع نوشہرہ

تاریخ ومقامِ وفات: ۲۸ ربیع الثانی ۱۱۰۰ھ ق / فروری ۱۶۸۹ء ڈمبرہ تیراہ

آثار و تالیفات:

(۱): دیوان خوشحال خان خٹك (پشتو و فارسی)۔

(۲): باز نامہ۔ باز سے متعلق ان کی افزائش نسل، شکار، بیماریوں اور علاج سے متعلقہ۔

(۳): ھدایہ۔ مشہور فقہی کتاب کا پشتو ترجمہ۔

(۴): آئینہ۔ فقہی کتاب کا پشتو ترجمہ۔

(۵): فضل نامہ۔ منظوم، فقہی و دیگر مذہبی امور۔

(۶): سوات نامہ۔ سوات کی منظوم تاریخ۔

(۷): طب نامہ۔ منظوم طبی اصول۔
(۸): فرخنامہ۔ تلوار اور قلم کا مناظرہ۔
(۹): فراقنامہ۔ قید کے زمانے کا منظوم اثر۔
(۱۰): دستار نامہ۔ قبائلی سرداری اور رہبری کے اصولوں سے متعلق نثری اثر،
(۱۱): بیاض۔ منثور سوانحی و خاندانی تذکرہ۔
(۱۲): زنځیری ۔ پشتو شارٹ ہینڈ (۶۱)

کلامِ اقبال میں تذکرہ خوشحال خان خٹک:۔

خوشحال خان کی وصیت

قبائل ہوں ملت کی وحدت میں گم — کہ ہو نام افغانیوں کا بلند
محبت مجھے ان جوانوں سے ہے — ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند!
مغل سے کسی طرح کمتر نہیں — کہستان کا یہ بچۂ ارجمند
کہوں تجھ سے اے ہمنشیں دل کی بات — وہ مدفن ہے خوشحال خان کو پسند
اڑ کر نہ لائے جہاں بادِ کوہ
مغل شہسواروں کی گردِ سمند (۶۲)

خوش سرود آں شاعرِ افغان شناس — آنکہ بیند، باز گوید بے ہراس!
آں حکیمِ ملت افغانیان — آن طبیب علتِ افغانیان!
رازِ قومی دید و بے باکانہ گفت — حرفِ حق با شوخیٔ رندانہ گفت!
''اشترے یابد اگر افغانِ حُر
یا براق و ساز و با انبارِ دُر
ہمتِ دونش ازاں انبارِ دُر
می شود خوشنود با زنگِ شتر''! (۶۳)

۶۔ سلطان محمود غزنوی:۔

نام، لقب و کنیت: یمین الدولۃ امین الدولۃ ابوالقاسم محمود بن ابو منصور سبکتگین غزنوی

ولدیت: ابومنصور سبکتگین غزنوی

تاریخ ومقامِ پیدائش: ۱۰محرم الحرام ۳۶۱ھ ق / ۲نومبر۹۷۱ء غزنہ

تاریخ ومقامِ وفات: ۲۳ربیع الثانی ۴۲۱ھ ق / ۳۰اپریل ۱۰۳۰ء غزنہ (۶۴)

وجہ شہرت: فاتح سومنات، ہندوستان پر سترہ حملے اور معروف مسلمان فرمانروا۔

کلامِ اقبال میں تذکرہ سلطان محمود غزنوی:۔

ے سن اے طلب گارِ دردِ پہلو! میں ناز ہوں تو نیاز ہو جا
میں غزنوی سومناتِ دل کا ہوں تو سراپا ایاز ہو جا (۶۵)

ے آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز — قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز — نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے!
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے! (۶۶)

ے درِ حکام بھی ہے تجھ کو مقامِ محمود — پالسی بھی تری پیچیدہ تر از زلفِ ایاز (۶۷)

ے جادوئے محمود کی تاثیر سے چشمِ ایاز — دیکھتی ہے حلقۂ گردن میں سازِ دلبری (۶۸)

ے کوئی دیکھے تو میری نے نوازی — نفس ہندی، مقامِ نغمہ تازی!
نگہ آلودۂ اندازِ افرنگ! — طبیعت غزنوی قسمت ایازی! (۶۹)

ے کیا نہیں اور غزنوی کارگہ حیات میں — بیٹھے ہیں کب سے منتظر اہلِ حرم کے سومنات! (۷۰)

ے فروفالِ محمود سے درگذر — خودی کو نگہ رکھ، ایازی نہ کر (۷۱)

ے وہ کچھ اور شے ہے، محبت نہیں ہے — سکھاتی ہے جو غزنوی کو ایازی! (۷۲)

ے چوں زیاں پیرایہ بند سود را — می کند مذموم ہر محمود را (۷۳)

ے جملہ عالم ساجد و مسجود عشق — سومناتِ عقل را محمود عشق (۷۴)

ے مملکت را دینِ او معبود ساخت — فکرِ او مذموم را محمود ساخت (۷۵)

ے برہمنے بہ غزنوی گفت کرامتم نگر — تو کہ صنم شکستۂ بندہ شدی ایاز را (۷۶)

ے بمتاعِ خود چہ نازی کہ بہ شہر دردمندان — دلِ غزنوی نیرزد بہ تبسم ایازے (۷۷)

ے محمودِ غزنوی کہ صنم خانہ ہا شکست — زُناری بتانِ صنم خانۂ دل است (۷۸)

ے یکے کا رفر ما ، یکے کا رساز نیا ید ز محمو د کا رِ ایا ز (۷۹)
ے ایں خراباتِ فرنگ است وزتا ثیر مئیش آ نچہ مذموم شما رند نما ید محمو د (۸۰)
ے من بیسمائے غلامان فرِّ سلطان دیدہ ام شعلۂ محمود از خامِ ایاز آید بروں ! (۸۱)
ے کسے این معنیٔ نازک نداند جز ایاز اینجا کہ مہر غزنوی افزوں کند دردِ ایازی را (۸۲)
ے کافری را پختہ تر ساز دشکستِ سومنات گرمیٔ بتخانہ ہنگامۂ محمود نے (۸۳)
ے چہ گوئیمت کہ چہ بودی چہ کردئی چہ شدی کہ خوں کند جگرم را ایازیٔ محمود (۸۴)
ے بطرزِ دیگر از مقصود گفتم جوابِ نامۂ محمود گفتم (۸۵)

آہ غزنی آں حریم علم و فن مرغزارِ شیر مردانِ کہن
دولتِ محمود را زیبا عروس از حنا بندانِ او دانائے طوس (۸۶)

برمزارِ سلطان محمود علیہ الرحمۃ

خیزد از دل نالہ ہا بے اختیار آہ! آں شہرے کہ این جابود پار
آں دیار و کاخ و کو ویرانہ ایست آں شکوہ و فال وفر افسانہ ایست
گنبد ے! درطوفِ او چرخِ بریں تربتِ سلطان محمود است ایں!
آنکہ چوں کودک لب از کوثر بشست گفت در گہوارہ نامِ او نخست!
برقِ سوزاں تیغ بے زنہارِ او دشت و در لرزندہ از یلغارِ او
زیرِ گردوں آیت اللہ رائتش قدسیاں قرآن سرا بر تربتش
شوخیٔ فکرم مرا از من ربود تانبودم درجہاںِ دیر و زود
رخ نمود از سینہ ام آں آفتاب پردگیہا از فروغش بے حجاب
مہر گردوں از جلالش در رکوع از شعاعش دوش می گردد طلوع
وار ہیدم از جہاںِ چشم و گوش فاش چوں امروز دیدم صبح دوش
شہرِ غزنین ! یک بہشتِ رنگ و بو آبجو ہا نغمہ خواں در کاخ و کو
حقہ ہائے او قطار اندر قطار آسماں باقبۂ ہالیش ہم کنار
نکتہ سنجِ طوسؔ را دیدم بیزم لشکرِ محمودؔ را دیدم برزم
آں ہمہ مشتاقی و سوز و سرور درسخن چوں رند بے پروا جسور

تخمِ اشکے اندراں ویرانہ کاشت　　گفتگوہا باخدائے خویش داشت

ے　تانبودم بے خبر از رازِ او
سوختم از گرمیٔ اوازِ او (۸۷)

۷۔ شیرشاہ سوریؔ:۔

نام ولقب: فریدالدین خان شیرشاہ سوری

ولدیت: حسن خان

تاریخ ومقامِ پیدائش:　　بہار سہسرام

تاریخ ومقامِ وفات: ۲۲مئی۱۵۴۵ءکانجر (۸۸)

وجۂ شہرت: سوری افغان خاندان کا بانی، ہندوستان کا حکمران اور جدید مواصلاتی نظام کا بانی۔

کلامِ اقبال میں تذکرہ شیرشاہ سوریؔ:۔

ے　یہ نکتہ خوب کہا شیر شاہ سوری نے　　کہ امتیازِ قبائل تمام تر خواری
عزیز ہے انہیں نامِ وزیری ومحسود　　ابھی یہ خلعتِ افغانیت سے ہیں عاری
ہزار پارہ ہے کہسار کی مسلمانی　　کہ ہر قبیلہ ہے اپنے بتوں کا زناری
وہی حرم ہے وہی اعتبارِ لات ومنات
خدا نصیب کرے تجھ کو ضربتِ کاری! (۸۹)

درفنِ تعمیر مردانِ آزاد

ے　یک زمان بارفتگان صحبت گزیں　　صنعتِ آزاد مرداں ہم بہ بیں
خیز و کار ایبکؔ و سوریؔ نگر　　وانما چشمے اگر داری جگر
خویش را از خود بروں آوردہ اند　　ایں چنیں خود را تماشا کردہ اند
سنگ ہا با سنگ ہا پیوستہ اند　　روزگارے را بآنے بستہ اند
دیدنِ او پختہ تر سازد ترا　　در جہاں دیگر اندازد ترا

نقش سوئے نقشگری آورد   از ضمیرِ او خبر می آورد
ہمت مردانہ و طبعِ بلند   دردلِ سنگ ایں دو لعل ارجمند
سجدہ گاہِ کیست ایں از من مپرس   بے خبر! رودادِ جاں از تن مپرس
وائے من از خویشتن اندر حجاب   از فراتِ زندگی ناخوردہ آب
وائے من از بیخ وبُن برکندۂ   از مقامِ خویش دور افگندۂ
محکمی ہا از یقینِ محکم است   وائے من شاخِ یقینم بے نم است
درمن آں نیروے الا اللہ نیست
سجدہ ام شایانِ این درگاہ نیست (۹۰)

۸۔ علی ہجویری حضرت داتا گنج بخشؒ:۔

نام وکنیت: شیخ علی ہجویریؒ ابوالحسن الجلابی الغزنوی ثم الہجویری

ولدیت: عثمان ابنِ علی یا بوعلی

تاریخ ومقامِ پیدائش: حدود ۴۰۰ھ / ۱۰۱۰ء ہجویر غزنی

تاریخ ومقامِ وفات: حدود ۴۵۶ھ یا ۴۶۴ھ لاہور

آثار:

(۱): کشف المحجوب۔
(۲): دیوان۔
(۳): منہاج الدین۔
(۴): اہلِ صفہ۔
(۵): منصور حلاج۔
(۶): رسالۃ اسرار الخرق والمؤنات۔
(۷): کتاب فناو بقا۔
(۸): کتاب الابیان لاہل العیان۔(۹۱)
(۹): بحرالقلوب۔
(۱۰): الرعایۃ الحقوق اللہ

کلام اقبال میں علی ہجویریؒ کا تذکرہ:۔

حکایتِ نوجوانے از مرو کہ پیشِ حضرت سید مخدوم علی ہجویریؒ آمدہ از ستم اعدا فریاد کرد

سید ہجویر مخدوم اُمم　　مرقدِ او پیر سنجر را حرم
بند ہائے کوہسار آساں گسیخت　　در زمینِ ہند تخمِ سجدہ ریخت
عہدِ فاروق از جمالش تازہ شد　　حق ز حرف او بلند آوارہ شد
پاسبانِ عزت اُم الکتاب　　از نگاہش خانۂ باطل خراب
خاکِ پنجاب از دمِ او زندہ گشت　　صبح ما از مہر او تابندہ گشت
عاشقِ و ہم قاصدِ طیار عشق　　از جنبش آشکار اسرارِ عشق
داشتے از کمالش سرکنم　　گلشنے در غنچۂ مضمر کنم
نوجوانے قامتش بالا چو سرو　　واردِ لاہور شد از شہر مرو
رفت پیشِ سید والا جناب　　تار باید ظلمتش را آفتاب
گفت محصورِ صفِ اعداستم　　درمیانِ سنگہا میناستم
بامن آموزاے شہہ گردوں مکان　　زندگی کردی میانِ دشمنان
پیرِ دانائے کہ در ذاتش جمال　　بستہ پیماں محبت با جلال
گفت اے نامحرم از راہِ حیات　　غافل از انجام و آغاز حیات
فارغ از اندیشۂ اغیار شو　　قوتِ خوا بندۂ بیدار شو
سنگ چوں بر خود گمانِ شیشہ کرد　　شیشہ گردید وشکتن پیشہ کرد
ناتواں خود را اگر رہر و شمرد　　نقد جانِ خویش با رہزن سپرد
تاکجا خود را شماری ماء وطین　　از گلِ خود شعلۂ طور آفریں
بہ عزیزاں سرگرداں بودن چرا　　شکوہ سنج دشمناں بودن چرا
راست میگویم عدو ہم یار تست　　ہستی او رونقِ بازار تست
ہر کہ دانائے مقاماتِ خودی است　　فضلِ حق داند اگر دشمن قوی است
کشتِ انسان راعدو باشد سحاب　　ممکناتش رابر انگیزد زخواب
سنگ رہ گردد فسانِ تیغ عزم　　قطعِ منزل امتحانِ تیغِ عزم

مثلِ حیواں خوردن آسودن چہ سود　　گر بخود محکم نہ بودن چہ سود
خویش راچوں از خودی محکم کنی　　تو اگر خواہی جہاں برہم کنی
گرفنا خواہی از خود آزاد شو　　گر بقا خواہی بخود آباد شو
چیست مردن ازخودی غافل شدن　　توچہ پنداری فراق جان وتن؟
درخودی کن صورتِ یوسف مقام　　از اسیری تا شہنشاہی خرام
از خودی اندیش و مردِ کار شو　　مردِ حق شو حاصلِ اسرار شو
شرحِ راز از داستانہا می کنم　　غنچہ از زورِ نفس و امی کنم

''خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبران
گفتہ آید در حدیثِ دیگران'' (۹۲)

۹۔ امام فخرالدین رازیؒ:۔

نام،کنیت ولقب: **محمد ابوعبداللہ ابوالفضل فخرالدین الرازی**
ولدیت: **ابوالقاسم ضیاءالدین**
تاریخ ومقامِ پیدائش: **۲۵ رمضان ۵۴۳ھ یا ۵۴۴ھ بمقام رے**
تاریخ ومقامِ وفات: **۶۰۶ھق بمقام ہرات** (۹۳)
آثار:

(۱): تفسیرِ کبیر (مفاتح الغیب)۔
(۲): اسرار التنزیل و انوار التاویل۔
(۳): تفسیر سورۃ الفاتحہ۔
(۴): تفسیر سورۃ البقرہ۔
(۵): تفسیر سورۃ الاخلاص۔
(۶): لوامع البنات۔
(۷): محصل۔
(۸): معالح۔
(۹): الاربعین فی اصول الدین ۔

(۱۰): الحمنین فی اصول الدین۔

(۱۱): نہایة العقول ۔

(۱۲): کتاب القضاء والقدر۔

(۱۳): اساس التقدیس۔

(۱۴): لطائف الغیاثیه۔

(۱۵): عصمة الانبیاء۔

(۱۶): مطالب العالیه۔

(۱۷): رساله فی النبوت۔

(۱۸): الریاض المؤنقة

(۱۹): کتاب الملل و النحل۔

(۲۰): عقیل الحق۔

(۲۱): کتاب الزیده وغیره آثار کی تعداد ۸۰۔ (۹۴)

کلام اقبال میں امام رازیؒ کا تذکرہ:۔

اسی کشمکش میں گزریں مری زندگی کی راتیں — کبھی سوز و سازِ رومیؔ کبھی پیچ و تابِ رازی!(۹۵)
علاجِ ضعفِ یقین ان سے ہو نہیں سکتا — غریب اگرچہ ہیں رازی کے نکتہ ہائے دقیق!(۹۶)
عطاؔر ہو رومیؔ ہو رازیؔ ہو غزالیؔ ہو — کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی!(۹۷)
نے مُہرہ باقی، نے مُہرہ بازی — جیتا ہے رومیؔ ہارا ہے رازیؔ!(۹۸)
تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب — گرہ کشا ہے نہ رازیؔ نہ صاحبِ کشّاف(۹۹)
جمالِ عشق و مستی نے نوازی — جلالِ عشق و مستی بے نیازی
کمالِ عشق و مستی ظرفِ حیدر — زوالِ عشق و مستی حرفِ رازی!(۱۰۰)
ذوقِ جعفر، کاوشِ رازی نماند — آبروئے ملتِ تازی نماند(۱۰۱)
ز رازی معنئ قرآن چہ پرسی — ضمیر ما بآیاتش دلیل است
خرد آتش فروزد، دل بسوزد — ہمیں تفسیرِ نمرود خلیل است(۱۰۲)
بہر نرخے کہ ایں کالا بگیر سود مند افتد — بزورِ بازوئے حیدرؓ بدہ ادراک رازیؔ را(۱۰۳)

دراں عالم کہ جزو از کل فزون است | قیاسِ رازیؔ و طوسیؔ جنوں است[۱۰۴]
ترسم کہ تو مے دانی زورق بسراب اندر | زادی بہ حجاب اندر میری بہ حجاب اندر
چوں سُرمۂ رازیؔ را از دیدہ فروشتم | تقدیرِ امم دیدم پنہاں بکتاب اندر[۱۰۵]
ز رازی حکمتِ قرآن بیا موز | چراغے از چراغِ او بر افروز
ولے ایں نکتہ را از من فرا گیر | کہ نتواں زیستن بے مستی و سوز[۱۰۶]
خرد بیگانۂ ذوقِ یقین است | قمارِ علم و حکمت بد نشین است
دو صد بوحامدؔ و رازی نیرزد | بنا دانے کہ چشمش را ہ بین است[۱۰۷]

۱۰۔ محمد نورالدین جامیؔ:۔

نام: محمد نورالدین عبدالرحمٰن جامیؔ

ولدیت: نظام الدین احمد دشتی بن شمس الدین محمد

تاریخ ومقامِ پیدائش: ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ خرجرد جام (خراسان)

تاریخ ومقامِ وفات: ۱۸ محرم الحرام ۸۹۸ھ / ۹ نومبر ۱۴۹۲ء ہرات

آثار:

ہفت اورنگ جامی، شواہد نوبت، اشعة اللمعات، شرح فصوص الحکم، لوامع، لوائح، مناقب خواجہ عبداللہ انصاری، شرح لا اِلٰہَ اِلاّ اللہ، تحفة الاحرار، سجتہ الاحرار، رسالہ کبیر، نفحات الانس، وغیرہ۔ آثار کی تعداد ۴۹ بتائی جاتی ہے۔[۱۰۸]

کلامِ اقبال میں تذکرہ مولانا جامیؔ:۔

ے نایاب نہیں متاعِ گفتار | صد انوری و ہزار جامی[۱۰۹]
خاکِ یثرب از دو عالم خوشتر است | اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است
کشتۂ انداز ملا جامیم | نظم و نثرِ او علاجِ خامیم
شعر لب ریزِ معانی گفتۂ است | در ثنائے خواجہ گوہر خفتہ است
”نسخۂ کونین را دیباچہ اوست

جملہ عالم بندگان وخواجہ اوست‘‘ (۱۱۰)

ے گہے شعرِ عراقیؔ را بخوانم گہے جامیؔ زند آتش بجانم
ندانم گرچہ آہنگِ عرب را شریکِ نغمہ ہاے سار یانم (۱۱۱)

ے مرا از منطق آید بوے خامی دلیلِ او دلیلِ ناتمامی!
برویم بستہ درہا راکشاید دو بیت از پیرِ رومیؔ یاز جامیؔ (۱۱۲)

<u>کلامِ اقبال میں معاصر افغانی شخصیات کا تزکرہ:۔</u>

ا۔ <u>غازی امان اللہ خان:۔</u>

نام: اعلیٰحضرت غازی امان اللہ خان

ولدیت: امیر حبیب اللہ خان

تاریخ و مقامِ پیدائش: جمعرات ۵ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ ق / ۱۸۹۱ء / ۱۳ دلو ۱۲۷۰ھ ش پغمان (۱۱۳)

تاریخ ومقامِ وفات: سوموار ۱۳۸۰ھ ق / ۲۵ اپریل ۱۹۶۰ء / ۵ ثور ۱۳۳۹ھ ش زوریخ اٹلی

وجۂ شہرت: افغانستان کا فرمانروا اور استقلالِ افغانستان کا مؤسس

<u>کلامِ اقبال میں تذکرہ غازی امان اللہ خان:۔</u>

پیشکش پیامِ مشرق

بحضور اعلیٰحضرت امیر امان اللہ خان فرمانروا دولت مستقلہ افغانستان خلد اللہ ملکہ واجلالہٗ۔

ے اے امیرِ کامگار اے شہریار نوجوان و مثلِ پیراں پختہ کار
چشمِ تو از پردگیہا محرم است دل میانِ سینہ ات جامِ جم است
عزمِ تو پایندہ چوں کہسارِ تو حزمِ تو آساں کند دشوارِ تو
ہمت تو چوں خیالِ من بلند ملتِ صد پارہ را شیرازہ بند
ہدیہ از شاہنشہاں داری بسے لعل و یاقوتِ گراں داری بسے

اے امیر ،ابن امیر ،ابنِ امیر

ہدیۂ از بے نوائے ہم پذیر!

تا مرا رمزِ حیات آموختند
آتشے در پیکرم افروختند

یک نوائے سینہ تاب آوردہ ام
عشق را عہد شباب آوردہ ام

پیرِ مغرب شاعرِ المانوی
آں قتیلِ شیوہ ہائے پہلوی

بست نقشِ شاہدانِ شوخ و شنگ
دادِ مشرق را سلامے از فرنگ

در جوابش گفتہ ام پیغامِ شرق
ماہ تابے ریختم برشامِ شرق

تا شناسائے خودم، خود بیں نیم
باتو گویم او کہ بود و من کیم

او ز افرنگی جواناں مثلِ برق
شعلۂ من از دمِ پیرانِ شرق

او چمن زادے، چمن پروردۂ
من دمیدم از زمینِ مردۂ

او چو بلبل در چمن ”فردوسِ گوش“
من بصحرا چوں جرس گرمِ خروش

ہر دو دانائے ضمیرِ کائنات
ہر دو پیغامِ حیات اندر ممات

ہر دو خنجر صبح خند، آئینہ فام
او برہنہ، من ہنوز اندر نیام

ہر دو گوہر ارجمند و تاب دار
زادۂ دریائے ناپیدا کنار

اوز شوخی در تہِ قلزم تپید
تا گریبانِ صدف را بر درید

من بہ آغوشِ صدف تابم ہنوز
در ضمیرِ بحرِ نایابم ہنوز

آشنائے من زمن بیگانہ رفت
از خمنانم تہی پیمانہ رفت

من شکوہِ خسروی او را دہم
تختِ کسریٰ زیرِ پائے او نہم

او حدیثِ دلبری خواہد زمن
رنگ و آبِ شاعری خواہد زمن

کم نظر بیتابیٔ جانم ندید
آشکارم دید و پنہانم ندید

فطرتِ من عشق را در برگرفت
صحبتِ خاشاک و آتش درگرفت

حق رموزِ ملک و دیں برمن کشود
نقشِ غیر از پردۂ چشمم ربود

برگِ گل رنگیں ز مضمونِ من است
مصرعِ من قطرۂ خونِ من است

تا نہ پنداری سخن دیوانگیست
درکمالِ ایں جنوں فرزانگیست

از ہنر سرمایہ دارم کردہ اند
در دیارِ ہند خوارم کردہ اند

لالہ و گل از نوایم بے نصیب
طائرم در گلستانِ خود غریب!

بسکه گردوں سفله و دوں پرور است
وای برمردے که صاحب جوهر است

دیدهٔ اے خسروِ کیواں جناب　　　آفتاب ما توارت بالحجاب!
ابطحی در دشتِ خویش از راهِ رفت　　　از دمِ او سوزِ اِلاّ الله رفت
مصریاں افتاده در گردابِ نیل　　　سست رگ تورانیانِ ژنده پیل
آلِ عثمان در شکنجِ روزگار　　　مشرق و مغرب زخونش لاله زار
عشق را آئینِ سلمانی نماند　　　خاکِ ایراں ماند و ایرانی نماند
سوز و سازِ زندگی رفت از گِلش　　　آں کهن آتش فسرد اندر دلش
مسلمِ هندی شکم را بندهٔ　　　خود فروشے، دل زدیں برکندهٔ

در مسلماں شانِ محبوبی نماند
خالدؓ و فاروقؓ و ایوبیؒ نماند

اے ترا فطرتِ ضمیرِ پاک داد　　　از غمِ دیں سینهٔ صد چاک داد
تازه کن آئینِ صدیقؓ و عمرؓ　　　چون صبا بر لالهٔ صحرا گذر
ملتِ آوارهٔ کوه و دمن　　　در رگِ او خونِ شیراں موجزن
زیرک و روئیں تن و روشن جبیں　　　چشمِ او چوں جرّه بازاں تیز بیں
قسمتِ خود از جهاں نایافته　　　کوکبِ تقدیرِ او ناتافته
در قهستاں خلوتے ورزیدهٔ　　　رستخیزِ زندگی نادیدهٔ
جانِ تو بر محنتِ پیهم صبور　　　کوش در تهذیبِ افغانِ غیور

تا ز صدیقانِ این اُمت شوی
بهرِ دیں سرمایهٔ قوت شوی

زندگی جهد است و استحقاق نیست　　　جز بعلمِ انفس و آفاق نیست
گفت حکمت را خدا خیرِ کثیر　　　هر کجا ایں خیر را بینی بگیر
سیدِ کل، صاحبِ ام الکتاب　　　پردگیها بر ضمیرش بے حجاب
گرچه عینِ ذات را بے پرده دید　　　رَبِّ زِدْنِی از زبانِ او چکید
علم اشیا علم الاسما ستے　　　هم عصا و هم یدِ بیضا ستے

علم اشیا داد مغرب را فروغ　　حکمتِ او ماست می بندد ز دوغ
جانِ ما را لذتِ احساس نیست　　خاکِ رہ جُز ریزۂ الماس نیست
علم و دولت نظمِ کارِ ملت است　　علم و دولت اعتبارِ ملت است
آں یکے از سینۂ احرار گیر　　واں دگر از سینۂ کہسار گیر
دشنہ زن در پیکرِ ایں کائنات　　در شکم دارد گہر چوں سومنات

لعلِ ناب اندر بدخشانِ تو ہست
برقِ سینا در قہستانِ تو ہست

کشورِ محکم اساسے بایدت؟　　دیدۂ مردم شناسے بایدت
اے بسا آدم کہ ابلیسی کند　　اے بسا شیطان کہ ادریسی کند
رنگ او نیرنگ و بودِ او نمود　　اندرونِ او چو داغِ لالہ دود
پاکباز و کعبتینِ او دغل　　ریمن وغدر ونفاق اندر بغل
درنگر اے خسرو صاحب نظر　　نیست ہر سنگے کہ می تابد گہر
مرشدِ رومی حکیم پاک زاد　　سِرّ مرگ و زندگی برما کشاد

”ہر ہلاکِ امتِ پیش کہ بود
زانکہ بر جندل گماں بردند عود“

سروری در دینِ ما خدمت گری است　　عدلِ فاروقیؓ و فقرِ حیدریؓ است
در ہجوم کار ہائے ملک و دیں　　با دلِ خود یک نفس خلوت گزیں
ہر کہ یک دم در کمینِ خود نشست　　ہیچ نخچیر از کمندِ او نجست
در قبائے خسروی درویش زی　　دیدہ بیدار و خدا اندیش زی
قائدِ ملتؓ شہنشاہِ مرادؓ　　تیغِ او را برق و تندر خانہ زاد
ہم فقیرے، ہم شہِ گردوں فرے　　اردشیرےؓ با روانِ بوذرےؓ
غرق بودش در زرہ بالا وَ دوش　　درمیانِ سینہ دل موئینہ پوش
آہ مسلماناں کہ میری کردہ اند　　در شہنشاہی فقیری کردہ اند
در امارت فقر را افزودہ اند　　مثلِ سلمانؓ در مدائن بودہ اند
حکمرانے بود و سامانے نداشت　　دستِ او جز تیغ و قرآنے نداشت

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامانِ اوست بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست
سوزِ صدیقؓ و علیؓ از حق طلب ذرہ عشقِ نبیؐ از حق طلب
زانکہ ملت را حیات از عشقِ اوست برگ و سازِ کائنات از عشقِ اوست
جلوۂ بے پردۂ او وا نمود جوہر پنہاں کہ بود اندر وجود
روح را جز عشق او آرام نیست عشقِ او روزیست کو را شام نیست

خیز و اندر گردش آور جام عشق
در قہستان تازہ کن پیغامِ عشق (۱۱۴)

۲۔ اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ شہید:۔

نام: محمد نادر شاہ غازی

ولدیت:

تاریخ و مقامِ پیدائش: ۲۱ حمل ۱۲۶۲ھ ش / ۹، اپریل ۱۸۸۳ء

تاریخ و مقامِ وفات: ۱۶ عقرب ۱۳۱۲ھ ش / باغِ دلکشا کابل

وجۂ شہرت: سقوی انقلاب کے بعد افغانستان کا بادشاہ

مدتِ حکومت: چار سال ۲۳ دن۔ (۱۱۵)

کلامِ اقبال میں تذکرہ محمد نادر شاہ غازی:۔

حضورِ حق سے چلا لے کے لولوئے لالا وہ ابر جس سے رگِ گل ہے مثلِ تارِ نفس!
بہشت راہ میں دیکھا تو ہو گیا بے تاب عجب مقام ہے، جی چاہتا ہے جاؤں برس
صدا بہشت سے آئی کہ منتظر ہے ترا ہرات و کابل و غزنی کا سبزۂ نورس!

سرشکِ دیدۂ نادر بہ داغِ لالہ فشاں
چناں کہ آتشِ آور دگر فرو نہ نشان (۱۱۶)

(آں سوئے افلاک) حرکت بہ کاخِ سلاطین مشرق

نادر، ابدالی، سلطان شہید

ے خسروانِ مشرق اندر انجمن — سطوتِ ایرآن و افغآن و دکن
نادر آں دانائے رمزِ اتحاد — با مسلمان داد پیغامِ وداد(۱۱۷)

نادر

ے خوش بیا اے نکتہ سنج خاوری — اے کہ می زیبد ترا حرفِ دری
محرمِ رازیم با ما راز گوے
آنچہ میدانی ز ایراں باز گوے (۱۱۸)

ابدآلی

ے آنچہ بر تقدیرِ مشرق قادر است — عزم و حزم پہلوی و نادر است
پہلوی آں وارثِ تختِ قباد — ناخنِ او عقدۂ ایران کشاد
نادر آں سرمایۂ درانیاں — آں نظامِ ملتِ افغانیان
از غمِ دین و وطن زار و زبوں — لشکرش از کوہسار آمد بروں
ہم سپاہی، ہم سپہ گر، ہم امیر — باعدو فولاد و بایاران حریر!
من فدائے آنکہ خودرا دیدہ است — عصرِ حاضر رانکو سنجیدہ است!
غربیاں را شیوہ ہاے ساحری است
تکیہ جز برخویش کردن کافری است (۱۱۹)

فردوس بریں میں سلطان شہید اور زندہ رود کے طویل مکالمے کے بعد سلطان شہید کا پیغام بنام رود کاویری حقیقت حیات ومرگ شہادت کے نام سے طویل نظم موجود ہے۔ (۱۲۰)

۱۹۳۳ء میں اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ غازی کی دعوت پر علامہ افغانستان تشریف لے گئے۔ وہاں کے تاثرات و کیفیات کو مثنوی مسافر میں بیاں کیا جہاں جا بجا نادر شاہ غازی کا تذکرہ ملتا ہے۔

ے نادرِ افغآں شہِ درویش خو — رحمتِ حق بر روانِ پاکِ او
کارِ ملت محکم از تدبیر او — حافظِ دین مبین شمشیر او
چوں ابوذر خود گداز اندر نماز — ضربتش ہنگامِ کیں خارا گداز!
عہدِ صدیقؓ از جمالش تازہ شد! — عہدِ فاروقؓ از جلالش تازہ شد!

از غمِ دیں در دلش چوں لاله داغ در شبِ خاور وجودِ او چراغ!
در نگاهش مستیٔ اربابِ ذوق جوهرِ جانش سراپا جذب و شوق
خسروی شمشیر و درویشی نگه هر دو گوهر از محیط لَا اِله!
فقر و شاهی وارداتِ مصطفیٰ ست این تجلیهاے ذاتِ مصطفیٰ ست!
ایں دو قوت از وجودِ مومن است ایں قیام و آں سجودِ مومن است
فقر سوز و درد و داغ و آرزو ست فقر را درخوں تپیدن آبرو ست
فقرِ نادر آخر اندر خوں تپید آفریں بر فقرِ آں مرد شهید!
اے صبا اے ره نوردِ تیزگام در طوافِ مرقدش نرمک خرام
شاه در خواب است پا آهسته نه غنچه را آهسته تر بکشا گره
از حضورِ او مرا فرماں رسید آنکه جانِ تازه در خاکم دمید
''سوختم از گرمیٔ آوازِ تو اے خوش آں قومے که داند رازِ تو
از غمِ تو ملتِ ما آشنا ست می شناسیم ایں نواها از کجا ست
اے باآغوشِ سحابِ ما چو برق روشن و تابنده از نورِ تو شرق
یک زماں در کوهسار ما درخش عشق را بازآں تب و تابے به بخش
تا کجا در بند بندها باشیٔ اسیر تو کلیمی راهِ سینائے بگیر!''
طے نمودم باغ و راغ و دشت و در چوں صبا بگذشتم از کوه و کمر (۱۲۱)

مسافر وارد می شود به شهر کابل و حاضر می شود بحضورِ اعلیحضرت شهیدؒ:

شهر کابل! خطهٔ جنت نظیر آبِ حیواں از رگِ تاکش بگیر!
قصرِ سلطانی که نامش دلکشاست زائراں را گردِ راهش کیمیاست
شاه را دیدم دراں کاخِ بلند پیش سلطانے، فقیرے درد مند
خُلقِ او اقلیم دلها را کشود رسم و آئین ملوک آنجا نه بود
من حضورِ آں شهِ والا گهر بے نوا مردے بدربارِ عمرؓ
جانم از سوزِ کلامش در گداز دستِ او بوسیدم از راهِ نیاز
بادشاهے خوش کلام و ساده پوش سخت کوش و نرم خوے و گرم جوش
صدق و اخلاص از نگاهش آشکار دین و دولت از وجودش استوار

خاکی و از نوریاں پاکیزہ تر — از مقامِ فقر و شاہی باخبر
در نگاہش روزگار شرق و غرب — حکمتِ او را زدارِ شرق و غرب
شہریارے چوں حکیمان نکتہ دان — رازدانِ مدوجزرِ امتاں
پردہ ہا از طلعتِ معنی کشود — نکتہ ہاے ملک و دین را وانمود
گفت ازاں آتش کہ داری در بدن — من ترا دانم عزیزِ خویشتن
ہر کہ او را از محبت رنگ و بوست — در نگاہم ہاشم و محمود او ست
درحضورِ آں مسلمانِ کریم — ہدیہ آوردم زقرآنِ عظیم
گفتم ایں سرمایۂ اہلِ حق است — درضمیر او حیاتِ مطلق است
اندر و ہر ابتدا را انتہا است — حیدرؓ از نیروے اوخیبر کشاست
نشۂ حرفم بخونِ او دوید — دانہ دانہ اشک از چشمش چکید
گفت ''نادر در جہاں بے چارہ بود — از غمِ دین و وطن آوارہ بود
کوہ و دشت از اضطرابم بے خبر — از غمانِ بے حسابم بے خبر
نالہ بابانگِ ہزار آمیختم — اشک باجوے بہار آمیختم

غیرِ قرآن غمگسارِ من نہ بود
قوتش ہر باب را برمن کشود''

گفتگو بے خسرو والا نژاد — باز بامن جذبۂ سرشار داد
وقتِ عصر آمد صدائے الصلوٰت — آن کہ مومن راکند پاک از جہات
انتہائے عاشقان سوز و گداز — کردم اندر اقتدائے او نماز

راز ہائے آں قیام و آں سجود
جز بزمِ محرماں نتواں کشود (۱۲۲)

برمزارِ حضرت احمد شاہ بابا علیہ الرحمۃ موسسِ ملت افغانیہ

ے فاش گوبا پورِ نادر فاش گوے — باطنِ خود را بہ ظاہر فاش گوے (۱۲۳)

۳۔ <u>اعلیٰحضرت المتوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ:۔</u>

نام ولقب: المتوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ

ولدیت: اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ غازی

تاریخ ومقامِ ولادت: ۲۲ میزان ۱۲۹۳ھ ش / ۱۹۱۴ء [۱۲۴]

الحمد اللہ تادمِ تحریر مقالہ ھذا (۲۰۰۳ء) افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت اعلیٰحضرت بقیدِ حیات ہیں۔اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ غازی کی شہادت کے بعد افغانستان کے بادشاہ بنے اور تقریباً چالیس سال تک افغانستان کے فرمانروا رہے۔روم میں کئی سال جلاوطنی کے بعد حال ہی میں عازمِ وطن ہوئے ہیں۔آج کل کابل میں تماشہ گاہِ زمان کا نظارہ کر رہے ہیں۔

تاریخ وفات:۲۳ جولائی ۲۰۰۷ء تدفین کابل

کلامِ اقبال میں تذکرہ المتوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ:۔

خطاب بہ بادشاہِ اسلام اعلیٰحضرت محمد ظاہر شاہ ایّدہٗ اللہ بنصرِہٖ

اے قبائے پادشاہی بر تو راست ۔۔۔ سایۂ تو خاکِ مارا کیمیا ست
خسروی را از وجودِ تو عیار ۔۔۔ سطوتِ تو ملک و دولت را حصار
از تو اے سرمایۂ فتح و ظفر ۔۔۔ تختِ احمد شاہ را شانے دگر
سینۂ ہا بے مہرِ تو ویرانہ بہ ۔۔۔ از دل و از آرزو بیگانہ بہ
آبگوں تیغے کہ داری در کمر ۔۔۔ نیم شب از تابِ او گردد سحر
نیک می دانم کہ تیغِ نادر است ۔۔۔ من چہ گویم باطنِ او ظاہر است

حرفِ شوق آوردہ ام ازمن پزیر
از فقیرے رمزِ سلطانی بگیر

اے نگاہِ تو زشاہیں تیز تر ۔۔۔ گردِ ایں ملکِ خدا دادے نگر
ایں کہ می بینیم از تقدیر کیست؟ ۔۔۔ چیست آں چیزے کہ می بأست ونیست؟
روز و شب آئینۂ تدبیرِ ماست ۔۔۔ روز و شب آئینۂ تقدیرِ ماست
باتو گویم اے جوانِ سخت کوش ۔۔۔ چیست فردا؟ دخترِ امروز و دوش!
ہر کہ خود را صاحبِ امروز کرد ۔۔۔ گردِ او گردد سپہرِ گرد گرد
او جہانِ رنگ و بو را آبروست ۔۔۔ دوش ازو، امروز ازو فردا ازوست

مردِ حق سرمایۂ روز و شب است　　زاں کہ او تقدیرِ خود را کوکب است
بندۂ صاحب نظر پیرِ امم　　چشم او بینائے تقدیرِ امم
از نگاہش تیز تر شمشیر نیست　　ماہمہ نخچیر! او نخچیر نیست
لرزد از اندیشۂ آں پختہ کار　　حادثات اندر بطونِ روزگار
چوں پدر اہلِ ہنرا دوست دار　　بندۂ صاحب نظر را دوست دار
ہمچو آں خلد آشیاں بیدار زی　　سخت کوش و پُردم و کرار زی
می شناسی معنئ کرار چیست　　ایں مقامے از مقاماتِ علیؓ است
امتاں را در جہانِ بے ثبات　　نیست ممکن جز بکرّاری حیات
سرگذشتِ آل عثمان رانگر　　از فریب غربیاں خونیں جگر
تا زکرّاری نصیبے داشتند　　درجہاں دیگر علم افراشتند
مسلم ہندی چرامیداں گذاشت؟　　ہمتِ او بوئے کراری نداشت!
مشتِ خاکش آنچناں گردیدہ سرد　　گرمئ آوازِ من کارے نکرد!
ذکر و فکرِ نادری درخونِ تست　　قاہری با دلبری درخونِ تست
اے فروغِ دیدۂ برناؤ پیر　　سرِّ کار از ہاشم و محمود گیر
ہم ازاں مردے کہ اندر کوہ و دشت　　حق ز تیغ او بلند آوازہ گشت
روز ہا شب ہا تپیدن میتواں　　عصر دیگر آفریدن میتواں
صد جہاں باقی است درقرآں ہنوز　　اندر آیاتش یکے خود را بسوز
باز افغان را ازاں سوزے بدہ　　عصرِ او را صبح نوروزے بدہ
ملتے گم گشتۂ کوہ و کمر　　از جبینش دیدہ ام چیزے دگر
زانکہ بود اندر دل من سوز و درد　　حق ز تقدیرش مرا آگاہ کرد
کاروبارش رانکو سنجیدہ ام　　آنچہ پنہاں است پیدا دیدہ ام
مردِ میداں زندہ ز اللہ ھو ست　　زیرِپائے او جہانِ چارسوست!
بندۂ کو دل بہ غیراللہ نہ بست　　می تواں سنگ از زجاجِ او شکست
اونگنجد درجہانِ چون و چند　　تہمتِ ساحل بایں دریا مبند

چوں زورے خویش برگیرد حجاب

او حساب است او ثواب است او عذاب!

برگ و سازِ ما کتاب و حکمت است — ایں دو قوت اعتبارِ ملت است
آں فتوحاتِ جہانِ ذوق و شوق — ایں فتوحاتِ جہانِ تحت و فوق
ہر دو انعامِ خدائے لایزال — مومناں را آں جمال است، ایں جلال!
حکمتِ اشیا فرنگی زاد نیست — اصلِ او جُز لذتِ ایجاد نیست
نیک اگر بینی مسلمان زادہ است — ایں گہر از دستِ ما افتادہ است
چوں عرب اند اروپا پر کشاد — علم و حکمت را بنا دیگر نہاد
دانہ آں صحرانشیناں کاشتند — حاصلش افرنگیاں برداشتند
ایں پری از شیشۂ اسلامِ ماست — باز صیدش کن کہ او از قافِ ماست
لیکن از تہذیب لا دینی گریز — زاں کہ او با اہل حق دارد ستیز
فتنہ ہا ایں فتنہ پرداز آورد — لات و عزیٰ در حرم باز آورد
از فسونش دیدۂ دل نابصیر — بلکہ دل زیں پیکرِ گل می برد

کہنہ دُزدے غارتِ او برملاست
لالہ می نالد کہ داغِ من کجاست!

حق نصیب تو کند ذوقِ حضور — باز گویم آنچہ گفتم در زبور
''مردن و ہم زیستن اے نکتہ رس — ایں ہمہ از اعتبارات است و بس
مردِ کر سوزِ نوا را مردۂ — لذتِ صوت و صدا را مردۂ
پیشِ چنگے مست و مسرور است کور — پیش رنگے زندہ در گور است کور
روح باحق زندہ و پایندہ است — ورنہ ایں رامردہ آں را زندہ است
آنکہ حیُّ لاَ یَمُوت آمد حق است — زیستن باحق حیاتِ مطلق است
ہر کہ بے حق زیست جز مردار نیست — گرچہ کس در ماتمِ او زار نیست''
برخور از قرآں اگر خواہی ثبات — در ضمیرش دیدہ ام آبِ حیات
می دھد ما را پیامِ لاَ تَخَفْ — می رساند بر مقامِ لاَ تَخَفْ
قوتِ سلطان و میر از لاَ اِلٰہَ — ہیبت مردِ فقیر از لاَ اِلٰہَ
تادو تیغِ لاَ و اِلاَّ داشتیم — ماسِوَا اللّٰہ رانشاں نگذاشتیم!

خاوراں از شعلۂ من روشن است | اے خنک مردے کہ در عصرِ من است
از تب و تابم نصیب خود بگیر | بعد ازیں ناید جو من مردِ فقیر!
گوہر دریائے قرآں سفتہ ام | شرح رمزِ صِبغَۃُ اللّٰہ گفتہ ام
با مسلماناں غمے بخشیدہ ام | کہنہ شاخے را نمے بخشیدہ ام
عشقِ من از زندگی دارد سراغ | عقل از صہبائے من روشن اياغ
نکتہ ہائے خاطر افروزے کہ گفت؟ | با مسلماں حرفِ پُر سوزے کہ گفت؟
ہمچو نے نالیدم اندر کوہ و دشت | تا مقامِ خویش برمن فاش گشت
حرفِ شوق آموختم واسوختم | آتشِ افسردہ باز افروختم
بامن آہِ صبحگاہے دادہ اند | سطوتِ کوہے بکاہے دادہ اند
دارم اندر سینہ نورِ لَا اِلٰہَ | در شرابِ من سرورِ لَا اِلٰہَ
فکرِ من گردوں مسیر از فیض اوست | جوئے ساحل نا پذیر از فیض اوست

پس بگیر از بادۂ من یک دو جام
تا درخشی مثلِ تیغ بے نیام! (۱۲۵)

اقبال کے افغانوں سے وابستہ تعلقات:۔

علامہ افغانوں سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔اس محبت کی وجہ افغانوں کی وہ سخت کوشی اور دین و مذہب سے وہ عشق ہے جو اقوامِ عالم میں نسبتاً کم قوموں کے حصے میں آیا ہے۔مذہب سے اس عشق اور سماجی طور پر مضبوط و مستحکم قوم ہونے کی بنا پر علامہ کی افغانوں سے کئی توقعات وابستہ تھیں۔

چونکہ غلام ہندوستان اور عالمِ اسلام میں مسلمانوں کی ابتلاء کے زمانے میں اقبال کو حریت، جرأت اور آزادی کی صورتیں افغانستان میں نظر آئیں لہٰذا اقبال نے افغانوں کی تعریف کی۔تاکہ افغانوں کی تقلید میں دوسرے مسلمانوں میں بھی حریت، جرأت اور آزادی کی تڑپ پیدا ہو۔بقول میر عبدالصمد خان:

''علامہ اقبال جیسے شاہانہ مزاج قلندر کو افغانوں کی یہی ادائیں پسند آئیں۔اور انھوں نے ایک سچے دردمند مسلمان کی طرح ان کی آرزوؤں اور تمناؤں کو اپنی آرزوؤں اور امنگوں میں شامل

کر کے ان کا اظہار کیا۔ اور اس طرح افغاں ملت کو اپنا ایک خاص موضوع بنا کر ابدیت بخشی''۔ (۱۲۶)

علامہ کو افغانوں کی نا اتفاقی کا بڑا صدمہ تھا۔ جا بجا اس صدمے کا اظہار کیا:

اقبال نے پیامِ مشرق، جاوید نامہ، بالِ جبریل، مثنوی مسافر اور ضربِ کلیم میں افغانوں کی خوب تمدیح و توصیف کی ہے۔ ضربِ کلیم میں ''محراب گل افغان کے افکار'' کے عنوان کے تحت اقبال نے خوشحال خان خٹک کے ہی درسِ اتحاد کو دہرایا ہے۔ ملت افاغنہ کا کل بھی اور آج بھی سب سے بڑا مسئلہ ان کی اندرونی اور باطنی عدم اتحاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال محراب گل افغان کے فرضی شاعرانہ کردار کے ذریعے افغانوں میں بیداری، اتحاد اور انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ''محراب گل افغان کے افکار'' میں افغانوں کی نسلی اور تاریخی روایات کی ترجمانی کے علاوہ افغانوں کی روحانی تمناؤں اور افغان قومیت کی اسلامی شناخت کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ (۱۲۷)

تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا
عجب نہیں کہ یہ چارسو بدل جائے!
تری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری
مری دعا ہے تیری آرزو بدل جائے! (۱۲۸)

اقبال افغانوں کو بار بار وحدت، مرکزیت اور خودی کا سبق یاد دلاتے ہیں کہ یہی راز حیات وبرگ و ساز کائنات ہے۔ وہ افغانوں کی پستی اور پسماندگی کا سبب ان کی حال پر قناعت اور مستقبل سے غفلت قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قوموں کی ترقی کے لئے امید و آرزو اور ایک متفقہ نصب العین ضروری ہے۔

''۔۔۔حضرت اقبال بعد از ۹۰۰ سال آنرا ترجمانی می نماید و جذبات و اشتعالاتی کہ در بارۂ وطن محبوب ما زوی در ہر وقت و ہر پیش آمدی مشاہدہ میشد فزون تر از آن است کہ دریں چند کلمہ ادا میشود۔ او را پندار و گفتار مخصوص درین بارہ بود ما را بہ خودی میخواند و بہ داشتن اتکاء بخود و اعتماد بہ نفس کہ جبلی افغانہاست تمجید میگفت۔ نگاہ عقابانِ ما در نظر وی نافذ تر و برندہ تر از شمشیر و خنجری نمود، عزم ما را محکم تر از کوہسار ما میخواند و باشاہ ما را مرد پاک نہاد و صاحب نظر خطاب میکرد:

؎ بیا بیا کہ بد امانِ نادر آویزم
کہ مرد پاک نہاد است وصاحب نظر است

و درحق ملت مامیگفت:

؎ آسیا یک پیکر آب وگِل است ملت افغان درآں پیکر دل است

اوفساد گیتی را درفساد آسیا وفتور آسیا را درفسادِ دیار ما معانیہ میکرد ومیگفت:

؎ از فساد او فساد آسیا در کشادِ او کشاد آسیا

اومعتقد بود تا فرزندان افغاں یعنی دل پیکر آسیا آزاد بناشد تن آزاد نگردد

؎ تادل آزاد است آزاد است تن ورنہ کاہی دررہ باد است تن (۱۲۹)

ان کی انہی توقعات کو ظاہر کرنے کے لئے مجلّہ کابل کو ایک نظم اپنی تصویر کے ساتھ ارسال کرتے ہیں۔مجلّہ کابل اس نظم کا عکس شائع کرتا ہے ’’پیغام بہ ملت کوہسار‘‘۔

؎ صبا بگوی بہ افغانِ کوہسار ازمن بمنزلی رسد ملتی کہ خودنگر است (۱۳۰)

افغانوں کو خود اعتمادی کا پیام دیتے ہوئے انہیں منزلِ مقصود کے کعبے تک پہنچنے کی نوید عطا کرتے ہیں۔بقولِ اکرام اللہ شاہد:

افغان حکمرانوں سے اقبال نے بڑی بڑی توقعات وابستہ کیں۔ان کی خواہش تھی کہ افغانی حکمران مختلف قبائل میں افہام وتفہیم کے ذریعے اتحاد پیدا کریں۔اور ان کو مختلف قبائل میں بٹے ہونے کے باوجود مرکز ملت پر اکٹھے کر کے افغانستان کو ایک عظیم اسلامی فلاحی مملکت میں ڈھال دیں۔جس طرح کہ ماضی میں محمود غزنوی، شہاب الدین غوری اور پھر ماضی قریب میں احمد شاہ ابدالی نے کیا۔ان تین عظیم حکمرانوں نے برصغیر میں اسلام کی قوت کو تقویت پہنچائی۔ (۱۳۱)

اسی وجہ سے ہر اس افغان رہنما کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا جس نے افغانوں کو ایک ہی پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کی کوشش کی تھی۔

اقبال خوشحال خان خٹک اور احمد شاہ ابدالی سے لے کر امان اللہ خان اور نادر شاہ تک ہر اس شخص کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جس نے باہم متحارب قبائل کو متحد کر کے عظیم منظّم افغان مملکت کی بنیاد رکھنے کی کوشش کی۔ (۱۳۲)

پیامِ مشرق کا اعلیٰحضرت غازی امان اللہ خان کے نام منسوب کرنا انہی توقعات کا آئینہ دار

ہے۔اس طویل فارسی منظوم انتساب کے علاوہ پیامِ مشرق کا دیباچہ بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے جس میں افغانستان اور افغانوں سے وابستہ توقعات کے اشارے موجود ہیں۔

مشرق اور بالخصوص اسلامی مشرق نے صدیوں کی مسلسل نیند کے بعد آنکھ کھولی ہے۔مگر اقوامِ شرق کو یہ محسوس کر لینا چاہیئے کہ زندگی اپنے حوالی میں کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں کرسکتی جب تک کہ اس کا وجود پہلے انسانوں کی ضمیر میں متشکل نہ ہو۔فطرت کا یہ اٹل قانون جس کو قرآن نے اِنَّ اللّٰہ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوا مَا بِاَنْفُسِہِمْ کے سادہ اور بلیغ الفاظ میں بیان کیا ہے۔زندگی کے فردی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں پر حاوی ہے اور میں نے اپنی فارسی تصانیف میں صداقت کو مدّنظر رکھنے کی کوشش کی ہے۔

اس وقت دنیا میں اور بالخصوص ممالک مشرق میں ہر ایسی کوشش جس کا مقصد افراد و اقوام کی نگاہ کو جغرافیائی حدود سے بالاتر کر کے ان میں ایک صحیح اور قومی انسانی سیرت کی تجدید یا تولید ہو قابلِ احترام ہے۔اس بناء پر میں نے ان چند اوراق کو اعلیٰحضرت فرمانروائے افغانستان کے نام نامی سے منسوب کیا ہے۔ کہ وہ اپنی فطری ذہانت و فطانت سے اس نکتے سے بخوبی آگاہ معلوم ہوتے ہیں۔اور افغانوں کی تربیت انہیں خاص طور پر مدّنظر ہے اس عظیم الشان کام میں خدا تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔ (۱۳۳)

میر عبدالصمد کے خیال میں اقبال کا پیامِ مشرق کا انتساب غازی امان اللہ خان کے نام کرنے کی ''وجہ یہ تھی کہ افغانستان مسلمانوں کی ایک ایسی مملکت تھی جو بڑی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کے باوجود اپنی قومی خودمختاری قائم رکھنے کی جدوجہد کر رہی تھی۔نوجوان اور جوشیلا امیر امان اللہ خان خودمختاری و آزادی کا علم بلند کئے ہوئے تھے۔اسی زمانے میں ہزاروں مسلمانوں نے ہندوستان کو دارالحرب سمجھتے ہوئے افغانستان ہجرت کی۔مولانا عبیداللہ سندھی اور مولانا محمود انصاری جیسے حریت پسند بزرگوں نے افغانستان جا کر ہندوستانی مسلمانوں کی آزادی کے لئے کام کیا۔افغانوں کی مہمان نواز اور اسلام پسند قوم نے اپنی بے بضاعت اور پسماندگی کے باوجود ان مہاجروں کو گلے لگایا اور حتی المقدور خاطر داری کی۔ (۱۳۴)

اقبال جب اقوام سرحد سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ دراصل افغانوں سے خطاب

کر رہے ہوتے ہیں۔ اقبال انھیں جھنجھوڑتے ہیں کہ اپنی عظمت رفتہ اور اپنی خودی کی بازیافت کرے اسلام میں تجاہل اور تغافل حرام ہے۔خود آگاہی دین وزندگی کا پیام اور خودفراموشی موت کا نام ہے۔خودی کی تعمیر کرتے ہوئے اپنی سرزمین کی خاک کو اکسیر بنادے اور ملتِ اسلامیہ کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کرو۔ (۱۳۵)

اے زخود پوشیدہ خود را بازیاب
در مسلمانی حرامست ایں حجاب!
تو خودی اندر بدن تعمیر کن
مشتِ خاکِ خویش را اکسیر کن (۱۳۶)

مکتوبات اقبال میں افغان افغانستان اور پشتو زبان کا تذکرہ۔

ذیل میں صرف علامہ کے ان مکتوبات کو شامل کیا جا رہا ہے جن میں افغان افغانستان یا پشتو زبان کا ذکر کیا گیا ہے۔جبکہ افغان مشاہیر، زعما، اہل قلم اور سفر افغانستان سے متعلق مکتوبات متعلقہ عنوانات کے تحت شامل تحقیق کئے گئے ہیں۔اور یہ مکتوبات حواشی اور تحقیق اکرام چغتائی کے اقبال افغان اور افغانستان سے لیے گئے ہیں۔

مکتوب اقبال بنام نجم الغنی رامپوری (بابت ۱۴ دسمبر ۱۹۱۸ء)

''اخبار الصنادید' کی دو جلدوں کے لئے سراپا سپاس ہوں۔ میں نے پہلی جلد کو بالخصوص نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھا ہے۔قوم افغان کی اصلیت پر آپ نے خوب روشنی ڈالی ہے۔کشا مرہ غالباً افاغنہ یعنی اسرائیلی الاصل ہیں۔قاضی میر احمد شاہ رضوانی جو خود افغان ہیں' ایک دفعہ مجھ سے فرماتے تھے کہ لفظ ''فغ'' قدیم فارسی میں ''بت'' آیا ہے اور افغان میں الف سالبہ ہے۔ چونکہ ایران میں بودوباش کے وقت افغان بت پرست نہ تھے' اس واسطے ایرانیوں نے انہیں افغان کے نام سے موسوم کیا ہے۔

میرے خیال میں حال کی پشتو زبان میں بہت سے الفاظ عبرانی اصل کے موجود ہیں۔اگر تحقیق کی جائے تو مجھے یقین ہے' نہایت بارآور ہوگی۔''

مکتوب اقبال بنام شیخ نور محمد (والد) (بابت ۱۲ مئی ۱۹۱۹ء)

''چونکہ سرکار انگریز کی جنگ افغانستان سے شروع ہوگئی ہے'اس واسطے خطوط کے ملنے میں دیر ہوئی۔ امید ہے کہ اس صورت حال کا خاتمہ جلد ہوجائے گا۔ میں نے ان کو لکھا تھا کہ گرما کے مہینوں کے لئے رخصت لے لیویں' مگر اب بوجہ جنگ چونکہ ان کا کام زیادہ ہو جائے گا' اس واسطے ان کو رخصت نہ مل سکے گی۔''

[بحوالہ مکتوب اعجاز احمد بنام ڈاکٹر جاوید اقبال: اقبال کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد کی سروس بک کے مطابق وہ پنشن پا کر ۲۲ ستمبر ۱۹۱۲ء کو ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ جب انگریزی حکومت کی افغانستان کے ساتھ جنگ شروع ہوئی تو انہیں پھر ملازمت پر واپس بلا لیا گیا اور ڈیڑھ دو سال بعد غالباً ۱۹۱۹ء میں فارغ ہو کر گھر آئے۔ دیکھئے زندہ رود از ڈاکٹر جاوید اقبال]

مکتوب اقبال بنام گرامی (بابت ۱۲ جولائی ۱۹۲۰ء)

''سندھی مہاجرین کابل کا نظارہ بڑا رقت انگیز تھا۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں سٹیشن پر ان کے استقبال کو حاضر تھے۔ اہل لاہور نے بڑے جوش سے ان کا خیر مقدم کیا۔''

[جنگ عظیم اول کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں سے خلافت اور جزیرۃ العرب کے حوالے سے وعدہ خلافی کی' جس کے نتیجے میں تحریک ہجرت شروع ہوئی۔ جس کا مقصد دنیا پر یہ ظاہر کرنا تھا کہ مسلمانان ہند برطانیہ سے اتنے بیزار ہیں کہ ملک چھوڑ کر جانے کو تیار ہو گئے ہیں۔ ہمسایہ ملک افغانستان نے مہاجرین کا خیر مقدم کیا۔ چنانچہ یہاں سے لوگ قافلہ در قافلہ جانے لگے۔ ان میں سے ایک بڑا قافلہ سندھی مہاجرین کا تھا' جس کے سالار مرحوم جان محمد جونیجو بیرسٹر تھے۔ اقبال کے مکتوب میں اسی قافلہ مہاجرین کا ذکر ہے جو لاہور سے گذرا تھا۔

افغانستان کے وسائل اس زمانے میں ایسے نہ تھے کہ لامحدود مہاجرین کے لئے اسباب معیشت مہیا ہو جاتے' اس لئے مہاجرین کو روکنا پڑا۔]

مکتوب اقبال بنام محمد اکبر منیر (بابت ۴-اگست ۱۹۲۰ء)

''ہندوستان اور بالخصوص پنجاب سے بے شمار لوگ (مسلمان) افغانستان کی طرف ہجرت کر رہے ہیں۔ اس وقت تک پندرہ بیس ہزار آدمی (اور ممکن ہے کہ زیادہ) جا چکا ہوگا۔''

مکتوب اقبال بنام عطا محمد (برادر کلاں) (بابت ۳-اپریل ۱۹۲۱ء)

''شاید اب اس نے [چراغ دین] افغانستان جانا چھوڑ دیا ہے اور کپڑے کا روزگار شروع کر دیا ہے۔''

مکتوب اقبال بنام شیخ عطا محمد (برادر کلاں) (بابت ۲۸ ستمبر ۱۹۲۲ء)

''ایشیا میں ایک لیگ اقوام کی قائم ہونے والی ہے، جس کے متعلق افغانی اور روسی گورنمنٹ کے درمیان گفتگو ہو رہی ہے۔ یہ سب اخباروں کی خبریں ہیں اور مجھے یقین ہے کہ حقیقت اس سے بھی زیادہ ہے۔ غالباً اب مسلمانانِ ایشیا کا فرض ہے کہ تمام اسلامی دنیا میں چندہ کر کے کابل اور قسطنطنیہ کو بذریعہ ریل ملا دیا جائے اور یہ ریل ان تمام اسلامی ریاستوں میں سے ہو کر گذرے جو روس کے انقلاب سے آزاد ہوئی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ تجویز ضرور عمل میں آئے گی۔'' (بحوالہ زندہ رود از ڈاکٹر جاوید اقبال)

[ایسی ہی تجویز اقبال نے دورۂ افغانستان کے دوران میں بھی پیش کی تھی]

مکتوب اقبال بنام خالد خلیل بے (بابت نومبر/ دسمبر ۱۹۲۴ء)

''میری رائے ہے کہ مثال کے طور پر افغانوں پر خطبات کا ایک سلسلہ شروع کیا جائے۔

خطبہ اول:

افغان، افغانستان میں نسلوں کا خلط ملط۔ فارسی بولنے والے افغان اور پشتو بولنے والے افغان۔ کیا افغان اور پٹھان میں کوئی چیز مابہ الامتیاز ہے؟ کیا افغان عبرانی ہیں؟ اپنی اصلیت کے متعلق ان کی اپنی روایات۔ کیا پشتو زبان میں عبرانی الفاظ ملتے ہیں؟ کیا وہ ان یہودیوں کے خلاف ہیں جن کو ایرانی کسریٰ نے اسیرین کی غلامی سے نجات دلائی تھی۔ جدید افغانستان کے بڑے بڑے قبائل، ان کی تخمینی آبادی۔

خطبہ دوم:

افغانوں کے اسلام لانے کے زمانہ سے ان کی سیاسی تاریخ پر سرسری تبصرہ۔

خطبہ سوم:

افغانوں کو متحد کرنے کی جدوجہد

(الف) مذہبی۔ پیر روشن اور ان کے اخلاف

(ب) سیاسی۔ مشہور افغان شیر شاہ سوری جس نے افغانان ہند کو متحد اور عارضی طور پر حکومت مغلیہ کو برطرف کر دیا تھا۔ اس کی تگ و دو کا صرف ہندوستان تک محدود ہونا۔

(ج) خوشحال خاں خٹک۔ سرحدی افغانوں کا زبردست سپاہی شاعر جس نے ہندوستان کے مغلوں کے خلاف افغان قبیلوں کو متحد کرنا چاہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ افغان عبرانی النسل تھے۔ اس نے آخر شہنشاہ اورنگ زیب سے شکست کھائی اور کسی قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ افغانوں کا شاید اولین قومی شاعر تھا۔

(د) احمد شاہ ابدالی

(ھ) مرحوم امیر عبدالرحمٰن خاں۔ موجودہ امیر اور افغانوں میں قومی تشخص پیدا کرنے کی جدوجہد۔

خطبہ چہارم:

موجودہ افغانی تمدن۔ ان کی قدیم اور جدید صنعت و صناعت۔ ان کی ادبیات ان کی آرزوؤں اور حوصلہ مندیوں کی ترجمان کی حیثیت سے۔

خطبہ پنجم:

افغانی نسل کا مستقبل۔''

مکتوب اقبال بنام چودھری محمد حسین (بابت ۱۵-اگست ۱۹۲۵ء)

''افغانستان کے متعلق اخباروں میں بھی کوئی ایسی خبر نہیں لیکن کچھ نہ کچھ ہے ضرور۔''

مکتوب اقبال بنام چودھری محمد حسین (بابت ۲۵-اگست ۱۹۲۵ء)

''افغانستان کے متعلق پرسوں کے اخبار میں جو خبر شائع ہوئی تھی' اس سے معلوم ہوا کہ کوئی دعویدار سلطنت کا پیدا ہوا ہے۔ غالباً وہاں انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے' جس کا منشا شاید یہ ہے کہ موجودہ نظام کو درہم برہم کر کے ملک کو اپنی پرانی حالت پر لوٹا دیا جائے' لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ افغانستان اور سرحدی اقوام ایشیا کا بلقان ہے۔''

مکتوب اقبال بنام صاحبزادہ آفتاب احمد خاں (بابت ۴ جون ۱۹۲۵ء)

''میری رائے میں جدید اسلامی مملکتوں کے لئے جدید دینیاتی افکار کی توسیع اور ترویج ضروری ہے۔ قدیم اور جدید اصولاتِ تعلیم کے مابین اور روحانی آزادی اور معبدی اقتدار کے مابین دنیائے اسلام میں ایک کشاکش شروع ہوگئی ہے۔ یہ روحِ انسانیت کی تحریک افغانستان جیسے ملک پر بھی اثر ڈال رہی ہے۔ آپ نے امیر افغانستان کی وہ تقریر پڑھی ہوگی' جس میں انہوں نے علماء کے اختیارات کے حدود متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔''

مکتوب اقبال بنام صوفی غلام مصطفیٰ تبسم (بابت ۲ ستمبر ۱۹۲۵ء)

''میرا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص اس وقت قرآنی نقطۂ نگاہ سے زمانۂ حال کے ''جورس پروڈنس'' پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکامِ قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت کرے گا' وہی اسلام کا مجدد ہوگا اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا خادم بھی وہی شخص ہوگا۔ قریباً تمام ممالک میں اس وقت مسلمان یا تو اپنی آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں یا قوانین اسلامیہ پر غور و فکر کر رہے ہیں (سوائے ایران اور افغانستان کے) مگر ان ممالک میں بھی امروز فردا یہ سوال پیدا ہونے والا ہے......''

مکتوب اقبال بنام سید سلیمان ندوی (بابت ۱۸ مارچ ۱۹۲۶ء)

اسلام میں تحریک اصلاح دین ''......عنقریب ایران اور افغانستان میں بھی اس کا ظہور ہو گا۔''

مکتوب اقبال بنام محمد عبدالجلیل بنگلوری (بابت ۴ نومبر ۱۹۲۹ء)

''افغانستان کا استقلال و استحکام مسلمانان ہندوستان اور وسطی ایشیا کے لئے وجہ جمعیت و تقویت ہے۔ بچہ سقہ اپنے گیارہ ساتھیوں سمیت قتل ہو چکا ہے اور نادر شاہ بادشاہ بتدریج استحکام حاصل کر رہے ہیں۔''(۱۳۷)

(ب): **افغانوں کی اقبال دوستی**:۔

(۱): اقبال سے افغانوں کے مراسم:۔

افغانوں کی اقبال دوستی کی تاریخ خاصی پرانی ہے۔ان مراسم کا آغاز تحقیق طلب ہے۔البتہ باقاعدہ شکل میں ان مراسم کا آغاز ۱۹۲۳ء سے کیا جاسکتا ہے کیونکہ اسی سال پیامِ مشرق شائع ہوتی ہے اوراس کا انتساب غازی امان اللہ خان فرمانروائے مملکتِ افغانستان کے نام کی جاتی ہے۔۸۱ اشعار پر مشتمل یہ طویل منظوم فارسی انتساب علامہ کے غازی امان اللہ خان سے مراسم کا آئینہ دار ہے۔(۱۳۸)

اس انتساب کا سبب ڈاکٹر عبداللہ چغتائی نے محفوظ کیا ہے:

> ایک مرتبہ میں نے علامہ سے سوال کیا کہ آپ نے ''پیامِ مشرق'' کو امیر امان اللہ خان کے نام ہی کیوں معنون کیا ہے۔آپ نے مسکرا کر جواب دیا کہ میں اس کتاب کو کسی آزاد مسلمان کے نام معنون کرنا چاہتا تھا اوراس ضمن میں امیر امان اللہ سے زیادہ موزوں شخصیت کس کی ہوسکتی تھی؟اس پر میں لاجواب ہوکر خاموش ہوگیا کیونکہ ''پیامِ مشرق'' کے جذبے کو فعال بنانے کے لئے اس کا کسی مردِ آزاد کے نام معنون ہونا نہایت ضروری تھا۔(۱۳۹)

چنانچہ افغانستان میں علامہ کی پیامِ مشرق کے نسخے تقسیم ہوتے ہیں۔علامہ کے افکار سے شناسائی حاصل ہوتی ہے۔حافظ و بیدل کا شیدائی افغان قوم اقبال کا گرویدہ بن جاتا ہے اور بقول عبدالسلام ندوی:

> اسلامی ممالک میں اقبال کی شاعری نے خاص طور پر شہرت حاصل کی۔مئی ۱۹۲۴ء میں جبکہ افغانستان کے شاہ امان اللہ خان اپنی حکومت کے انتہائی عروج کی منزلیں طے کررہے تھے۔ڈاکٹر صاحب کا کلام کابل کی ایک عظیم الشان مجلس میں پڑھا گیا جس میں شاہ ممدوح،سفرائے دول خارجہ،عمائدین شہر وزیرِ تعلیم اور دوسرے وزراء بھی شامل تھے۔یہ جلسہ طلبہ کے تقسیم انعامات کا تھا۔اس میں ہمارے ملک الشعراء ہند کا مشہور قومی ترانہ ''مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا''بچوں نے اپنے پیارے اورسادے لہجے میں سنایا۔پھر جب فوجی بینڈ نے اسے دہرایا تو حاضرین پر رقت طاری ہوگئی۔(۱۴۰)

امیر امان اللہ خان جدید مترقی سوچ کے مالک تھے۔تقلید مغرب کے سحر میں گرفتار ہوئے۔

چنانچہ یورپ کے طویل دورے کا پروگرام بنایا۔

وہ ۱۴ دسمبر ۱۹۲۷ء کو براستہ چمن پاکستان یورپ کے سفر پر روانہ ہوئے۔ اور اس سفر سے واپسی پر ایران ہرات قندھار اور غزنی سے ہوتے ہوئے یکم جولائی ۱۹۲۸ء کو واپس کابل پہنچے۔ اس سفر میں امیر امان اللہ خان مغربی دنیا کی حیرت انگیز مادی ترقی سے بے حد متاثر ہوئے۔ اور اصلاحات کا خاکہ بنایا۔ انھوں نے اس حقیقت کو پیشِ نظر نہ رکھا کہ افغان قوم پسماندہ اور انتہائی قدامت پرست قوم ہے اور صدیوں سے جن عقائد اور اعمال پر جمی ہوئی ہے ان سے بآسانی اسے ہٹایا نہیں جا سکتا۔ امیر امان اللہ نے ملک میں جدید اصلاحات نافذ کرنے میں عجلت سے کام لیا۔ علماء ابتدائی زمانے سے افغان معاشرہ پر پوری گرفت رکھتے تھے۔ امھوں نے اپنی مقبولیت سے کام لے کر عوام کو امیر امان اللہ کے خلاف برانگیختہ کر دیا۔۔۔۔۔۔ انگریزوں نے ان حالات سے فائدہ اٹھایا۔ انھوں نے بحالت مجبوری افغانستان کی آزادی تسلیم کی تھی۔ اور اُن کے سیاسی مقاصد کے لئے ضروری تھا کہ افغانستان آزاد اور خود مختار مملکت نہ رہے۔ اور اس ملک میں امن و سکون قائم نہ ہو سکے۔ انگریزوں نے ایک سازش کے ذریعے ملکہ ثریا کی ہزاروں نیم برہنہ تصاویر افغانستان میں تقسیم کر دیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جاہل عوام یہ خیال کرنے لگے کہ امیر امان اللہ اسلام سے منحرف ہو گئے ہیں۔ علماء نے امان اللہ خان کے خلاف فتویٰ دے کر جلتی پر تیل کا کام کیا ان حالات کی تاب نہ لا کر امان اللہ خان اپنے خاندان سمیت ۲۲ جون ۱۹۲۹ء کو یورپ چلے گئے۔ اور افغانستان ایک غیر معروف شخص امیر حبیب اللہ المعروف بہ بچہ سقہ کے ہاتھ میں آ گیا۔ (۱۴۱)

علامہ ان حالات میں اپنے محبوب رہنما غازی امان اللہ خان اور آزاد افغانستان میں جاری اضطراب سے کیسے بےخبر رہ سکتے تھے اور نہ ہی ہندوستان کے بیدار مسلمان اس حقیقت سے بے رہ سکتے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ افغانستان میں جاری حالات کا تقاضا ہے کہ شہریار غازی کی مالی اعانت کی جائے۔ اس سلسلے میں علامہ ہی اہم کردار ادا کر سکتے تھے۔ چنانچہ پروفیسر سید عبدالقادر شاہ صاحب کا ایک مکتوب روزنامہ انقلاب کے ایڈیٹر کے نام ۲۳ فروری کو انقلاب میں شائع ہوتا

ہے۔اس مکتوب میں انہی نکات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب اخبار انقلاب السلام علیکم۔

آپ کے اخبار میں شہر یار غازی کی مالی امداد کے متعلق مولانا قرشی صاحب کا مضمون ابھی نظر سے گذرا۔ تجویز نہایت اہم ہے میرے خیال میں اس کو عملی جامہ پہنانے کی فوراً کوشش ہونی چاہیے۔

شہر یار غازی کی جلالت شان

شہر یار خان غازی نہایت روشن دماغ اور روشن ضمیر تاج دار ہیں۔اور ہم مسلمان جس قدر بھی ان کی ذات بابرکات پر فخر اور ناز کریں کم ہے۔غازی نے افغانستان کی مدتوں کی چھنی ہوئی آزادی کو انگریزوں جیسی قوم سے چند ماہ کے اندر واپس لے لیا۔ یہ اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ اس کی نظیر تاریخ عالم میں بہت کم نظر آتی ہے۔اس کا شکریہ میں مسلمان شہر یار غازی کی جس قدر بھی عزت وتو قیر کریں بجا ہے۔شہر یار غازی نے ایک گم نام ملک کو اقصائے عالم میں مشہور کر دیا اور افغانوں کی قومی خودداری اور تدبر کی دھاک اقوام یورپ کے دل پر بٹھا دیا۔

شنواریوں کی کافر نعمتی

خدائے تعالیٰ نے پورے ڈیڑھ دوسو سال کے بعد افغانوں کو ایک نعمت عطا کی تھی لیکن افسوس کہ ناشکر گزار اور تیرہ بخت شنواریوں نے اس نعمت کی کوئی قدر نہ کی۔اگر اس وقت پٹھانوں نے آنکھیں نہ کھولیں اور اپنی خوفناک غلطی کا ازالہ نہ کیا تو اس کا وبال تمام قوم پر پڑے گا۔اور افغانستان کو وہ روز بد دیکھنا نصیب ہوگا جس کے تصور سے بھی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

مسلمانان ہند سے گزارش

آخر میں مسلمانان ہند سے گزارش ہے کہ اگر وہ افغانستان کو آزاد اور متحد دیکھنے کے آرزو مند ہیں اگر وہ نہیں چاہتے کہ کابل وقندہار کی گلیوں میں مسلمانوں کے خوں کی ندیاں بہیں اگر وہ نہیں چاہتے کہ افغانستان اغیار کی ایک معمولی سی باج گزار ریاست بن جائے اور اس کے زن و فرزند کی عزت و ناموس کسی غیر قوم کے رحم پر ہو تو انہیں اس وقت ہمت سے کام لینا ہوگا اور دل کھول کر شہر یار غازی کی امداد کرنی ہوگی۔

علامہ اقبال کام سنبھالیں

میرے خیال میں مولانا شوکت علی مولانا محمد علی اور مولانا ظفر علی خاں بعض وجوہ سے چندہ جمع کرنے کا کام اپنے ذمہ لینا نہیں چاہتے۔ اس لئے علامہ اقبال اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیں تو بہتر ہے۔ پہلا جلسہ بھی علامہ موصوف کے دولت کدہ پر ہونا چاہیے اور وہیں مجلس انتظامیہ کے ارکان کا انتخاب کر کے فورا کام شروع کر دینا چاہیے جیسا کہ جناب قرشی صاحب نے تجویز فرمایا ہے میں اس کام میں ہر قسم کی امداد بسر و چشم دینے کے لیے حاضر ہوں۔ والسلام

سید عبدالقادر ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

[انقلاب جلد ۳۔ نمبر ۲۰۵ شنبہ ۲۳ فروری ۱۹۲۹ء]

۱۴ نومبر ۱۹۲۸ء کو افغانستان میں بغاوت کی ابتدا ہوئی۔ انگریزوں نے اپنی سیاسی مصلحتوں کے تحت باغیوں کی مدد کی اور ۱۷ جنوری کو بچہ سقہ نے کابل کے تخت پر قبضہ کر لیا تھا اس ڈاکو کے دور حکومت میں افغانوں کو نا قابل بیان مصائب کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ (۱۴۳)

اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے غازی امان اللہ خاں کی امداد کے لئے ۲۴ فروری ۱۹۲۹ء کو لاہور میں مسلم اکابرین کا اجلاس ہوا۔ اس اجلاس کی روداد انقلاب اخبار نے یوں شائع کی ہے۔

غازی امان اللہ خاں کی امداد کے لئے سرگرمیاں

اکابر مسلمین کا ایک اجتماع

لاہور۔ ۲۴ فروری: آج شام چار بجے اکابر مسلمین کا ایک اجتماع برکت علی مسلم ہال میں ہوا۔ اکابرین میں سے سر شفیع، علامہ اقبال اور شیخ حسن صاحب امرتسری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سر شفیع اس جلسہ کے اعلان کردہ صدر تھے۔ لیکن جلسے کے باقاعدہ آغاز سے پیشتر صورت حال پر مذاکرہ ہوتا رہا۔ بعد ازاں سر شفیع نے ایک مختصر سی تقریر فرمائی جس میں بتایا کہ افغانستان کی موجودہ حالات کا ہر مسلمان کو درد ہے اور ہر مسلمان کی خواہش ہے کہ اس وقت ہر ممکن مدد انجام دے۔ خیال یہ تھا کہ تمام مسلمان جماعتوں اور طبقوں کے اتحاد سے ایک کمیٹی بنائی جائے۔ لیکن معلوم ہوا ہے کہ کل ہمارے بعض معزز بھائیوں کی ایک کمیٹی بن چکی ہے [''زمیندار'' اور ''مسلم آؤٹ لک'' نے سرمایہ امان اللہ فنڈ کا اعلان کر دیا تھا اور اس مقصد کے لئے انہوں نے ایک کمیٹی بھی بنائی تھی] اگر مزید مشورہ و غور کئے بغیر آج ایک نئی کمیٹی کا اعلان کر دیا جائے تو اندیشہ ہے کہ تفرقہ پیدا ہو جائے گا۔ افغانستان جیسے معاملے میں تفرقہ بہت برا ہے۔ کم از کم میں تو یہ کہہ دیتا ہوں کہ میں کسی تفرقہ میں شریک نہ ہوں گا۔ بہرحال مشورے سے یہ قرار پایا کہ جو کمیٹی بن چکی

ہے اس سے تبادلہ خیال کیا جائے کہ وہ کس حد تک کام کر سکتی ہے اور کیا کرنا چاہیے۔ لہٰذا اس جلسے کا ملتوی ہونا تجویز ہوا ہے۔ شیخ صادق حسن نے ایک مختصر سی تجویز میں اس مسئلہ کی مزید وضاحت کی۔ اور آخری تجویز پیش کی اس جلسے کی طرف سے جنرل نادر خاں کو تار دیا جائے کہ وہ اغازی امان اللہ کی امداد کریں۔ (جنرل نادر خاں نے ۲۴ فروری ۱۹۲۹ء کو اخباری نمائندوں سے فرمایا کہ افغانستان روپیہ بھیجنا درست نہیں۔ اس سے غلط فہمیاں پیدا ہونے کا امکان ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہیے کہ صرف دعائے خیر ہی کریں۔ انقلاب جلد۴ نمبر ۲۰۷ سہ شنبہ ۲۶ فروری ۱۹۲۹ء)

شیخ محمد صادق مولانا قرشی ڈاکٹر مرزا یعقوب اور بعض دوسرے اصحاب نے بھی تقریریں کیں۔ آخر ایک کمیٹی بنا دی گئی تا کہ وہ اس معاملے کے متعلق غور و فکر اور بحث و مشورہ سے ایک نتیجے پر پہنچیں۔ اس سلسلے میں مرتبہ کمیٹی سے بھی مل کر مشورہ کرے۔ مندرجہ ذیل اصحاب اس کمیٹی کے ارکان منتخب ہوئے۔

(۱) سر محمد شفیع (۲) علامہ اقبال (۳) ڈاکٹر مرزا یعقوب (۴) شیخ صادق حسن (۵) سید حبیب شاہ (۶) حاجی میر شمس الدین (۷) مولانا غلام مرشد۔

شیخ صادق حسن کی تجویز (جنرل نادر خاں کو تار بھیجا جائے) کی ڈاکٹر مرزا یعقوب نے تائید کی اور صدر جلسہ نے اس کے متعلق حاضرین سے پوچھا تو سب نے بالاتفاق اس کی تائید کی۔ سوا پانچ بجے کے قریب جلسہ ختم ہو گیا۔

(انقلاب جلد۳ نمبر ۲۰۷ سہ شنبہ ۲۶ فروری ۱۹۲۹ء)[۱۴۴]

۲۶ فروری ۱۹۲۹ء کو اخبار ''ٹریبیون'' کے نمائندے نے افغانستان کے حالات کے بارے میں علامہ سے ملاقات کی۔ اور علامہ نے اس بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا۔

> اہلِ ہند افغانستان کی آزادی اور اس کے اتحاد اور استحکام کے ساتھ گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ عرب اور وسط ایشیا کا سیاسی انحطاط ہندوستان اور چین کی ترقی پر رجعت پسندانہ اثر کرے گا اس لئے اب ان ممالک کے سیاستدانوں سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ سیاسی نصب العین کی تنگ نظری کو ترک کر کے معاملات کو زیادہ وسیع نگاہ سے دیکھیں اور اپنی حکمت عملی کی تشکیل اس کے مطابق کریں۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ صرف افغانستان کے مفاد بلکہ ایشیا کے وسیع تر مقاصد کے لحاظ سے ضروری

ہے۔ شاہ امان اللہ خان کی حکومت بحال رکھی جائے لیکن اس معاملے کے متعلق کوئی رائے ظاہر کرنا بے انتہا مشکل ہے کہ موجودہ حالات کے رونما ہونے کے اسباب ووجوہ کیا ہیں جو کچھ ہم اخبارات میں دیکھتے ہیں میرے خیال میں اس کا بڑا حصہ قابلِ اعتماد نہیں اور نہ ہی میں ان اصلاحات پر کوئی اعتماد ہی رکھتا ہوں جو کابل سے آنے والے اشخاص کی زبانی ہم تک پہنچتی ہیں۔

شاہ امان اللہ کے متعلق یہ کہنا ناممکن ہے کہ اس وقت قندھار میں اُن کی اصل پوزیشن کیا ہے۔ یا اُن کے ہرات تشریف لے جانے کی اطلاعات کہاں تک درست ہیں۔ (۱۴۵)

یہ دریافت کرنے پر کہ آپ کے خیال میں اعلیٰ حضرت شاہ امان اللہ کی ناکامی کے اسباب کیا ہیں؟ علامہ نے فرمایا۔

جو کچھ میں نے اوپر ظاہر کیا ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا شافی جواب دینا ناممکن ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شہر یار غازی کی ناکامی کا سبب بڑی حد تک یہ ہے کہ انھوں نے اصلاحات نافذ کرنے میں عجلت اور فوج کی طرف توجہ کرنے میں غفلت سے کام لیا ہے اور ملاؤں کے نظریہ کے خلاف ملک کی حقیقی ترقی میں گہری دلچسپی لی۔ اس سے بلاشبہ افغانستان کے چند علماء ناراض ہوگئے لیکن اس بات کی اطلاع بھی موصول ہوئی کہ وہی ملا صاحب شور بازار جن کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ اس شورش کے سرغنہ ہیں انھوں نے اصلاحات کے اعلان پر جن کو ''نظام نامہ'' کہا جاتا ہے خود بھی دستخط کئے تھے۔ اگر یہ خبر صحیح ہے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ کون سے اسباب ایسے پیدا ہوئے جن کے باعث ملا صاحب مذکور نے اپنی رائے بدل کر اصلاحات کی مخالفت شروع کردی۔ مشکل یہ ہے کہ وہ تمام حالات جو افغانستان کی موجودہ حالت سے تعلق رکھتے ہیں ہمارے سامنے نہیں ہیں اور ایسے حالات کے متعلق قیاس کی بناء پر کوئی نتیجہ نکالنا بالکل لاحاصل ہے۔ (۱۴۶)

حضرت علامہ نے مزید فرمایا

''اس امر کے یقینی ہونے میں کوئی شبہ نہیں کہ عالم اسلام میں قدامت پسندانہ جذبات اور لبرل خیالات میں جنگ شروع ہوگئی ہے۔ اغلب ہے کہ قدامت

پرست اسلام بغیر جدو جہد کے سر تسلیم خم نہیں کرے گا۔ اس لیے ہر ایک ملک کے مسلم مصلحین کو چاہیے کہ نہ صرف اسلام کی حقیقی روایات کو غور کی نگاہ سے دیکھیں بلکہ جدید تہذیب کی صحیح اندرونی تصویر کا بھی احتیاط سے مطالعہ کریں۔ جو بے شمار حالتوں میں اسلامی تہذیب کی مزید ترقی کا درجہ رکھتی ہے۔ جو چیزیں غیر ضروری ہیں۔ ان کو ملتوی کر دینا چاہیے کیونکہ صرف ضروری چیزیں فی الحقیقت قدامت پسندانہ طاقتوں کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے کیونکہ انسانی زندگی اپنی اصلی روایات کا بوجھ کندھوں پر اٹھا کر منزل ارتقاء طے کرتی ہے۔ انسان نے اپنی معاشرتی تہذیب کو تشکیل دینے کا سبق حال ہی میں سیکھا ہے۔ اس لئے جائز حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔'' (۱۴۷)

علامہ نے امیر امان اللہ غازی سے سلسلہ مراسم آخر وقت تک جاری رکھا۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں لندن میں دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کرنے کیلئے علامہ ۸ ستمبر کو لاہور سے نکلے۔ دہلی بمبئی سے ہوتے ہوئے ۱۲ ستمبر کو بحری جہاز سے یورپ روانہ ہوئے۔ ۲۷ ستمبر کو انگلستان پہنچ گئے۔ گول میز کانفرنس کے علاوہ کئی اہم علمی مجالس میں بھی اقبال شریک رہے۔

۱۶ اکتوبر کی شام کو افغان قونصل خانہ میں سردار احمد علی خان وزیر مختار دولت افغانیہ کی طرف سے محمد نادر شاہ غازی کی تاج پوشی کی سالگرہ منائی گئی۔ اس موقع پر خصوصی اجتماع ہوا۔ جس میں مندرجہ ذیل حضرات شریک ہوئے۔ اقبال، مہر، مولانا شفیع داؤدی، سردار اقبال علی شاہ، مولانا عبدالمجیب، آغا خان بمع اہلیہ، نواب احمد سعید خان چھتاری، مائکل روڈائر، لارڈ ہیڈ لے، سر ہنری میک موہن، حافظ وہبہ سفیر دولت نجد وحجاز، معتمد قونصل خانہ ایران اور مولانا شوکت علی وغیرہ۔ (۱۴۸)

۲۱ نومبر کو علامہ اقبال اطالوی (اٹلی) حکومت کی دعوت پر روم تشریف لے گئے جہاں انہوں نے مسولینی کے علاوہ امیر امان اللہ غازی سے بھی ملاقات کی۔ حمزہ فاروقی لکھتے ہیں:

۲۴ نومبر کو دوپہر کے وقت معلوم ہوا کہ امان اللہ خان سابق شاہ افغانستان روم میں تھے مولانا مہر نے ٹیلی فون کر کے ملاقات کی اجازت چاہی۔ تھوڑی دیر بعد جواب ملا کہ اقبال اور مہر ۲۵ نومبر کو ساڑھے تین بجے مل سکتے ہیں۔ اور شاہ

موصوف اس ملاقات سے بھی بہت خوش ہوں گے۔۔۔۔

۲۵ نومبر کو تین بجے بعد دوپہر اقبال اور مہر سابق شاہ افغانستان امان اللہ خان سے ملاقات کے لئے ان کے مکان پر گئے۔ ان حضرات کا خیال تھا کہ آدھ گھنٹے میں ملاقات کر کے واپس آ جائیں گے۔ لیکن شاہ موصوف نے خواہش ظاہر کی کہ اگر کوئی کام نہ ہو تو مزید ٹھہریں۔ چنانچہ ملاقات تین گھنٹے جاری رہی۔ امان اللہ خان بہت محبت سے پیش آئے۔ زیادہ تر بات چیت انقلاب افغانستان کے بارے میں ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔''جب میں یہ دیکھتا تھا کہ جو بندوقیں، توپیں اور کارتوس میں نے اعدائے اسلام و افغانستان کے لئے جمع کئے تھے وہ خود افغانوں کے ہاتھوں افغانوں پر استعمال ہو رہے تھے تو میرا کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا تھا۔ میں یہ برداشت نہ کر سکا کہ اپنے تاج و تخت کی خاطر افغانوں کو باہمی جنگ میں الجھاؤں لہٰذا میں باہر چلا آیا۔

گفتگو کے دوران شاہ نے بتایا کہ انہوں نے اپنی سوانح کا ایک حصہ مکمل کر لیا اور پوری کتاب تین حصوں پر مشتمل ہوگی۔ شاہ امان اللہ خان کی قیام گاہ پر سردار عنایت اللہ خان سے بھی ملاقات ہوئی آپ اپنے بھائی امان اللہ خان سے ملنے ایران سے تشریف لائے تھے۔ سردار محمود طرزی کے چھوٹے صاحبزادے عبدالوہاب طرزی بھی شاہ موصوف کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ بہت ذکی اور فہیم تھے۔ ۲۷ نومبر کو آپ شاہ امان اللہ خان کی طرف سے ملاقات بازدید کے لئے اقبال اور مہر کی قیام گاہ پر آئے اور دو گھنٹے تک مختلف مسائل پر باتیں کرتے رہے۔ رخصت کے وقت اقبال نے ان سے کہا شاہ امان اللہ کو میرا یہ پیغام دے دیجئے۔

پیرِ ما گفت جہاں بر روشے محکم نیست
از خوش و ناخوش او قطع نظر باید کرد (۱۴۹)

افغان سیاسی شخصیات میں غازی امان اللہ خان کے بعد دوسری شخصیت اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی ہیں جن سے علامہ کی پہلی باقاعدہ ملاقات کا پتہ تو نہیں چل سکا البتہ علامہ سے جنرل نادر خاں کی پہلی ملاقات میں ایک دلچسپ لطیفہ بھی ہوا۔ جسے ڈاکٹر سعید اللہ صاحب نے ملفوظات اقبال میں اقبال کی زبانی محفوظ کیا ہے۔

’’نادرخان سے جب اول مرتبہ ملاقات ہوئی تو وہ کابل جاتے ہوئے لاہور میں ٹھہر گئے تھے۔ اور وہ میری صورت دیکھ کر بہت حیران ہوئے کہنے لگے آپ اقبال ہیں میں تو سمجھتا تھا کہ آپ لمبی داڑھی والے بزرگ صورت ہوں گے۔ میں نے کہا’’آپ سے زیادہ مجھے حیرانی ہے آپ تو جرنیل ہیں میں سمجھتا تھا آپ دیو ہیکل ہوں گے مگر آپ میں جرنیلی کی کوئی شان نہیں۔ اس قدر دبلے پتلے۔‘‘(۱۵۰)

علامہ کی نادرخاں سے ایک ملاقات ۱۵ جولائی ۱۹۲۴ء میں ہوئی جس کا حوالہ علامہ کے ایک مکتوب بنام چودھری محمد حسین (بابت ۱۶ جولائی ۱۹۲۴ء) میں موجود ہے

’’جنرل نادرخاں صاحب نے لاہور میں ایک روز قیام کیا۔ وہ اردو بہت اچھی بولتے ہیں اور نہایت بے تکلف اور سادہ آدمی ہیں۔ کل شام میں نیڈو ہوٹل میں ان سے ملا۔ وہ خود ہی میرے مکان پر آنے والے تھے۔ چٹھی میرے نام کی لکھ کر بھیجنے والے تھے کہ میں خود وہاں جا پہنچا۔ ان کی دعوت چائے کی تھی اور مجھے بھی میزبان نے مدعو کیا تھا۔ نہایت اخلاص اور محبت سے ملے اور جب میں نے ان کی عسکری قابلیت کی تعریف کی تو کہا آپ نے جو کچھ لکھا ہے' دنیا کی کوئی توپ اور بندوق اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ ایک ایک لفظ ایک ایک بیٹری کا حکم رکھتا ہے۔ وہ پیرس میں سال یا دو سال رہیں گے۔ اپنے چھوٹے بچے کو بھی ساتھ لے جارہے ہیں جس کی عمر تقریباً دس سال کی ہوگی۔ سنا ہے' وزیر خاں کی مسجد میں انہوں نے کوئی تقریر بھی کی ہے۔ عصر کی نماز انہوں نے وہاں ادا کی تھی۔ کل شام ساڑھے سات بجے وہ گاڑی سے بمبئی تشریف لے گئے۔

ان کا خیال ہے کہ تمام ممالک کے مسلمانوں کو ایک خاص جگہ جمع ہوکر اپنے لئے ایک مشترک پروگرام تجویز کرنا چاہیے جس پر تمام ممالک اسلامیہ عمل کریں۔ باقی مقامی اور خاص حالات کے لئے ہر ملک اپنا اپنا پروگرام تجویز کرے جو ان کے مناسب حال ہو۔ غرض کہ چند منٹ ان سے خوب صحبت رہی۔ ان کو وزیر خاں کی مسجد میں جانے اور لوگوں سے ملنے کے لئے جو ان کا دیر سے انتظار کررہے تھے' جلدی تھی' اس واسطے وہ ہم سے بادل نخواستہ رخصت ہوگئے۔‘‘(۱۵۱)

ان سے ایک ملاقات علامہ نے فروری ۱۹۲۹ء میں لاہور ریلوے سٹیشن میں کی تھی۔ بقول فقیر سید وحید الدین:

ڈاکٹر صاحب تنگدستی کے باوجود اپنی ساری پونجی کئی سو روپوں کی صورت میں لے کر نادر خان سے ملے اور کہا ''آپ جس نیک مقصد کے لئے جا رہے ہیں اس کے لئے روپے کی اشد ضرورت ہوگی۔ اس لئے میرا یہ ہدیہ قبول فرمایئے۔ نادر خان اس پیشکش پر حیران رہ گیا۔ (۱۵۲)

ڈاکٹر ظہیر الدین یہی رقم کئی سو کے بجائے پانچ ہزار بتاتے ہیں:

گاڑی کے روانہ ہونے سے کچھ دیر پہلے اقبال نے ان سے تخلیہ میں کہا تم ایک بڑی مہم پر جا رہے ہو۔ میں ایک فقیر آدمی ہوں نیک تمناؤں سے ہی تمہاری خدمت کر سکتا ہوں۔ اتفاق سے پانچ ہزار کی رقم میرے ساتھ ہے اگر یہ تمہارے کام آسکتے تو مجھ کو بڑی خوشی ہوگی۔ نادر خان نے جو چشم پُر آشوب تھا فقیر کی اس دین کو بڑا ہی نیک شگون سمجھا اور بڑے احترام سے اس ہدیہ کو قبول کر لیا۔ (۱۵۳)

نادر خان لاہور سے پشاور چلے گئے جہاں سے وہ کُرم ایجنسی سے نکل کر علی خیل میں اپنے سیاسی امور چلاتے رہے۔ اس دوران نادر شاہ اور حضرت علامہ میں خط و کتابت ہوتی رہی۔ بقولِ اللہ بخش یوسفی ''دورانِ علی خیل نادر خان اور علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال میں خفیہ نوعیت کی خط کتابت جاری رہی۔ علی خیل سے ان کے خطوط ایم اے حکیم تک پہنچائے جاتے تھے وہاں سے لاہور پہنچانا میرا کام تھا۔ اور اس کام میں میرے دوست عبدالمجید سالک میرے مدد و معاون تھے۔۔۔۔۔۔ علی خیل سے نادر خان نے سائیکلو اسٹائل پر ''اصلاح'' نامی اخبار بھی جاری کیا تھا۔ اس کا پہلا پرچہ جب میں نے علامہ اقبال کی خدمت میں پیش کیا تو اسے دیکھتے ہی فرمانے لگے نادر خان کامیاب ہے۔ (۱۵۴)

علامہ اور نادر خان کے درمیان یہ خطوط ممکن ہے کہ آج بھی انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہوں کیونکہ یہ خطوط برطانوی حکومت کے ہاتھ آ گئے تھے۔ علامہ کے عزیز خالد نظیر صوفی نے یہ انکشاف یوں کیا:

علامہ اقبال اور شاہ افغانستان نادر شاہ کے مابین خط کتابت تھی مگر یہ خطوط ایک معتمد نے چوری کر کے برطانوی گورنمنٹ کے ہاتھ فروخت کر دیئے۔ (۱۵۵)

ان خطوط میں ایک خط ''انقلاب'' میں اشاعت کی بہ دولت محفوظ ہوگیا ہے۔ یہ خط جنرل نادرخان نے علی خیل سے ۹ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ کوتحریر کیا تھا:

''ھو اللہ''

تحریر روز شنبہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ مقام علی خیل

جناب فاضل محترم ایم اے۔ پی ایچ ڈی بیرسٹرایٹ لاء محمد اقبال صاحب

افغانستان نزدیک تباہی وملت بیچارہ اش دوچار تہلکہ بزرگ است وخیلی احتیاج بہ ہرگونہ معاونت برادرانہ ہمدردان و برادران ہندی خود دارد۔ اقدامات خیرخواہانہ جناب شمادریں وقت خیلی بما معاونت می نماید۔ خصوصی مسئلہ اعانت مالی کہ آنرا بیشتر ذریعہ ''اصلاح'' ہم بہ برادراں ہندی خوداشاعہ کروم امید آست کہ آن فاضل محترم کہ بایں مصیبت افغانستان روحا شرکت دارند از حدیث خویش دریں موقعہ کارگرفتۂ ملت متالم افغانستان رامشکورو ممنون ابدی فرمائید۔

بااحترامات ِلائقہ

محمد نادرخان

ترجمہ: جناب فاضل محترم سرمحمد اقبال صاحب

آپ نے اپنے ان عالی جذباتِ ہمدردانہ سے جو آپ افغانستان کی موجودہ تباہ حالی کے متعلق رکھتے ہیں مجھے اور افغانستان کے عام بہی خواہوں اور فداکاروں کو ممنون ومتشکر بنادیا ہے۔ افغانستان تباہی کے نزدیک ہے اس کی بے چارہ ملت کو بہت بڑے تہلکہ کا سامنا ہے افغانستان اپنے بھائیوں کی امداد واعانت کا محتاج ہے آپ ایسے وقت میں جو خیرخواہانہ قدم اٹھا رہے ہیں۔ وہ ہمارے لئے ڈھارس کا موجب ہے۔ خصوصاً مالی امداد کا مسئلہ جس کے متعلق اخبار ''اصلاح'' کے ذریعے اپنے ہندی بھائیوں کے لئے شائع کرچکا ہوں بہت حوصلہ افزا ہے۔ امید ہے کہ جناب فاضل محترم پر ''روحا'' افغانستان کی موجودہ مصیبت میں شریک ہیں اس موقع پر انہی مساعی سے کام لے کر افغانستان کی رنج زدہ قوم کو ہمیشہ کے لئے ممنون ومشکور فرمائیں گے۔

بااحترامات ِلائقہ

محمد نادرخان [۱۵۶]

جس وقت جنرل نادرخان بچہ سقہ کے خلاف مصروفِ جہاد تھے مسلمانانِ ہند نے ان کو مالی امداد بہم پہنچانے کا سلسلہ شروع کیا۔

جنرل نادر خاں کی امداد کی حصولی کے لئے حضرت علامہ پیش پیش رہے۔ چنانچہ یکم ستمبر ۱۹۲۹ء کو روزنامہ انقلاب لاہور میں ذیل خبر شائع ہوئی۔

جنرل نادرخان کی امداد

مندرجہ ذیل دو رقمیں جرنیل نادرخان غازی کی امداد کے سرمائے میں موصول ہوئی ہیں:

(۱) حافظ عبدالجبار محمد صابر، صدر بازار ہردوی

(معرفت علامہ اقبال مدظلہ العالی)

سولہ روپے بارہ آنے

(۲) عبدالرب صاحب، نمبر ۶۔ نخاس کہنہ الہ آباد

(معرفت دفتر انقلاب) دو روپے

کل اٹھارہ روپے بارہ آنے

دونوں معطیوں اور دیگر مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ عنقریب لاہور میں نادر خان غازی کی امداد کے لیے ایک مجلس مرتب ہونے والی ہے۔ یہ رقوم اس مجلس کے سپرد کر دی جائیں گی۔ آئندہ کوئی صاحب اس قسم کا روپیہ کسی فرد کے نام یا کسی اخبار کے دفتر ارسال نہ فرمائیں۔

(انقلاب۔ جلد ۳۔ نمبر ۸۱۔ پنجشنبہ۔ ۱ستمبر ۱۹۲۹ء)

جناب غلام رسول مہر ایڈیٹر انقلاب نے افغانستان میں بچہ سقہ کی جانب سے غیر یقینی صورت حال اور لاہور کے بادرد مسلمانوں کی فکرمندی اور علمی امداد اور معاملے کی غرض و غایت پر تفصیلی روشنی روزنامہ انقلاب لاہور میں ڈالی ملاحظہ ہو

جرنیل نادرخان غازی کی امداد کا کام
اکابر لاہور کی خاموش کوشش

جرنیل نادرخان غازی کی امداد و اعانت کا اکثر اکابر لاہور کو پہلے ہی خاص احساس تھا۔ جب غازی موصوف کی طرف سے ان کے معزز جریدے "اصلاح" میں اپیل شائع ہوئی تو مذکورہ

احساس نے فوراً عملی شکل اختیار کر لی۔ مختلف حلقوں میں مختلف تجویزیں ہونے لگیں کہ مالی امداد کو مؤثر و وقیع بنانے کے لیے کیا طریق اختیار کیا جائے۔ حضرت علامہ اقبال مدظلہ العالی اس باب میں خاص طور پر کوشاں تھے۔ اس سلسلے میں منجملہ اور تجاویز کے ایک تجویز یہ پیش ہو چکی تھی کہ محفوظ سرمایۂ تنظیم کی جو رقم حضرت قرشی کی تحویل میں ہے، اسے معطیانِ سرمایۂ مذکور کی اجازت سے غازی موصوف کی خدمت میں پیش کر دیا جائے (۴)۔ اس خیال سے کہ موجودہ حالات میں ایک معتد بہ اور گراں قدر رقم جمع کرنا قدرے دقت طلب ہے اور جرنیل نادر خاں کے حالات فوری امداد کے متقاضی ہیں، محفوظ سرمایۂ تنظیم کو فی الفور غازی موصوف کی خدمت میں ارسال کرنے کی تجویز توجہاتِ خصوصی کا مرکز بن گئی۔ حضرت علامہ اقبال نے سب سے پہلے مقامی اسلامی اخبارات سے اس معاملے کے متعلق استصواب کی ضرورت محسوس کی اور مولانا ظفر علی خاں صاحب، مولانا سید حبیب شاہ صاحب، ملک عبدالحمید صاحب (ایڈیٹر ''مسلم آؤٹ لک'') کو اور خاکسار کو اپنے دولت کدے پر بلایا، ساتھ ہی چند اور اصحاب کو دعوت بھیج دی، جن میں سے پروفیسر سید عبدالقادر شاہ صاحب ایم اے، مولانا احمد علی صاحب ناظم خدام الدین اور مولانا غلام مرشد صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ پروفیسر سید عبدالقادر شاہ صاحب اور مولانا غلام مرشد صاحب اس وقت لاہور سے باہر تھے، اس لیے شوریٰ میں شریک نہ ہو سکے۔ باقی اصحاب کے علاوہ حضرت قرشی اور ملک لال دین قیصر بھی تشریف لے آئے۔ سب نے اس تجویز کو پسند کیا اور اس کے ساتھ کامل اتفاق کا اظہار کیا۔

چند روز بعد اکابر لاہور کا ایک جلسہ برکت علی محمڈن ہال میں منعقد ہوا، جس میں حضرت علامہ اقبال، حضرت قرشی، حاجی میر شمس الدین صاحب، مولانا غلام محی الدین صاحب قصوری، مسٹر محمد دین صاحب ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول، شیخ عظیم اللہ صاحب ایڈووکیٹ، ڈاکٹر محمد سلطان صاحب، سید محسن شاہ صاحب، مولانا سید حبیب شاہ، مولانا مرتضیٰ احمد خان صاحب، مولانا سید عنایت شاہ صاحب، میاں فیروز الدین احمد صاحب، مولانا نور الحق صاحب مالک ''مسلم آؤٹ لک''، ملک عبدالمجید صاحب اور بعض دوسرے اصحاب شریک تھے۔ اس میں بھی تمام اصحاب نے مذکورہ بالا تجویز سے کامل اتفاق کا اظہار کیا اور قرار پایا کہ سب کی طرف سے ایک اپیل محفوظ سرمایۂ تنظیم کے معطیوں سے کی جائے کہ وہ اس روپے کو جو بہ حالتِ موجودہ غیر مستعمل پڑا ہے، ایک اسلامی سلطنت کے جہاد امن و استقلال میں صرف کرنے کی اجازت مرحمت

فرمائیں۔عام رائے یہ تھی کہ محفوظ سرمایۂ تنظیم کو مالی امداد کی پہلی قسط کے طور پر بھیج دیا جائے اور ساتھ ہی فراہمی سرمایہ اعانت کا کام پورے زور کے ساتھ شروع کر دیا جائے۔

معلوم ہوا ہے کہ محفوظ سرمایۂ تنظیم کے لیے اکابر کی اپیل کل یا پرسوں شائع کی جائے گی۔ تمام غیرت مند مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ جرنیل نادر خاں کے لیے فراہمی زر اعانت کا کام فی الفور شروع کر دیں۔مذکورہ بالا اپیل کے ساتھ ہی خدا کے فضل سے ایک مختصر سی کمیٹی بن جائے گی جو بلا تامل کام شروع کر دے گی اور امید واثق ہے کہ تمام اسلامی اخبار اتحاد و اتفاق کامل کے ساتھ اس تحریک کو کامیاب بنائیں گے۔والامر بید اللہ تعالیٰ۔

نیاز مند

مہر

(انقلاب۔جلد ۴۔نمبر ۸۶۔چہارشنبہ۔۲۵ستمبر ۱۹۲۹ء)

اگلے روز پھر روزنامہ انقلاب میں ایک اور خبر ''جرنیل نادر خاں کی مالی امداد اور محفوظ سرمایہ تنظیم معطی حضرات سے ایک ضروری التماس'' کے عنوان سے شائع ہوتی ہے۔

برادران اسلام کو معلوم ہے کہ جرنیل نادر خان بہ نفس نفیس دو مرتبہ اہل ہند سے امداد کی اپیل کر چکے ہیں اور اگر انہیں حسبِ ضرورت مالی امداد مل جائے تو امید واثق ہے کہ افغانستان کے اضطراب انگیز حالات کا عقدہ احسن طریق پر حل ہو جائے گا اور اس کے امن اور استقلال کو اس وقت جو خطرات درپیش ہیں، وہ رفع ہو جائیں گے۔ہندوستان کے مسلمان ہمیشہ اپنی اسلامی سلطنتوں کی حفاظت کے لیے گراں بہا خدمات انجام دیتے رہتے ہیں۔ان کی ہمسایہ اسلامی سلطنت افغانستان ان خدمات کی بدرجہ اولیٰ مستحق ہے۔ہماری ناچیز رائے میں ضرورت ہے کہ افغانستان کے موجودہ مصائب میں مسلمان اپنی ملّی و مذہبی غیرت وحمیت کا بیش از پیش ثبوت دیں۔اس وقت محفوظ سرمایۂ تنظیم کی معتد بہ رقم بنکوں میں غیر مستعمل پڑی ہے، چونکہ جرنیل نادر خاں کو فوری امداد کی ضرورت ہے اور مسلمانان ہند کی طرف سے جلد سے جلد ایک معتد بہ رقم کا ان کی خدمت میں پہنچ جانا، ان کی مجاہدانہ کوششوں کے لیے خاص تقویت کا سامان بن سکتا ہے، اس لیے ہمیں یقین ہے کہ محفوظ سرمایۂ تنظیم کے معطیوں کو یہ رقم بلا تامل جرنیل ممدوح کی خدمت میں ارسال کرنے پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ تنظیم مساجد کا کام بلاشبہ ضروری ہے' لیکن اس کے مقابلے میں ایک ترقی پذیر اسلامی سلطنت کی حفاظت بہت زیادہ ضروری ہے' لیکن اس کے مقابلے میں

ایک ترقی پذیر اسلامی سلطنت کی حفاظت بہت ضروری اور اہم واقدم ہے اور مسلمان اس کام سے فارغ ہو کر تنظیم مساجد کے لیے از سرنو مناسب رقم کی فراہمی کا انتظام کر سکتے ہیں (۵)۔ اس کے ساتھ ہی ہم عام مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے حلقوں میں جرنیل نادر خاں کی مالی امداد کا کام پورے زور کے ساتھ شروع کر دیں۔ محفوظ سرمایۂ تنظیم کے معطیوں میں سے اگر خدانخواستہ کسی صاحب کو ہماری محولہ بالا تجویز سے اختلاف ہو (جس کے وجود کا ہمیں ایک لمحہ کے لیے بھی خیال نہیں آ سکتا، اس لیے کہ افغانستان کے امن واستقلال کی حفاظت کا مسئلہ ہر حال میں تنظیم مساجد سے بدرجہا زیادہ اہم ہے) تو براہ کرم اس کی صراحت فرما دیں۔ آٹھ روز تک اگر کسی صاحب کی طرف سے کسی اختلاف کا اظہار نہ ہوا تو سمجھا جائے گا کہ سب کو اس سے اتفاق ہے۔ اس کے بعد محفوظ سرمایۂ تنظیم کا روپیہ جنرل نادر خاں کی خدمت میں بھیج دیا جائے گا۔ مزید سرمایہ کی فراہمی کا کام بلا تامل شروع ہو جانا چاہیے۔

یہ اعلان برکت علی محمڈن ہال کے ایک جلسہ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق کیا جاتا ہے جس میں ہم سب شامل تھے:

(ڈاکٹر سر) محمد اقبال (پی ایچ۔ ڈی، بیرسٹر ایٹ لا)، (حاجی میر) شمس الدین، (سید) عبدالقادر شاہ (پروفیسر اسلامیہ کالج)، (مولوی) غلام محی الدین ایڈووکیٹ، (شیخ) عظیم اللہ ایڈووکیٹ، (سید) محسن شاہ ایڈووکیٹ، (مولانا) نور الحق (مالک ''مسلم آؤٹ لک'')، (مولانا) غلام رسول مہر ایڈیٹر ''انقلاب''، (مولانا سید) حبیب آف ''سیاست''، (مولانا سید) عنایت شاہ منیجر ''سیاست''، (مولوی) محمد دین ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول شیراں والا دروازہ، (میاں) فیروز الدین موچی دروازہ، (مولانا) عبدالمجید قرشی، (شیخ) گلاب دین ایڈووکیٹ، (چودھری) معراج دین، (میاں) فضل دین کنٹریکٹر، (ڈاکٹر) سلطان احمد، (مولوی) فضل دین وکیل، (آقائے) مرتضیٰ احمد خاں ایڈیٹر "افغانستان"۔

(انقلاب۔ جلد۴۔ نمبر۸۷۔ پنجشنبہ۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۹ء۔)[۱۵۷]

اسی مقصد کے لئے ۳/ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو علامہ اقبال کی زیرِ صدارت ایک جلسہ منعقد ہوا۔[۱۵۸] اس جلسے میں جو لاہور میں خان سعادت خان کے مکان پر ہوا تھا میں باہمی مشورہ سے باتفاق رائے یہ طے پایا کہ امداد مہیا کرنے کے لئے نادر خان ہلالِ احمر فنڈ قائم کیا جائے۔ سرمایہ کی فراہمی کے لئے ایک مجلس عاملہ بنائی گئی اور اس طرح افغانستان کی تعمیر نو کے لئے لاہور میں جرنیل

نادر خاں کی مالی امداد کا کام باقاعدگی سے شروع ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو روزنامہ انقلاب لاہور کے ۵ ستمبر ۱۹۲۹ء کا بیان جس میں اجلاس اور اس میں بنائی گئی کمیٹی کے عہدیداروں کی تفصیل اور ان سے جمع شدہ رقم کی تفصیلات درج ہیں۔

لاہور میں جرنیل نادر خاں کی مالی امداد کا کام شروع ہو گیا

نادر خاں ہلال احمر فنڈ کا افتتاح، فراہمی سرمایہ کے لیے کمیٹی کا قیام

لاہور۔۳، اکتوبر۔ چند دنوں سے لاہور کے سرکردہ اصحاب میں سپہ سالار غازی جنرل نادر خاں کی مالی امداد کے لیے عملی قدم اٹھانے کے موضوع پر بڑا سرگرم چرچا ہو رہا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے چند سرکردہ اکابر شہر نے قوم کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ محفوظ سرمایہ تنظیم جو مولانا قرشی صاحب کی تحویل میں بنکوں میں پڑا ہے، وقت اور موقع کی نزاکت اور کام کی اہمیت کے پیش نظر معطی حضرات سے استصواب کر کے سپہ سالار غازی کی خدمت میں مجاہدین کی امداد کے لیے بھیج دیا جائے۔ یہ امر موجب اطمینان ہے کہ یہ تحریک بھی بار آور ہو رہی ہے اور معطی حضرات بہ کمال خوشی اس تجویز پر پسندیدگی اور رضامندی کا اظہار کر رہے ہیں۔

ابھی مزید سرمایہ کی فراہمی کے لیے کمیٹی بنانے کے مسئلہ پر غور کیا جا رہا تھا کہ خان عبدالغفار خاں اتمان زئی رئیس افغان ریلیف کمیٹی پشاور یہاں پہنچ گئے اور فیصلہ ہوا کہ ان کی موجودگی ہی میں کمیٹی بنا دی جائے اور سرمایہ کھول دیا جائے۔

چنانچہ آج شام کے ساڑھے چار بجے خان سعادت علی خاں کے دولت کدہ پر شہر کے عمائدو اکابر کا جلسہ علامہ سر محمد اقبال کے زیر صدارت منعقد ہوا۔ مولوی غلام محی الدین خاں، خان عبدالغفار خاں، سید محسن شاہ، خان سعادت علی خاں، مولانا غلام رسول مہر، مولانا سید حبیب شاہ مالک اخبار ''سیاست''، حاجی شمس الدین، مولانا قاضی عبدالمجید قرشی، خواجہ فیروزالدین، مسٹر فرخ، مولانا محمد دین، سید عنایت شاہ اور راقم الحروف (۸) کے علاوہ اکثر دیگر اصحاب بھی شریک ہوئے۔

کمیٹی کا قیام

باہمی مشورہ کے بعد اتفاق آرا سے قرار پایا کہ جنرل نادر خاں کی امداد کے لیے فی الفور "نادر خاں ہلال احمر فنڈ" کے نام سے ایک سرمایہ کھول دیا جائے اور اس سرمایہ کی فراہمی کے لیے حسب ذیل اصحاب کی ایک مجلس عاملہ بنا دی جائے، جو پیش نظر مقصد کے لیے ضروری

انتظامات اور اقدامات کرے۔ مجوزہ کمیٹی کے ارکان اور عہدداروں کے اسما حسبِ ذیل ہیں:

علامہ سر محمد اقبال۔ بیرسٹرایٹ لا۔ رکن کونسل پنجاب صدر
مولانا قاضی عبدالمجید قرشی سکریٹری
خان سعادت علی خاں، رئیس اعظم لاہور فنانشل سکریٹری
مسلم بنک آف انڈیا لمیٹڈ خازن

ارکان: مولوی غلام محی الدین خاں ایڈووکیٹ، سید محسن شاہ ایڈووکیٹ، سید عبدالقادر شاہ ایم اے حاجی شمس الدین، مولانا احمد علی، مولانا غلام مرشد، ملک میراں بخش خاں صاحب، مولوی محمد دین، حافظ حسین بخش، مولوی صدرالدین۔

اس کے بعد کام کی تفصیلات کے متعلق گفتگو ہوئی اور آخر میں مولانا سید حبیب کی تحریک پر حسب ذیل رقوم چندہ کی جمع ہوئیں:

علامہ سر محمد اقبال	۱۰۱	روپیہ
خان سعادت علی خاں	۲۰۱	روپیہ
سید محسن شاہ	۲۵	روپیہ
سید حبیب شاہ	۱۱	روپیہ
سید عنایت شاہ	۱۰	روپیہ
حاجی شمس الدین	۱۰	روپیہ
جناب نازش رضوی	۵	روپیہ
خان نور احمد خاں	۱	روپیہ

مولانا غلام رسول مہر نے مبلغ ۹۰ روپے ۱۲ آنے کی رقم جو علامہ سر اقبال اور اخبار ''انقلاب'' کی وساطت سے فراہم ہو چکی تھی، خان سعادت علی خاں فنانشل سکریٹری کو پیش کر دی۔ جلسہ صاحب صدر اور خان سعادت علی خاں کا شکریہ ادا کرنے کے بعد برخاست ہو گیا۔

(مرتضیٰ احمد خاں)

(انقلاب۔ جلد ۴۔ نمبر ۹۵۔ شنبہ۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

۱۸ اکتوبر کو ایک اور اجلاس ہونا قرار پایا جس کی اطلاعی رپورٹ بھی انقلاب لاہور نے شائع کی۔

ایک ضروری مشورت ۔ مسلم میونسپل کمشنران وممبران

انجمن ہلال احمر، لاہور

۸-اکتوبر کو بروز منگل بعد نماز مغرب "نادر خان ہلال احمر فنڈ" کے ممبران کا ایک اہم جلسہ برکت علی محمڈن ہال میں منعقد ہوگا۔ڈاکٹر سر محمد اقبال اور خان سعادت علی خاں کی طرف سے بعض نہایت ہی اہم اور ضروری امور پر مشورہ کرنے کے لیے مقامی میونسپل کمشنروں کو اس جلسہ میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی ہے۔تمام ممبران اور میونسپل کمشنر صاحبان سے بہ ادب استدعا ہے کہ اس ضروری جلسے کے لیے ضرور تھوڑی سی فرصت نکالیں اور وقت مقررہ پر تشریف لا کر مشکور فرمائیں۔

(عبدالمجید قرشی)

(انقلاب۔جلد۴۔نمبر۹۸۔چہارشنبہ۔۹ اکتوبر ۱۹۲۹ء)(۱۵۹)

علامہ اقبال نے ۱۱/اکتوبر ۱۹۲۹ء کو قوم سے حسبِ ذیل اپیل کی:

برادرانِ ملت وجوانانِ اسلام۔

افغانستان کے حالات آپ کو معلوم ہیں۔اس وقت اسلام کی ہزار ہا مربع سرزمین اور لاکھوں فرزندانِ اسلام کی زندگی اور ہستی خطرے میں ہے۔اور ایک ہمدرد اور غیور ہمسایہ ہونے کی حیثیت سے مسلمانانِ ہند پر ہی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ افغانستان کو بادِفنا کے آخری طمانچے سے بچانے کے لئے جس قدر دلیرانہ کوشش بھی ممکن ہو کر گزریں۔

لاہور میں جنرل نادر خان اور افغانستان کے زخمی سپاہیوں، بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کی امداد و اعانت کے لئے ''نادر خان ہلالِ احمر سوسائٹی'' قائم ہو چکی ہے جس کا دفتر بالعموم صبح ۶ بجے سے لے کر دس بجے رات تک برکت علی اسلامیہ ہال میں کھلا رہتا ہے۔

حالات کی نزاکت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انجمن نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ کم سے کم وقت میں لاہور اور ہندوستان سے زیادہ سے زیادہ روپیہ جمع کرنے کے لئے اپنی قوت و کوشش صرف کر دے۔اس غرض کے لئے ایسے ایثار پیشہ کارکنوں کی ضرورت ہے جو رضا کارانہ حیثیت سے مقررہ وقت پر اور منظم طریق سے لاہور

میں کام کریں۔

اس کے علاوہ دفتر کو تمام ملک سے خط کتابت کرنا ہے ہزاروں اپیلیں بھیجنی ہیں سینکڑوں اخبارات اور ہر ایک شہر کے رؤسا، امراء اور اسلامی انجمنوں کو خطوط لکھنے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قدر وسیع کار جو لاہور کے ہر ایک گلی کوچہ پر مسلط ہو اور دوسری طرف تمام ملکی اخبارات اور تمام اسلامی انجمنوں اور بستیوں پر محیط ہو مستقل مزاج، سنجیدہ، دردمند، ذی عزم اور باحساس کارکنوں کی امداد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

جنرل نادر خان کی امداد کو اس کی حقیقی اہمیت کے مطابق وسعت دینے کے لئے ایسے جواں ہمت کارکنوں کی ضرورت ہے جو مقامی طور پر وارڈ وار پبلک جلسوں کے انعقاد اور ملکی اخبارات، انجمنوں اور قومی کارکنوں اور تمام فیاض اور ذی استطاعت اصحاب سے خط و کتابت کرنے میں انجمن کو امداد دیں۔

میں اپنے تمام سنجیدہ اور مخلص عزیزوں سے جن کے دل میں اسلام کا درد ہے جو آزاد اور متحد افغانستان کی اہمیت کو سمجھتے ہیں ان تمام مقامی انجمنوں کے اراکین سے جو ''نادر خان ہلالِ احمر سوسائٹی'' سے تعاون و اشتراکِ عمل کے لئے آمادہ ہوں بڑے زور سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ برکت علی اسلامیہ ہال میں قریشی صاحب سے ملیں اور اپنے وقت کا کچھ حصہ معمولی تفریح یا کم ضروری مشاغل سے بچا کر انجمن ہلالِ احمر کے کام میں صرف کریں اور یقین کریں کہ یہاں لاہور میں آپ کا ایسا کرنا وہاں افغانستان میں پہنچ کر نادر خان صاحب کی امداد کرنے کے مترادف ہوگا۔''(۱۶۰)

۱۶ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو لاہور کے انقلاب اخبار میں اس فنڈ اور جنرل نادر خاں کے حوالے سے ایک اور خبر شائع ہوتی ہے

محفوظ سرمایۂ تنظیم اور جنرل نادر خاں - عالمِ بالا کی سخن فہمی

۱۸ اکتوبر ۱۹۲۹ء کے ''زمیندار'' اور ''انقلاب'' میں قریشی صاحب کے نام ایک اعلان نکلا ہے۔ اس اعلان کا عنوان دونوں پرچوں میں مختلف ہے۔ مگر عبارت ایک ہی ہے اور مولانا محمد عبداللہ صاحب کی نسبت لکھا ہے کہ "خاکسار کے استفسار پر مولانا نے فرمایا:...... "میری اپنے

محترم دوست سید غلام بھیک صاحب نیرنگ سے بھی یہی استدعا ہے کہ وقت کی تنگی اور حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اس بارے میں تاخیر والتوا پر زور دینا مناسب نہیں"۔ چونکہ یہ مولانا محمد عبداللہ کا کوئی دستخطی بیان نہیں اور میں نہیں کہہ سکتا کہ اس اعلان کا ہر لفظ انہی کا ہے یا نہیں، اس لیے میں حیران ہوں کہ سخن فہمی عالم بالا کی شکایت کروں تو کس کی نسبت کروں۔ میں نے تاخیر والتوا پر کب زور دیا اور میرا مقصد تاخیر والتوا کب تھا؟ میں نے تو صرف یہ کہا کہ معطیوں کو کافی نوٹس دینا ضروری ہے اور اپنے اس خیال کے بعض وجوہ بھی اجمال واختصار کے ساتھ لکھ دیے۔ مفصل وجوہ ایک نج کے خط میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کو لکھ بھیجے اور ان سے درخواست کی کہ ان کے ساتھ جن جن حضرات نے اعلان پر دستخط کیے تھے، میرے خط کو ان کی خدمت میں گشت کرا دیں۔ میں قرشی صاحب، مولانا محمد عبداللہ صاحب، مولانا ظفر علی خاں صاحب اور مولانا غلام رسول مہر صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے اس خط کو ڈاکٹر سر محمد اقبال سے لے کر ملاحظہ فرمالیں۔ اس خط سے خاص طور پر معلوم ہو جائے گا کہ میری طرف التوا و تاخیر کی کوشش کو منسوب کرنا سخت بے انصافی ہے۔

آخر میں امکانی غلط فہمی کو رفع کرنے کے لیے میں ان جملہ حضرات اور تمام مسلم پبلک کی خدمت میں صاف صاف عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ میں جنرل نادر خاں کی امداد کا پورے طور سے حامی ہوں اور ہرگز ہرگز ایک لمحے کے لیے مخالف نہیں ہوں۔ میرا مقصد تاخیر والتوا نہیں ہے، بلکہ اصول امانت کی پابندی اور قومی اتحاد کا تحفظ ہے۔

(سید غلام بھیک نیرنگ۔ معتمد عمومی جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام۔ انبالہ شہر۔)

(انقلاب۔ جلد ۴۔ نمبر ۱۰۴۔ چہار شنبہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۲۹ء) (۱۶۱)

بچہ سقہ کی فوجوں کو شکست ہوتی ہے اور اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی ۲۳ میزان ۱۳۰۸ھ ش بمطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۹ء افغانستان کے بادشاہ بن جاتے ہیں۔ (۱۶۲)

اس کے ساتھ ہی محمد نادر شاہ غازی پر اعتماد کے اظہار اور ان کی بادشاہت کو تسلیم کروانے کی خبریں شائع ہونا شروع ہوتی ہیں۔ اس میں بھی حضرت علامہ پیش پیش نظر آتے ہیں۔ ملاحظہ ہو انقلاب لاہور کے ۲۰ اکتوبر سنڈے ایڈیشن کی یہ خصوصی رپورٹ۔

اعلیٰ حضرت نادر خاں غازی پر پورا اعتماد۔ لاہور کے مقتدر

مسلمان رہنماؤں کا اعلان

مدیرِ ''انقلاب'' نے ہم سے دریافت کیا ہے کہ جرنیل نادر خاں کے بادشاہ افغانستان منتخب ہو جانے کے متعلق ہمارا کیا خیال ہے۔ اس کے جواب میں گذارش ہے کہ ہمیں نادر خاں غازی کی ذات پر کامل اعتماد ہے اور ہم تمام مسلمانوں کی خدمت میں استدعا کرتے ہیں کہ وہ بھی اس غیور محبّ وطن پر پورا اعتماد رکھیں۔ اس وقت اس کے کسی فعل پر ایک لمحہ کے لیے بھی عدم اعتماد کا اظہار خطرناک ہوگا اور خدانخواستہ از سرِ نو خانہ جنگی میں الجھا دے گا۔ ہمیں یقین ہے کہ تمام مسلمان اس موقع پر بے حد حزم و احتیاط سے کام لیں گے۔

دستخط: (۱) محمد شفیع (۲) محمد اقبال (۳) سید محسن شاہ (۴) ملک محمد حسین (۵) ملک برکت علی (۶) سعادت علی خاں (۷) خواجہ فیروز الدین بیرسٹر ایٹ لا (۸) ڈاکٹر غلام محمد (۹) (مولوی) غلام محی الدین۔

(نوٹ)

سر شام اس اعلان کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا' لہٰذا محض متذکرہ صدر اصحاب کے دستخط حاصل کیے جا سکے۔ مسلمانوں کے تمام مقتدر رہنماؤں کی رائے یہی ہے' جو اوپر ظاہر کی گئی ہے۔

نادر شاہ کی بادشاہت کو تسلیم کر لیا جائے

علامہ سر محمد اقبال صدر اور خان سعادت علی خاں سیکریٹری نادر خان ہلال احمر سوسائٹی اخبارات اور اہل ہند سے پُر زور اپیل کرتے ہیں کہ ''جنرل نادر خاں کی، جن کو افغانستان کے قومی جرگے نے بالاتفاق بادشاہ منتخب کر لیا ہے، پوری حمایت کریں۔ ہمارے خیال میں یہ انتخاب افغانستان اور ایشیا کے بہترین مفاد کا حامل ہے۔ نیز ہم حکومت برطانیہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ جنرل نادر خاں کو فی الفور افغانستان کا بادشاہ تسلیم کرلے تا کہ ہمسایہ ملک میں مزید بدامنی کے انتظامات کا خاتمہ ہو جائے''۔

(انقلاب۔ جلد۴۔ نمبر ۱۰۷۔ یکشنبہ ۲۰' اکتوبر ۱۹۲۹ء۔ سنڈے ایڈیشن)

سبحان اللہ کتنی دردمندی ہے خطے کی ایک آزاد اسلامی مملکت سے جن سے علامہ کی کئی توقعات وابستہ تھیں تا کہ یہ مملکت مزید خونریزی فساد اور تباہی و بربادی سے بچ سکے۔ اگر ایک طرف انگریزوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے افغانستان میں بچہ سقہ کا انقلاب غازی امان اللہ خاں کی خلاف کامیاب ہو گیا تھا تو دوسری طرف افغانوں کی ملی غیرت اور وطن و دین پرستی کی بنیاد پر اس قوم نے یکسر انگریزوں کے اس مہرے حبیب اللہ کلکانی بچہ سقہ کی نہ صرف حکومت ختم کی بلکہ

ان کونشانِ عبرت بنا کر تاریخ میں غداری کی علامت بنا دیا۔

علامہ اور ہندوستان کے مسلمان زعما کو حالات کی نزاکت کا پورا ادراک تھا۔ چنانچہ دوسرے روز ہی روزنامہ انقلاب میں خبر شائع ہوئی کہ

افغانستان ہلال احمر فنڈ۔ ایک ضروری استدعا

۔۔۔۔درد مند مسلمان ایک منٹ ضائع کرنے کے بغیر اپنے اپنے دیہات، قصبات، شہروں اور محلوں میں روپوں کی فراہمی کا کام شروع کر دیں۔ لاہور میں اس کام کا افتتاح ہو چکا ہے۔ آج ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب، حاجی شمس الدین صاحب، خان بہادر شیخ امیر علی صاحب اور دیگر اصحاب نے طے کیا ہے کہ وہ بصورت وفد روزانہ شہر کا دورہ کریں گے۔۔۔۔

''لاہور ہلال احمر'' آج مقامی معززین کی خدمت میں حاضر ہوا' جنہوں نے کمال فیاضی سے وفد کی استدعا کو شرف قبول بخشا۔ محترم میاں عبدالعزیز بیرسٹر ایٹ لاء سے بسم اللہ کی گئی۔ جناب نے کمال مہربانی سے ایک صد روپیہ نقد، مولوی فیروز الدین صاحب مالک فیروز پرنٹنگ پریس نے ۵۰ روپیہ عطا فرمائے۔ جناب میاں نظام الدین صاحب مدظلہ العالی نے پانصد کا وعدہ فرمایا۔۔۔

	پائی	آنے	روپے
میزان	۰	۱۱	۱۰۱۴

تمام رقوم مسلم بینک لاہور اور اس کی شاخوں میں "ہلال احمر فنڈ" کی صراحت میں بھیجی جائیں۔

خان سعادت علی خاں، سکریٹری ہلال احمر سوسائٹی لاہور۔

(انقلاب۔ جلد۴۔ نمبر ۱۰۸۔ سہ شنبہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

۲۲ اکتوبر تک درج ذیل رقوم جمع ہوئی تھیں

۲۰ اکتوبر کو چندہ جمع ہوا	۶۵۰ روپے
۲۱ اکتوبر کو چند جمع ہوا	۳۵۵ روپے
۲۲ اکتوبر کو چندہ جمع ہوا	۳۱۰ روپے
خاں سعادت علی خاں کے پاس جمع شدہ سرمایہ	۱۱۱۰-۱۱۲۰

(انقلاب جلد ۴ نمبر ۱۰۱۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

یہاں اگر ایک طرف افغانستان کی تعمیر نو کے لیے چندہ اکٹھا کیا جا رہا تھا تو دوسری طرف افغانستان کے سیاسی مستقبل سے متعلق بھی مسلم زعما فکر مند تھے اور برطانیہ کو نادر شاہ کی بادشاہت تسلیم کروانے پر زور دیا جاتا رہا۔

افغانستان اور حکومتِ برطانیہ کا اولین فرض۔اعلیٰ حضرت نادر خاں
کو بادشاہ تسلیم کرنے میں تاخیر نہ کرو۔اکابر پنجاب کا اعلان

۱۷-اکتوبر ۱۹۲۹ء ملک کے طول وعرض میں یہ مسرت انگیز اعلان شائع ہو چکا ہے کہ افغانستان کے قومی جرگہ نے بطل حریت غازی محمد نادر خاں کو ان کے عدیم المثال ایثار اور قربانی کی بنا پر افغانستان کا بادشاہ انتخاب کر لیا ہے۔ہم اس انتخاب کو اسلام اور افغانستان کے لیے صد ہزار برکات وحسنات کا موجب خیال کرتے ہیں اور سپہ سالار غازی کی خدمت میں تہ دل سے مبارک باد عرض کرتے ہیں کہ خداوند پاک نے اپنی ذرہ نوازی سے ان کے وجود باجود کو نجات دہندہ افغانستان کی حیثیت سے قبول فرمایا۔

سپہ سالار غازی کا سیاسی اور مذہبی رسوخ ان کی عدیم النظیر شجاعت و کاردانی اور فقید المثال خدمت و بے نفسی ہمارے سامنے موجود ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ تمام ہندوستانی جنہیں آزاد اور متحدہ افغانستان کی اہمیت کا احساس ہے، اس اعلان میں ہمارے ہم آہنگ ہیں کہ موجودہ حالات میں قیامِ امن وانتظام اور اصلاحِ احوالِ ملتِ افغان کے لیے اس سے بہتر انتخاب ممکن نہیں ہے۔

ہم افغانستان کے قومی جرگہ کی دانائی اور مآل اندیشی اور بیدار مغزی کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتے، جن کی نگہ انتخاب نے جنرل نادر خاں جیسے رجلِ عظیم، جن کی دین داری، وطن دوستی، تدبر وصالحیت ہر قسم کے اشتباہ سے بالاتر ہے، افغانستان کے تختِ حکومت کے لیے چنا ہے۔ہمیں یقین ہے کہ یہ قابلِ احترام انتخاب، جس طرح ہندوستان میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسرت وشادمانیِ عام کا داعی بن رہا ہے، اسی طرح افغانستان کے جملہ قبائل وملوک، خوانین اور علمائے اسلام کو بھی ایک نقطہ پر جمع کر دے گا۔

ہم اس موقع پر افغانستان کے سرداران قبائل، علمائے اسلام اور خوانین عظام کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ آزاد اور متحدہ افغانستان کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے جسور وغیور ملت افغانیہ کو اندرونی تفرقہ پردازیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ہر ممکن کوشش عمل میں لائیں۔

بچہ سقہ کی تباہی اور سپہ سالار غازی کے اعلان بادشاہت کے بعد حکومت انگریزی کا فرض بالکل واضح ہے۔ ہمارے قریب ترین ہمسایہ ملک میں جو ایک سال سے جنگ وجدل کا بازار گرم ہے، اس سے ہندوستان اور افغانستان یکساں طور پر نقصان اٹھا رہے ہیں۔ گورنمنٹ انگریزی کا فرض ہے کہ ہندوستان اور افغانستان کے باشندوں کی متحدہ خواہشات کے مطابق سپہ سالار غازی جنرل محمد نادر خاں کو افغانستان کا جائز بادشاہ تسلیم کرنے میں کسی قسم کی تاخیر و التوا کو راہ نہ دے۔

آخر میں ہم دست بدعا ہیں۔ اے خدا! افغانستان کی مشکلات کو آسان کر دے اور سپہ سالار غازی کو توفیق دے کہ ان کی ہمت وکوشش سے ملتِ افغان اپنے اسلامی شرف و وقار کو دنیا میں قائم رکھ سکیں۔

دستخط

سر میاں محمد شفیع۔ سر علامہ محمد اقبال۔ خان سعادت علی خاں۔ خلیفہ شجاع الدین۔ خواجہ فیروز الدین احمد بیرسٹرایٹ لا۔ میاں عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لا۔ مولانا غلام رسول مہر۔ مولانا عبدالمجید سالک۔ سید حبیب آف ''سیاست''۔ ملک لال دین قیصر۔ حاجی شمس الدین۔ ملک برکت علی ایم اے۔ پروفیسر عبدالقادر شاہ ایم اے۔ مولوی غلام محی الدین خان۔ ملک میراں بخش (سوداگر چوب)۔ چودھری دین محمد (رئیس اعظم)۔ چودھری عبدالکریم (میونسپل کمشنر)۔ چودھری فتح شیر (میونسپل کمشنر)۔ مولوی فیروز الدین مالک فیروز پرنٹنگ پریس۔ سید محسن شاہ۔

(انقلاب۔ جلد۴۔ نمبر ۱۰۹۔ چہارشنبہ۔ ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

افغانستان ہلال احمر فنڈ

سوداگران چرم لاہور

۔۔۔آج کا وفد جو ڈاکٹر سر محمد اقبال، خان سعادت علی خاں، میاں عبدالعزیز اور حاجی شمس الدین پر مشتمل تھا، لاہور کے سوداگرانِ چرم کی خدمت حاضر ہوا۔۔۔

پائی آنے روپے

۔۔۔آج تک کی صحیح میزان ۰---۱۱---۱۸۴۵ ہے۔ دردمند مسلمان تمام رقوم ''مسلم بینک لاہور'' اور اس کی شاخوں میں جمع کروائیں۔

(عبدالمجید قرشی، سکریٹری)

(انقلاب۔جلد۴۔نمبر۱۱۵۔چہارشنبہ۔۳۰ اکتوبر ۱۹۲۹ء)[۱۶۳]

نادر خان ہلالِ احمر فنڈ کے لئے محمد جمیل صاحب کے دس روپے کا چندہ ملتا ہے۔علامہ شکریئے کے طور پر انہیں ۴نومبر ۱۹۲۹ءکوانگریزی میں مکتوب بھیجتے ہیں۔متن درج ذیل ہے:

> ہلالِ احمر فنڈ کے لئے دس روپے کے عطیے کا شکریہ۔مجھے امید ہے احبابِ بنگلور جن سے میں نے اس سلسلے میں اعانت کی درخواست کی ہے فراخ دلی سے چندہ دیں گے۔ہمارے اٹک پار کے بھائیوں کی طرف سے جو ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے وہ ان حضرات کو یاد دلایئے۔افغانستان کا استحکام مسلمانانِ ہندوستان اور وسطی ایشیا کے لئے وجہ جمعیت وتقویت ہے۔بچہ سقہ اپنے گیارہ ساتھیوں سمیت قتل ہو چکا ہے اور نادرخان بادشاہ بتدریج استحکام حاصل کررہے ہیں۔میرے خطبات مکمل ہو چکے ہیں۔[۱۶۴]

یادرہے کہ اس مکتوب کے تحریر سے ایک روز بیشتر ۳نومبر ۱۹۲۹ء بمطابق ۱۱عقرب ۱۳۰۸ھ ش کو بچہ سقہ اوران کے درج ذیل ساتھیوں کو پھانسی دی گئی۔

۱۔ حمیداللہ(بچہ سقہ حبیب اللہ کا بھائی)
۲۔ سید حسین وزیر جنگ
۳۔ ملک محسن گورنر کابل
۴۔ شیر جان وزیر دربار
۵۔ محمد صدیق فرقہ مشر(فوجی سربراہ)
۶۔ محمد محفوظ قوماندان امنیہ
۷۔ قلعہ بیگی وغیرہ[۱۶۵]

افغانستان میں اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کے برسراقتدار آنے کے بعد کابل میں مجلس امدادیہ ملی کا قیام عمل میں آتا ہے۔حکومت کی یہ خبر ۹نومبر ۱۹۲۹ءکے اخبارات کی زینت بنتی ہے۔

کابل میں مجلس امدادیہ ملیّ کا قیام۔حکومت کے استحکام کے
لیے فراہمی سرمایہ
(کابل سے''انقلاب'' کے لیے خاص برقی پیغام)

کابل ۷نومبر۔مولانا عزیز ہندی سکریٹری مجلس امدادیہ ملیّ کابل سے بذریعہ برقی پیغام رقم

طراز ہیں:

نوجوان افغانوں نے افغانستان کے لیے سرمایہ فراہم کرنے کی غرض سے کابل میں مجلس امدادیہ ملّی قائم کی ہے۔مجلس مذکور برادرانِ ہند کی گراں بہا اور بروقت امداد کا اعتراف اور ان تمام حضرات کا بے حد شکریہ ادا کرتی ہے، جن کی سرگرمیاں اس نازک حالت میں حکومتِ افغانستان اور قوم افغان کی بہبود کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔مجلس مذکور کی طرف سے میں استدعا کرتا ہوں کہ آپ ہمارے ساتھ تعلقات قائم کریں۔

''انقلاب''۔اس مضمون کا ایک تار جناب علامہ اقبال (صدر مجلس ہلال احمر لاہور) کی خدمت میں بھی موصول ہوا ہے۔یہ بے انتہا مسرت کا مقام ہے کہ کابل کے نوجوان افغانوں نے اپنی حکومت کی مشکلات محسوس کر کے فراہمیِ سرمایہ کا کام شروع کر دیا ہے۔ہم خواجہ غلام محمد عزیز ہندی امرتسری کو یقین دلاتے ہیں کہ تمام بہی خواہان افغانستان اس سعی میں ان کے ہم قدم ہوں گے۔۔۔۔

(انقلاب۔جلد۴۔نمبر۱۲۳۔شنبہ۔۹ نومبر ۱۹۲۹ء)

چنانچہ مخیّر حضرات کی طرف سے دل کھول کر نادر خاں ہلال احمر فنڈ میں عطیات جمع ہوتے ہیں۔

نادر خاں ہلال احمر فنڈ میں سات ہزار سے زیادہ روپیہ فراہم
ہوگیا۔محفوظ سرمایۂ تنظیم کی باضابطہ وصولی

۔۔۔۔راقم الحروف نے محفوظ سرمایۂ تنظیم کے معاونین کرام کی مخصوص اجازت کے مطابق تمام جمع شدہ روپیہ افغانستان ہلال احمر سوسائٹی لاہور کے نام منتقل کر دیا تھا تاکہ اسے غازی محمد نادر خاں کی خدمت میں بھیج دیا جائے۔آج مسلم بینک امرتسر نے ۵۴۶ روپے ۴ آنے ۵ پائی کی رقم باضابطہ طور پر نادر خاں ہلال احمر فنڈ میں منتقل کر دی ہے۔دلّی امرتسر سنٹرل کوآپریٹو بنک امرتسر سے خط و کتابت ہو رہی ہے۔۔۔۔

کل میزان ۷،۳۷۷ روپیہ ۱۱(آنے)۵ پائی۔

تمام رقوم مسلم بنک لاہور اور اس کی شاخوں میں بھیجی جائیں۔(عبدالمجید قرشی،سکریٹری افغانستان ہلال احمر سوسائٹی'لاہور)

(انقلاب۔جلد۴۔نمبر۱۲۸۔جمعہ ۱۵ نومبر ۱۹۲۹ء)

برطانیہ عظمیٰ مجبور ہو جاتی ہے کہ جدید افغانستان کو تسلیم کرے چنانچہ وزیر خارجہ کابل کے نام برطانیہ عظمیٰ کا پیغام جاری ہوتا ہے جس کی کاپیاں وزیر خارجہ کے ساتھ ساتھ حضرت علامہ اقبال اور دیگر اہل درد حضرات کو بھی ملتے ہیں۔

برطانیہ عظمیٰ نے جدید حکومت افغانستان کو تسلیم کر لیا۔

مسٹر ہینڈرسن کا پیغام وزیر خارجہ کابل کے نام

۔۔۔۔رگبی ۱۵ نومبر۔ مسٹر آرتھر ہینڈرسن وزیر خارجہ برطانیہ نے وزیر خارجہ کابل کے نام حسب ذیل برقی پیغام ارسال کیا ہے:

''میں ہز میجسٹی کی گورنمنٹ یعنی دولت متحدہ اور حکمت ہند کی طرف سے اور ہز میجسٹی کی حکومتوں یعنی کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کی کامن ویلتھ، جنوبی افریقہ کی یونین اور آئرلینڈ کی آزاد حکومت کے ایما سے یور ایکسیلینسی کو مطلع کرتا ہوں کہ مذکورہ حکومتیں اس حکومت کے بادشاہ محمد نادر شاہ کو جو بادشاہ محمد نادر شاہ نے افغانستان میں قائم کی ہے' تسلیم کرتی ہوئی اس مخلصانہ امید کا اظہار کرتی ہیں کہ پہلے کی طرح جدید حکومت کے ساتھ بھی محبانہ تعلقات جاری رہیں گے۔''

پیغامات تبریک وتہنیت

بخدمت جلالت مآب وزیر خارجہ افغانستان

''بیرونی حکومتوں اور علی الخصوص برطانیہ کی طرف سے تسلیمِ حکومت پر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں مخلصانہ مبارک باد عرض کر دیجیے۔''

مندرجہ صدر مضمون کے برقی پیغامات آج حضرت علامہ اقبال' حضرت سعادت علی خاں صاحب، حاجی میر شمس الدین صاحب، افغانستان ہلال احمر اور ادارہ ''انقلاب'' کی طرف سے وزیر خارجہ افغانستان کی خدمت میں بھیجے گئے ہیں۔

(انقلاب۔ جلد۴۔ نمبر۱۳۱۔ سہ شنبہ۔ ۱۹ نومبر ۱۹۲۹ء)

۲۸ نومبر ۱۹۲۹ء انقلاب جلد نمبر ۱۳۹ پنجشنبہ کی خبر۔

لاہور سے کل رقم افغانوں کی امداد کے لئے روانہ ہوئی تھی۔ ۵-۱۱-۸۱۱۲ روپے۔

نادر خاں فنڈ کابل پہنچ جاتا ہے اور وہاں سے مجلس امدادیہ ملی کی جانب سے علامہ کے نام خط بھی آتا ہے۔

نادر خاں ہلال احمر فنڈ۔ آٹھ ہزار روپیہ کابل پہنچ گیا۔ مجلس

امداد یہ ملیّ کا خط علامہ اقبال کے نام

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ لاہور میں نادر خاں ہلال احمر فنڈ کے نام سے ایک سرمایہ جمع کیا گیا تھا۔ ہلال احمر فنڈ کی مجلس نے اس سرمایہ کے متعلق ارباب حکومت افغانستان اور مجلس امداد یہ ملیّ کابل سے خط و کتابت کی اور بالآخر آٹھ ہزار روپیہ خواجہ ہدایت اللہ خاں صاحب جنرل قونصل افغانی (مقیم شملہ) کی وساطت سے افغانستان بھیج دیا گیا۔ حال ہی میں جناب محمد ابراہیم صاحب رئیس مجلس امداد یہ ملیّ اور جناب محمد اسلم صاحب بلوچ ناظم مجلس کی جانب سے حضرت علامہ اقبال مدظلہ العالی کی خدمت میں ایک مکتوب موصول ہوا ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں کہ مبلغ آٹھ ہزار روپیہ وزارت خارجہ افغانستان سے مجلس کو وصول ہو چکا ہے۔ اعلیٰ حضرت غازی اور ملت افغانستان برادرانِ ہند کی اس ہمدردی کی بہت قدر کرتے ہیں۔

اس مکتوب میں ان دونوں حضرات نے علامہ اقبال کی اس تعلیم کو بے انتہا سراہا ہے کہ مسلمانون کو وطنیت وقومیت کے جال میں نہ پھنسنا چاہیئے بلکہ اول و آخر مسلمان ہی رہنا چاہیے۔ آخر میں لکھا ہے کہ افغانستان کے باشندے آپ کی (علامہ اقبال کی) زیارت کا بے انتہا اشتیاق رکھتے ہیں اور اگر آپ یہاں تشریف لائیں تو حکومت وملت دونوں کی طرف سے آپ کی نہایت مخلصانہ عزت و پذیرائی کی جائے گی۔

(انقلاب۔ جلد ۵۔ نمبر ۴۸۔ پنج شنبہ۔ یکم اگست ۱۹۳۰ء)

اس دوران افغانستان کے سفیر اعلیٰ لاہور تشریف لاتے ہیں اور حضرت علامہ ان کی خدمت میں ضیافت کا اہتمام کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو روزنامہ انقلاب لاہور کی خبر۔

افغانستان کے سفیر اعلیٰ کی تشریف آوری

لاہور ۲۸ جنوری۔ آج صبح آٹھ بجے افغانستان کے سفیر اعلیٰ جلالت مآب ہدایت اللہ خاں صاحب دہلی سے لاہور تشریف لائے۔ قونصل خانہ افغانستان کے میر منشی جناب محمد فاضل ساتھ تھے۔ جلالت مآب ہدایت اللہ خاں صاحب قبل ازیں روس، ترکی اور ایران میں رہ چکے ہیں۔ دور انقلاب میں جلالت مآب نے ملک وملت کی فلاح و بہبود کے لیے جو فدا کاریاں کیں، وہ فدا کارانِ افغانستان کی تاریخ کا نہایت شان دار باب ہیں۔ جلالت مآب نے ہزارہ قبائل میں نہایت شان دار کام کیا اور آخر تک بچہ سقہ کے مقابلے میں ڈٹے رہے۔ بچہ سقہ نے ان کی گرفتاری کے لیے ایک لاکھ روپے کا انعام مقرر کیا، بعد ازاں حکم دے دیا کہ انہیں جس طرح بھی

ہو شہید کر دیا جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ جلالت مآب کا حامی و ناصر تھا اور آپ بالکل محفوظ رہے۔ جلالت مآب دو تین روز لاہور میں قیام فرمائیں گے۔ اس وقت سٹفلز ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ آج شام کو حضرت علامہ اقبال کے یہاں دعوت طعام ہے۔ کل چار بجے سر شفیع کے یہاں دعوت چائے ہوگی، غالباً کل شام کو مولانا غلام محی الدین صاحب قصوری کے ہاں کھانا ہوگا۔ کل ساڑھے گیارہ بجے کے قریب بعض اخبارات کے نمائندوں کو انٹرویو کے لیے وقت دیا گیا ہے۔

(انقلاب۔ جلد۴۔ نمبر۱۸۹۔ پنج شنبہ۔ ۳۰ جنوری ۱۹۳۰ء۔)

لاہور میں افغانستان کے قونصل جنرل کے مصروفیتوں کے رپورٹس مسلسل اخبارات میں شائع ہوتے رہیں۔ اس دوران حضرت علامہ کی ان پروگراموں میں شمولیت اوران کی کردار کا خصوصی تذکرہ ملتا ہے۔

لاہور میں قونصل جنرل افغانستان کی مصروفیتیں

لاہور ۲۸ جنوری۔ آج جلالت مآب ہدایت اللہ خاں صاحب قونصل جنرل افغانستان نے بعض مقامی معزز احباب سے ملاقات فرمائی اور شام کو حضرت علامہ اقبال کے ہاں کھانا تناول فرمایا۔ اس مختصر صحبت ضیافت میں جلالت مآب اوران کے سکریٹری منشی محمد فاضل صاحب، مولانا شوکت علی صاحب، چودھری محمد حسین صاحب، مدیران ''انقلاب'' اور مسٹر شمس الدین حسن مدیر ''خاور'' شریک تھے۔ مسائل مہمہ پر مذاکرے کا سلسلہ دیر تک جاری رہا اور سب احباب قونصل جنرل صاحب کی فراست ودانش مندی اور خیر خواہی سے بہت متاثر ہوئے۔۔۔۔

(انقلاب۔ جلد۴۔ نمبر۱۹۰۔ جمعہ۔ ۳۱ جنوری ۱۹۳۰ء۔)

جناب قونصل جنرل کی مصروفیتیں

لاہور ۳۰ جنوری۔ جلالت مآب قونصل جنرل افغانستان نے آج بھی بعض سے فرداً فرداً ملاقات فرمائی۔ پانچ بجے سٹفلز ہوٹل میں مجلس خلافت پنجاب کی طرف سے آپ کو دعوت چائے دی گئی جس میں علامہ اقبال، سر محمد شفیع، میاں عبدالعزیز صدر بلدیہ لاہور، مولانا شوکت علی اور دیگر معززین واکابر کے علاوہ مالک و مدیر ''مسلم آؤٹ لک'' مولانا سالک' مولانا سید حبیب اور تمام کارکنان خلافت بھی موجود تھے۔۔۔۔۔

(انقلاب۔ جلد۴۔ نمبر۱۹۱۔ شنبہ۔ یکم جنوری ۱۹۳۰ء)[۱۶۶]

۴ مارچ ۱۹۳۰ء کو ایک بار پھر محمد جمیل صاحب سے ایک اور مکتوب میں افغانستان میں امن و

امان اور محمد نادرشاہ سے متعلق خوش بینی کا اظہار یوں کرتے ہیں:

''۔۔۔افغانستان میں دوبارہ امن قائم ہوتا جاتا ہے نادرخان ملک کو شاہراہِ ترقی پر ڈالنے کی بے حد کوشش فرما رہے ہیں۔ وہ افغانوں کے محبوب ہیں۔ اور نیم پنجابی بھی۔ ان کی والدہ لاہور میں پیدا ہوئیں اور یہیں پرورش پائی۔ (۱۶۷)

نادرخان غازی علامہ سے دیرینہ رفاقت کا حق ادا کرتے ہوئے انہیں افغانستان آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ جس کی تفصیلات پر علامہ کے سفرِ افغانستان کے عنوان میں تحقیق کی جائے گی۔ بدھ ۸نومبر ۱۹۳۳ء بمطابق ۱۶عقرب ۱۳۱۲ھ ش کابل کے دلکشا میں اعلیٰحضرت محمد نادرخان کو شہید کیا جاتا ہے اور حضرت علامہ ۱۵/ نومبر ۱۹۳۳ء کو نادرشاہ شہید کے جانشین محمد ظاہر شاہ اور وزیر اعظم افغانستان کو تعزیتی خطوط بھجواتے ہیں۔

محمد ظاہر شاہ کے نام علامہ کے مکتوب کا تذکرہ ان کے عنوان کے تحت کیا جائے گا البتہ نادر شاہ کی شہادت پر افغانستان کے وزیرِ اعظم کے نام علامہ کے تعزیتی مکتوب کا متن درج ذیل ہے:

> میں نے اعلیٰحضرت محمد نادرشاہ کے غدارانہ قتل کی خبر سے نہایت شدید رنج و اندوہ محسوس کیا۔ اللہ تعالیٰ اعلیٰحضرت شہید کی روح کو خلعتِ مغفرت عطا فرمائے۔ آپ نجات دہندۂ افغانستان اور زمانۂ حاضر کے جلیل ترین حکمرانوں میں سے تھے اور آپ کے انتقال کا نقصان تمام دنیائے اسلام میں محسوس کیا جائے گا۔ اعلیٰحضرت شہید کی ذاتی شجاعت، ذاتی تقویٰ اور اسلام اور افغانستان سے محبت آئندہ نسلوں کے لئے بہت بڑی ہمت افزائی اور تحریک عمل کا باعث ہوگی۔ ازراہِ نوازش میری طرف سے دلی ہمدردی کا اظہار اعلیٰحضرت محمد ظاہر شاہ، سردار شاہ محمود خان اور دیگر افرادِ خاندان شاہی کی خدمت میں پہنچا دیجیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اس صدمے میں صبر و ثبات کی توفیق عطا فرمائے۔ (۱۶۸)

۱۹۳۴ء میں جمال الدین احمد (بی اے آنرز) اور محمد عبدالعزیز نے افغانستان پر انگریزی زبان میں ایک کتاب لکھی۔ مقدمہ لکھنے کے لئے ان کی نگاہِ انتخاب علامہ اقبال پر پڑی۔ علامہ نے اس کتاب کے دیباچے کو تحریر کیا۔ جس کے فارسی ترجمے کو بعد میں مجلّہ کابل نے اہتمام سے شائع کیا۔ اس میں بھی اعلیٰحضرت محمد نادرشاہ غازی کا تذکرہ موجود ہے۔ علامہ لکھتے ہیں:

> از من خواہش شد دو سہ سطری بہ عنوان مقدمہ در اطراف این کتاب گراں قیمت کہ

راجع بہ افغانستان نگارش یافتہ بہ نوسیم این تکلیف رابنظر رضا واستحسان می نگرم زیرا سرور وعلاقہ ام باافغانستان نہ تنہا از جہتی است کہ من افغانہا را دایما یک ملت غیورو دارای قوۂ خستہ گی ناپیذیر درزندگی میدانم بلکہ شرفیای بحضور اعلیٰحضرت شہید محمد نادر شاہ غازی آن پادشاہ صاحبِ شمشیر وتدبیر بیشتر مرا قانع نمودہ کہ نبوع اودر پیکر ملت افغان روح تازہ دمید وچشمِ ملت رابمنظر عالم امروزہ باز نمودہ۔ (۱۶۹)

ترجمہ: ''مجھ سے کہا گیا ہے کہ افغانستان پر اس نفیس کتاب کے پیشِ گفتار کے طور پر چند سطریں لکھ دوں۔ مجھے اس فرمائش کے پورا کرنے میں خوشی محسوس ہو رہی ہے نہ صرف اس لئے کہ میں افغانوں کا ایک جفاکش اور سخت کوش جاندار قوم کی حیثیت سے احترام کرتا ہوں بلکہ اس لیئے بھی کہ مرحوم نادرشاہ کو شخصی طور سے جاننے کی عزت بھی مجھے حاصل ہے۔ وہ مجاہد سیاست دان جسکی شخصیت نے اس کی قوم میں ایک نئی جان ڈال دی اور جدید دنیا کو سمجھنے کے لئے نئی نظر بخشی۔''(۱۷۰)

علامہ سے نادرشاہ کے قریبی مراسم اور نادرشاہ سے اقبال کی عقیدت کا یہ عالم ہے کہ جاوید منزل میں علامہ کی خوابگاہ میں علامہ کے سرہانے اپنی بڑی سائز کی تصویر کے علاوہ دائیں جانب محمد نادرشاہ غازی اور بائیں جانب سر راس مسعود کے نسبتاً چھوٹے سائز کی تصاویر رکھی ہیں جو آج تک اسی حالت میں محفوظ ہیں۔

اعلیٰحضرت نادرشاہ کے بعد افغانستان میں سیاسی حوالے سے علامہ کے قریبی مراسم ان کے جانشین المتوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ سے رہے تھے۔

اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ سے علامہ کی پہلی ملاقات اس وقت ہوئی تھی جب اعلیٰ حضرت کی عمر ابھی صرف تقریباً دس سال ہی تھی۔ جولائی ۱۹۲۴ء میں جب اعلیٰ حضرت محمد نادر خاں پیرس جا رہے تھے اور لاہور میں ایک روز کا قیام کیا تھا علامہ نے ان سے ملاقات کی تھی اور اس ملاقات میں اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ اپنے والد کے ساتھ تھے۔ اس ملاقات کا تذکرہ علامہ کے ایک مکتوب بنام چودھری محمد حسین بابت ۱۶ جولائی ۱۹۲۴ء میں موجود ہے۔

''جنرل نادر خاں صاحب نے لاہور میں ایک روز قیام کیا۔ وہ اردو بہت اچھی بولتے ہیں اور نہایت بے تکلف اور سادہ آدمی ہیں۔ کل شام میں نیڈو ہوٹل میں ان سے ملا۔ وہ خود ہی میرے مکان پر آنے والے تھے۔ چٹھی میرے نام کی لکھ کر بھیجنے والے تھے کہ میں خود وہاں جا پہنچا۔ ان کی

دعوت چائے کی تھی اور مجھے بھی میزبان نے مدعو کیا تھا۔ نہایت اخلاص اور محبت سے ملے اور جب میں نے ان کی عسکری قابلیت کی تعریف کی تو کہا آپ نے جو کچھ لکھا ہے' دنیا کی کوئی توپ اور بندوق اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ایک ایک لفظ ایک ایک بیٹری کا حکم رکھتا ہے۔ وہ پیرس میں سال یا دو سال رہیں گے۔ اپنے چھوٹے بچے کو بھی ساتھ لے جا رہے ہیں جس کی عمر تقریباً دس سال کی ہو گی............''(۱۷۱)

ویسے بھی جب اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی افغانستان کا حکمران بنا اور محمد ظاہر خان جب بھی ہندوستان کا سفر کرتے۔ افغان سفارت خانہ میں ان کی آمد اور دیگر مصروفیات کا برقی تار دیگر محکمہ جات کے علاوہ حضرت علامہ کو بھی ارسال کیا جاتا۔ اس حوالے سے ملاحظہ ہو روزنامہ ''انقلاب'' لاہور کی چند خبریں۔

محمد نادر شاہ غازی کے جگر بند کا نزول اجلال۔ والاحضرت شہزادہ محمد ظاہر خاں

افغان قونصل جنرل ہندوستان دہلی کی طرف سے ایک برقی پیغام موصول ہوا ہے کہ اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کے شہزادہ عالی قدر ہز ہائی نس محمد ظاہر خاں ۶۔ اکتوبر کو (فرانس سے) بمبئی تشریف لا رہے ہیں۔ افغانستان تشریف لے جاتے ہوئے ہز ہائی نس جب دہلی سے روانہ ہوں تو آپ کو اطلاع دی جائے گی۔

اس مضمون کا ایک تار حضرت علامہ اقبال مدظلہ العالی کی خدمت میں بھی موصول ہوا ہے۔

(انقلاب۔ جلد ۵۔ نمبر ۹۷۔ پنجشنبہ۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۰ء)

شہزادہ محمد ظاہر خاں کا بمبئی میں نزول اجلال۔ ۹۔ اکتوبر کو لاہور سے گذریں گے

بمبئی۔ ۵ اکتوبر۔ ہدایت اللہ خاں قونصل جنرل افغانستان متعینہ دہلی' حسب ذیل برقی پیغام ارسال فرماتے ہیں۔

ہز ہائی نس شہزادہ محمد ظاہر خاں فرزند ارجمند اعلیٰ حضرت شہریار محمد نادر شاہ غازی ۸۔ اکتوبر کو فرنٹیئر میل میں بمبئی سے روانہ ہوں گے۔ شدت گرما کے باعث سیدھے پشاور تشریف لے جائیں گے اور ۹۔ اکتوبر کو شام کے وقت لاہور میں نزولِ اجلال فرمائیں گے۔

اس مضمون کا ایک برقی پیغام علامہ سر محمد اقبال کی خدمت میں بھی موصول ہوا ہے۔

(انقلاب۔ جلد ۵۔ نمبر ۱۰۰۔ سہ شنبہ۔ ۷ اکتوبر ۱۹۳۰ء)

والاحضرت شہزادہ محمد ظاہر خاں کی تشریف آوری

لاہور ریلوے اسٹیشن پر مسلمانوں کا ہجوم۔ اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی زندہ باد کے نعرے

لاہور۔ ۹۔ اکتوبر۔ آج ساڑھے نو بجے (شب) فرنٹیئر میل سے والاحضرت شہزادہ محمد ظاہر خاں اطال اللہ عمرہ، لاہور ریلوے اسٹیشن پہنچے۔ ہزار ہا مسلمان آپ کی زیارت کے لیے دیوانہ وار ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔

خان سعادت علی خاں صاحب سکریٹری انجمن اسلامیہ پنجاب اور حضرت محمد اقبال مدظلہ تعالیٰ کی دعوت پر شہر کے متعدد اکابر بھی موجود تھے، جن میں خاں صاحب موصوف اور حضرت علامہ کے علاوہ چودھری دین محمد صاحب، چودھری فتح محمد صاحب، چودھری عبدالکریم صاحب، خاں بشیر حسین خاں صاحب، میر سردار حسین صاحب، حکیم سید ظفریاب علی صاحب، میاں محمد دین (حزب الاحناف)' سید عنایت علی شاہ صاحب، مولانا غلام مرشد، مولانا نجم الدین اور دیگر علمائے کرام، شہزادہ احمد علی درانی، شہزادہ صالح محمد خاں، شہزادہ محمد یوسف جان، سردار عبدالرحمٰن محمد زائی اور دیگر شہزادگان ومعززین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

قونصل جنرل صاحب دہلی اور قونصل جنرل صاحب بمبئی منشی محمد فاضل صاحب اور دیگر احکام افغانی والاحضرت کے ہم رکاب تھے۔ مولانا سید حبیب نے شہزادہ صاحب اوران کے رفقاء کے لیے نہایت پُر تکلف کھانے کا انتظام کیا تھا۔

تمام معززین واحباب مخلصین نے شہزادہ صاحب کو پھولوں کے بے شمار ہار پہنائے اور مسلمانوں کے پے در پے نعروں سے اسٹیشن گونج اٹھا۔ والاحضرت نے حضرت علامہ اقبال، خان سعادت علی خاں، مولانا سالک، مولانا مہر، میر حبیب اللہ (صاحب زادہ حاجی شمس الدین صاحب) اور دیگر اصحاب سے نہایت پرتپاک ملاقات فرمائی اور آخر میں مولانا سالک سے ارشاد فرمایا کہ میری طرف سے سب مسلمانوں کی اس تکلیف فرمائی اور محبت کا شکریہ ادا کر دیجیے۔ چنانچہ مولانا سالک نے حکم کی تعمیل میں والاحضرت کی طرف سے مسلمانوں کا دلی شکریہ ادا کیا۔

والاحضرت نے عام مسلمانوں سے نہایت برادرانہ تپاک اور مخلصانہ گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور چند ہی لمحے میں ہر شخص کو اپنے اخلاق عالیہ کا گرویدہ بنالیا۔ اللہ تعالیٰ والاحضرت کو صاحب عمر واقبال کرے اوران کی ذات کو افغانستان اور عالم اسلام کے لیے باعث برکات بنائے۔

(نامہ نگار)

(انقلاب۔ جلد ۵۔ نمبر ۱۰۴۔ شنبہ۔ ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء)

مثنوی مسافر میں اعلیٰحضرت محمد ظاہر شاہ کو پادشاہِ اسلام کا خطاب دیا گیا ہے اور ان کے نام ایک طویل فارسی نظم موجود ہے۔ (۱۷۳)

نومبر ۱۹۳۳ء میں اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ غازی کی شہادت سے اقبال انتہائی رنجیدہ ہوئے تھے۔ اعلیٰحضرت محمد ظاہر شاہ کے نام اپنے ایک تعزیتی مکتوب میں شہید موصوف سے اپنے تعلق اور محمد ظاہر شاہ سے اظہارِ ہمدردی یوں کرتے ہیں:

۱۵ نومبر ۱۹۳۳ء

اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ کے قتل کی خبر سے مجھے ذاتی حیثیت سے بے حد صدمہ پہنچا ہے۔ اعلیٰحضرت شہید کی خدمت میں گذشتہ کئی سال سے مجھے نیاز حاصل تھا اور میں ان کی شفقت اور محبت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ شہید کی روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور آپ کے لئے اس جلیل القدر شہید کی یاد موجبِ رہنمائی ہو اور اللہ تعالیٰ آپ کو افغانستان کی خدمت کے لئے مدتِ دراز تک زندہ رکھے۔ ملتِ افغانی نے اتفاق آراء سے آپ کے حضور میں اطاعت کر کے جس دانشمندی اور جذباتِ تشکر کا ثبوت دیا ہے اس کی تحسین میں ساری دنیا ہم زبان و ہم آہنگ رہے گی۔ (۱۷۴)

اور اقبال کی یہ دعا قبول ہوئی اور الحمد اللہ آج تک اعلیٰحضرت محمد ظاہر شاہ نے افغانستان کی خدمت کے لئے دراز عمر پائی ہے۔ موصوف نے اپنے والد کی شہادت پر حضرت علامہ کے تعزیتی مکتوب کا جواب یوں ارسال کیا:

کابل ۲۳ نومبر

از اظہار تعزیت و تالم شما بہ نسبت شہادت دردناک اعلیٰحضرت محبوب افغانستان محمد نادر شاہ غازی متشکرم۔

محمد ظاہر خان (۱۷۵)

علامہ کے نام اعلیٰ حضرت کے اس تار کی خبر کو روزنامہ انقلاب نے مکمل کوریج دی ہے۔

اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کا تار۔

حضرت علامہ اقبال کے پیغام تعزیت کا جواب

حضرت علامہ اقبال کے برقیۂ تعزیت کے جواب میں اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ خلد اللہ ملکہ و

سلطنۃ‘ نے مندرجہ ذیل تار بزبان فارسی بھیجا ہے:۔

(فارسی ورژن اوپر درج کیا گیا)

اردو ترجمہ ذیل ہے:

آپ نے اعلیٰ حضرت غازی محمد نادر شاہ محبوب افغانستان کی شہادت پر جو اظہار رنج وافسوس کیا ہے ،اس کے لیے ہم آپ کے شکر گذار ہیں۔

(انقلاب۔جلد ۸۔نمبر ۱۶۵۔چہار شنبہ۔۱۵ نومبر ۱۹۳۰ء)

شہریار افغانستان اور صدر اعظم کے تار۔حضرت علامہ اقبال کے نام

حضرت علامہ اقبال کے نام اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ کا جو تار اشاعتِ دیروزہ میں شائع ہو چکا ہے‘ وہ پرائیوٹ تھا، مندرجہ ذیل تار ’’دارالتحریر شاہی کابل‘‘ کی طرف سے موصول ہوا ہے، جسے اعلیٰ حضرت کا سرکاری جواب سمجھنا چاہیے۔

’’اعلیٰ حضرت ہمایوئی از ہمدردی وتعزیت شما بہ نسبت شہادت مونسہ اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی وحسن عقیدت تاں بہ نسبت جلوس شاہانہ شاں ممنونیت وقدر دانی فرمودند۔‘‘

ترجمہ:۔اعلیٰ حضرت ہمایونی اس ہمدردی وتعزیت پر جو آپ نے اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کی الم انگیز شہادت پر ظاہر کی ہے اور اس حسن عقیدت پر جس کا اظہار آپ نے جلوس شاہانہ پر فرمایا ہے‘ ممنون ہیں اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

صدر اعظم کا تار

صدر اعظم والاحضرت ہاشم خاں کا جواب درج ذیل ہے:

از اظہاراتِ تعزیت و ہمدردی صمیمانہ شما نسبت بہ شہادت بادشاہ نامدار ومحبوب افغانستان ذات شاہانہ وخدام ووزیر صاحب حربیہ وتمامی فیملی شاہی تشکر وقدردانی می نماید۔

ترجمہ:۔آپ نے افغانستان کے نام دار ومحبوب بادشاہ کی شہادت پر تعزیت و ہمدردی کے جن مخلصانہ جذبات کا اظہار کیا ہے، ان کے لیے اعلیٰ حضرت بادشاہ سلامت، خدام حضور، وزیر صاحب حربیہ (شاہ محمود خاں) وسارا خاندان شاہی تشکر وقدر دانی کا اظہار کرتا ہے۔

صدر اعظم صاحب کا تار کابل سے آیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کابل پہنچ چکے ہیں۔

(انقلاب۔جلد ۸۔نمبر ۱۶۶۔پنجشنبہ ۱۶ نومبر ۱۹۳۳ء)[۱۷۶]

مئی ۱۹۳۵ء میں علامہ کی رفیقۂ حیات کی وفات پر اعلیٰحضرت محمد ظاہر شاہ کی ہمدردی و تعزیت کا مکتوب بھی حصۂ تاریخ بن چکا ہے۔ ہندوستان میں مملکتِ افغانستان کے قونصل خانہ کے قونصل سردار صلاح الدین سلجوقی کو ہدایت کی کہ وہ بذاتِ خود علامہ کے پاس جا کر ان کو میری طرف سے تعزیتی پیغام پہنچائے۔

علامہ ۱۵ جون ۱۹۳۵ء کے ایک مکتوب میں سید راس مسعود سے اس تعزیتی تار کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

> کل اعلیٰحضرت ظاہر شاہ کا تار اور تعزیتی خط آیا تھا۔ اور آج سردار صلاح الدین سلجوقی اعلیٰحضرت کا زبانی پیغام لائے ہیں۔ بہت حوصلہ افزا اور دل خوش کن پیغام ہے۔ (۱۷۷)

۲۱/ اپریل ۱۹۳۸ء کو علامہ کے وفات پر

۲۴ اپریل ہی کو سردار محمد ہاشم خاں صدر اعظم افغانستان کا تعزیتی تار روزنامہ انقلاب لاہور کے مدیر کو ارسال ہوتا ہے:

لاہور ۲۴- اپریل: عالی قدر جلالت مآب حضرت افخم سردار محمد ہاشم خاں صدر اعظم افغانستان نے مدیر روزنامہ ''انقلاب'' کے نام حسب ذیل تار ارسال فرمایا ہے:

علامہ اقبال کے انتقال سے متعلق آپ کا تار موصول ہوا، جس سے بے حد صدمہ ہوا۔ مرحوم کے پسماندوں سے میری طرف سے ہمدردی اور افسوس کا اظہار کیجیے اور انہیں تسلی دیجیے۔ مغفور کے فرزند ارجمند کے نام علیحدہ تار بھی ارسال کیا گیا ہے۔

(انقلاب۔ جلد ۱۳۔ نمبر ۳۷۔ سہ شنبہ ۲۶ اپریل ۱۹۳۸ء۔ ہفتہ وار ایڈیشن) (۱۷۸)

اس کے بعد اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ نے اپنی تعزیت کا اظہار کیا۔

ہندوستان کے مایہ ناز فرزند حکیم مشرق علامہ اقبال کی وفات حسرت آیات کی اطلاع اعلیٰ حضرت تک پہنچائی گئی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے اس خبر کو سن کر بے حد تالم و تاسف کا اظہار کیا۔ (۱۷۹)

(انقلاب۔ جلد ۱۳۔ نمبر ۴۲ سہ شنبہ۔ ۳ مئی ۱۹۳۸ء۔ ہفتہ وار ایڈیشن)

اس کے بعد اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ نے اپنی تعزیت کا اظہار کیا:

لاہور یکم مئی: عالی قدر جلالت مآب محمد نوروز خاں سرمنشی اعلیٰ حضرت ہمایونی افغانستان نے کابل سے مدیر ''انقلاب'' کے نام حسب ذیل تار ارسال کیا ہے۔

(مندرجہ بالا)

(انقلاب۔ جلد۱۳۔ نمبر۴۲ سہ شنبہ۔۳ مئی ۱۹۳۸ء۔ ہفتہ وار ایڈیشن) [۱۸۰]

۱۹۴۷ء میں اقبال کونسل کراچی کے زیرِ اہتمام یومِ اقبال کے سلسلے میں منعقدہ سیمنار کے لئے اعلیٰحضرت محمد ظاہر شاہ نے خصوصی پیغام ارسال کیا تھا جو سیمنار میں پڑھ کر سنایا گیا:

On the occasion of the Iqbal day celebration I wish to express my own and that of the Afghan Nation appreciation of the personality of Iqbal Lahori who was an admirer of Maulana Jalal-ud-Din Balkhi Roomi and Syed Jamal-ud-Din Afghani.

Iqbal during his life time carried on a struggle for the awakening of the nation of the east and the Muslims.

The Muslims of the world him as one of the wise leaders of Islam and a man of graceful personality.

Allama Iqbal loved Afghanistan and its people and as such he will eternally live in the memory and hearts of the people of this country.

They consider themselves as participants in the meeting commemorating the memory of Allama Iqbal and pray for his soul.

Muhammad Zahir Saha

The King of Afghanistan [۱۸۱]

اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ غازی کے بھائی سردار شاہ ولی خان نے جب سقوی انقلاب کے خلاف لڑتے ہوئے کابل کو فتح کیا تو انہیں فاتح کابل کے خطاب سے نوازا گیا۔ دسمبر ۱۹۲۹ء کو جب وہ بمبئی سے لاہور تشریف لائے تو اقبال کی اپیل پر بے شمار لوگوں نے ان کا والہانہ استقبال

کیا۔

ہز ہائی نس شاہ ولی خان کی لاہور آمد اور حضرت علامہ کے رول کی مکمل کوریج روزنامہ انقلاب میں ملاحظہ ہو۔

ڈاکٹر اقبال کا تار ہز ہائی نس شاہ ولی خان کے نام

''ازراہ نوازش تار کے ذریعے اطلاع دیجیے کہ آپ کس وقت لاہور پہنچیں گے۔ انجمن ہلال احمر کی طرف سے دعوت چائے قبول کر کے ہمیں مفتخر وممتاز فرمائیے۔

ہز ہائی نس کے سکریٹری کا جواب

پشاور شہر۔'' آپ کا پیغام برقی موصول ہوا۔ سردار شاہ ولی خاں لاہور میں قیام نہیں فرمائیں گے اس لیے آپ ریلوے اسٹیشن لاہور پر تشریف لا کر سردار صاحب کو ممنون ومسرور فرمایئے۔ پشاور سے جمعہ کے دن پونے آٹھ بجے روانہ ہونگے۔

(ذوالفقار)

(انقلاب۔ جلد۴۔ نمبر۱۴۶۔ شنبہ ۷ دسمبر ۱۹۲۹ء)

فاتح کابل لاہور میں

آج بروز جمعہ شام کے ۸ بجے بمبئی میل پر فاتح کابل ہز ہائی نس سردار شاہ ولی خاں لاہور تشریف لائیں گے۔ مسلمانان لاہور کا فرض ہے کہ اسٹیشن پر سردار موصوف کا خیر مقدم کریں۔ خطیب حضرات سے درخواست ہے کہ نماز جمعہ کے بعد مساجد میں اس امر کا اعلان کریں۔

(سکریٹری افغانستان ہلال احمر کمیٹی)

(انقلاب۔ جلد۴۔ نمبر۱۴۶۔ شنبہ ۷ دسمبر ۱۹۲۹ء)

ہز ہائی نس سردار شاہ ولی خاں کا ورود لاہور۔ اسٹیشن پر مشتاقان زیارت کا ہجوم۔

''ہم افغانستان کو آزاد دیکھنا چاہتے ہیں۔ خواہ اس میں ہمیں کتنی قربانیاں کرنی پڑیں۔''

لاہور۔ ۶ دسمبر آج ۸ بج کر ۱۰ منٹ پر ہز ہائی نس سردار شاہ ولی خاں فاتح کابل وسفیر افغانی متعینہ لندن، بمبئی میل میں لاہور پہنچے۔ گاڑی کے آنے سے پہلے ہی اسٹیشن پر مشتاقان زیارت کا جم غفیر پہنچ گیا تھا اور پلیٹ فارم کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ سرکردہ اصحاب میں سے علامہ سر محمد اقبال، حاجی شمس الدین، مولوی نجف علی معلم' امان اللہ خاں، سردار گل محمد خاں، شہزادہ صالح محمد خاں، شہزادہ محمد

یوسف جان، مولانا اسمٰعیل غزنوی، شہزادہ احمد علی خان درانی، مولانا غلام رسول مہر، مولانا عبدالمجید سالک، سید عنایت شاہ، آقائے مرتضٰی احمد خاں وغیرہ بے شمار حضرات موجود تھے۔ گاڑی کے آنے پر تمام لوگ قطار بنا کر کھڑے ہو گئے اور جونہی گاڑی پلیٹ فارم میں داخل ہوئی' لوگوں نے پائندہ باد استقلال افغانستان، زندہ باد نادر شاہ غازی، زندہ باد سردار شاہ ولی خاں کے پُر جوش نعروں سے گاڑی کا استقبال کیا۔ گاڑی کھڑی ہوئی تو مشتاقان زیارت اس ڈبے کی طرف لپکے جس میں ہز ہائی نس شاہ ولی خاں سوار تھے۔۔۔

شہزادہ اسد اللہ خاں کی عیادت سے فارغ ہونے کے بعد سردار ممدوح پھر اسٹیشن پر واپس تشریف لائے۔ ان کے آنے سے پہلے ہی علامہ سر محمد اقبال، حاجی میر شمس الدین، سردار گل محمد خاں، ہز اکسی لینسی احمد علی خاں، ضیا ہمایوں، ڈاکٹر محمد یعقوب، مولوی نور الحق، سید حبیب اور چند دیگر حضرات ان کی گاڑی میں جا بیٹھے۔ واپسی پر سردار ممدوح نے سب کے ساتھ معانقہ کیا اور نہایت گرم جوشی کے ساتھ ملے۔ مولانا غلام رسول مہر اور عبدالمجید سالک نے بھی شرف ملاقات حاصل کیا۔ سردار ممدوح نے انہیں اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی' سردار محمد ہاشم خاں اور سردار محمود جان کی طرف سے پیغامات محبت دیئے.....

(انقلاب۔ جلد۴۔ نمبر۱۴۷۔ یکشنبہ۔ ۸ دسمبر ۱۹۲۹ء۔ سنڈے ایڈیشن)[۱۸۲]

سیاسی شخصیات کے علاوہ علامہ کے افغانستان کے ادبی شخصیات سے بھی گہرے ذاتی مراسم تھے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد ریاض مرحوم لکھتے ہیں۔

> (افغانستان) کے فضلاء کے ساتھ اقبال کے ذاتی مراسم بھی خاص اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ ڈاکٹر صلاح الدین سلجوقی اور سرور خان گویا ان کے خاص احباب میں شامل تھے۔ اور ان دونوں مرحومین کا سارا افغانستان ارادت مند اور معتقد رہا۔ اس کے علاوہ افغانستان کے سفر (اکتوبر، نومبر ۱۹۳۳ء) کے دوران اقبال نے متعدد افغانی فضلاء ادباء کو اپنے افکار اور تصانیف سے روشناس کروا دیا تھا۔[۱۸۳]

جناب صلاح الدین سلجوقی کا نام اقبال کے کئی مکتوبات میں ذکر کیا گیا ہے۔ افغان قونصل خانے میں اقبال کا قیام سلجوقی سے قریبی مراسم کا آئینہ دار ہے۔ ان زعماء کے علاوہ عبدالحیٔ حبیبی، سید قاسم رشتیا، استاد خلیل اللہ خلیلی وغیرہ سے علامہ کے ذاتی مراسم تھے جو ان تمام حضرات کے

سوانحی تذکروں کے تحت شاملِ تحقیق کیا گیا ہے۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ عبدالہادی داوؔی کا اور سرور خان گوؔیا کا شمار افغانستان میں اقبال شناسی کی کے بانیوں میں ہوتا ہے۔لیکن سرور خان گوؔیا نے ایران میں بھی اقبال شناسی کے آغاز کے سلسلے میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ گویا کی اقبال شناسی پر تو اسکے سوانحی تذکرے میں تحقیق کی گی ہے۔ یہاں صرف ایران میں اقبال شناسی کے حوالے سے ان کے کردار کی نشاندہی کرنی ہے۔ جس کا اعتراف خود ایران کے معروف علمی شخصیت سید محمد محیط طباطبائی نے کیا ہے۔

> اقبال کی تصانیف چہارگانہ یعنی اسرارِخودی، رموزِ بےخودی، زبورِعجم و پیامِ مشرق کی ایران میں موجودگی اور اقبال کی فارسی شاعری اور ان کی شخصیت کے بارے میں داعی الاسلام مرحوم کے مقالے کے باوجود اقبال ہنوز ایران کے علمی و ادبی حلقوں میں زیادہ معروف نہ تھے۔ ایک رات رسالہ ''مہر'' کے دفتر میں جہاں ایران کے مشہور ومعروف شاعر و ادیب جمع تھے مشہور افغانی شاعر سرور خان گوؔیا مرحوم نے جو جشنِ فردوس میں شرکت کی غرض سے تہران آئے ہوئے تھے اقبال کا ذکر چھیڑ دیا۔ مرحوم کے استفسار کے جواب میں ملک الشعرا بہار مرحوم نے اقبال کی صرف ایک تصنیف کی طرف اشارہ کیا جس کے حسن کتابت نے شاعر کے کلام کی معنوی خوبیوں پر پردہ ڈال رکھا تھا۔ ایک اور شخص جس نے مسلمانانِ ہند کے قومی شاعر اور روحانی پیشوا اور ''راحۃ الصدور راوندی'' کے ناشر ڈاکٹر محمد اقبال کو ایک ہی آدمی سمجھ رکھا تھا۔ ''راحۃ الصدور'' کے حسن طباعت کا ذکر چھیڑ دیا۔ ان جوابات نے گوؔیا مرحوم کی آتش امید پر پانی چھڑک دیا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے اس ادبی نشست میں صرف ایک ہی شخص تھا جسے اس پاکستانی شاعر کے فارسی کلام سے ایک گونہ تعلق خاطر تھا اور ایرانیوں کی اقبال سے اس بے اعتنائی پر افغان شاعر کی آزردہ خاطری سے وہی ایک شخص متاثر ہوا اور محفل برخاست ہونے کے بعد اس کو دلاسہ دیا کہ ایران کے کونوں کھدروں میں کچھ لوگ موجود ہیں جو کلام اقبال سے عقیدت رکھتے ہیں۔ (۱۸۴)

ایرانی اس لئے بھی اقبال سے پوری طرح واقف نہیں تھے کہ ان کے خیال میں اقبال ایک

افغانی شاعر تھے۔ استاد محترم ڈاکٹر محمد صدیق شبلی لکھتے ہیں:

> ایرانیوں نے سب سے پہلے اقبال کی چند نظمیں افغانی مجلّات سے اپنے رسائل میں نقل کر کے شائع کیں اور وہ اقبال کو افغانی شاعر ہی سمجھتے رہے۔ (۱۸۵)

اس حقیقت کا اظہار ڈاکٹر سلیم اختر نے بھی کیا ہے:

> افغانستان کے ایک شاعر سرور خان گویا نے علامہ سے خصوصی اثرات قبول کیے چنانچہ ان ہی کی زبانی سید محیط طباطبائی نے ذکرِ اقبال سنا۔ لطیفہ یہ ہے کہ کافی عرصہ تک علامہ اقبال کو افغانستان کا شاعر سمجھا جاتا رہا۔ افغانستان میں چند ادبی مجلّات تھے (جن میں ''کابل'' سرفہرست ہے) ان میں علامہ اقبال کا کلام چھپتا رہا۔ شاید اس لیئے ۱۹۳۸ء میں علامہ کے انتقال کی خبر کے ساتھ ان کا جو ایک فارسی قطعہ شائع ہوا وہ مجلّہ کابل سے لیا گیا تھا۔ (۱۸۶)

مشہور ایرانی ادیب سید محیط طباطبائی نے سرور خان گویا ہی کے روایت سے اپنے رسالے ''عقیدہ دینی فردوسی'' کے ترجمے کا ذکر کیا ہے جو بقولِ ان کے علامہ نے اردو میں کیا تھا۔ اقتباس یوں ہے:

> البتہ معاصر افغان شاعر ادیب سرور خان گویا کے ذریعے جس نے اقبال کو افغانستان میں نزدیک سے دیکھا تھا ہم ان سے ان کے اوصاف حمیدہ اور افکار کے بارے میں پوچھتے رہے اور جناب گویا کی گفتگو سے معلومات افزا مسرت ملتی رہی۔ ۱۹۳۴ء کے موسم سرما میں، میں نے سرور خان گویا صاحب سے سنا کہ اقبال نے راقم الحروف کے رسالۂ عقیدہ دینی فردوسی کو اردو میں ترجمہ کیا اور ایک مقدمہ لکھ کر اسے لاہور سے شائع کر دیا ہے مگر اب مجھے ترجمہ شدہ کتاب نہ ملی کہ اس کے بارے میں عرض کرتا۔ (۱۸۷)

علامہ کے آثار میں اس سے پہلے کہیں بھی اس ترجمے کا ذکر نہیں ہے۔

علامہ اقبال کا سفرِ افغانستان:۔

حضرت علامہ نے اگرچہ باقاعدہ طور پر سفرِ افغانستان اکتوبر ۱۹۳۳ء میں کیا لیکن اعلیٰحضرت جنرل محمد نادر شاہ غازی سے دیرینہ تعلقات اور افغانستان سے قلبی و روحانی تعلق و عقیدت کی بنیاد پر بہت پہلے سے اس پروگرام کے بارے میں سوچتے رہے۔ اس شدید خواہش کا

اظہار ان کے ایک مکتوب بنام مولوی صالح محمد محررہ ۴ / اگست ۱۹۳۰ء میں ملتا ہے۔

"۔۔۔۔کابل جانے کا امکاں ہے۔ جشنِ استقلال وسطِ اگست میں ہے لیکن وسطِ اگست میں، میں آل انڈیا مسلم لیگ کی صدارت کے لئے لکھنو جارہا ہوں اگر اس موقع پر کابل نہ جاسکا تو کسی اور موقع پر انشاء اللہ ضرور جاؤں گا۔"(۱۸۸)

علامہ کی افغانستان روانگی سے قبل کئی مکتوبات میں اس سفر سے متعلق تذکرہ موجود ہے۔ مشہور ایرانی سکالر سعید نفیسی کے نام ایک مکتوب محررہ ۴ نومبر ۱۹۳۲ء میں لکھتے ہیں:

یہ پڑھ کر کہ "پیامِ مشرق" اور "زبورِ عجم" آپ کو پسند آئی ہیں اور ان کی فارسی بھی معیاری ہے مجھے فخر محسوس ہوا ہے۔ جس طرح ایران کے دانشمند نیاز مند کے دیدار کے خواہش مند ہیں۔ اس طرح مجھے بھی ان سے ملنے اور ایران پہنچنے کی آرزو ہے لیکن کمزوری اور پریشانی سدِّ راہ ہے تھوڑے عرصے بعد افغانستان کا سفر درپیش ہے۔ آرزو ہے کہ ایران کو بھی دیکھوں اور آپ کا دیدار بھی خدا نصیب کرے۔(۱۸۹)

چنانچہ علامہ جب اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ غازی کی جانب سے افغانستان آنے کا باقاعدہ دعوت نامہ وصول کرتے ہیں تو اس کا ذکر یوں کرتے ہیں:

؎ از حضور او مرا فرماں رسید — آنکہ جانِ تازہ در خاکم دمید
"سوختیم از گرمیٔ آوازِ تو — اے خوش آں قومے کہ داند رازِ تو
از غمِ تو ملتِ ما آشنا ست — می شناسیم ایں نواہا از کجا ست
اے بآغوشِ سحابِ ما چو برق — روشن و تابندہ از نورِ تو شرق
یک زمان در کوہسارِ ما درخش — عشق را باز آں تب و تابے بہ بخش
تا کجا در بندہا باشی اسیر — تو کلیمی راہِ سینائے بگیر!"
طے نمودم باغ و راغ و دشت و در — چوں صبا بگذشتم از کوہ و کمر (۱۹۰)

کابل میں اعلیٰ تعلیم کے لیے یونیورسٹی کے قیام کی ضرورت

علامہ اقبال، سر سید راس مسعود اور سید سلیمان ندوی کو دعوت

افغانستان کے بادشاہ اعلیٰ حضرت نادر شاہ غازی نے حضرت علامہ سر محمد اقبال، ڈاکٹر سر سید

راس مسعود وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور علامہ سید سلیمان ندوی اعظم گڑھ کو کابل کا دورہ کرنے کی دعوت دی ہے۔ ان کے دورے کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ وزیر تعلیم افغانستان کو کابل میں مجوزہ یونی ورسٹی کے قیام کے سلسلے میں مدد دیں اور انہیں اپنے مشوروں سے نوازیں۔ افغانستان میں اعلیٰ تعلیم کا انتظام نہ ہونے کے برابر ہے۔ چند ثانوی اسکول موجود ہیں، جن میں اساتذہ طلبہ کو فرانسیسی، انگریزی، جرمن اور امریکی یونیورسٹیوں کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ موجودہ حکومت افغانستان کابل میں یونیورسٹی کے قیام پر غور کر رہی ہے، لیکن دشواری یہ ہے کہ اس یونی ورسٹی مین مذہبی تعلیم اور موجودہ سائنس کی تعلیم دینے پر قدامت پسند علماء کی جانب سے شدید مخالفت کی جا رہی ہے۔

(انقلاب۔ جلد ۸۔ نمبر ۱۳۷۔ پنجشنبہ۔ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۳۳ء) (۱۹۱)

اس سفر کے ہمرکاب مولانا سید سلیمان ندوی کو علامہ نے سفر سے متعلق کئی مکتوبات لکھے موضوع کی مناسبت سے ان مکتوبات کا یہاں اندراج ناگزیر ہے۔

۱۔ لاہور

۱۰/ستمبر ۱۹۳۳ء

مخدومی جناب مولانا السلام علیکم

ایک عریضہ پہلے ارسال کر چکا ہوں اس کے جواب کا انتظار ہے۔ اس عریضے میں یہ دریافت کرنا بھول گیا کہ ملا محبّ اللہ بہاری کی کتاب جوہر الفرد کہاں سے ملے گی؟

شاہِ افغانستان آپ سے تعلیمِ مذہبی کے بارے میں مشورہ چاہتے ہیں شاید اسی ماہ ستمبر میں آپ کو کابل سے دعوت آئے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ جانے کے لئے تیار ہوں گے؟ ممکن ہے کہ سید راس مسعود اور اقبال بھی آپ کے ہمراہ ہوں۔ امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

جواب کا انتظار ہے۔

محمد اقبال لاہور (۱۹۲)

۲۔ لاہور

۱۷/ستمبر ۱۹۳۳ء

مخدومی السلام علیکم

آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے جو ہم نے قونصل جنرل صاحب کی خدمت میں بھیج دیا ہے ۔ سید راس مسعود صاحب کی طرف سے ابھی تک جواب نہیں ہوا ہے۔۔۔۔۔۔۔والسلام

مخلص محمد اقبال (۱۹۳)

۳۔ لاہور ۵/ اکتوبر ۱۹۳۳ء

''دولت نامہ جو قونصل کی طرف سے مجھے موصول ہوا ہے ارسال خدمت ہے۔ تاریخ روانگی کے متعلق بعد میں عرض کر دوں گا کیونکہ پاسپورٹ لینے کے لیے کچھ دن لگیں گے۔ آج قونصل صاحب کو مزید تفصیلات کے لیے درخواست کر دیں۔ اس میں اگر یہ لکھ دیا جائے کہ آپ کو شاہ افغانستان نے تعلیمی امور میں مشورہ کرنے کے لیے طلب فرمایا ہے تو پاسپورٹ حاصل ہونے میں سہولت ہو اور جلد مل جائے گا۔ (۱۹۴)

۴۔ لاہور

۹/ اکتوبر ۱۹۳۲ء

جناب مولانا السلام علیکم

میں نے آپ کی خدمت میں دعوت نامۂ افغانستان ارسال کیا تھا مگر آپ کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ امید ہے کہ آپ نے پاسپورٹ کے لئے اپنے ضلع میں درخواست دائر کر دی ہوگی۔ اگر کوئی ملازم آپ کے ہمراہ ہو جائے تو اس کے لئے علیٰحدہ درخواست پاسپورٹ کے لئے دینی ہوگی۔ جب آپ کو پاسپورٹ مل جائے تو مہربانی کر کے مجھے بذریعہ تار مطلع فرمائیے۔ پاسپورٹ کی درخواست ایک خاص فارم پر دی جاتی ہے ساتھ فوٹو بھی دینا پڑتا ہے اگر کوئی اور امر دریافت طلب ہو تو قونصل جنرل افغانستان ۳۔ ہیلی روڈ نیو دہلی سے دریافت کریں۔ آپ کے مصارف افغان گورنمنٹ ادا کرے گی۔ پشاور سے آپ شاہی مہمان ہوں گے۔

جواب جلد دیں۔

والسلام

مخلص محمد اقبال لاہور (۱۹۵)

۵۔ لاہور

۱۱/ اکتوبر ۱۹۳۳ء

پاسپورٹ مل جائے تو فوراً مجھے تار دے تا کہ تاریخِ روانگی مقرر کی جائے۔ سردی کے موسم کے لئے موزوں بستر اور پہننے کے لئے کپڑے ساتھ لے جانے چاہئیں۔ پشاور سے آپ شاہی مہمان ہوں گے وہاں آٹھ دس روز سے زیادہ ٹھہرنے کی شاید ضرورت نہ ہوگی۔ (۱۹۶)

۶۔ لاہور

۱۳/ اکتوبر ۱۹۳۳ء

سید راس مسعود اصرار کرتے ہیں کہ لاہور سے ۲۰/ اکتوبر کی صبح چل کر شام کو پشاور پہنچیں۔ رات پھر وہاں ٹھہر کر ۲۱ کی صبح کو کابل روانہ ہو جائیں۔ آپ ایسا انتظام کریں کہ یا تو ۲۰ کی صبح یا ۱۹ کی شام کو لاہور پہنچ جائیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ اور ہم ۲۱ کی صبح کو پشاور میں مل جائیں۔ (۱۹۷)

۵۔ ۱۴/ اکتوبر ۱۹۳۳ء

اگر آپ کو پاسپورٹ ۱۷ کو مل جائے تو قونصل جنرل کو بذریعہ تار مطلع کر دیں۔ اور لاہور ۱۹ کی شام کو پہنچ جائیں۔ (۱۹۸)

علامہ کے اس مکتوب بنام سید سلیمان ندوی بابت ۱۴- اکتوبر ۱۹۳۳ء کے مشمولات اقبال افغان اور افغانستان میں یوں آئے ہیں۔

''اس سے پہلے ایک کارڈ آپ کی خدمت میں لکھ چکا ہوں اور ایک ملفوف خط بھی لکھ چکا ہوں۔ پاسپورٹ ۱۹- اکتوبر سے ہم سب کو مل جائیں گے۔ اب فیصلہ یہ ہے کہ ہم ۲۰- اکتوبر کو لاہور سے صبح کی ٹرین سے پشاور کو روانہ ہوں۔ جلدی اس واسطے ہے کہ نومبر میں وہاں سردی ہو جاتی ہے۔ سید راس مسعود ۱۹ کی شام کو لاہور پہنچ جائیں گے۔ آپ بھی مہربانی فرما کر ۱۹ کی شام کو لاہور پہنچ جایئے یا ۲۰ کی صبح کو ایسے وقت پہنچئے کہ آپ ہمارے ساتھ ۲۰ کی صبح کی میل ٹرین میں سوار ہو سکیں۔ قونصل خانے سے جو آدمی ہمارے ہمراہ جائے گا' وہ بھی لاہور ہی سے

ساتھ ہوگا۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ جب ملاقات ہوگی تو مفصل عرض کروں گا۔ اس انتظام کے لئے قونصل جنرل صاحب کو اطلاع دے دی ہے۔"(۱۹۹)

۶۔ مخدومی جناب مولانا السلام علیکم

دعوت نامہ جو قونصل صاحب کی طرف سے مجھے موصول ہوا ہے ارسالِ خدمت ہے۔ تاریخ روانگی کے متعلق بعد میں عرض کروں گا۔ کیونکہ پاسپورٹ لینے کے لئے ابھی کچھ دن لگیں گے امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

آج قونصل صاحب کو مزید تفصیلات کے لئے خط لکھ رہا ہوں اُن کا جواب آنے پر پھر خط لکھوں گا۔ آپ پاسپورٹ کے لئے درخواست کر دیں اس میں اگر یہ لکھ دیا جائے کہ آپ کو شاہِ افغانستان نے تعلیمی امور میں مشورے کے لئے طلب فرمایا ہے تو پاسپورٹ حاصل ہونے میں سہولت ہو اور جلد مل جائے۔

والسلام

مخلص محمد اقبال لاہور(۲۰۰)

۱۵/ اکتوبر ۱۹۳۳ء

۷۔ ۱۸/ اکتوبر ۱۹۳۳ء

سید راس مسعود اور میں ۲۰ کی صبح کو لاہور سے روانہ ہوں گے۔ ڈین ہوٹل میں رات بسر ہوگی۔ اگر آپ ۲۱ کی صبح تک بھی پشاور پہنچ سکیں تو خوب ہے۔(۲۰۱)

اس مکتوب کا مفصل متن یوں ہے:

"آپ کا تار کل ملا، جس سے معلوم ہوا کہ ۱۷- اکتوبر تک آپ کو پاسپورٹ نہیں مل سکا۔ ممکن ہے ۱۸ یا ۱۹ تک مل جائے۔ ہم یعنی سید راس مسعود اور میں ۲۰ کی صبح کو لاہور سے روانہ ہوں گے۔ تمام انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ اگر آپ ۲۱ کی صبح تک پشاور پہنچ سکیں تو خوب ہے۔ ڈین ہوٹل میں رات بسر ہوگی۔ یہ ہوٹل پشاور چھاؤنی کے سٹیشن سے بالکل قریب ہے۔ آپ وہیں کے پتے پر ہم کو تار دے دیں۔ ہم آپ کی گاڑی کا انتظار کریں گے اور سٹیشن پر آپ کے لئے آدمی بھیج دیا جائے گا۔ آپ کی معیت سے ہم سب مستفید ہوں گے۔"(۲۰۲)

سفر افغانستان سے متعلق علامہ کے مکتوبات میں علامہ کے ایک اور ہمرکاب سر راس مسعود کے نام بھی علامہ کا ایک مکتوب محفوظ ہے:

مکتوب اقبال بنام سر راس مسعود (بابت ستمبر ۱۹۳۳ء)

''افغانی قصل سے جو دعوت نامہ ابھی ابھی ملا ہے' وہ روانہ کر رہا ہوں۔ میں نے ایم ۔سلیمان ندوی کو تاریخ وغیرہ کی بابت لکھا ہے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کے لئے کونسی تاریخ مناسب رہے گی' لیکن پاسپورٹ مل جانے کے بعد ہی تاریخ کا تعین کیا جائے گا۔ قصل کو پاسپورٹ کے بارے میں تحقیقات کے لئے لکھ رہا ہوں۔

میرا خیال ہے کہ ہمیں پاسپورٹ کے لئے برٹش حکام کو (ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ) درخواست دینا ہوگی۔ قصل کا ایک نمائندہ ہمارے ساتھ ہوگا۔''(۲۰۳)

۱۹/ اکتوبر کو پروفیسر حافظ محمود خان شیرانی کے نام ایک اور مکتوب میں بھی سفرِ افغانستان کا تذکرہ ہے:

> میں کل کابل جا رہا ہوں اس واسطے فرصت نہیں ہے۔ آپ مہربانی کر کے اس خط کا جواب راقم کو دے دیں۔ ان کو یہ بھی لکھ دیں کہ میں کابل جا رہا ہوں۔ اس واسطے خود جواب نہ لکھ سکا۔ (۲۰۴)

چنانچہ ۱۹/ اکتوبر ہی کو علامہ کا سفرِ افغانستان سے متعلق درج ذیل اخباری بیان شائع ہوا:

> تعلیم یافتہ افغانستان ہندوستان کا بہترین دوست ہوگا کابل میں ایک نئی یونیورسٹی کا قیام اور ہندوستان کے شمال مغربی علاقہ میں اسلامیہ کالج پشاور کو ایک دوسری یونیورسٹی میں تبدیل کرنے کی سکیم ہندوستان اور افغانستان کے درمیانی علاقہ میں بسنے والے ہوشیار افغان قبیلوں کو سدھارنے میں بہت زیادہ ممد ثابت ہوگی۔
>
> شاہ افغانستان نے ہمیں اس لئے دعوت دی تھی کہ ہم وہاں وزیرِ تعلیم کو کابل میں یونیورسٹی کے قیام کے سلسلے میں مشورہ دیں۔ اعلیٰ حضرت کی دعوت کو قبول کرنا ہم نے اپنا فرض سمجھا۔ کابل سے شائع ہونے والے مختلف جرائد سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کا نوجوان طبقہ نئے علوم کی تحصیل اور انہیں اپنے مذہب اور تمدن کے سانچے میں ڈھالنے کا بے حد خواہش مند ہے۔ افغان لوگ بہت خلیق ہوتے ہیں اور ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ان کی زیادہ سے زیادہ امداد کریں۔ اب یہ امر بالکل واضح ہے کہ افغان لوگوں میں ایک نئی بیداری پیدا ہو رہی ہے اور ہمیں اُمید واثق ہے کہ ہندوستان کے اندر تعلیمی تجربہ کی روشنی میں

ہم انھیں تعلیمی مسائل میں مفید مشورہ دے سکیں گے۔ میرا اپنا خیال ہے کہ خالص دنیوی تعلیم سے اچھے نتائج پیدا نہیں ہوئے اور خصوصاً اسلامی ممالک میں مزید برآں کسی طریقہ تعلیم کو قطعی اور آخری نہیں کہا جا سکتا ہر ملک کی ضروریات مختلف ہوتی ہیں اور کسی ملک کو تعلیمی مسائل کے متعلق فیصلہ کرنے میں اس ملک کی خصوصی ضروریات کو خاص طور پر مدِ نظر رکھنا پڑتا ہے۔ (۲۰۵)

علامہ کے اس بیان کو روز نامہ ''انقلاب'' نے یوں کوریج دی ہے:

لاہور۔ ۱۸- اکتوبر۔ حضرت علامہ اقبال نے کابل روانہ ہونے سے قبل اپنے دورے کے بارے میں مندجہ ذیل بیان دیا ہے:

آپ نے فرمایا ''میری رائے میں یہی مناسب ہے کہ عازمِ افغانستان ہوتے وقت ایک نہایت ہی مختصر بیان دیا جائے اور اپنے اہلِ ملک کو افغانستان کی ہمسایہ حکومت کے متعلق بالکل مجمل طور پر کچھ بتا دیا جائے۔ اعلیٰ حضرت نادر شاہ غازی نے ہمیں تعلیمی معاملات میں وزیر تعلیم کی رہنمائی اور کابل میں مجوزہ یونی ورسٹی کے قیام کے متعلق دعوت دی ہے۔ ہم اس دعوت کی قبولیت کو اپنا فرض تصور کرتے ہیں۔ کابل کی متعدد مطبوعات اور خاص کر ماہوار رسالہ ''کابل'' کے مضامین سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ افغانستان کا نوجوان طبقہ علومِ حاضرہ کے حصول اور ان کی اپنے مذہب و کلچر کے ساتھ مطابقت کے لیے بے حد آرزو مند ہے۔ افغان ایک دل چسپ قوم ہے اور ایک ہندوستانی کی حیثیت سے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم بقدر استطاعت ان کی ہر ممکن امداد کریں۔

اس قوم میں ایک جدید احساس کے ارتقا و احیا کی علامات بالکل نمایاں طور پر نظر آ رہی ہیں اور ہم توقع کرتے ہیں کہ ہم اپنے ہندوستانی تجربات کی روشنی میں ان کی رہنمائی کر سکیں گے۔ ذاتی طور پر میری یہ رائے ہے کہ تعلیم کو مکمل طور پر دنیوی بنا دینے سے کسی جگہ بھی کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا اور اسلامی ممالک کی تو بالخصوص یہی کیفیت ہے کہ وہاں تعلیم کا کوئی خاص سسٹم بھی موجود نہیں۔ ہر ملک کی ضروریات جداگانہ ہیں' لہٰذا ان کے تعلیمی مسائل پر بھی ان ضروریات کی روشنی میں بحث کی جانی چاہیے۔ کابل میں ایک جدید یونی ورسٹی کے قیام اور اسلامیہ کالج پشاور کو ایک یونی ورسٹی بنا دینے سے افغانستان اور ہندوستان کی سرحدوں کے درمیان ذکی اور ذہین افغان آبادی کو بے انتہا فائدہ پہنچنے کی توقع ہے۔''

(انقلاب۔ جلد ۸۔ نمبر ۱۴۳۔ جمعہ ۲۰- اکتوبر ۱۹۳۳ء) (۲۰۶)

یہاں یہ توضیح ضروری ہے جس کو محمد اکرام چغتائی نے قلم زد کیا ہے۔ یہ بیان
Speeches, writings and statements of Iqbal edited by
L. A. Sherwani, p. 238
میں موجود ہے۔ اس کے انگریزی متن اور اردو ترجمے میں اختلاف ہے۔ یہاں کی ترتیب بھی مختلف ہے۔ ''انقلاب'' میں مکمل بیان ترجمہ ہو کر شائع ہوا جب کہ انگریزی اخبارات میں کچھ تبدیلی کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ (۲۰۷)

علامہ ۲۰/ اکتوبر کو لاہور سے روانہ ہوئے علامہ کے ساتھ پروفیسر ہادی حسن (جو نواب محسن الملک کے بھتیجے تھے، انہوں نے لندن یونیورسٹی سے فارسی میں ڈاکٹریٹ کی تھی۔ اس زمانے میں آپ علی گڑھ یونی ورسٹی کے شعبہ فارسی سے وابستہ تھے) اور سر راس مسعود کے ساتھ بیرسٹر غلام رسول خاں (جو ۱۹۰۹ء میں امیر حبیب اللہ خاں کے دور میں چند سال افغانستان کے شعبہ تعلیمات میں رہ چکے تھے) بطور سیکرٹری ہمراہ تھے۔

ڈاکٹر اقبال کی روانگی کابل

لاہور۔ ۲۰- اکتوبر۔ آج صبح فرنٹیر میل سے ڈاکٹر سر محمد اقبال اور سید راس مسعود لاہور سے بعزم کابل پشاور روانہ ہو گئے۔ سر محمد اقبال، سید راس مسعود اور سید سلیمان ندوی کو شاہ افغانستان نے کابل کی مجوزہ یونیورسٹی سے متعلق مشورہ کرنے کی غرض سے مدعو کیا ہے۔ یہ صاحبان غالباً دو ہفتے تک افغانستان میں قیام کریں گے۔

(انقلاب۔ جلد ۸۔ نمبر ۱۳۵۔ یکشنبہ۔ ۲۲- اکتوبر ۱۹۳۳ء)

یہ لوگ اس شام پشاور پہنچے۔ (سید سلیمان ندوی اس وقت ساتھ نہ تھے کیونکہ انہیں حکومت ہند کی طرف سے پاسپورٹ ملنے میں دیر ہو گئی تھی اس لیے وہ ۲۳/ اکتوبر ۱۹۳۳ء لکھنو سے پشاور کے لیے روانہ ہوئے اور ۲۵/ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو کابل پہنچے)

اسی شام سر صاحبزادہ عبدالقیوم خاں، علامہ اقبال اور ڈاکٹر راس مسعود کو پشاور میں دعوت چائے دی۔ اس دعوت چائے کا ذکر انقلاب اخبار کے علاوہ کہیں بھی نہیں ہے۔

علامہ اقبال اور ڈاکٹر راس مسعود
پشاور میں دعوت چائے

پشاور۔ ۲۱- اکتوبر۔ لاہور سے فرنٹیر میل سے روانہ ہو کر علامہ سر ڈاکٹر محمد اقبال، سید راس

مسعود اور ان کے رفقاء کابل جانے کے لیے کل شام پشاور پہنچے اور صاحبزادہ سر عبدالقیوم وزیر صوبہ سرحد کے دولت کدہ پر قیام فرما ہوئے۔ اسلامیہ کالج پشاور میں ممدوحین کو دعوت چائے دی جارہی ہے۔ یہ حضرات کابل یونی ورسٹی کے سلسلے میں مدعو کیے گئے ہیں۔ غالباً وہ دو ہفتے وہاں قیام کریں گے۔

(انقلاب۔ جلد ۸۔ نمبر ۱۴۲۔ سہ شنبہ۔ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۳۳ء)[۲۰۸]

ڈین ہوٹل پشاور میں رات بسر کرنے کے بعد ۲۱/ اکتوبر کی صبح حکومت افغانستان کی طرف سے فراہم کردہ خصوصی موٹر کار میں پشاور سے کابل کے لئے روانہ ہوئے۔ پشاور سے نکل کر درہ خیبر سے گزرے۔ بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مرحوم:

وہ جب درہ خیبر سے گزرتے ہیں تو یہاں سے گزرنے والے مردانِ حق اور تاریخ کے صد ہزار افسانے یاد آ جاتے ہیں۔ وہ بے سبزہ کوہساروں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ کہ ان کے سینوں سے رنگ و بو کی نزاکت نہیں آتی۔ جہاں کا مور بھی شاہی مزاج اور آہو شیران شکار ہوتا ہے۔ لیکن لامرکزیت نے ان بہادروں کو آشفتہ روز اور بے نظام و ناتمام و نیم سوز بنا دیا ہے اور ان کے پتھروں سے خود ان کے مینائے وجود ہی کو خطرہ لاحق ہے۔[۲۰۹]

یہاں سے گزرتے ہوئے علامہ کی خیبر سے متعلق تخلیقات مثنوی مسافر میں شائع ہوئی ہیں۔ مقالہ میں جابجا ان اشعار کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ یہاں پھر ان اشعار کا حوالہ باعثِ طوالت ہوگا۔ رات جلال آباد میں بسر کی اگلے روز ۲۲/ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو جلال آباد سے روانہ ہو کر شام کو کابل پہنچے ابھی کابل آٹھ میل دور تھا کہ حکومتِ افغانستان کے ایک وزیر احمد شاہ خان نے وفد کی پذیرائی کی اور انہیں شاہی مہمان کی حیثیت سے دارالامان میں رکھا گیا۔"[۲۱۰]

شہر کابل خطۂ جنت نظیر — آبِ حیواں از رگِ تاکش بگیر!
چشمِ صائب از سوادش سرمہ چیں — روشن و پائندہ باد آں سرزمین
در ظلامِ شب سمن زارش نگر — بر بساطِ سبزہ می غلطد سحر!
آں دیارِ خوش سواد آں پاک بوم — بادِ او خوشتر زبادِ شام و روم
آبِ او براق و خاکش تابناک — زندہ از موج نسیمش مردہ خاک
ناید اندر حرف و صوت اسرارِ او — آفتاباں خفتہ در کہسارِ او

ساکنانش سیرِ چشم و خوش گہر　　　مثلِ تیغ از جوہرِ خود بے خبر!
قصرِ سلطانی کہ نامش دلکشا ست　　　زائران را گرد راہش کیمیاست [۲۱۱]

علامہ کی کابل آمد اور وہاں ان کے پر جوش استقبال کی خبریں ہندوستانی اخبارات کی زینت بنیں۔ ملاحظہ ہو روزنامہ ''انقلاب'' لاہور کی خبر:

علامہ اقبال اور سید راس مسعود کابل میں
وزارتوں کی طرف سے شاندار استقبال

کابل (بذریعہ ڈاک) کل شام حضرت اقبال، ڈاکٹر سید راس مسعود، پروفیسر ہادی حسن مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ اور غلام رسول بیرسٹرایٹ لاء کابل تشریف لائے۔ بگرام میں وزارت تعلیم' وزارت خارجہ اور کابل کارپوریشن کے نمائندوں نے آپ حضرات کا خیر مقدم کیا۔ ان لوگوں کے ساتھ چائے پینے کے بعد مہمانانِ گرامی شاہی مہمان خانہ ''دارالامان'' تشریف لے گئے۔ بوائے اسکاوٹس نے افغان کالجیٹ اتھلیٹک ایسوسی ایشن کلب کے باہر چمن حضوری کے سامنے مہمانوں کو گارڈ آف آنر کی سلامی دی۔

آج کابل کارپوریشن اہالیانِ شہر کی طرف سے آپ حضرات کا استقبال کرے گی۔ جس یونیورسٹی کمیشن نے مدعو کیا ہے، اس کا اجلاس ۲۴-اکتوبر سے شروع ہو گیا۔

(انقلاب۔ جلد ۸۔ نمبر ۱۵۵۔ پنجشنبہ۔ ۳-نومبر ۱۹۳۳ء) [۲۱۲]

۲۴/اکتوبر تا ۲۶/اکتوبر ۱۹۳۳ء کابل میں علامہ اور ان کے ہمسفروں کے ساتھ تعلیمی مشاورت کے لئے چند اجلاس ہوئے جس میں حکومتِ افغانستان کے بعض سرکردہ افراد نے شرکت کی۔ ان اجلاسوں میں کارروائی سر راس مسعود نے نوٹ کی۔ ان میں سے ایک اجلاس کی خبر روزنامہ ''انقلاب'' لاہور نے شائع کی ہے:

افغانستان میں ترقی تعلیم کے لیے مساعی جمیلہ

حضرت علامہ اقبال اور سید راس مسعود کابل میں۔ تعلیمی امور کے تصفیہ کے لیے کانفرنس

کابل ۲۴-اکتوبر۔ ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' کے نامہ نگار کی وساطت سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت علامہ اقبال، سر راس مسعود، سردار فیض محمد خان اور افغانستان کے بورڈ آف ایجوکیشن کے دیگر ارکان کے درمیان پانچ گھنٹے تک افغانستان میں تعلیم کے موضوع سے متعلق کانفرنس ہوتی رہی۔ کل پھر اجلاس ہوگا، جس میں یونی ورسٹی کی تعلیم کے متعلق بحث ہوگی۔

حضرت علامہ اقبال اور سید راس مسعود مقامی اداروں کا معائنہ بھی فرمائیں گے۔ کل وزیر اعظم افغانستان کے ساتھ کھانا کھائیں گے۔ اعلیٰ حضرت نادر شاہ پنج شنبہ کو مہمانوں سے ملیں گے۔

(انقلاب۔ جلد ۸۔ نمبر ۱۵۰۔ شنبہ۔ ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء)[۲۱۳]

نیز علامہ اور راس مسعود کی ملاقات ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو نادر شاہ سے بھی ہوئی۔ اس ملاقات میں علامہ کے مطابق عصر کی نماز انھوں نے نادر شاہ کی اقتدا میں پڑھی۔ بقولِ علامہ:

وقتِ عصر آمد صدائے الصلوٰت
آں کہ مومن را کند پاک از جہات
انتہائے عاشقانِ سوز و گداز
کردم اندر اقتدائے او نماز [۲۱۴]

جبکہ ڈاکٹر ظہور الدین اسے مغرب کا وقت قرار دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

پہلی ملاقات میں مغرب کی نماز کے موقع پر نادر شاہ نے اقبال سے امامت کی درخواست کی۔ اقبال نے کہا نادر! میں نے اپنی عمر کسی شاہِ عادل کی اقتدا میں نماز پڑھنے کی تمنا میں گزار دی ہے۔ اب جب کہ خدا نے فقیر کی اس مراد کو پورا کرنے کے اسباب مہیا کر دیئے ہیں تو کیا تو مجھے اس نعمت سے محروم کرنا چاہتا ہے! آج میں تیری اقتدا میں نماز پڑھوں گا۔ امامت تجھ کو کرنی ہوگی۔ [۲۱۵]

برادرم محترم اکرام اللہ شاہد نے علامہ کے سفرِ افغانستان سے متعلق کچھ نئی تحقیقات کیں جن میں روزنامہ مشرق پشاور یکم فروری ۱۹۷۷ء کے حوالے سے افغانستان کے ایک صحافی مقبول احمد کا ایک مضمون کا حوالہ ہے جو لکھتے ہیں:

''راقم الحروف اس وقت کابل میں تھا اور اسے حضرت علامہ کے اس دورے میں کئی دفعہ شرفِ ملاقات بھی حاصل ہوا۔ علامہ اقبال نے کابل پہنچنے کے بعد ملتِ افغانیہ کے نام ایک پیغام روزنامہ ''اصلاح'' میں شائع کرایا تھا۔ جو ایک قطعہ تک محدود تھا لیکن وہ ادبی لحاظ سے بہت سی صفات کا مجموعہ تھا۔ کابل کے شعراء اور ادباء اس سے بڑے متاثر ہوئے تھے۔ میں اس ''وقت اصلاح'' ہی میں کام کرتا تھا۔ میں نے اپنے حافظے پر دباؤ ڈالا مگر افسوس یہ قطعہ میری یاد سے محو ہو چکا ہے اور میں اسے پیش کرنے سے قاصر ہوں۔''[۲۱۶]

علامہ کے دورانِ سفر افغانوں کے ساتھ گفتگو کی زبان کا مسئلہ بھی جناب مقبول احمد نے حل کیا ہے۔ اس لئے کہ علامہ فارسی روانی سے نہیں بول سکتے ہیں اور پشتو جانتے نہیں تھے جبکہ افغانوں کے عمومی طبقے میں انگریزی تک رسائی بہت محدود تھی لہٰذا جناب مقبول احمد تحریر کرتے ہیں:

> کابل میں بہت سے وفدوں نے حضرت علامہ سے ملاقات کی تھی جن میں اساتذہ، تجار، علماء، شعراء، ادباء اور صحافیوں کے وفود شامل تھے۔ شاعروں، ادیبوں اور صحافیوں کے وفد میں انجمن ادبی کے ارکان مجلّہ ''کابل'' (انجمن ادبی کا ماہوار رسالہ) کے رکن روزنامہ ''اصلاح'' ہفتہ وار ''انیس'' پانزدہ روزہ ''اقتصاد''، جمعیت العلماء کے ہفتہ وار اخبار ''حی علی الفلاح'' کے ایڈیٹر اور کارکن صحافی شامل تھے۔ یہ وفد کوئی پینتیس چالیس ارکان پر مشتمل تھا۔ وفد کے ارکان فارسی میں اظہار خیال کرتے تھے۔ اور علامہ اقبال سر راس مسعود اور غلام رسول بیرسٹر انگریز میں جواب دے رہے تھے۔ ترجمانی کے فرائض راقم الحروف ادا کر رہا تھا۔ تبادلہ خیال کے دوران سرور خان گویا، سرور جویا اور مستغنی نے علامہ اقبال کو مخاطب کر کے کہا'' آپ فارسی نثر ہی میں نہیں بلکہ فارسی نظم میں بھی ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ ہم آپ کی خداداد ذہانت اور قابلیت کے معترف ہیں۔ طویل عرصے سے ہماری دلی خواہش تھی کہ آپ سے ہم کلام ہونے کی سعادت حاصل کریں۔ اگر بے ادبی پر محمول نہ ہو تو ہمیں یہ سوال کرنے کی اجازت دیں کہ آپ اتنی علمی و ادبی استطاعت رکھنے کے باوجود فارسی میں ہمارے سوالوں کا جواب کیوں نہیں دیتے اور انگریزی بولنے کا تکلف کیوں روا رکھتے ہیں۔ حضرت علامہ نے قہقہہ لگایا اور کہا میں فارسی لکھ سکتا ہوں مگر روانی کے ساتھ بول نہیں سکتا لہٰذا میں نے یہی مناسب سمجھا کہ میں انگریزی میں جواب دیتا رہوں۔ اس جگہ یہ ذکر کرنا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ راقم الحروف علامہ اقبال کی انگریزی ہی کا ترجمہ کر رہا تھا۔ وفد کے ارکان فارسی میں جو کچھ کہہ رہے تھے علامہ اقبال اسے بخوبی سمجھ رہے تھے۔ (۲۱۷)

ملاقات میں علامہ نے جنرل نادر خان کو خود قرآنِ کریم کا ایک نسخہ پیش کیا:

ے در حضور آں مسلمان کریم ہدیہ آوردم ز قرآن کریم
گفتم ایں سرمایۂ اہلِ حق است در ضمیر او حیاتِ مطلق است
اندر و ہر ابتدا را انتہا است حیدراز نیروےاوخیبر کشااست (۲۱۸)

اس نسخے کی عطائیگی پر جنرل نادر خان نے علامہ کاشکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔خود علامہ سے سنئے

ے کوہ و دشت از اضطرابم بے خبر از غمانِ بے حسابم بے خبر
نالہ بابانگِ ہزار آمیختم اشک با جوئے بہار آمیختم
غیر قرآن آن غمگسارِمن نہ بود قوتش ہر باب را برمن کشود' (۲۱۹)

اس لمحے کی روداد کوصاحبِ مکالماتِ اقبال نے یوں محفوظ کیا ہے:

علامہ: اہلِ حق کی یہی دولت وثروت ہےاس کی بدولت باطن میں حیات مطلق کے چشمے بہتے ہیں یہ ہر ابتداء کی انتہااور ہر آغاز کی تکمیل ہے۔اسی کی بدولت مومن خیبرشکن بنتا ہے میرے کلام میں تاثیر اور میرے دل کا سوز وگداز سب اسی کا فیضان ہے۔

نادرشاہ: جب میں جلاوطن تھااور کوہ وصحرامیں غم زدہ وقت کاٹ رہا تھا جب میرے پاس زندگی کے وسائل کی کمی تھی اور مادی طاقت کا فقدان تھا جب کوئی ساتھی اور غم خوار نہ تھا تو یہی کتاب میری رفیق اور رہنما اور ہمدرد وغمگسار تھی۔ (۲۲۰)

اعلیٰ حضرت نادرشاہ سے اقبال کئی مرتبہ ملے تھے۔اغلب ہے کہ اقبال نے قرآن کریم کا نسخہ پہلی ملاقات میں پیش کیا ہوگا جو۲۶اکتوبر کوقصر دلکشا میں ہوئی تھی۔ (۲۲۱)

سید سلیمان ندوی کو پاسپورٹ دیر سے ملا۔چنانچہ وہ ۲۴/ اکتوبر کو پشاور،۲۵/ اکتوبر کو جلال آباد اور ۲۶/ اکتوبر۱۹۳۳ء کو کابل پہنچے۔ندوی صاحب کو پروٹوکول آفیسر جناب سرورخان گویا نے خوش آمدید کہااور انھیں حلقہ یاران میں شامل کیا۔اس رات مہمانوں کے اعزاز میں صدر اعظم سردار محمد ہاشم خان نے ضیافت کا اہتمام کیا۔سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

اس رات نو بجے شب کوسردار ہاشم خان صدرِاعظم کے ہاں مہمانوں کی دعوت تھی ان کا ٹیلیفون آیا کہ ''نو وارد مہمان'' بھی شریکِ دعوت ہوں اور لوگ تیار ہو چکے

> تھے اس لئے تاخیر کے خیال سے میں بھی اسی حالت میں بلا تبدیل لباس ساتھ ہو گیا۔ ہم لوگ دو موٹروں میں روانہ ہوئے۔ ایک میں ڈاکٹر اقبال، میں اور سرور خان گویاؔ اور دوسرے میں سرراس مسعود، پروفیسر ہادی اور غلام رسول خان۔ تھوڑی دیر میں صدرِ اعظم صاحب کے محل تک پہنچے۔ محل میں ہر جگہ بجلی کی روشنی تھی۔ جگہ جگہ سپاہیوں کے پہرے تھے۔ ایک دروازہ پر پہنچ کر اُترے۔ دوسرے مہمان سب پہنچ چکے تھے۔ سب سے آخر میں ہم لوگ پہنچے تھے۔ محل میں ہر چیز یورپین طریق و قاعدہ سے تھی۔ ایک گیلری سے ہو کر اندر وسیع دالان میں پہنچے۔ سب سے تعارف و ملاقات ہوئی۔ (۲۲۲)

سردار ہاشم سے مہمانوں کا تعارف سردار فیض محمد خان وزیرِ خارجہ نے کرایا۔ اس کے بعد سردار ہاشم خان مہمانوں کو لے کر کھانے کے کمرے میں گئے۔ کھانا میزوں پر تھا اور ہر چیز پوری طریقے کے مطابق آراستہ تھی۔ کھانا کھلانے کا طریقہ اور ملازمین کا سلیقہ ہر چیز یورپ کے تمدن جدید کے مطابق تھی (۲۲۳)۔ سردار فیض محمد خان وزیرِ خارجہ افغانستان کے بارے میں پتہ چلا کہ انھوں نے علامہ کے اردو کلام کے بعض حصوں کا منظوم فارسی ترجمہ بھی کیا ہے۔ اس بات کا انکشاف پروفیسر خاطر غزنوی نے کیا جن کے ساتھ میں نے ۲۹/ اپریل ۲۰۰۳ء کو صبح ساڑھے گیارہ بجے پشاور یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے سربراہ ڈاکٹر صابر کلوروی کے دفتر میں انٹرویو کیا تھا۔ یہ نمونے خاطر غزنوی کے پاس محفوظ ہیں۔ (۲۲۴)

> کھانے کے میز پر تبادلۂ خیال شروع ہوا۔ سید سلیمان ندویؔ نے افغانستان میں اشاعت اسلام کے بارے میں گفتگو کی۔ راس مسعود نے اپنے سفرِ جاپان کے پُر لطف تاثرات و واقعات بیان کئے اور علامہ نے فلسفہ و سیاست کے بعض نکات آسان اور دوستانہ انداز میں واضح کئے۔ (۲۲۵)

جمعہ ۲۷/ اکتوبر ۱۹۳۳ء

بادشاہ شہر کی مختلف مسجدوں میں باری باری جمعہ کی نماز ادا کرتے تھے۔ اس روز شہر کی سب سے بڑی مسجد ''پل خشتی'' میں نماز پڑھنے والے تھے۔ علامہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز ادا کرنے مسجد پل خشتی گئے۔ مسجد میں بادشاہ کے لئے مقصورہ بنا ہوا تھا۔ مہمانوں کو بھی مقصورہ میں جگہ دی گئی۔ نمازِ جمعہ سے واپسی پر علامہ اور سید صاحب کے ساتھ ایک ذمہ دار شخص بھی تھے۔ ان سے

چینی ترکستان کے واقعات کی نسبت گفتگو ہوتی رہی۔ علامہ نے دوران گفتگو فرمایا:

> یورپ نے اپنی اس نئی ترقی میں سارا زور بحری طاقت پر صرف کیا۔ اور ہر قسم کی تجارتی آمد و رفت اور سیر و سیاحت کے راستے دریائی رکھے اور اپنے انہی جہازوں کے ذریعے سے مشرق کو مغرب سے ملا دیا۔ لیکن اب یہ نظر آ رہا ہے کہ ان بحری راستوں کی یہ حیثیت جلد فنا ہو جائے گی۔ لیکن آئندہ مشرق وسطیٰ کا راستہ مشرق و مغرب کو ملائے گا۔ اور تری کی بجائے خشکی کا راستہ اہمیت حاصل کرے گا۔ تجارتی قافلے اب موٹروں، لاریوں، ہوائی جہازوں اور ریلوں کے ذریعے مشرق و مغرب میں آئیں جائیں گے۔ اور چونکہ یہ پورا راستہ اسلامی ملکوں سے ہو کر گزرے گا۔ اس لئے اس انقلاب سے ان اسلامی ملکوں میں عظیم الشان اقتصادی و سیاسی انقلاب رونما ہوگا۔ (۲۲۶)

سید سلیمان ندوی علامہ کے اس نظریئے کو بالکل درست تسلیم کرتے ہوئے ثبوت بھی فراہم کرتے ہیں:

> پشاور سے کابل کو، چمن سے قندھار کو، کابل سے مزار شریف اور ہرات کو قندھار سے ہرات کو موٹریں اور لاریاں چل رہی ہیں۔ اُدھر راستہ یا بخارا ہو کر یا ایران ہو کر طے کیجئے۔ پہلے مشرق وسطیٰ کے لوگ خشکی کی راہ سے حج کو جاتے تھے اکبر کے زمانہ سے ہندوستان کی بندرگاہوں سے جانے لگے۔ اور انگریزوں کے عہد میں افغانستان اور ترکستان بلکہ اکثر مشرقی ملکوں کے مسلمان ہندوستان ہو کر بحری راستہ سے مکہ معظّمہ جانے لگے۔ اگر خشکی کا راستہ ذرا درست ہو جائے۔ تو یقین کیجئے کہ ان حاجیوں کو پھر بدستور سابق خشکی کا راستہ پسند آنے لگے گا۔ اور پھر افغانستان یا بلوچستان ہو کر ایران، ایران سے عراق، عراق سے نجد اور نجد سے حجاز کا راستہ کھل جائے گا۔ یہی وہ راستہ تھا جو خلفاء اور شاہانِ اسلام کے زمانے میں مستعمل تھا۔ (۲۲۷)

اس دن چینی ترکستان کے وفد سے ملاقات کے بعد علامہ اور ان کے ساتھیوں نے ''دارالامان'' میں سردار فیض محمد خان، اللہ نواز خان اور سرور خان گویا کے ساتھ کھانا کھایا۔ اس روز شام کو علامہ نور المشائخ سے ملاقات کرنے کے لئے سید سلیمان ندوی کے ساتھ ان کی قیام گاہ

پر تشریف لے گئے۔ علامہ ان سے پہلے لاہور میں بھی مل چکے تھے۔ برصغیر کے حالات اور افغانستان میں بچہ سقہ حبیب اللہ کلکانی کے دورِ حکومت پر بحث ہوتی رہی۔

اس روز شام کو افغانستان میں مقیم برصغیر کے باشندوں نے اپنے ہم وطن دانشوروں کے اکرام میں کھانے کا انتظام کیا۔ اللہ نواز خان کے ہاں دعوت کا اہتمام تھا۔ مدعوئین میں سردار فیض محمد خان وزیرِ خارجہ، مولانا سیف الرحمان، مولانا محمد میاں منصور انصاری (مؤلف علمائے ہند کا شاندار ماضی) وسیکرٹری جمعیت علمائے ہند اور مولانا محمد شبیر (صدر جماعت مجاہدین جن کا مرکز سمرقند تھا) نمایاں تھے۔ (۲۲۸)

سردار محمد ہاشم خان صدرِ اعظم افغانستان ملاقات کے لئے اُن کی قیام گاہ آئے دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ راس مسعود نے ملک میں معدنیات کی ترقی اور سڑکوں کی تعمیر پر زور دیا۔ جبکہ سردار صاحب نے ترقیاتی پروگراموں پر روشنی ڈالی۔ مہمانوں کے ساتھ کھانا کھا کر تین بجے رخصت ہوئے۔ چار بجے شام وزیرِ جنگ شاہ محمود خان کے ہاں چائے کی دعوت تھی جس میں چیدہ افراد نے شرکت کی۔ سات بجے تک اسی دعوت میں وقت گزرا اور افغانستان کے حالات پر گفتگو ہوتی رہی۔ ساڑھے سات بجے شب انجمن ادبی کابل کی طرف سے دعوتِ شب (ڈنر) طے شدہ تھی۔ کابل ہوٹل میں انجمن سے منسلک ادیب جمع ہوئے۔ (۲۲۹)

انجمن ادبی کابل کی اس ضیافت پر تفصیلی تحقیق ''افغانستان میں اقبال شناسی کا ارتقاء'' کے باب میں شامل ہے۔

اتوار ۲۹ / اکتوبر ۱۹۳۳ء:

سردار احمد خان وزیرِ دربار کی دعوت پر شام تین بجے پغمان جانے کا پروگرام تھا۔ علامہ کو نادر شاہ سے آخری ملاقات بھی کرنا تھا۔ اس لئے پغمان جانے کا پروگرام ملتوی کر دیا۔ وہ شام کو وزیرِ خارجہ سردار فیض محمد خان کے ساتھ شاہ سے ملنے اُن کی رہائش گاہ ''دلکشا'' گئے۔ رات مختلف حضرات ملاقات کی غرض سے آئے۔ مولوی محمد بشیر صاحب صدر جمعیت مجاہدین، مولانا محمد میاں، منشی میر شمس الدین (سابق ناظم انجمن حمایت اسلام لاہور) ان میں ممتاز تھے۔ (۲۳۰)

جبکہ علامہ کے ہمرکاب علامہ کی ان مختلف مصروفیات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کابل کے مختلف مقامات کی سیر کے لئے گئے، جن میں مکتب صنائع نفیسہ، سرکاری موٹر خانہ، ہوائی اڈہ، بالا حصار کا مکتب حربی، صحابیوں کے مزارات، دارالعلوم عربی، جدید مدارس اور سرکاری مطبع عمومی

وغیرہ شامل ہیں۔ (۲۳۱)

آج کے پروگرام میں ایک خاص پروگرام مزارِ بابر پر حاضری تھی۔

بابر مغل بادشاہوں میں اس لحاظ سے ایک منفرد شخصیت کا ملک تھا کہ رزم و بزم دونوں میں گہری دلچسپی لیتا تھا۔ رزم میں خارشگافی سے کام لیتا تھا اور جب بزم میں آتا تھا تو زندگی کی ایک ایک رگ کو خوشیوں سے بھر دیتا تھا۔ یہاں فضا کا تقاضا یہ تھا کہ علامہ عقیدتمندانہ سنجیدگی کے دائرے سے باہر نکل کر سراسر خوشی کا مظاہرہ کریں۔ اور اس کے لئے بہترین طریقہ غزل گوئی کو سمجھا جاسکتا ہے چنانچہ علامہ ایک ایسی غزل سناتے ہیں جو بلند آہنگ بھی ہے اور جس کے ایک ایک لفظ میں اندرونی جوش رواں دواں ہے۔ ردیف اور قافیہ قاری کے دل میں ایک گونج کی سی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔ (۲۳۲)

ے بیا کہ سازِ فرنگ از نوا بر افتاد است — درونِ پردۂ او نغمہ نیست، فریاد است
زمانہ کہنہ بتاں را ہزار بار آراست — من از حرم نگذشتم کہ پختہ بنیاد است
درفشِ ملت عثمانیاں دوبارہ بلند — چہ گوئمت کہ بہ تیموریاں چہ افتاد است!
خوش نصیب کہ خاکِ تو آرامید اینجا — کہ ایں زمیں زطلسمِ فرنگ آزاد است!
ہزار مرتبہ کابل نکوتر از دلی است — 'کہ آں عجوزۂ عروسِ ہزار داماد است'
درونِ دیدہ نگہ دارم اشکِ خونیں را — کہ من فقیرم و ایں دولت خداداد است!
اگرچہ پیرِ حرم وردِ لا الٰـــہ دارد — کجا نگاہ کہ برندہ تر ز پولاد است (۲۳۳)

سرور خان گویا اس موقع پر موجود تھے اور علامہ کی کیفیت کا حوالہ یوں دیتے ہیں:

ہنگامیکہ بر تربت بادشاۂ زندہ دل مغل بابر رحمۃ اللہ علیہ فاتحہ میخواند اشک میریخت وروان بادشاہ مغل را برانیکہ پیکرش در آغوش قلل سنگینی کابل آرامیدہ مسعود و خوش نصیب می دانست۔ (۲۳۴)

ترجمہ: جس موقع پر وہ زندہ دل مغل بادشاہ بابر رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے پر فاتحہ پڑھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو مسلسل جاری تھے۔ وہ مغل بادشاہ کی روح کو باوجود یہ کہ ان کا جسم کابل میں یہاں کے پہاڑوں کی بھاری چوٹیوں کی آغوش میں آرام فرما رہا تھا۔ خوش نصیب اور مسعود سمجھتا تھا۔

علامہ کی اس کیفیت کی گواہی افغان صحافی مقبول احمد یوں دیتے ہیں:

علامہ اوران کی پارٹی کے دوسرے زعماء جب باغ تشریف لے جارہے تھے فیض محمد خان وزیرِ خارجہ، شاہی خاندان کے بعض ارکان، شعراء، ادباء، اور چند صحافی بھی ان کی معیت میں تھے۔ مجھے یاد ہے کہ علامہ اقبال شہنشاہ ظہیرالدین بابر کی قبر پر فاتحہ پڑھتے پڑھتے زاروقطار رورہے تھے۔ ان کے اشکوں سے ان کا رومال بالکل تر ہوگیا تھا۔ (۲۳۵)

آج کابل میں علامہ کی آخری رات تھی۔ علامہ کی دیگر مصروفیات کے علاوہ ایک نئی بات یہ سامنے آتی ہے کہ علامہ نے کابل میں قیام کے دوران نامور روحانی پیشوا اور جنگِ آزادی کے رہنما مولانا فضل واحد المعروف بہ حاجی صاحب ترنگزئی سے بھی ملاقات کی تھی۔ اکرام اللہ شاہد عزیز جاوید کی کتاب برصغیر میں تحریکِ آزادی کا ایک عظیم مجاہد حاجی صاحب ترنگزئی میں درج ترنگزئی حاجی صاحب کے بیٹے بادشاہ گل پیر افضل اکبر شاہ کی زبانی لکھتے ہیں۔

اقبال جب افغانستان میں آئے تو اس وقت ہم بھی باباجی کے ساتھ کابل میں مقیم تھے۔ علامہ اقبال نے باباجی صاحب کے ساتھ تنہائی میں ملاقاتیں کیں۔ وہ باباجی کا نہایت احترام کرتے تھے اور جب وہ باباجی صاحب سے ملنے آئے تھے باباجی کے پاس بیٹھنے سے پہلے جوتے اُتار کر نہایت مؤدب ہوکر باباجی کے پاس بیٹھے تھے۔ جب دونوں محوِ گفتگو ہوتے تو وہاں سے باقی تمام لوگوں کو اور ہمیں باہر نکال دیا جاتا۔ (۲۳۶)

کابل میں حاجی صاحب ترنگزئی سے حضرت علامہ کی اس ملاقات کا حوالہ اس کے علاوہ کہیں اور نہیں ملا اور نہ اس سے پہلے اس ملاقات کا ذکر کہیں کیا گیا ہے۔

سوموار ۳۰/ اکتوبر ۱۹۳۳ء:

علامہ اوران کے ساتھی صبح آٹھ بجے کابل سے غزنی روانہ ہوئے۔ حکومت افغانستان نے مہمانوں کے باسہولت سفر کا پورا اہتمام کیا تھا۔ متوقع قیام گاہوں میں پہلے سے پیغام بھجوادیئے گئے تھے۔ اور بطورِ میزبان سرور خان گویاؔ ساتھ تھے۔ سواری اور باربرداری کے لئے دوموٹریں اور دولاریاں دی گئیں تھیں۔ ایک موٹر میں علامہ اقبال، سید سلیمان ندویؔ اور بیرسٹر غلام رسول تھے۔ اور دوسری میں پروفیسر ہادی حسن، سرور خان گویاؔ اور عبدالمجید (نمائندہ سفارت خانہ افغانستان

دہلی) تھے۔ ایک لاری کھانے کے سامان اور کھانا پکانے اور کھلانے والے ملازمین کے لئے تھی۔ دوسری لاری پر مہمانوں کا سامان لدا تھا۔ اس قافلے میں اعزازی حفاظت کی غرض سے دس بارہ سپاہیوں کا دستہ بھی شامل تھا۔ (۲۳۷)

کابل سے غزنی ۸۲ میل ہے۔ موٹریں دشت وجبل اور نشیب وفراز کو لحہ بہ لحہ طے کرتی ہوئی اور خاک اُڑاتی ہوئی رواں دواں تھیں۔ تقریباً ایک بجے غزنی پہنچے۔ یہاں مہمان سرکاری مہمان خانہ میں ٹھہرائے گئے۔ بازار کی مختصر سیر کے بعد مہمانوں نے کھانا کھایا۔ (۲۳۸)

غزنیں کے آثارِ قدیمہ کی سیر کے لئے آفیسر مہمان دار سرور خان گویا نے ایک پیرِ فرتوت ''ملاقربان'' کو بلایا۔ یہ صاحب نوے سال کی عمر میں تھے۔ اور غزنیں کے گوشے گوشے سے آگاہ تھے۔ موجودہ شہر سے کئی میل ہٹ کر قدیم شہر کے نشانات ہیں جو سلاطین غزنیں کا پایہ تخت تھا۔ اس مقام کے مخالف سمت شہر کی دوسری طرف پرانا قبرستان ہے جہاں بیسوں عہد ساز ہستیاں محوخواب ہیں۔ (۲۳۹)

ان ہستیوں میں اگر ایک طرف جہانِ معنوی کے سلطان حکیم سنائی غزنوی کا ذکر آتا ہے تو دوسری طرف فاتح سومنات محمود غزنوی کا نام نامی آتا ہے۔ سید سلیمان ندویؔ لکھتے ہیں:

> حکیم وشاعر اقبال کو حکیم شاعر سنائی کے مزار دیکھنے کا سب سے زیادہ اشتیاق تھا۔ خانہ سے نکل کر پیادہ ہم حکیم موصوف کے مزار کی طرف چلے۔۔۔۔ حکیم سنائی کی جلالتِ شان سے کون مہمان واقف نہیں ہم سب اسی منظر سے متاثر تھے۔ مگر ہم میں سب سے زیادہ اثر ڈاکٹر اقبال پر تھا۔ وہ حکیم ممدوح کے سرہانے کھڑے ہو کر بے اختیار ہو گئے اور دیر تک زور زور سے روتے رہے۔ (۲۴۰)

جناب سرور خان گویاؔ اس لمحے کی یادداشت کو یوں محفوظ کرتے ہیں:

> تربت حکیم سنائی را چندان از اشک گلگون نمود کہ سنگ رابروی رقت آمد۔ (۲۴۱)
>
> ترجمہ: حکیم سنائی کی قبر پر اس نے اتنے آنسوؤں کا پانی چھڑکا کہ وہاں کے پتھر بھی موم ہو گئے۔

مفکرِ عصر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے علامہ کے حکیم سنائی کی مزار کے حاضری کو ایک اور نگاہ سے دیکھا ہے:

> وہ حکیم سنائی کے مزار پر بھی گئے۔ اقبال سنائی کو رومی کے بعد شعر وحکمت میں اپنا

دوسرا استاد مانتے تھے۔ اس نادر اور زریں موقع نے ان کی طبیعت پر مہمیز کا کام کیا۔ وہاں انہوں نے جو شعر کہے ہیں وہ ندرت اور معنویت کے ساتھ ان کے ذوق وشوق، حسرتوں اور امیدوں کی سچی تصویر ہیں۔ ان نظموں میں انھوں نے اپنے عہد پر ایک فلسفی شاعر اور انقلابی مسلمان کی طرح نظر ڈالی ہے۔ اور اپنی زیارت کو تاریخی حیثیت دے دی ہے۔ (۲۴۲)

حکیم سنائی سے متعلق علامہ کے توصیفی وتعریفی افکار اردو و فارسی میں ''باب ہٰذا کے ضمنی عنوان'' کلام اقبال میں مشاہیر افاغنہ کا تذکرہ'' کے تحت شاملِ تحقیق کئے گئے ہیں۔

البتہ یہاں علامہ کی وہ یادداشت نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو انہوں نے بالِ جبریل میں افکارِ پریشان سے پہلے درج کی ہے اور حکیم سنائی غزنوی کی زیارت کا تذکرہ کیا ہے۔

اعلیٰحضرت شہید امیر المؤمنین نادر شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کے لطف وکرم سے نومبر ۱۹۳۳ء میں مصنف کو حکیم سنائی غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مقدس کی زیارت نصیب ہوئی۔ یہ چند افکار پریشان جن میں حکیم ہی کے ایک مشہور قصیدے کی پیروی کی گئی ہے اس روز سعید کی یادگار میں سپرد قلم کئے گئے ہیں۔ ما از پئے سنائی وعطار آمدیم۔ (۲۴۳)

خاکِ اولیاء غزنین میں مردِ قلندر علامہ محمد اقبال کے ایک ایک لمحے کی تاریخ کو دانشوروں اور صاحبانِ دل نے محفوظ کیا ہے۔ مرزا ادیب حکیم سنائی کی زیارت کے بعد کا حال لکھتے ہیں:

حکیم سنائی کے مزار سے نکل کر علامہ سلطان محمود کے مرقد پر جاتے ہیں۔ گویا ایک صاحبِ دل سے رخصت ہو کر ایک صاحبِ شمشیر کے ہاں پہنچے ہیں۔ مگر میں سمجھتا ہوں علامہ نے سلطان محمود کو بھی اپنی ہیرو گردانا ہے شاید اس موقع پر سوال کیا جائے کہ سلطان تو محض ایک حکمران تھا جس نے اپنی تیغ جوہر دار سے دشت ودر کو لرزا دیا تھا۔ اور جس کے ہندوستان پر سترہ حملے ایک تاریخی حقیقت کو محیط ہیں۔ علامہ کی نظر میں کیا ایک فاتح ہی ہیرو بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یا یہ مقام وشرف حاصل کرنے کے لئے فاتح کے علاوہ اسے کچھ اور بھی بننا چاہیئے؟ علامہ فقط اس شخصیت کو اپنا ہیرو مانتے ہیں جو صاحبِ شمشیر ہو تو ساتھ ہی صاحبِ دل بھی ہو۔ سلطان محمود فاتح ہوں، اورنگزیب عالمگیر ہوں، نادر شاہ ہوں یا سلطان محمود غزنوی یہ شہسوار تو تھے ہی مگر شہسواری کے ساتھ ساتھ صاحبِ خلق عظیم اور صاحبِ صدق و

یقین بھی تھے ان کی بادشاہی میں فقر تھا۔ (۲۴۴)

محمود غزنوی کی زیارت میں علامہ کی کیفیات کا حال جانے کے لئے ہم پھر ان کے افغان دوست سرور خان گویاؔ سے رجوع کرتے ہیں:

درپیش گاہ روضۂ شہنشاہ بزرگ ما سلطان محمود غزنوی سر احترام فرود آورد۔ (۲۴۵)

ترجمہ: ہمارے عظیم شہنشاہ محمود غزنوی کے روضے کی ڈیوڑھی میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنا سر فرطِ احترام سے جھکا لیا۔

کلامِ اقبال میں جا بجا محمود غزنوی کا تذکرہ ملتا ہے ان اشعار کے علاوہ غزنی میں ان کے مرقد پر علامہ کے کہے گئے اشعار باب ھذا کے ضمنی عنوان ''کلامِ اقبال میں مشاہیر افاغنہ کا تذکرہ'' کے تحت شاملِ تحقیق ہیں۔

سلطان محمود غزنوی کے مزار کی حاضری کے بعد علامہ کے اگلے روحانی منزل کا حال سید سلیمان ندویؔ صاحب لکھتے ہیں:

''ان شاہی مزارات سے لوٹے تو ڈاکٹر اقبال صاحب کو لاہور کی مناسبت سے حضرت داتا گنج بخش جن کا مزار لاہور میں ہے، کے والد ماجد کے مزار کی تلاش ہوئی۔ ملا قربان نے کہا میں وہ مزار جانتا ہوں چنانچہ ان کی ہدایت کے مطابق موٹر نے پرانے غزنین کے ویران سنسان میدان کو طے کرنا شروع کیا۔ اور آخر ایک مقام پر لے جا کر توقف کیا۔ آگے موٹر کا راستہ نہ تھا چنانچہ ملا صاحب بمع ڈاکٹر صاحب وغیرہ اتر کر پیادہ گئے اور زیارت کر کے واپس آئے۔ میں دردِ سینہ کی شکایت کے سبب نہ جا سکا۔'' (۲۴۶)

روحانیت و معنویت کے مزار کے احاطے میں علامہ کی کیفیت کا حال کیا تھا۔ سرور خان گویاؔ لکھتے ہیں:

وقتے کہ ما بدین اماکن مقدس و پر از جلال و حشمت می رسیدیم ما دعا می نمودیم ولی شاعر اسلام را می دیدیم کہ مثل تصویر بی جان استادہ و سیلاب اشک از چشمانش جار حیت حتیٰ از دیدن او حال ما دگرگوں میشد۔ (۲۴۷)

ترجمہ: جب ہم ان مقدس اور پر جلال مقامات پر پہنچے ہیں تو ہم تو دعا میں مشغول تھے لیکن شاعر اسلام کو ہم نے وہاں دیکھا کہ وہ ایک بے جان تصویر کی طرح کھڑا

ہے اور آنسوؤں کا دریا اس کی آنکھوں سے اُمڈ رہا ہے۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر ہم میں بھی یارائے ضبط نہ رہا۔

حکیم سنائی کی شخصیت میں تبدیلی غزنوی دربار سے خانقاہ لے آنے اور معنویت کی طرف میلان کا باعث بننے والا فقیر لائے خوار کے مزار پر بھی علامہ نے حاضری دی۔ سیرِ افغانستان میں ہے:

''حکیم سنائی کی توبہ کی حکایت کے سلسلہ میں ایک مجذوب فقیر لائے خوار کا ذکر آتا ہے جس نے کہا تھا: ''بکوری سنائی می خورم'' کہ سنائی سے بڑ کر بے وقوف کون ہوگا جو اپنے ہی جیسے انسانوں کی مدح و ستائش میں خرافات نظم کرتا ہے اور ان کو جا کر سناتا ہے حکیم پر اس مجذوب کے اس فقرہ کا اثر ہوا اور توبہ کی۔ ملا قربان موجودہ غزنین کے بازار سے گزرتے ہوئے ایک گلی سے ایک مسجد کے اندر لے گئے اور بتایا کہ یہ اس لائے خوار کا مزار ہے۔''(۲۴۸)

منگل ۳۱ / اکتوبر ۱۹۳۳ء:

شب غزنین میں گزارنے کے بعد صبح آٹھ بجے روانہ ہوئے۔ گیارہ بجے دوپہر مقر پہنچے۔ راستہ بہت صاف اور ہموار تھا۔ مقر میں سرکاری آفیسروں کو مہانوں کے آنے کی اطلاع تھی جیسے ہی موٹریں آکر رکیں گارڈ آف آنرز نے سلامی دی۔ ایک دو منزلہ عمارت میں قیام و طعام تھا۔(۲۴۹)

''مقر یعنی پرانا بیہق ایک پرانے تاریخی شہر کا نام ہے۔ جہاں سے بڑے بڑے اُئمہ حدیث، مؤرخین اور اہلِ ادب و انشاء پیدا ہوئے ہیں۔۔۔ اس کا فارسی تلفظ بہیہ ہے مگر عربوں نے اپنے قاعدہ سے اس کو بیہق بنا دیا۔ اور وہی مشہور ہو گیا۔ ابوبکر احمد بن حیسن مشہور بہ امام بیہقی شافعی جن کے سنن بیہقی اور دلائل النبوۃ مشہور کتابیں ہیں، یہیں کے تھے۔۔۔ نوجوان افغانوں کا دعویٰ ہے کہ پرانا بیہق یہی ہے چنانچہ ہمارے فاضل افغان رفیق سفر سرور خان گویاؔ نے بڑے وثوق کے ساتھ مجھے اس کا یقین دلایا۔ مقر کے قریب دو قبروں کے روضے دکھائی دیئے۔ فاضل مذکور نے بتایا کہ ان میں سے ایک ابوالفضل بیہقی کی قبر ہے اور دوسری ابوالنصر مشکانی کی۔ ابوالفضل بیہقی غزنوی خاندان کا مشہور مؤرخ

ہے۔ ۴۷۰ھ میں وفات پائی ہے۔ ابوالنصر مشکانی بھی اسی عہد کا ادیب و مؤرخ ہے جس کی تصنیف مقامات پچھلے مصنفین کا مأخذ ہے۔"(۲۵۰)

دوپہر کا کھانا مقر میں کھا کر مقر سے ایک بجے چل کر ۴ بجے شام قلات غلزی پہنچے۔ کابل سے دو ہزار فٹ اور غزنین سے ایک ہزار فٹ کی بلندی کی وجہ سے قلات میں ٹھنڈک تھی۔ رات قلات میں بسر کی۔ جہاں رات کو رفقائے سفر پروفیسر ہادی اور سرور خان گویا میں ایرانی اور افغان فارسی کے باہمی فضیلت پر ایک دلچسپ گفتگو ہوئی۔

بدھ یکم نومبر ۱۹۳۳ء:

صبح قلات غلزی سے بھی آٹھ بجے صبح روانگی ممکن ہوئی۔ قلات سے قندھار تک پرانی منزلیں حسبِ ذیل تھیں:

۱۔ قلعہ قلات سے تیرانداز تک 'جوتر نک' نام ایک ندی کے کنارے آباد ہے اور جہاں درانی قوم کا مسکن شروع ہو جاتا ہے۔

۲۔ قلعہ تیرانداز سے شہر صفا تک اس شہر کو تیمور شاہ بن احمد شاہ ابدالی کے مدار المہام قاضی فیض اللہ خان نے آباد کیا تھا۔

۳۔ شہر صفا سے کاریز ملہد و تک یہ ایک چشمہ ہے۔

۴۔ کاریز ملہد و سے شہر قندہار تک۔

راستہ کی خرابی کے باوجود قلات سے ۸ بجے چل کر ۱۲ بجے چار گھنٹوں میں قندہار پہنچ گئے۔ (۲۵۱)

جی ہائے قندہار سے متعلق علامہ کے درج ذیل ابیات امر ہو گئے ہیں:

ے قندہار آں کشورِ مینو سواد اہلِ دل را خاکِ او خاکِ مراد
رنگ ہا بو ہا آب ہا آب ہا تابندہ چوں سیماب ہا
لالہ ہا درخلوتِ کہسار ہا نا رہا یخ بستہ اندر نار ہا
کوئے آں شہر است مارا کوئے دوست! سارباں بربند محمل سوئے دوست
می سرایم دیگر از یارانِ نجد
از نوائے ناقہ را آرام بو جد! (۲۵۲)

قندہار میں شاہی مہمان خانے میں ٹھہرنے کا پروگرام تھا۔ جہاں مہمانوں کی آمد پر شہر کے

ممتاز افراد ملاقات کے لئے آئے۔ جن میں وزارتِ خارجہ افغانستان کا نمائندہ متعینہ قندہار اور یہاں کی ادبی انجمن کے ناظم عبدالحیٔ حبیبی بھی شامل تھے۔ (عبدالحیٔ حبیبی سے ملاقات کا احوال ان کی سوانح میں ملاحظہ ہو) ابھی علامہ عبدالحیٔ خان سے باتیں کر رہے تھے کہ قندہار کے گورنر تشریف لائے۔ ان سے بھی کچھ دیر باہم دلچسپی کی گفتگو رہی۔

مہمان خانے کے قریب ہی خرقہ شریف کی زیارت اور احمد شاہ درانی کا مقبرہ تھا۔ ان مقامات کی زیارت کے لئے علامہ اور دوسرے افراد پیدل روانہ ہوئے۔ البتہ واپسی کے لئے موٹروں کو مقبرے کے دروازے پر پہنچ جانے کا حکم دیا گیا۔ پہلے خرقہ شریف کی زیارت کی۔ مشہور ہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ کا ملبوسِ اقدس ہے۔ (۲۵۳)

زیارت خرقہ مقدسہ کے دوران علامہ کی معنوی کیفیات و اسرار خود علامہ صاحب نے مثنوی مسافر میں بیان فرمائی ہیں:

ے خرقۂ آں "بَرْزَخ" لَا یَبْغِیَان" — دیدمش در نکتۂ "لِیْ خَرَقْتَان"
دینِ او آئینِ او تفسیرِ کل — در جبینِ او خطِ تقدیرِ کل
عقل را او صاحبِ اسرار کرد — عشق اِ او تیغ جوہردار کرد
کاروانِ شوق را او منزل است — ماہمہ یک مشت خاکیم او دل است
آشکارا دیدنش 'اسرائے' ماست — در ضمیرش مسجدِ اقصائے ماست
آمد از پیراہنِ او بوے او — داد ما را نعرۂ اللّٰہ ہُوْ
بادلِ من شوقِ بے پروا چہ کرد! — بادۂ پُرزور بامیناچہ کرد!
رقصد اندر سینہ از زورِ جنوں — تا زِراہِ دیدہ می آید بروں!
گفت 'من جبریلم و نورِ مبین' — پیش ازیں او را ندیدم ایں چنین!
شعر رومؔی خواندو خندید و گریست — یا رب ایں دیوانۂ فرزانہ کیست
دِر حرم بامن سخن رندانہ گفت — از مے و مُغ زادہ و پیمانہ گفت!
گفتمش ایں حرفِ بیباکانہ چیست — لب فرو بند ایں مقامِ خامشی است
من زخونِ خویش پروردم ترا — صاحبِ آہِ سحر کردم ترا
بازیاب این نکتہ را اے نکتہ رس — عشقِ مرداں ضبطِ احوال است وبس
گفت عقل و ہوش آزارِ دل است! — مستی و وارفتگی کارِ دل است!

نعرۂ ہا زدتا فتاد اندر سجود
شعلۂ آوازِ او بود، او نبود! (۲۵۴)

زیارتِ خرقہ مقدسہ کے دوران علامہ کی قلبی کیفیات کا جائزہ مرزا ادیب نے یوں پیش کیا ہے:

> زیارت خرقہ مبارک ﷺ نے شاعر کے دل و دماغ پر ایک وجد کا سا عالم طاری کر دیا ہے اور اس کی ہونٹوں پر اس کے قلبی تاثرات ایک مترنم غزل کی صورت میں بکھر جاتے ہیں۔ اس غزل کی فضا میں جذب و مستی سرایت کئے ہوئے ہے۔ یہاں شوق فراواں کا کیف ہوش افگن پھیلا ہوا ہے۔ اس کے ایک ایک لفظ میں سوز و ساز و درد و داغ کی ایک دنیا آباد لگتا ہے۔ عشق صادق حسن کی بارگاہ میں سجدۂ ہائے شوق لٹا رہا ہے اور اس کی رگ رگ ایک پُراسرار نشے سے سرشار ہوگئی ہے۔ شاعر کا جذبہ بے اختیار غزل میں تڑپتا ہوا، مچلتا ہوا، رقص کناں جب خرقہ مبارک ﷺ کے قریب آتا ہے تو فی الفور سراپا عقیدت بن جاتا ہے۔ (۲۵۵)

خرقہ شریف کی زیارت کے بعد معرکۂ پانی پت کے فاتح احمد شاہ بابا کے مزار پر حاضری دی۔ اس موقع کی مناسبت سے علامہ کے اشعار باب ھذا کے ضمنی عنوان ''کلامِ اقبال میں مشاہیرِ افاغنہ کا تذکرہ'' کے عنوان سے شاملِ تحقیق ہیں۔

احمد شاہ بابا کے مزار پر حاضری کے بعد علامہ اور ان کے شرکائے سفر قندہار کے سب سے خوبصورت اور دلکش طبعی منظر ارغنداب کی سفر کو روانہ ہوئے۔

ارغنداب کی سیر کرتے ہوئے بابا ولی قندہاری کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ واپسی پر چہل زینہ گئے یہ ایک پہاڑی ہے جس کی چوٹی پر بابر نے اپنی ہندی فتوحات کا کتبہ لگایا ہے۔ پہاڑی کے دامن سے اوپر تک پتھر کاٹ کر زینے بنائے گئے ہیں۔ جن کی تعداد چالیس مشہور ہیں۔ اس لئے اس پہاڑی کا نام چہل زینہ پڑ گیا ہے۔ علامہ پہاڑی پر نہ چڑھے البتہ سید صاحب اور پروفیسر ہادی نے اپنے تاریخی ذوق کی تسکین کیلئے پہاڑی سر کی۔ (۲۵۶)

جمعرات ۲ نومبر ۱۹۳۳ء:

صبح آٹھ بجے چائے اور ناشتہ سے فارغ ہو کر نو بجے قندہار سے روانہ ہوئے۔ گورنر قندہار نے مہمانوں کو کچھ خشک میوے اور قندہاری اناروں کے دو ٹوکرے تحفہ بھیجے اور قافلہ چل پڑا۔ اور

بارہ بجے قلعہ جدید پہنچ گیا۔ یہ افغانستان کی آخری چوکی تھی۔ یہاں گویا اور دوسرے شاہی ملازمین نے علامہ اوران کے ساتھیوں کوالوداع کیا۔

چمن شہر کے دروازے پر مسلمانان شہر نے استقبال کیا۔ اور ایک رستوران میں چائے کا اہتمام کیا۔ اہالیان شہر کی خواہش تھی کہ علامہ اور سید صاحب اپنے سفر ملتوی کر کے یہاں کے مسلمانوں کے سامنے تقاریر کریں مگر ہر دوحضرات نے معذرت کر دی۔ رستوران میں مختلف خیال کے مسلمان جمع ہو گئے تھے۔ جو سیاسیات کی مختلف راہوں سے آشنا تھے۔ علامہ اور سید صاحب سے طرح طرح کے سوالات کرتے رہتے۔ علامہ کے سکول کے زمانے کے ہندو دوست جو چمن میں مطب کرتے تھے، ملنے آئے۔ (۲۵۷)

چمن میں علامہ کی آمد کے موقع پر جن لوگوں نے علامہ سے ملاقاتیں کی تھیں۔ ان میں چودھری نور الٰہی قریشی، ملا احمد جان قریشی اور حاجی خوشی محمد وغیرہ شامل تھے۔ حاجی خوشی محمد کے نام سے چمن میں ایک روڈ بھی منسوب ہے۔ نسلاً زدران پٹھان تھے مگر ثقافتی اعتبار سے ٹھیٹ پنجابی تھے۔ ان کے گھر سے علامہ کے لئے حقہ بھی لے جایا گیا تھا۔ (۲۵۸)

علامہ کے ہندو کلاس فیلو سے متعلق معلوم ہوا کہ وہ موجودہ رام چند بازار میں سادھورام کی موجودہ کوٹھی کے بالمقابل ٹریچ روڈ سے ۵ نمبر دکان واقع مغربی جانب میں مطب کرتے تھے۔ یہ دکان فی الحال حاجی تیمور ملیزی کا کلاتھ ہاؤس ہے۔ اہالیانِ چمن ان سے علاج کراتے تھے۔ نام کا پتہ تو نہیں چل سکا البتہ خوبصورت شباہت اور سرخ رنگت کی بنیاد پر مقامی لوگ انھیں ''سُرکئی'' ہندو کہتے تھے۔ انکے بعد ان کے بیٹے مطلب چلاتے رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد ان کے ایک مسلمان شاگرد ملا عبدالرحمٰن غبیزی اچکزی کچھ عرصے تک یہ مطلب چلاتے رہے جن کا ایک بیٹا عبدالمالک کسٹم میں انسپکٹر ہے۔ ان کے والد راقم الحروف کے پھوپھا تھے۔

علامہ ۲ نومبر کو بعد از ظہر چمن سے روانہ ہو کر شام کوئٹہ پہنچے۔ علامہ کی کوئٹہ آمد کی خبر روزنامہ ''انقلاب'' لاہور میں بھی شائع ہوئی ہے:

حضرت علامہ اقبال کی تشریف آوری

ابھی اطلاع ملی ہے کہ حضرت علامہ اقبال کابل سے قندھار گئے تھے اور وہاں سے چمن اور کوئٹہ کے راستے واپس تشریف لائے۔ ۴ نومبر کو ۶ بجے شام کراچی میل سے لاہور تشریف لائیں گے۔

(انقلاب۔ جلد ۸۔ نمبر ۱۵۷۔ شنبہ۔ ۵ نومبر ۱۹۳۳ء)

چنانچہ علامہ کی لاہور آمد پران کا پرتپاک استقبال کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو روز نامہ ''انقلاب'' لاہور کی یہ خبر:

علامہ اقبال کی افغانستان سے مراجعت

لاہور اسٹیشن پر استقبال

لاہور۔ ٦ نومبر۔ حضرت علامہ اقبال جنہیں اعلیٰ حضرت نادر شاہ غازی بادشاہ افغانستان نے یونی ورسٹی کے قیام کے لیے مشورے کے لیے کابل بلایا تھا، آج کراچی میل سے واپس تشریف لائے۔ دو ہفتہ قبل آپ سرراس مسعود کے ہمراہ کابل تشریف لے گئے تھے۔ اعلیٰ حضرت نادرشاہ سے آپ نے ملاقات کی اور انہیں یونیورسٹی کے قیام سے متعلق مشورے دیے۔ افغانستان سے واپسی پر آپ قندھار سے بذریعہ موٹر کار چمن پہنچے اور وہاں سے کوئٹہ روانہ ہوئے۔ کوئٹہ سے کراچی میل کے ذریعے آج شام ساڑھے چھ بجے لاہور واپس تشریف لائے۔ آپ کے استقبال کے لیے اسٹیشن پر آپ کے رفقاء اور عزیز موجود تھے۔ ان میں قابلِ ذکر مہر، سالک، شیخ نیاز علی ایڈووکیٹ، چودھری محمد حسین اور ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' کے نمائندے سید نور احمد قابل ذکر ہیں۔

(انقلاب۔ جلد ۸۔ نمبر ۱۵۸۔ سہ شنبہ۔ ۷۔ نومبر ۱۹۳۳ء)

سفر افغانستان سے واپسی پر اس سفر کے شرکاء کے تاثرات اخبارات نے تفصیل کے ساتھ شائع کیے:

افغانستان کے متعلق علامہ اقبال، سرراس مسعود اور سید سلیمان ندوی کے تاثرات

افغانی مُلّا اور اور نوجوان دوش بدوش میدان عمل میں۔ جدید سڑکوں کی تعمیر، تعلیمی اور اقتصادی پروگرام

لاہور۔ ٦ نومبر۔ حضرت علامہ اقبال، سرراس مسعود اور سید سلیمان ندوی نے افغانستان سے واپسی پر، افغانستان کی موجودہ صورت حال کے بارے میں ایسوسی ایٹڈ پریس کو مندرجہ ذیل بیان دیا:

ہمارا خیال ہے کہ افغانستان میں اپنے دس روزہ قیام کے بعد ہم وہاں کے موجودہ حالات کے متعلق جو تاثرات لے کر واپس ہوئے ہیں، ان کو اپنے ہندوستانی اہالی وطن کے روبرو پیش کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

خوش قسمتی سے اپنے دوران قیام میں تمام وزراء اور اعلیٰ عہدے داروں سے جو نظم و نسق

حکومت کے ذمہ دار ہیں، ملاقات کا موقع ملا۔ ہم نے وزراء سے تعلیمی مسائل پر طویل بحث و تمحیص کی۔ اس بحث ومباحثہ کے دوران میں افغانستان کی اقتصادی ترقی کے متعلق ہمیں اس لائحہ عمل کی نوعیت بھی معلوم ہوئی، جس میں وزرائے موصوف آج کل ہمہ تن مصروف ہیں۔

(انقلاب۔ جلد ۸۔ نمبر ۱۵۹۔ چہارشنبہ ۸۔ نومبر ۱۹۳۳ء)[۲۵۹]

علامہ نے ۶ نومبر ۱۹۳۳ء کو اپنے ہم سفروں کی ایماء پر اپنے دورۂ افغانستان کے بارے میں درج ذیل اخباری بیان جاری کیا۔

سب سے پہلے جو قابلِ ذکر چیز ہمیں نظر آئی ہے وہ یہ ہے کہ افغانستان میں لوگوں کے جان و مال بالکل محفوظ ہیں۔ یہ ایک ایسی حکومت کے لئے بذاتِ خود ایک بہت بڑی کامیابی ہے جسے صرف چار سال پیشتر ملک میں عام بغاوت کو فرو کرنا پڑا ہو۔ دوسری بات جس سے ہم متاثر ہوئے وہ وہاں کے وزراء کی نیک نیتی اور اخلاص ہے جس سے وہ اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں سخت قسم کے قدامت پسند لوگ بھی ان وزراء کے حامی ہیں۔ اور نتیجتاً جیسا کہ ہمارے سامنے ایک مقتدر افغان عالم نے کہا کہ آج کے افغانستان میں ملاؤں اور نوجوانوں میں کوئی اختلاف نہیں۔

حکومت افغانستان کا ارادہ ہے کہ سارے محکمہ تعلیم کو جدید طریقوں پر از سرِ نو ترتیب دیا جائے اور ساتھ ساتھ افغانستان اور ہمسایہ ممالک کے درمیان والی سڑکوں کی مرمت کی جائے۔ نئی یونیورسٹی بتدریج ترقی کر رہی ہے اور اس کیلئے پہلے ہی ایک خوبصورت اور وسیع محل مخصوص کر دیا گیا ہے۔ سب سے پہلے شعبہ طب قائم کیا گیا ہے اور اس میں اعلیٰ تعلیم شروع ہوگئی ہے۔ دوسرا شعبہ جس کا قیام زیرِ غور ہے وہ سول انجینئر نگ کا ہوگا۔ رہا سڑکوں کا سوال تو کابل کو پشاور سے ملانے والی ایک نئی سڑک آئندہ دو سال کے عرصہ میں تعمیر ہو جائے گی۔ اور یہ سڑک اس لئے بہت اہم ہے کہ یہ وسطی ایشیا کو وسطی یورپ سے قریب کر دیتی ہے۔

اعلیٰحضرت شاہ افغانستان نے ہمیں شرف باز یابی بخشا اور کافی طویل گفتگو ہوتی رہی۔ اعلیٰحضرت کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ ان کا ملک پھلے پھولے اور

اپنے ہمسایہ ممالک سے صلح اور آشتی قائم رکھے۔ افغانستان آج ایک متحد ملک ہے جہاں ہر طرف بیداری کے آثار پائے جاتے ہیں اور حکام کافی سوچ بچار کے بعد نئے پروگرام بنا رہے ہیں۔ افغانستان سے ہم اس یقین کے ساتھ واپس لوٹے ہیں کہ اگر موجودہ حکام کو دس سال تک اپنا کام جاری رکھنے کا موقع مل جائے تو بلاشک وشبہ افغانستان کا مستقبل شاندار ہوگا۔ (۲۶۰)

حضرت علامہ کا سفر افغانستان کے دوران شاہ افغانستان کو قرآن کریم کا ہدیہ دینے پر روزنامہ ''انقلاب'' نے ایک اہم اداریہ لکھا ہے جس میں افغانستان میں علامہ کی پذیرائی اور اس دورے کے مضمرات پر بحث کی گئی ہے۔

(اداریہ)

شاہ افغانستان کی بارگاہ میں قرآن حکیم کا ہدیہ۔ اقوام شرق وغرب کی تقدیروں کا آئینہ

روزنامہ ''اصلاح'' کابل کی تازہ اشاعت میں حضرت علامہ اقبال، سید سلیمان ندوی اور نواب مسعود جنگ بہادر سید راس مسعود کے چند روزہ قیام کابل کی مصروفیتوں کا تذکرہ شائع ہوا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کی علمی صحبتوں سے ہمارے افغان بھائی بے حد متاثر ہوئے۔ والاحضرت سردار ہاشم خاں صدر اعظم، والاحضرت سردار شاہ محمود خان وزیر جنگ، سردار احمد شاہ خان وزیر دربار وریاست، بلدیہ، کابل اور انجمن ادبی کابل کی طرف سے ہمارے بزرگوں کو عظیم الشان پارٹیاں دی گئیں۔ اعلیٰ حضرت بادشاہ غازی کی بارگاہ میں بھی ان بزرگوں کو شرف باریابی حاصل ہوا۔ یہ تمام تفصیلات ہمارے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے جس قدر دل خوش کن ہوسکتی ہیں، اس کے اظہار کی ضرورت نہیں، لیکن جس چیز سے ہم بدرجۂ غایت متاثر ہوئے' وہ حضرت علامہ اقبال کا پیام ہے جو روزنامہ "اصلاح" کی وساطت سے ملت غیور افغان کو دیا گیا ہے اور جو جریدہ مذکور کی تازہ اشاعت میں شائع ہوا ہے۔

حضرت علامہ فرماتے ہیں:

''الحمدللہ کہ میں نے یہ اسلامی سرزمین دیکھی اور بادشاہ غازی کی بارگاہ میں حاضری سے بھی مشرف ہوا، جس کے ہر کام کی بنیاد واساس ''بندگی خدا'' اور ''عشق وطن'' ہے یعنی وہ بادشاہ جو شاہی قبا کے نیچے خرقۂ درویشی پہنے ہوئے ہے اور خدائے بزرگ و برتر نے حضرت رسالت مآب ﷺ کی روحانیت کے طفیل اس کی درویشی کو شرف قبولیت بخشا۔''

اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کی یہ کتنی صحیح تصویر ہے اور اس مختصر سی تحریر میں اسلامی حکمرانی کے بہترین اصول کتنے عمدہ اور جامع الفاظ میں پیش کیے گئے ہیں۔ اول خدائے بزرگ و برتر کی عبادت، دوم وطن کی محبت یعنی جس خطۂ ارض پر اختیار و اقتدار حاصل ہوٴ اس کی فلاح و بہبود اور بہتری و برتری کے لیے ہر ممکن سعی و کوشش جاری رکھنا اور بادشاہی کو نفس پروری یا غرض پرستی کا ذریعہ نہ بنانا۔

حضرت علامہ نے ''پیامِ مشرق'' کو شاہ امان اللہ خان کے نام پر معنون کرتے ہوئے ایک مثنوی لکھی تھی جو زریں نصائح سے لبریز تھی۔

اس میں یہ اشعار بھی تھے:

سروری در دینِ ما خدمت گری است | عدلِ فاروقی و فقرِ حیدری است
در ہجومِ کار ہائے ملک و دیں | با دلِ خود یک نفس خلوت گزیں
ہر کہ یک دم در کمینِ خود نشست | ہیچ نخچیر از کمندِ او نجست
در قبائے خسروی درویش زی | دیدہ بیدار و خدا اندیش زی
قائدِ ملت شہنشاہِ مرآد | تیغِ او را برق و تندر خانہ زاد
ہم فقیرے، ہم شہِ گردوں فرے | اردشیرے باروانِ بوذرےؓ
غرق بودش در زرہ بالا وَ دوش | درمیانِ سینہ دل موئینہ پوش
آں مسلماناں کہ میری کردہ اند | در شہنشاہی فقیری کردہ اند
در امارت فقر را افزودہ اند | مثلِ سلمانؓ در مدائن بودہ اند
حکمرانے بود و سامانے نداشت | دستِ او جز تیغ و قرآنے نداشت

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان اشعار میں بادشاہی کا جو تصور حضرت علامہ کے سامنے تھا، اس کی عملی جھلک محمد نادر شاہ غازی کی ذات میں انہیں نظر آ گئی اور اسی سے متاثر ہو کر حضرت علامہ نے مندرجہ بالا الفاظ ارشاد فرمائے۔

حضرت ممدوح فرماتے ہیں کہ میں بادشاہ غازی کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو "شاہ غازی حرفے گفت کہ سینۂ من بیفروخت و جان مرا سوخت۔ اے برادر افغان ہمیں یک حرفے را بہ تو مے رسانم کہ در آں بہ سوزی و سرمایۂ دین و دنیا را زاں بیندوزی۔''

یعنی شاہ غازی نے ایک ایسی بات ارشاد فرمائی جس سے میرا سینہ روشن ہو گیا۔ افغان بھائیو! میں وہی بات آپ تک پہنچاتا ہوں تاکہ آپ بھی اپنی جانوں کو اس حرارت سے گرمائیں اور دین و دنیا کا سرمایہ اس سے حاصل کریں۔

وہ بات کیا تھی؟ حضرت علامہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ خسروی میں قرآن حکیم کا ایک نسخہ بہ طور ہدیہ پیش کیا تھا اور ایک درویش کی طرف سے درویش منش بادشاہ کی خدمت میں اس سے بہتر ہدیہ کوئی نہیں ہو سکتا۔ میں نے قرآن کو پیش کرتے ہوئے عرض کیا:

''ایں کتابے ہست کہ تقدیر ہاے اسم شرق وغرب در بطون آں آشکار می بینم۔''

(یہ ایسی کتاب ہے جس میں اقوام مشرق ومغرب کی تقدیریں صاف نظر آ رہی ہیں)۔

محمد نادر غازی نے فرمایا:۔

''آیات بینات او پناہ گاہ من است''

(اس کی آیات بینات میری پناہ گاہ ہیں)

یہ الفاظ شاہ غازی کی زبان پر جاری تھے اور آنکھیں پُرنم تھیں۔

حضرت علامہ اقبال اپنے پیام کے آخر میں لکھتے ہیں کہ افغان بھائیو! آپ کو بھی چاہیے کہ اپنے بادشاہ کی طرح آپ قرآن عظیم کو اپنی پناہ گاہ بنائیں تاکہ خداے بزرگ و برتر ملت غیور افاغنہ کو اس مقام پر پہنچائے جو اس کے علم میں ملت مذکورہ کے لیے مقدر و مقرر ہے:

پیش نگر کہ زندگی راہ بہ عالمے برد　　　　از سر آنچہ بود و رفت درگذر، انتہا طلب

از خلشِ کرشمہ کار نمی شود تمام　　　　عقل و دل و نگاہ را جلوہ جدا جدا طلب

(انقلاب۔ جلد ۸۔ نمبر ۱۶۱۔ جمعہ۔ ۱۰ نومبر ۱۹۳۳ء)[۲۶۱]

ابھی علامہ سفر افغانستان سے لاہور لوٹے ہی تھے کہ کابل میں اعلیٰ حضرت کی شہادت کا المناک سانحہ پیش آیا۔ علامہ سفر افغانستان کی خوشگوار یادوں اور نادر شاہ غازی کی الم ناک شہادت کے اضطراب سے پیش و تاب دکھائی دیتے ہیں۔ اس وقت علامہ کے دو مکتوبات بنام راغب احسن اس اضطراب کے آئینہ دار ہیں۔

مکتوب اقبال بنام راغب احسن (بابت ۱۲ نومبر ۱۹۳۳ء)

''میں گذشتہ اتوار کابل سے براہ غزنی و قندھار واپس آیا...... امیر نادر شاہ کی شہادت کی خبر

ایک ناقابل برداشت صدمہ میرے لئے ہے اور یقیناً ساری دنیائے اسلام کے لئے۔ یہ بڑا دیندار اور خدا پرست بادشاہ تھا۔ کابل میں اس کے متعلق ایسی حکایات مشہور ہیں کہ ان کو سن کر صدیقؓ اور فاروقؓ یاد آتے ہیں۔ جمعہ کی نماز میں نے ان کے ساتھ کابل کی جامع مسجد میں ادا کی۔ ان کے محل میں ایک روز عصر کی نماز ان کی امامت میں ادا کی۔ خدا ان کی مغفرت کرے۔

مجھے امید ہے کہ افغانستان دوبارہ کسی انقلاب میں مبتلا نہ ہوگا۔ جہاں تک میں اندازہ کر سکا ہوں، بادشاہ کی شہادت پرائیویٹ عداوت ورقابت کا نتیجہ ہے اور غالباً جنرل غلام نبی خاں کے قتل سے اس کا تعلق ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ لوگ امان اللہ خان کی واپسی چاہتے ہیں، غلط ہے۔ واللہ اعلم۔ دوران قیام افغانستان میں وہاں کے نوجوانوں میں اسلامی خیالات اور افکار کی اچھی تخم ریزی ہوئی۔ زیادہ گفتگو اس امر کے متعلق پھر کبھی ہوگی۔''

مکتوب اقبال بنام راغب احسن (بابت ۲۴ نومبر ۱۹۳۳ء)

''افغانستان میں امن وامان ہے۔ افغان پارلیمنٹ نے قرآنی الفاظ میں امان اللہ خان کے خلاف یہ ریزولیوشن پاس کیا۔ ''انہ لیس مِن اھلک''۔ پنجاب کے اخبار محض اس وجہ سے امان اللہ خان کے حق میں بڑا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ موجودہ افغان حکومت نے ان کی ان تمام درخواستوں کو رد کر دیا جو انہوں نے روپے کے واسطے کی تھیں۔ مجھے اس کا ذاتی علم ہے اور میں نے وہ درخواستیں خود پڑھی ہیں......

آج جو ''اصلاح'' کابل سے آیا ہے، اس میں سردار محمد ہاشم کی ایک تقریر ہے، جو نہایت درد ناک ہے۔ مجھے اس تقریر نے بہت رلایا۔''(۲۶۲)

سفر افغانستان ۱۹۳۳ء کے بعد سے لے کر ۱۹۳۶ء تک علامہ کے مختلف مکتوبات میں سفر افغانستان اور مثنوی مسافر کا تذکرہ ملتا ہے۔

مکتوب اقبال بنام سید نذیر نیازی (بابت ۶-اگست ۱۹۳۴ء)

''''مسافر'' (سیاحت افغانستان) کاتب کو دے دی ہے۔''

[مکتوب الیہ یعنی سید نذیر نیازی مرحوم لکھتے ہیں کہ ''......آخر ستمبر [آخری عشرۂ اکتوبر] میں جب وہ افغانستان تشریف لے گئے تو گو اُن کا ارادہ تھا کہ اس سفر میں ذاکر صاحب اور مجھے بھی

اپنے ساتھ شریک کریں لیکن کچھ وقت کی تنگی اور سفر کی فوری تیاری کے باعث اور کچھ اس لیے کہ انہیں ٹھیک معلوم نہیں تھا میں ہوں کہاں، مجھے اطلاع نہ کر سکے۔'' (مکتوب اقبال از سید نذیر نیازی، لاہور ۱۹۷۷ء (۱۹۵۷ء، ص ۱۱۸)]

مکتوب اقبال بنام سید نذیر نیازی (بابت ۱۶-اگست ۱۹۳۴ء)

''فی الحال ''مسافر'' (سیاحت چند روزہ افغانستان) کی کتابت شروع ہے جو غالباً کل یا پرسوں ختم ہو جائے۔''

مکتوب اقبال بنام سید نذیر نیازی (بابت ۲۲-اگست ۱۹۳۴ء)

''...... پہلے خط سے یہ نہیں معلوم ہوا کہ ڈاکٹر [انصاری] صاحب ''مسافر'' کے متعلق کیا چاہتے ہیں۔ کمیشن پر رعایت مقصود ہے یا کچھ اور۔ یہ میں سمجھ نہیں سکا۔ وضاحت کیجئے......

''مسافر'' صرف ایک ہزار یا زیادہ سے زیادہ پندرہ سو کاپی چھاپنے کا ارادہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے پوچھ لیجئے۔ اگر وہ زیادہ چاہیں تو زیادہ بھی چھپ سکتی ہیں۔ قریباً ایک سو کاپی کابل جائیں گی۔ چند کاپیاں جن کی تعداد دس سے زیادہ نہ ہوگی، خاص کاغذ پر چھپیں گی۔''

مکتوب اقبال بنام سید نذیر نیازی (بابت ۹ ستمبر ۱۹۳۴ء)

''سفر نامہ افغانستان کی کتابت ختم ہوگئی ہے۔ دو چار روز میں طباعت شروع ہوگی۔''

مکتوب اقبال بنام سید نذیر نیازی (بابت ۳ مارچ ۱۹۳۶ء)

''افغانستان والے معاملے کو بھی pursue کرنا چاہیے۔''[۲۶۳]

علامہ کے لئے سفرِ افغانستان کی یادیں نشاطِ روح کا سامان فراہم کرتی رہیں۔ اس سفر کی یاد میں مثنوی مسافر ترتیب دی۔ اور افغانستان کے مناظر فطرت سے دل کھول کر لطف اٹھایا۔ جمال الدین احمد اور محمد عبدالعزیز کی تالیف افغانستان کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

جب افغانستان کے بارے میں سوچتا ہوں اور اکثر ایسا ہوتا ہے تو میرے سامنے افغانوں کے دیس کی وہ تصویر گھومنے لگتی ہے جسے میں نے پچھلے موسمِ خزاں میں دیکھی تھی۔ میں ایک سادے سے آرام دہ کمرے میں بیٹھا ہوا ہوں۔ آس پاس

باغ ہے۔ باغ سے پرے زمین کا ایک ٹکڑا۔ آہستہ آہستہ اوپر کو اُبھرتا چلا جاتا ہے۔ جہاں تک کہ پہاڑی سلسلے میں جاملتا ہے۔ اس کے پیچھے بلند ہوتی ہوئی پہاڑی کی ایک قطار ہے۔ یہاں تک کہ یہ بلندیاں ہندوکش کے سلسلے تک بلند ہوتی ہوئی پہاڑیوں تک جا پہنچتی ہیں۔ دور تک پھیلے ہوئے میدانوں کے اس پار اُونچی اُونچی روشیں ہیں۔ دور دراز سے آئی ہوئی طوفانی ہوائیں جنہیں چیرتی ہوئی آگے بڑھ جاتی ہیں۔ اوپر مغرب میں ڈوبتے ہوئے سورج کے حسین اور خوشنما رنگوں سے آراستہ آسمان نظر آتا ہے۔ نیچے وادیوں میں سائے تیزی سے رینگتے ہیں۔ لاتعداد پتلے لمبے سرو کے درخت ان سایوں کے درمیان اپنے پر پھیلائے کھڑے ہیں۔ سبک سیر ہوائیں ان کی پتیوں کو چومتی ہوئی آگے بڑھ جاتی ہیں۔ شفق کے سکون میں وادی وادی کے درخت دور افتادگاؤں اور دھندلے کہر کے سمندر میں بہتے ہوئے پہاڑ خوابوں جیسا حسین منظر پیش کرتے ہیں۔ پھر ایکا ایکی شام کا جادو اذان کی آواز سے ٹوٹ جاتا ہے میرے سب ساتھی اپنی اپنی جگہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ مؤذن کی دل میں اتر جانے والی آواز مجھے کہیں اپنے سے بھی دور لے جاتی ہے۔ اور میں مسجد میں سیر کے بعد پہنچتا ہوں جہاں میرے ساتھی مہمان اور مصاحبوں کے ساتھ شاہی میزبان جمع ہیں۔ (۲۶۴)

افغانوں کی پذیرائی:۔

حضرت علامہ کی وفات کے بعد اعلیٰ حضرت المتوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ نے تمام افغان ملت کی قلبی عشق ومحبت کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت علامہ کے مزار کے لئے سنگِ مرمر اور قیمتی پتھر بھجوائے۔ عقیدت ومحبت کے اس لافانی اظہار سے ہمیشہ کے لئے اپنی قوم کے مجموعی اثرات کو تاابد محفوظ کیا۔ اقبال کے مزار کے کتبے پر اقبال ہی کے مندرجہ ذیل اشعار کندہ کئے گئے ہیں اور اس کے ساتھ اقبال کے سالِ ولادت اور سالِ وفات بھی کندہ کی گئی ہے۔ کتبے کا متن درج ذیل ہے:

ھو الغفور الرحیم

شاعر وفیلسوف شرق داکتر محمد اقبال کہ راہ سعی وعمل وروح اسلام را بہ ہم کناں روشناختہ و

ازیں رو مظہر قبول محمد نادر شاہ غازی ملت افغان واقع شد در ۱۲۹۴ھ ق تولد و بسنہ ۱۳۵۷ھ ق وفات یافت

ان من الشعر لحکمة وان من البیان لسحرا

نہ افغانیم و نہ ترک و تتاریم
چمن زادیم و از یک شاخساریم
تمیز رنگ و بو برما حرام است
کہ ما پروردہ از یک نو بہاریم

مأخذات باب اول:۔

۱۔ دائرۃ المعارف اسلامیہ ،جلد۲،ص۹۳۹
۲۔ آریانا دائرۃا لمعارف (پشتو) جلد۳،ص۳۴۷
۳۔ د افغانستان کالنیٔ ، ۱۳۵۰ھ ش،ص۱۷
۴۔ ایضاً،ص۲۷
۵۔ افغانستان دارا سے امان اللہ تک،ص۳۳-۳۴
۶۔ د افغانستان کالنیٔ ،۱۳۵۰ھ ش،ص۲۷
۷۔ ایضاً،ص۳۷
۸۔ ایضاً،ص۸۴
۹۔ افغانستان بعد از اسلام،ص۴۱۷
۱۰۔ تاریخ مختصر افغانستان،ص۱۴۸
۱۱۔ د افغانستان کالنیٔ ،۱۳۵۰ھ ش،ص۷۵
۱۲۔ بانگِ درا ،ص۲۷۸
۱۳۔ د افغانستان کالنیٔ ،۱۳۵۰ھ ش،ص۷۵
۱۴۔ فتح افغانستان،ص۱۰۵
۱۵۔ اقبال اور افغانستان ،مقالہ اکرام اللہ شاہدؔ،ص۱۴۳ تا ۱۴۹
۱۶۔ پشتونوں کی فارسی شاعری،ص۱۹ - ۲۰
۱۷۔ جاوید نامہ،ص۱۷۲
۱۸۔ ایضا،ص۱۷۶

۱۹ ایضاً،ص۱۷۷ - ۱۷۸
۲۰ مثنوی مسافر،ص۷۹ - ۸۰
۲۱ ایضاً،ص۸۱
۲۲ مکتوبات و خطبات رومی، ص۱
۲۳ دائرۃ المعارف اسلامیہ،جلد۷،ص۳۲۴ - ۳۲۷
۲۴ بانگِ درا،ص۲۴۱
۲۵ ایضاً،ص۲۶۴
۲۶ بالِ جبریل،ص۱۱
۲۷ ایضاً،ص۱۷
۲۸ ایضاً،ص۲۸
۲۹ ایضاً،ص۳۹
۳۰ ایضاً،ص۵۶
۳۱ بالِ جبریل،ص۶۷
۳۲ ایضاً،ص۷۱
۳۳ ایضاً،ص۹۹
۳۴ ایضاً،ص۱۳۴ تا ۱۴۲
۳۵ ایضاً،ص۱۴۸ تا ۱۴۹
۳۶ اسرارِ خودی،ص۹
۳۷ ایضاً،ص۱۱
۳۸ رموزِ بیخودی،ص۱۳۱
۳۹ پیامِ مشرق،ص۲۰
۴۰ ایضاً،ص۱۰۶
۴۱ زبورِ عجم،ص۱۷۵
۴۲ زبورِ عجم،ص۱۸۵
۴۳ جاوید نامہ،ص۱۹
۴۴ ایضاً،ص۴۳
۴۵ مثنوی پس چہ باید کرد، اقوامِ شرق،ص۷
۴۶ ایضاً،ص۲۹
۴۷ ارمغانِ حجاز فارسی،ص۱۵
۴۸ ایضاً،ص۵۶

۴۹۔ د مشرق نابغه، ص۲۱۷ تا ۲۲۱
۵۰۔ جاوید نامه، ص۶۰
۵۱۔ **ایضاً**، ص۶۱
۵۲۔ **ایضاً**، ص۶۳
۵۳۔ دائرة المعارف اسلامیه، **جلد۱۱**، ص۳۱۴ - ۳۱۷
۵۴۔ گزیدۂ اشعار سنائی، ص۳۰ - ۳۱
۵۵۔ یادنامۂ اقبال، ص۷۵
۵۶۔ کلیات اشعار حکیم سنائی غزنوی، ص۲۹۷ - ۲۹۹
۵۷۔ بالِ جبریل، ص۲۲ - ۲۶
۵۸۔ مثنوی مسافر، ص۶۶ - ۶۷
۵۹۔ ارمغانِ حجاز **فارسی**، ص۱۵
۶۰۔ **ایضاً**، ص۷۸
۶۱۔ د خوشحال خان خٹك کلیات، **جلداول**، ص۲۹ تا ۳۵
۶۲۔ بالِ جبریل، ص۱۵۴
۶۳۔ جاوید نامه، ص۱۷۷
۶۴۔ سلطنتِ غزنویان، ص۲۰ و ۱۱۷
۶۵۔ بانگِ درا، ص۱۲۹
۶۶۔ **ایضاً**، ص۱۶۵
۶۷۔ **ایضاً**، ص۱۷۶
۶۸۔ بانگِ درا، ص۲۶۱
۶۹۔ بالِ جبریل، ص۸۲
۷۰۔ **ایضاً**، ص۱۱۲
۷۱۔ **ایضاً**، ص۱۲۸
۷۲۔ **ایضاً**، ص۱۴۶
۷۳۔ اسرارِ خودی، ص۳۷
۷۴۔ **ایضاً**، ص۶۹
۷۵۔ رموزِ بیخودی، ص۱۱۶
۷۶۔ پیامِ مشرق، ص۱۴۹
۷۷۔ **ایضاً**، ص۱۵۰
۷۸۔ **ایضاً**، ص۱۷۲

۷۹۔ ایضاً،ص۲۰۴
۸۰۔ ایضاً،ص۲۱۳
۸۱۔ زبورِ عجم،ص۷۳
۸۲۔ ایضاً،ص۱۰۴
۸۳۔ ایضاً،ص۱۱۰
۸۴۔ ایضاً،ص۱۱۸
۸۵۔ ایضاً،ص۱۴۵
۸۶۔ مثنوی مسافر،ص۶۶
۸۷۔ ایضاً،ص۷۱ - ۷۲
۸۸۔ دائرۃ المعارف اسلامیہ،جلد۱۱،ص۸۸۰ - ۸۸۱
۸۹۔ ضرب کلیم ،ص۱۷۷
۹۰۔ زبورِ عجم،ص۱۹۳ - ۱۹۴
۹۱۔ دائرۃ المعارف اسلامیہ،جلد۹،ص۹۱ تا۹۶
۹۲۔ اسرارِخودی،ص۵۱ تا ۵۳
۹۳۔ حکمائے اسلام، جلددوم،ص۲۰۹ - ۲۱۳
۹۴۔ امام رازی،ص۲۷ تا ۴۳
۹۵۔ بالِ جبریل،ص۱۷
۹۶۔ ایضاً،ص۳۴
۹۷۔ ایضاً،ص۵۶
۹۸۔ ایضاً،ص۷۱
۹۹۔ ایضاً،ص۷۸
۱۰۰۔ ایضاً،ص۸۳
۱۰۱۔ رموزِ بیخودی،ص۱۲۵
۱۰۲۔ پیامِ مشرق،ص۴۲
۱۰۳۔ زبورِ عجم،ص۱۰۴
۱۰۴۔ ایضاً،ص۱۵۶
۱۰۵۔ جاوید نامہ،ص۴۲
۱۰۶۔ ارمغانِ حجاز فارسی،ص۶۹
۱۰۷۔ ایضاً،ص۱۳۷
۱۰۸۔ دائرۃ المعارف اسلامیہ،جلد۷،ص۵۸ تا ۶۱

۱۰۹ ضربِ کلیم،ص۸۸
۱۱۰ اسرارِ خودی،ص۲۱
۱۱۱ ارمغانِ حجاز فارسی،ص۲۸۰
۱۱۲ ارمغانِ حجاز فارسی،ص۱۳۲۰
۱۱۳ د افغانستان نومیالی،جلد۳،ص۴۷۸ - ۴۷۹
۱۱۴ پیامِ مشرق،ص۱۵ تا ۲۱
۱۱۵ آریانا دائرۃ المعارف پشتو،جلد۷،ص۹۸۳ - ۹۸۴
۱۱۶ بالِ جبریل،ص۱۵۳
۱۱۷ جاوید نامہ،ص۱۷۱ - ۱۷۲
۱۱۸ ایضاً،ص۱۷۳
۱۱۹ ایضاً،ص۱۸۰
۱۲۰ ایضاً،ص۱۸۰ تا ۱۸۶
۱۲۱ مثنوی مسافر،ص۵۵ - ۵۶
۱۲۲ ایضاً،ص۶۱ تا ۶۳
۱۲۳ ایضاً،ص۸۰
۱۲۴ آریانا دائرۃ المعارف ،جلد۷،ص۹۷۹
۱۲۵ مثنوی مسافر،ص۸۱ تا ۸۶
۱۲۶ اقبال اور افغان،ص۹۴
۱۲۷ اقبال اور افغانستان،ص۱۲۱
۱۲۸ ضربِ کلیم،ص۔۱۶۵-۱۶۶
۱۲۹ مقالاتِ یومِ اقبال،ص۲۸ - ۲۹
۱۳۰ مجلّہ کابل،۲۲جون۱۹۳۲ء،ص۱۰
۱۳۱ اقبال اور افغانستان،مقالہ اکرام اللہ شاہد،ص۱۲۳
۱۳۲ اقبال اور افغانستان (مقالہ)،فتح محمد ملک،ص۷
۱۳۳ پیامِ مشرق،ص۱۲ - ۱۳
۱۳۴ اقبال اور افغان،ص۱۱۱
۱۳۵ اقبال اور افغانستان،اکرام اللہ شاہد،ص۱۳۳
۱۳۶ مثنوی مسافر،ص۵۸،۶۰
۱۳۷ اقبال افغان اور افغانستان ۱۷تا۲۱
۱۳۸ پیامِ مشرق،ص۱۵ - ۲۱

۱۳۹۔ اقبال کی صحبت میں، ص۱۴۰
۱۴۰۔ اقبال کامل، ص۲۴۲
۱۴۱۔ اقبال اور عظیم شخصیات، ص۱۶۱ - ۱۶۲
۱۴۲۔ اقبال افغان اور افغانستان صفحہ۷۹-۸۰
۱۴۳۔ ایضاً صفحہ نمبر۹۴
۱۴۴۔ ایضاً صفحہ نمبر۸۰-۸۱
۱۴۵۔ اقبال اور عظیم شخصیات صفحہ نمبر۱۶۳
۱۴۶۔ ایضاً ص۱۶۳-۱۶۴
۱۴۷۔ اقبال افغان اور افغانستان صفحہ۶۷
۱۴۸۔ سفر نامہ اقبال، ص۵۴
۱۴۹۔ ایضاً ص۱۴۵
۱۵۰۔ سیرت اقبال، ص۸۰-۸۱
۱۵۱۔ اقبال افغان اور افغانستان، ص۱۹
۱۵۲۔ روز گار فقیر، جلد اول، ص۸۹
۱۵۳۔ اقبال اور عظیم شخصیات (مقالہ علامہ اقبال اور نادر شاہ) از اختر راہی ص۱۶۵
۱۵۴۔ سرحد میں جدو جہد آزادی، ص۴۷۹
۱۵۵۔ ہفت روزہ چٹان، ۱۸ فروری ۱۹۷۴ء
۱۵۶۔ اقبال اور عظیم شخصیات (مقالہ علامہ اقبال اور نادر شاہ) از اختر راہی ص۱۶۶
۱۵۷۔ اقبال افغان اور افغانستان، ص۸۱تا۸۴
۱۵۸۔ اقبال و افغان، ص۱۱۷
۱۵۹۔ اقبال افغان اور افغانستان، ص۸۵تا۸۷
۱۶۰۔ اقبال اور عظیم شخصیات (مقالہ علامہ اقبال اور نادر شاہ) از اختر راہی ص۱۶۷ - ۱۶۸
۱۶۱۔ اقبال افغان اور افغانستان، ص۸۷-۸۸
۱۶۲۔ د افغانستان پبنلیك، ص۲۶۴
۱۶۳۔ اقبال افغان اور افغانستان، ص۸۸تا۹۱
۱۶۴۔ روحِ مکاتیب اقبال، ص۳۹۴
۱۶۵۔ د افغانستان پبنلیك، ص۲۶۴
۱۶۶۔ اقبال افغان اور افغانستان، ص۹۱ تا ۹۴
۱۶۷۔ روحِ مکاتیب اقبال ص۳۹۴
۱۶۸۔ ایضاً ص۴۸۱

۱۶۹۔ مجلّہ کابل،۲۲مارچ۱۹۳۵ء،ص۸۶ - ۸۷

۱۷۰۔ اقبال اور عظیم شخصیات (مقالہ علامہ اقبال اور نادر شاہ)از اختر راہیؔ،ص۱۷۰ - ۱۷۱

۱۷۱۔ اقبال افغان اور افغانستان،ص۱۹

۱۷۲۔ ایضاً،ص۹۸-۹۹

۱۷۳۔ مثنوی مسافر،ص۸۱ - ۸۶

۱۷۴۔ روح مکاتیب اقبال،ص۴۸۰

۱۷۵۔ اقبال کا سیاسی سفر،ص ۲۰۵

۱۷۶۔ اقبال افغان اور افغانستان،ص۱۰۰تا۱۰۱

۱۷۷۔ روح مکاتیب اقبال،ص۵۶۳

۱۷۸۔ اقبال افغان اور افغانستان،ص۱۰۱-۱۰۲

۱۷۹۔ اقبال کا سیاسی سفر،ص۲۰۷

۱۸۰۔ اقبال افغان اور افغانستان،ص۱۰۲

۱۸۱۔ اقبال اور افغانستان،اکرام اللہ شاہد،ص۱۹۷ - ۱۹۸

۱۸۲۔ اقبال افغان اور افغانستان،ص۹۶-۹۷

۱۸۳۔ اقبال ممدوح عالم،ص۲۸۴

۱۸۴۔ ایران میں اقبال شناسی کی روایت ،ص۱۴(مقالہ ایران میں اقبال شناسی کا پس منظر،سید محمد محیط طباطبائی)

۱۸۵۔ ایضاً،(مقالہ اہلِ ایران کی اقبال دوستی از ڈاکٹر محمد صدیق شبلی)،ص۷۶

۱۸۶۔ ایضاً،(مقالہ ایران میں اقبال شناسی کی روایت از ڈاکٹر سلیم اختر)،ص۱۱۹ - ۱۲۰

۱۸۷۔ ایضاً،(مقالہ ترجمانِ حقیقت فارسی شاعر علامہ محمد اقبال از سید محمد محیط طباطبائی ترجمہ ڈاکٹر محمد ریاض)ص ۱۳۵

۱۸۸۔ روح مکاتیب اقبال،ص۴۰۵

۱۸۹۔ ایضاً،ص۴۵۰

۱۹۰۔ مثنوی مسافر،ص۵۶

۱۹۱۔ اقبال افغان اور افغانستان،ص۷۰-۷۱

۱۹۲۔ اقبال سید سلیمان ندویؒ کی نظر میں،ص۲۰۴

۱۹۳۔ ایضاً،ص۲۰۵ - ۲۰۶

۱۹۴۔ اقبال افغان اور افغانستان،ص۲۲

۱۹۵۔ اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں

۱۹۶۔ روح مکاتیب اقبال،ص۴۷۵

۱۹۷۔ روح مکاتیب اقبال،ص۴۷۶

۱۹۸۔ ایضاً،ص۴۷۷

۱۹۹۔ اقبال افغان اور افغانستان،ص۹۳

۲۰۰۔ اقبال سید سلیمان ندویؒ کی نظر میں،ص۲۰۶ - ۲۰۷

۲۰۱۔ روح مکاتیب اقبال،ص۴۷۷

۲۰۲۔ اقبال افغان اور افغانستان،ص۲۳

۲۰۳۔ ایضاً،ص۲۲-۲۳

۲۰۴۔ روح مکاتیب اقبال،ص۴۷۸

۲۰۵۔ حرفِ اقبال،ص۲۰۲

۲۰۶۔ اقبال افغان اور افغانستان،ص۷۱

۲۰۷۔ اقبال افغان اور افغانستان،ص۷۷

۲۰۸۔ ایضاً،ص۷۱-۷۲

۲۰۹۔ نقوشِ اقبال،ص۲۵۷

۲۱۰۔ سرگذشت اقبال،ص۳۴۸

۲۱۱۔ مثنوی مسافر،ص۶۱

۲۱۲۔ اقبال افغان اور افغانستان،ص۷۲-۷۳

۲۱۳۔ ایضاً،ص۷۲

۲۱۴۔ مثنوی مسافر،ص۶۳

۲۱۵۔ اقبال ریویو،جنوری ۱۹۷۶ء،ص۳۹ - ۴۰

۲۱۶۔ اقبال اور افغانستان از اکرام اللہ شاہد،ص۵۱

۲۱۷۔ ایضاً،ص۵۱ - ۵۲

۲۱۸۔ مثنوی مسافر،ص۶۲

۲۱۹۔ ایضاً،ص۶۳

۲۲۰۔ مکالماتِ اقبال،ص۱۶۵

۲۲۱۔ اقبال افغان اور افغانستان،ص۷۸

۲۲۲۔ سیرِ افغانستان،ص۷

۲۲۳۔ اقبال ریویو،جنوری ۱۹۷۶ء،ص۴۱

۲۲۴۔ راقم کا انٹرویو خاطر غزنوی کے ساتھ،۲۹/ اپریل ۲۰۰۳ء بمقام پشاور

۲۲۵۔ اقبال ریویو،جنوری ۱۹۷۶ء،ص۴۱

۲۲۶۔ ایضاً،ص۴۱ - ۴۲

۲۲۷۔ سیرِ افغانستان،ص۹
۲۲۸۔ اقبال ریویو،جنوری۱۹۷۶ء،ص۴۱ - ۴۳
۲۲۹۔ ایضاً،ص۴۳ - ۴۴
۲۳۰۔ ایضاً،ص۴۷ - ۴۸
۲۳۱۔ سیرِ افغانستان،ص۱۹ تا ۲۵
۲۳۲۔ مطالعہ اقبال کے چند پہلو،ص۵۳
۲۳۳۔ مثنوی مسافر،ص۶۴ - ۶۵
۲۳۴۔ مقالاتِ یومِ اقبال،ص۳۰
۲۳۵۔ اقبال و افغانستان از اکرام اللہ شاہد،ص۶۶
۲۳۶۔ ایضاً،ص۵۲
۲۳۷۔ اقبال ریویو،جنوری۱۹۷۶ء،ص۴۸
۲۳۸۔ سیرِ افغانستان،ص۲۷ - ۲۸
۲۳۹۔ اقبال ریویو،جنوری۱۹۷۶ء،ص۴۸
۲۴۰۔ سیرِافغانستان،ص۶۸
۲۴۱۔ مقالاتِ یوم اقبال،ص۳۰
۲۴۲۔ نقوشِ اقبال،ص۲۶۰
۲۴۳۔ بالِ جبریل،ص۲۲
۲۴۴۔ مطالعہ اقبال کے چند پہلو،ص۵۶ - ۵۸
۲۴۵۔ مقالاتِ یوم اقبال،ص۳۰
۲۴۶۔ سیرِ افغانستان،ص۳۰
۲۴۷۔ مقالاتِ یومِ اقبال،ص۳۰
۲۴۸۔ سیر افغانستان،ص۳۰
۲۴۹۔ اقبال ریویو،جنوری۱۹۷۶ء،ص۴۹
۲۵۰۔ سیرافغانستان،ص۳۱
۲۵۱۔ ایضاً،ص۳۲
۲۵۲۔ مثنوی مسافر،ص۷۵
۲۵۳۔ اقبال ریویو،ص۵۰
۲۵۴۔ مثنوی مسافر،ص۷۷ - ۷۸
۲۵۵۔ مطالعہ اقبال کے چند پہلو،ص۶۳
۲۵۶۔ اقبال ریویو،جنوری۱۹۷۶ء،ص۵۱

۲۵۷ ایضاً،ص۵۱
۲۵۸ خوشی محمد مرحوم کے بیٹے باوا سے انٹرویو
۲۵۹ اقبال افغان اور افغانستان،ص۷۳تا۷۵
۲۶۰ حرفِ اقبال،ص۲۰۳ - ۲۰۴
۲۶۱ اقبال افغان اور افغانستان،ص۷۶-۷۷
۲۶۲ ایضاً،ص۲۴
۲۶۳ ایضاً،ص۲۴-۲۵
۲۶۴ اقبال ریویو،جنوری۱۹۷۶ء،ص۵۳ - ۵۴

باب دوم

افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کا آغاز

افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کا آغاز حضرت علامہ کی زندگی ہی میں ہوا تھا۔ اس کے مختلف علل و اسباب ہیں۔ ایک تو یہ کہ علامہ کی شاعری کا ایک تہائی حصہ فارسی زبان میں ہے اور فارسی اور پشتو افغانستان کی قومی زبانیں ہیں۔ ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ چونکہ حضرت علامہ افغانوں سے انتہائی محبت کرتے تھے ان سے کئی توقعات وابستہ تھیں اسی بنیاد پر ان کی شاعری میں جا بجا ملتِ افاغنہ سے متعلق افکار ملتے ہیں۔ اسی وجہ سے افغانوں کا اقبال سے محبت ایک فطری عمل ہے۔

(الف): افغانستان کے پہلے اقبال شناس:۔

افغانستان کے اقبال شناسوں میں پہلا نام عبدالہادی خان داوی کا ہے جبکہ دوسرا نام سرور خان گویا کا آتا ہے۔ بقول ڈاکٹر محمد ریاض مرحوم ''افغانستان کے فضلاء کے ساتھ اقبال کے ذاتی مراسم بھی خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ ڈاکٹر صلاح الدین سلجوقی اور سرور خان گویا ان کے خاص احباب میں شامل تھے اور ان دونوں مرحومین کا سارا افغانستان ارادت مند اور معتقد ہے۔ (۱)

جناب عبدالہادی داوی نے غازی امان اللہ خان کے دور ہی میں پیامِ مشرق پر ایک طویل تبصرہ لکھ کر ۲۴-۱۹۲۳ء میں ''امان افغان'' میں شائع کیا۔ جبکہ سرور خان گویا کی پہلی باقاعدہ تحریر ''دکتور اقبال'' کے عنوان سے مارچ ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی ہے۔ (۲) اقبال سے گویا کا یہ تعلق تا دمِ مرگ جاری رہا۔

سردار صلاح الدین سلجوقی سے مراسم کے آغاز کا پتہ تو نہیں چل سکا البتہ حضرت علامہ کے مختلف مکتوبات میں سلجوقی کا تذکرہ ان کے باقاعدہ قریبی تعلق کا آئینہ دار ہے۔ ان میں پہلی مکتوب ۲۱ ستمبر ۱۹۳۱ء بنام منشی طاہر الدین کے نام ہے (۳) اور آخری مکتوب یکم اگست ۱۹۳۷ء بنام لیڈی مسعود کے نام ہے۔ (۴)

سرور خان گویا اور صلاح الدین سلجوقی کے بعد سردار احمد علی خان ایک اور افغان اقبال شناس ہیں جنہوں نے افغانستان میں اقبال شناسی کی بنیادوں کی آبیاری کی۔ آپ اسلامیہ کالج لاہور کے

فارغ التحصیل تھے۔اورانجمن ادبی کابل کے سیکرٹری اورروح رواں تھے۔ (۵)

آپ کی تحریر ''علامہ اقبال'' کے عنوان سے جون ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی ہے۔ (۶) اس دوران دارالمعلمین کابل کے ایک استاد جناب محمد سکندر خان کا ایک مقالہ تنزل وانحطاطِ اسلام دسمبر ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا ہے (۷)۔ یہ مقالہ علامہ کے اسلامی افکار ونظریات کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے۔جبکہ محمد سکندر خان کی دیگر تحریرات نظر سے نہیں گزریں۔

اکتوبر ۱۹۳۳ء میں حضرت علامہ کے سفرِ افغانستان کے بعد وہاں اقبال شناسی میں روزافزوں اضافہ ہوا۔ اس دور کے اقبال شناسوں کے سرخیل علامہ عبدالحیٔ حبیبی ہیں۔ جنہوں نے یکم نومبر ۱۹۳۳ء کو قندہار میں علامہ سے ملاقات کی۔ (۸)

اور علامہ حبیبی جنوری ۱۹۳۴ء میں علامہ کے فکر کے زیرِ اثر ایک طویل فارسی نظم علامہ ہی کی تضمین پر شائع کی۔ (۹) مقالات کے علاوہ علامہ کے فکری اثر میں ''در دِ دل و پیامِ عصر'' منظوم فارسی اثر یادگار چھوڑے ہیں۔

افغانستان کے پہلے اقبال شناسوں میں جناب قیام الدین خادم کا نام لینا بہت ضروری ہے کیونکہ آپ وہ پہلے پشتون شاعر ہیں جنہوں نے باقاعدہ حیاتِ اقبال ہی میں کلام اقبال کے پشتو منظوم تراجم کی بنیاد رکھی جس کا پہلا حصہ فروری ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا۔ (۱۰)

سید قاسم رشتیا بھی افغانستان کے پہلے اقبال شناسوں میں سے تھے۔آپ نے ۱۹۳۳ء میں علامہ سے ملاقات بھی کی تھی جبکہ بعد میں لاہور میں بھی ان کی صحبت سے فیض یاب ہوئے تھے۔ (۱۱) علامہ کی وفات پر طویل مقالات لکھے۔ (۱۲)

گل باچا الفت کو بھی علامہ کا طویل پشتو مرثیہ انہیں افغانستان کے ابتدائی اقبال شناسوں میں شامل کراتا ہے۔ (۱۳) جبکہ غلام دستگیر خان مہمند بھی ''رثای اقبال'' (۱۴) کی بنیاد پر اس کے حقدار ہیں۔

افغانستان کے ان پہلے اقبال شناسوں کے سوانحی تذکروں میں ان کے طویل اقبالیاتی خدمات پر تحقیق کی گئی ہے۔

(ب): افغانستان میں اقبال شناسی:

ازآغاز تاوفات اقبالؒ ۲۱/اپریل ۱۹۳۸ء:

۱۹۲۳-۲۴ء

کابل کے ''امان افغان'' اخبار میں پیام مشرق پر عبدالباری خان راوی کا تبصرہ مسلسل تین اقساط میں شائع ہوا۔ (۱۵)

یہ تبصرہ بعد میں افغانستان و اقبال (۱۶) از صدیق رہپو میں شائع ہوا اور ڈاکٹر عبدالرؤف رفیقی کے سیر اقبال شناسی در افغانستان میں بھی شائع ہوا۔ (۱۷)

مئی ۱۹۲۴ء

افغانستان کے شاہ امان اللہ خاں اپنی حکومت کے انتہائی عروج کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ڈاکٹر صاحب (علامہ اقبال) کا کلام کابل کے ایک عظیم الشان مجلس میں پڑھا گیا جس میں شاہ ممدوح، سفراے دول خارجہ، عمائدین شہر وزیر تعلیم اور دوسرے وزرا بھی شامل تھے۔ یہ جلسہ طلبہ کے تقسیم انعامات کا تھا۔اس میں ہمارے ملک الشعرا ہند کا مشہور قومی ترانی ''مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا'' بچوں نے اپنے پیارے اور سادے لہجے میں سنایا۔ پھر جب فوجی بینڈ نے اسے دہرایا تو حاضرین پر رقت طاری ہوگئی۔''(۱۸)

علامہ کے اشعار کابل میں طلبہ تعلیمی اداروں میں ترانوں میں پڑھتے ہیں۔اس کا حوالہ ایس تدریسات عمومی افغانستان نے اعلیٰ حضرت غازی امان اللہ خاں کی عظیم الشان چشم دید داستان افغان بادشاہ میں دیا ہے۔

پہلی دفعہ اس عہد میں طلبہ نے ترانے پڑھنے شروع کیے جن کا موضوع بیشتر استقلال و حریت آئین وقانون، اور علم وعرفان ہوتا ہے۔ جو ذات شاہانہ کی ہمت معدلت، اور روشن فکری سے حاصل ہو۔ نافذ اور جاری ہوئے ہیں۔کہیں ملت کی تنگ مکانی کا گماں نہ ہو۔حضرت اقبال کا ''مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا'' بھی ذوق وشوق سے پڑھا اور سنا گیا تھا۔اگرچہ یہاں اردو جاننے والے ملح فی الطعام کے برابر بھی نہیں ہیں۔''(۱۹)

۱۵حوت ۱۳۱۰ھ ش / ۵ مارچ ۱۹۳۱ء:

حضرت علامہ سے متعلق سرور خان گویا کا پہلا مقالہ بعنوان ''دکتور اقبال'' مجلّہ ''کابل'' میں شائع ہوا۔ (۲۰)

یہ مقالہ بعد میں سید اقبال شناسی در افغانستان میں بھی شائع ہوا۔ (۲۱)

اول سرطان ۱۳۱۱ھ ش / ۲۲ جون ۱۹۳۲ء:

حضرت علامہ کی شخصیت سے متعلق احمد علی خان درانی مدیر انجمن ادبی کابل کا مقالہ ''علامہ اقبال'' شائع ہوا۔(۲۲)

یہ مقالہ دوسری بار افغانستان و اقبال (۲۳) تیسری بار سیر اقبال شناسی در افغانستان اور چوتھی بار افغانستان و اقبال کے عنوان سے علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان (۲۴) میں شائع ہوا ہے۔

اول سرطان ۱۳۱۱ھ ش / ۲۲ جون ۱۹۳۲ء:

مجلّہ کابل میں علامہ کا اپنے خط سے ارسال کردہ درج ذیل نظم ''خطاب بہ ملت کوہسار'' مع فوٹو شائع ہوئی۔

صبا بگوی بہ افغانِ کوہسار از من
بمنزلی رسید ملتی کہ خود نگر است
مریدِ پیرِ خرابائیانِ خودبین شو
نگاہِ او ز عقابِ گرسنہ تیز تر است
ضمیر تست کہ نقشِ زمانۂ نو کشید
نہ حرکت فلک ست ایں، نہ گردشِ قمر است
دگر بسلسلۂ کوہسارِ خود بنگر
کہ تو کلیمی و صبحِ تجلیِ دگر است
بیا بیا کہ بہ دامانِ نادر آویزیم
کہ مرد پاک نہاد است و صاحبِ نظر است
یکی است ضربت اقبال و ضربتِ فرہاد
جز ایں کہ تیشۂ مارا نشانہ برجگر است (۲۵)

علامہ کا اپنے خط سے لکھا ہوا اپنی نظم افغانستان او اقبال میں بھی شائع ہوا ہے۔(۲۶)

اول سنبلہ ۱۳۳۱ھ ش / ۲۲، اگست ۱۹۳۲ء:

مجلّہ ''کابل'' میں علامہ کے بھیجے گئے درج ذیل اشعار ''افغان و ایران'' کے عنوان سے شائع ہوئے:

ب

آنچہ بر تقدیر مشرق قادر است | عزم وحزم پہلویؔ و نادؔر است
پہلوی آن وارث تخت قباد | ناخن او عقدۂ ایران کشاد
نادر آں سرمایۂ درانیان | آن نظام ملت افغانیان
از غم دین و وطن زار و زبون | لشکر اش از کوہسار آمد برون
ھم سپاہی، ھم سپہ گر، ھم امیر | با عدو فولاد و بایاراں حریر!
من فدای آنکہ خودرا دیدہ است | عصر حاضر رانکو سنجیدہ است!

غربیان را شیوہ ھائی ساحری است
تکیہ جز برخویش کردن کافری است (۲۷)

متذکرہ بالا اشعار بعد میں جاوید نامہ میں ''آں سوئے افلاک'' میں ابدآلی کے ضمنی عنوان سے شائع ہوئے۔(۲۸) اور یہ اشعار سیداقبال شناسی درافغانستان میں بھی شائع ہوئے ہیں۔(۲۹)

اول سنبلہ۱۳۱۱ھ ش / ۲۲، اگست ۱۹۳۲ء:

مجلّہ کابل میں ملت افغان کے عنوان سے علامہ کے اشعار شائع ہوئے۔(۳۰)

۱۱ - ۱۳۱۲ھ ش:

سالنامہ کابل میں ''تصاویر بعضی از اعضائی ممتاز کانفرنس میز مدور'' نمائندہ ہائے مسلم کے سلسلے میں سر محمد اقبال صاحب اور والاحضرت سر آغا خان کی تصاویر چھپی ہیں۔(۳۱) اسی طرح اس شمارے میں گول میز کانفرنس کا ایک اور گروپ فوٹو بھی چھپا ہے جس میں حضرت علامہ نمایاں ہیں۔(۳۲)

اول جدی ۱۳۱۱ھ ش ۲۲ دسمبر ۱۹۳۲ء

مجلّہ کابل میں دارالمعلمین کابل کے معلم محمد سکندر خان کا مقالہ بعنوان تنزل وانحطاط اسلام کے عنوان سے شائع ہوا جس میں علامہ کو ''ترجمان حقیقت'' کا خطاب دیا گیا ہے۔(۳۳) یہی مقالہ بعد میں سیر اقبال شناسی درافغانستان (۳۴) میں شائع ہوا ہے۔

ہفتہ ۲۸ / اکتوبر ۱۹۳۳ء:

انجمن ادبی کابل کی طرف سے حضرت علامہ اور ان کے شرکائے سفر کے اعزاز میں رات ساڑھے سات بجے کابل ہوٹل میں ایک پُرتکلف ضیافت کا اہتمام کیا گیا(۳۵)۔ اس کی تفصیلات مجلّہ کابل کے ۲۲ دسمبر ۱۹۳۳ء کے تحت آئیں گی۔

عقرب ۱۳۱۲ھ ش:

مجلّہ کابل میں ورود معارف ہند کے عنوان سے درج ذیل خبر چھپی ہے:

شاعر شہیر و فیلسوف نامدار عالم اسلام علامہ داکتر سر محمد اقبال صاحب و جناب ڈاکٹر سر راس مسعود حمید صاحب رئیس مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پروفیسر ہادی حسن صاحب معلم ادبیات فارسی و آقائی غلام رسول خان بیرسٹر معلم سابق مکتب حبیبہ کابل بروز ۲۹ میزان از طریق پشاور جلال آباد وارد کابل شدہ از طرف معززین و فضلاتی کابل با نہایت صمیمت پذیرائی شدہ میروند۔

این مہمانان محترم بعد چندروزہ توقف کابل دوبارہ معاودت بہ ہندخواھند فرمود ماقدوم این فضلائی نامور کشور ہند را در خاک وطن عزیز خیلی مسعود دانستہ وامیدواریم روابط حسنہ علمی و ادبی ما و ہند بیشتر از بیشتر قایم شود

ترجمہ: عالمِ اسلام کے مشہور شاعر و فلسفی علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب، وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی جناب سر راس مسعود حمید صاحب، ادبیات فارسی کے استاد پروفیسر ہادی حسن صاحب اور مکتب حبیبہ کابل کے سابق استاد بیرسٹر جناب غلام رسول خان صاحب مورخہ ۲۹ میزان پشاور اور جلال آباد کے راستے کابل تشریف لائے۔ جہاں کابل میں معززین اور علماء و فضلاء نے ان معزز مہمانوں کا نہایت پرجوش استقبال اور پذیرائی کی۔

ہمارے یہ معزز مہمان کابل میں چندروز قیام کے بعد دوبارہ ہندوستان تشریف لے گئے۔ ہم ہندوستان کے ان نامور ہستیوں کا وطن عزیز افغانستان میں تشریف آوری کو نہایت خوش بختی کی علامت سمجھتے ہیں۔ اور امید رکھتے ہیں کہ ہمارے اور ہند کے درمیان علمی رابطے مزید مستحکم و مضبوط ہوں گے۔ (۳۶)

یہی خبر بعد میں افغانستان و اقبال میں بھی شائع ہوئی ہے۔ (۳۷)

اول جدی ۱۳۱۲ھ ش / ۲۲ نومبر ۱۹۳۳ء:

مجلّہ کابل میں حضرت علامہ کے سفرِ افغانستان کے دوران انجمن ادبی کابل کی تقریب کی تفصیلات شائع ہوئیں۔ یہ تقریب ۲۸، اکتوبر ۱۹۳۳ء بشب ساڑھے سات بجے کابل ہوٹل میں منعقد ہوئی تھی۔ اس تقریب میں اہلِ علم، معززین شہر، اربابِ اختیار اور علمی و ادبی شخصیات شامل

تھیں۔ سب سے پہلے انجمن ادبی کابل کے صدر نے فارسی میں مہمانوں کو خیر مقدمی کلمات کہتے ہوئے خطاب کیا۔ (۳۸)

اس خطاب کا متن چونکہ نایاب ہوتا جارہا تھا اور میں نے پاکستانی مطبوعات میں کہیں نہیں پایا لہٰذا مجلّہ کابل سے من وعن نقل کیا جاتا ہے:

سواد بیانیہ رئیس انجمن ادبی کابل

فضلائی محترم

اجازہ بفرمائید کہ ہیت انجمن ادبی کابل بنام ادباء واہلِ قلم افغانستان، احساسات مملواز محبت وصمیمیت خودھارا بحضورتان عرض وازتشریف آوری جنابان شما اظہار شکریہ کرد، (خوش آمدید) وصفا آورید بگویند۔

کشور پہناور ہند، کہ ہمیشہ مہد پرورش فضلائی نام آور وادبای بزرگ بودہ، ودر آغوش خودرجال معروف وسخنواران شہری ازقبیل بیدلؔ ہمہ دل، صائبؔ اصفہانی ،حکیمؔ ،سلیمؔ، طالبؔ آملی، فیضؔ فیاضی، بالاخرہ شبلی نعمانی وامروز صاحبان قریحہ بلندی ہمچو فیلسوف شہیر اجتماعی مثل اقبال سخنور وفرزندان بزرگ مثل سرراس مسعود وعلامہ سید سلیمان ندوی وپروفیسر معروف ھادی حسن بعرصۂ وجود آوردہ است۔

البتہ آن خاک بزرگ مستعد گہوارہ علم وفضل مشرق بشمار بودہ وماخیلی آنرا بااحترام مینگریم ستارہ ھائی روشن افق ہند کبیر ہموارہ درفضائی گیتی پرتو انداختہ و برائی عزت وسربلندی مشرق ومشرقیان خدمات ومجہودات خیلی بزرگ و باقیمتی کردہ است۔

پس ما اگر فضلائی بزرگ فرزانہ آن کشور نامی امثال حضرت عالی شمارا درخاک خودی می بنیم بدیہیست خورسند ومسرور گردیدہ و بہ استعداد بلند مشرق افتخار مینایم۔

مشرق عظمت گذشتہ، مشرق متمدن قدیمہ کہ مہد علم وتربیت جہان ومنبع فضل و ادب آنروزہ بود، وذخائر باقیمتش تاہنوز بس ملل مترقیۂ دنیائی امروزہ راثروتمند و غنی گردانیدہ است ممکن بود۔ شرق دراثر پس ماندگی ھائی امروزہ از خاطرھا فراموش شودولی می بنیم قومیکہ امروز ازشرقیان برائ احیائی نام شوون وافتخارات

گذشته این سرزمین عزیز با نهایت جدیت و علاقه مند خدمت میکند فرزندان و نام آوران صحیح هنداست۔

دارالفنون بزرگ علی گڑھ که امروز از بهترین مراجع تحصیل فضل و کمال اولاد شرق شمرد میشود، نتیجه همت و شاهد فتوت و جوان مردی وشرق دوستی فاضل مغفور حضرت سید احمد کبیر یعنی یادگار برجسته یکی از فرزندان نجیب کشور هند است! آثار و مؤلفات پر قیمت حضرت اقبال که هر کدام روح اخلاق، سعی، عمل، اسرار مهمۂ اجتماعی و بالاخره عواطف نفیسه شرق دوستی و اسلام پرستی را در اجساد افسرده شرقیان میدمد همه نمونه هائی همت و مجاهدات اولاد کشور هنداست۔

هنگامیکه شاهانِ علم دوست وادب پرور افغانستان یعنی غزنویان، غوریان ازین کهسار رخت سفر بر بسته علوم وادبیات را در کشور ما یتیم گذاشتند فقط ملت قابل و مستعد هند بود که با حیائی آثار پر قیمت شعرا وفضلائی آن سرزمین همت گذاشتند، وآن جواهرات گران بها را تا امروز محفوظ نمودند۔

امروز می بینم در مملکت شرق دوستداران شعرا وفضلائی بلخ وغزنی و قیمت شناسان رجال معروفه افغانستان و تازه کننده نام وآثار فضلا و بزرگان شرق و اسلام بیشتر ملت بزرگ و مردان حق شناس کشور هنداست۔

امروز که در اثر رحمت بیکرانه حضرت باری، افغانستان ما از ورطه هائی خیلی خونین و هولناکی نجات یافته و زمام اداره آن بکف با کفایت فرزند علم دوست وادب پرور این کشور یعنی اعلیحضرت محمد نادر شاه غازی و یگانه مجد د شرافت وشوون افغانستان قدیم رسیده، و در سایه مجاهدات این شهریار بزرگ میخواهد علم وادب حیات وشوون تاریخی خود را تجدید نماید می بینیم همدردی و پذیرائی هائی خوبی بیشتر از فضلائی هندمی شود۔

یعنی حساس وادراک نفیس ملت نجیب هند به همچه مطالب سودمند عالم اسلام وشرق بیشتر اهمیت داده تقدیر مینماید هند و ایران وافغانستان که وطن ادبیات فارسی و سرزمین شعرائی بزرگ و بلند قریحه شرق اندا البته قیمت رجال وفضلائی همدیگر خود را خوبتر به نظر محبوبیت دیده وافتخار توامی در جهان دارند۔

بالاخرہ میگویم: فضلائی محترم! کشور ہند نہ تنہا بلکہ عموم خاک شرق وطن معنوی شما ست و آن آرزو ھا و نہایت بلندی کہ دارید ھدف مقصود شما خاک شرق است شرقیان بالخاصہ افغانستان ما موفقیت ھارا درراہ این آمال بزرگ تان یعنی عظمت سرزمین شرق از خدا تمنامی نماید۔ ضمنا میگویم گرچہ کوہسار افغانستان خالی از تجملات مغرب است و این سرزمین برائی مسرت پرتکلف مادی ہنوز موقعی نیافتہ شاید خوشگذرانان ممالک خارجہ مسافرت و سیاحت اینجا راپسند ندولی مایقین داریم حساسین و صاحبان فضل وقریحہ میدانند کہ این سرزمین وطن سلطان محمود غزنوی، مرز و بوم غوریان و ابدالیان، مسقط الراس ابن سینائی بلخی، سنائی غزنوی، عنصری، عسجدی، دقیقی، فاریابی بالاخرہ سید جمال الدین افغانست۔ البتہ میدانند کشور افغانستان مامن ملتی است کہ افراد آں عموما اسلامیت وشرقیت را دوستدار صمیمی بودہ ومحل حکمرانی پادشاہ شریفی مثل اعلیٰ حضرت محمد نادرشاہ غازی ویگانہ ھوا خواہ عزت و اعتلائی عالم اسلام وشرق است۔ آخرعرض میکنیم این مجلس کہ بہ افتخار شما ترتیب یافتہ نمونۂ ایست از ابراز عواطف واحساسات ادبا وفضلائی ملت و حکومت افغانستان و ما آرزو داریم حضرت محترم شما در کشور عزیز خود این ھدیہ را کہ مقصد از محبت و صمیمیت خالصانہ ماست نمایندہ شدہ و بعموم برادران محترم ہندی سلام واحترام دوستانہ ما را برسانید، واز ین علایق قلبی ومعنوی ما کہ از سالہا بہ نسبت ملت محترم ہند در دل داریم بہ آہنا تذکری بدھید۔

درخاتمہ از قبول این زحمت کہ حضرت شما بما افتخار بخشیدہ و دعوت انجمن ما راپذیرفتہ اید خیلی ممنون ومتشکر بودہ سعادت وموفقیت شما وملت بزرگ ہند را از خدا تمنا مینا ییم۔

درآخر میگویم مترقی باد عالم شرق ومسعود باد عالم اسلام۔ (۳۹)

اس بیانیے کا اردو ترجمہ اس محفل میں شریک اقبال کے ہمرکاب مولانا سید سلیمان ندوی نے سیرِ افغانستان میں یوں کیا ہے:

خطابۂ خیر مقدم جناب رئیس انجمن ادبی کابل

فضلائے محترم! اجازت دیجئے کہ افغانستان کے ادباء اور اہلِ قلم کی یہ ادبی مجلس

اپنے خلوص ومحبت کے جذبات کو جناب کے سامنے پیش اور آپ کی تشریف آوری پر اظہارِ شکر کرتے ہوئے خوش آمدید اور صفا آورید کہے۔

ہندوستان کا وسیع ملک جو ہمیشہ سے نامور فاضلوں اور بڑے بڑے ادیبوں کا گہوارہ رہا ہے۔ اور جس نے اپنی آغوش میں بڑے بڑے مشہور لوگوں اور معروف سخنوروں مثلاً سراپا دل بیدلؔ، صائبؔ، اصفہانیؔ، کلیمؔ، سلیمؔ، طالب آملیؔ، فیض فیاضیؔ، اور آخر میں شبلی نعمانی اور آج صاحبانِ فکر بلند مثلاً مشہور اجتماعی فلسفی شاعر اقبال اور فرزندانِ جلیل القدر مثلاً سر راس مسعود علامہ سید سلیمان ندوی اور مشہور پروفیسر ہادی حسن کو پیدا کیا ہے۔ یقیناً وہ خاک پاک ایشیا میں علم وفضل کا گہوارہ ہے۔ اور ہم اس کو بڑے احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہندوستان کے اُفق کے روشن ستاروں نے ہمیشہ فضائے عالم پر پرتوافگنی کی ہے۔ اور ایشیا واہلِ مشرق کی عزت اور سربلندی کے لئے بہت بڑی اور قیمتی خدمتیں اور کوششیں کر دکھائی ہیں۔

پس اگر ہم اس مشہور ملک کے آپ جیسے بزرگ وفرزانہ فضلاء کو اپنے ملک میں دیکھتے ہیں تو یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ ہم خوش اور مسرور ہو کر ایشیا کی بلند صلاحیت اور استعداد پر فخر کریں گے۔

ایشیا عظمت گذشتہ ایسا متمدن قدیم جو کسی زمانہ میں دنیا کے علم وتربیت کا گہوارہ اور فضل وادب کا سرچشمہ تھا اور جس کے قیمتی ذخیرے آج تک دنیائے موجودہ کی بہت سی ترقی یافتہ قوموں کو دولت مند بنائے ہوئے ہیں۔ ممکن تھا کہ وہ ایشیا موجودہ پستی وپسماندگی کی وجہ سے دلوں سے فراموش ہو جاتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اہلِ ایشیا میں جو قوم اس سرزمین کے نام تاریخ اور مفاخر کو زندہ اور روشن کرنے میں بے انتہا جدوجہد سے خدمت کر رہی ہے وہ ہندوستان ہی کے سچے اور نامور فرزند ہیں۔

علی گڑھ کا عظیم الشان دارالعلوم (یونیورسٹی) جو فرزندانِ ایشیا کا بہترین علمی مرکز شمار ہوتا ہے وہ کشور ہند کے ایک فرزند نجیب سر سید اعظم کی ہمت جوانمردی اور مشرق دوستی کی ایک یادگار ہے! حضرت اقبال کے قیمتی آثار وتالیفات جن

میں سے ہر ایک نے اخلاق، سعی، عمل اسرار، اجتماع جذبات مشرق دوستی اور احساساتِ اسلام کی اہلِ ایشیا کے جسموں میں روح پھونکی ہے۔ یہ سب ملک ہند کے فرزندوں کی ہمت اور مجاہدات کے نمونے ہیں۔

جس زمانہ میں افغانستان کے علم دوست اور ادب پرور بادشاہ یعنی غزنوی اور غوری اس کہسار سے رختِ سفر باندھ کر علوم و ادبیات کو ہمارے ملک میں یتیم چھوڑ گئے تو اس وقت صرف ہندوستان ہی کی مستعد قوم تھی جس نے ہماری سرزمین کے شعراء وفضلاء کے قیمتی آثار اور گراں بہا جواہرات کو آج تک کے لئے محفوظ کر دیا۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ اقلیمِ ایشیا میں بلخ و غزنی کے شعراء وفضلاء کے قدر دان، مشاہیر افغانستان کے قیمت شناس اور اکابر ایشیا و اسلام کے نام و آثار کو تازہ کرنے والے زیادہ تر ہندوستان ہی کے بزرگ اور حق شناس افراد ہیں۔

آج جبکہ باری تعالیٰ کی بے انتہا رحمت کے فیض سے ہمارا افغانستان سخت خونین اور ہولناک بھنور سے نجات پا کر ایک علم دوست اور ادب پرور فرزند یعنی اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی مجدد شرف و تاریخ افغانستانِ قدیم کے لائق ہاتھوں میں پہنچ گیا ہے۔ اور اس شہریار بزرگ کی کوششوں کے سایہ میں اپنے علم و ادب اور تاریخ کی تجدید کرنا چاہتا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ زیادہ تر ہمدردی اور پذیرائی فضلائے ہند کی طرف سے ہو رہی ہے۔ یعنی ہندوستان کی شریف قوم کا شریف احساس و ادراکِ اسلام و ایشیا کے متعلق تمام مفید مقاصد کا زیادہ اہمیت کے ساتھ اندازہ لگا رہا ہے۔

ہندوستان، ایران اور افغانستان جو ادبیاتِ فارسی کا وطن اور شعرائے عظام و عالی خیال کے ملک ہیں آپس میں ایک دوسرے کے اکابر اور شعراء کو بہت محبوب نظروں سے دیکھتے ہیں۔ اور اس پر دنیا کے سامنے تو ہم فخر کرتے ہیں۔

آخر میں ہم کہتے ہیں اے محترم فاضلو! نہ تنہا ملک ہندوستان بلکہ سارا ایشیا آپ کا معنوی وطن ہے اور آپ کی بلند تمنائیں اور ارادے جو آپ رکھتے ہیں۔ اور آپ کے مقصود کا ہدف خاکِ مشرق ہے۔ تمام اہلِ ایشیا خاص کر ہمارا افغانستان

آپ کی بڑی امیدوں یعنی مشرق کی عظمت کی راہ میں خدا سے توفیق کی آرزو کرتا ہے۔ضمناً ہم کہتے ہیں کہ اگر چہ افغانستان کا کوہستان یورپ کے تکلفات سے خالی ہے اوراس سرزمین نے اب تک مادی پرتکلف مسرت کا کوئی موقع نہیں پایا ہے۔اس لئے ممکن ہے کہ بیرونی ممالک کے خوش گزر یہاں کے سفراور سیاحت کو پسند نہ کریں لیکن ہمیں یقین ہے کہ اربابِ علم خوب جانتے ہیں کہ یہ سرزمین سلطان محمود غزنوی کا وطن ہے،غوریوں اور ابدالیوں کا مرزبوم ہے۔ابن سینائے بلخی، سنائی غزنوی، عنصری،عسجدی، دقیقی، فاریابی اور آخر میں سید جمالدین افغانی کا مسقط الراس ہے۔ یقیناً سب جانتے ہیں کہ کشورِ افغانستان اس قوم کا جائے پناہ ہے جس کے افراد عموماً اسلامیت اور ایشیائیت کے مخلص دوست تھے۔ اور ایک شریف بادشاہ اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کا پایہ تخت ہے جو دنیائے اسلام وایشیا کی عزت وبلندی کے تہا ہوا خواہ ہیں۔آخر میں ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ جلسہ جوآپ کے اعزاز میں منعقد ہوا ہے ایک نمونہ ہے افغانستان کی قوم اور حکومت کے ادباء وفضلاء کے اظہار جذبات واحساسات کا اور ہم کوآرزو ہے کہ آپ حضرات اپنے پیارے وطن میں اس ہدیہ کے نمائندے بنیں گے جس سے مراد ہماری، خالص احترام واخلاص ہے۔اور ہمارے معزز ہندوستانی بھائیوں کو عام طور پر ہمارا اسلام اور دوستانہ احترام پہنچائیں گے۔اور ہمارے معززان دلی و معنوی تعلقات کا ان سے تذکرہ کریں گے جو سالہا سال سے ہمارے دل کے اندر ہندوستان کے محترم قوم کی نسبت موجود ہیں۔

خاتمہ میں اس زحمت کوقبول کر کے جوآپ حضرات نے ہم کوبخشی اور ہماری انجمن کی دعوت کوقبول فرمایا اس کے ہم بہت ممنون اور متشکر ہوئے ہیں۔آپ حضرات اور ہندوستان کی بزرگ قوم کی سعادت اورتوفیق یابی کے خدا سے آرزومند ہیں۔ آخر میں ہم کہتے ہیں مترقی باد عالمِ شرق! مسعود باد عالمِ اسلام۔ (۴۰)

اس کے بعد افغانستان کے ملک الشعراء قاری عبداللہ نے مہمانوں کے اعزاز میں فارسی منظوم خیر مقدم پیش کیا۔جوقاری عبداللہ کے اقبالیاتی خدمات میں درج کی جاتی ہے۔اس کے بعد مہمانوں کی طرف سے پروفیسر ہادی حسن نے ایرانی فارسی زبان میں ایک تقریر کی جس میں نوجوان افغانوں کوشعرو

سخن کی بجائے مغربی علوم وفنون کی تحصیل کی ترغیب دی تھی۔ (۴۱)

پروفیسر ہادی حسن کے خطاب کے بعد جناب سر راس مسعود نے خطاب کیا۔ یہاں ایک نکتے کی طرف اشارہ ضروری سمجھتا ہوں کہ انجمن ادبی کابل کا خیر مقدم فارسی میں تھا۔ باقی حضرات سر راس مسعود ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اور سید سلیمان ندوی کے خطاب کی زبانوں کا پتہ نہیں چلا۔ کیونکہ مجلّہ کابل میں ان حضرات کے جو خطابات شائع ہوئے ہیں ان میں بھی ترجمہ نطق جناب۔۔۔ (۴۲) درج ہے اور سید سلیمان ندوی نے سیر افغانستان میں مجلّہ کابل کے متعلقہ شمارے کا حوالہ دے کر تحریر فرمایا کہ ''یہ تقریریں دسمبر ۱۹۳۲ء (۱۹۳۲ء کتابت کی غلطی ہے اصل دسمبر ۱۹۳۳ء ہے) کے رسالہ کابل میں بزبانِ فارسی شائع ہوئی ہیں۔ ہم ان کا ترجمہ رسالہ مذکور سے لے کر درج کر رہے ہیں (۴۳)۔ بہر حال مجلّہ کابل سے سر راس مسعود صاحب کے خطاب کا متن نقل کیا جاتا ہے:

ترجمہ نطق جناب سر راس مسعود صاحب:۔

آقایان محترم ومیزبان مہربان!

از کمال خلوص اظہار مسرت وتشکری نمایم واز عہدہ شکرانہ ایں التفات و پذیرائی کہ درحق بندۂ مبذول فرمودید نمیتوانم بدرایم میخواہیم احساسات و جذبات قلبی مسلمانان ہندوستان را بہ شما ھا برسانم۔ از میان ماھا علامہ سید سلیمان ندوی نمایندہ علمای کشور ہند میباشد و دوست محترم من علامہ اقبال نمائندہ آن طائفہ است کہ عناصر قدیم و جدید را باہم آمیختہ و یک معجون روح پرور از آں ترکیب نمودہ است۔ خود من نہ از گروعلما میباشم و نہ از فرقہ شعراء بلکہ دورۂ تعلیمات خودم را بیشتر درممالک اروپاطی کردہ ام۔ ولی قلب من از عظمت واحترام این دو دزمرہ سرشار ولبریز است۔ شمارا یقین میدھم کہ مسلمانان ہند یک محبت وعلاقہ مندی فوق العادہ نسبت بہ شما دارند وآرزوئی قلبی ماہمین است کہ افغانستان عزیز را درحالت ترقی متمدن ورفاہ وآسایش وامنیت کامل می بنیم۔ ازانجا کہ افغانستان از نقطۂ نظر جغرافیائی بین شرق وغرب واقع شدہ لہٰذا ما میل داریم کہ افغانستان بہترین نمونہ ازتہذیب واخلاق اسلامہ بودہ ودرعین حال تمام عناصر مفید وزیبائی ھائی غرب را باخود منظّم وہمراہ داشتہ باشد۔ ہر چند کہ از الطاف عنایات شما خیلی

محسس ومنونیم اماشخصیت فوق العادہ این نابغہ کہ خوشبختانہ پادشاہ کنونی شمامیباشد چنان برقلب من اثر کردہ کہ از عہدہ وصف این عاجز بیرون است۔ ہیچگاہ ممکن نخواہد بود کہ بندہ آن ساعاتی رافراموش کن کہ خوش بختانہ درخدمت اعلیٰ حضرت اقدس ہمایونی برائی من دست داد۔ من یقین دارم ہرمملکتی کہ مانند پادشاہ ملت دوست شما پادشاہ داشتہ باشد حتما آن مملکت بمدارج ترقی ومعالی وتکامل خواہد رسید۔ اکنوں فریضۂ شماست کہ باتمام موجودیت خودھا بہر وسیلہ کہ ممکن است در خدمت واطاعت اوآمادہ ومہیا بودہ باشید۔ واین رایقین بدانید کہ اگر یک نفر مانند این عاجز بتواند درامور عرفانی شماخدمتی بنماید پس برائی انجام ہمان خدمات بندہ ہمہ وقت حاضر وآمادہ خواھم بود۔ ولی این حرفِ را نگفتہ نگذارند کہ باید جوانان مملکت افغانستان عزت واحترام موسفیدان راھمہ وقت مدنظر داشتہ نگذارند کہ از اختلاف رائی دروحدت ملی شان رخنہ پیداشود۔

تاریخ شہادت میدھد کہ تمام خسارات مسلمانان نتیجہ نفاق وتفرقہ دربین شان بودہ است۔ پس از گذشتہ عبرت گرفتہ اکنون اتحاد واتفاق راھدف آمال ملی وکمال مطلوب خود بسازید۔

درخاتمہ مجدداازالطاف پذیرائی صمیمانہ شما اظہارتشکر وامتناں مینایم وہیچگاہ عواطف صمیمانہ شمارافراموش نخواھم کرد۔ (۴۴)

ترجمہ: نواب مسعود جنگ ڈاکٹرسیدراس مسعود کی جوابی تقریر:

''محترم بزرگواراورمہربان میزبانو! میں نہایت خلوص سے خوشی کا اظہار اورشکریہ ادا کرتا ہوں اوراس توجہ کے ساتھ شکریہ کے فرض سے جوآپ نے خاکسار کے حق میں فرمایا میں عہدہ برآنہیں ہوسکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ مسلمانان ہند کے دلی جذبات واحساسات آپ تک پہنچاؤں۔ ہمارے درمیان علامہ سیدسلیمان ندوی علمائے ہند کے نمائندہ ہیں۔ اور میرے معزز دوست علامہ اقبال اس گروہ کے نمائندے ہیں جس نے قدیم وجدید عناصر کوملا کران سے ایک روح پرور معجون تیار کیا ہے۔ میں نہ توعلماء کی جماعت سے ہوں اورنہ شعراء کے فرقہ سے۔ بلکہ میں نے اپنی تعلیم کا دورزیادہ تر یورپ کے ممالک میں ختم کیا ہے۔لیکن میرادل

ان دونوں گروہوں کی عظمت واحترام سے سرشار اور لبریز ہے۔آپ کو میں یقین دلاتا ہوں کہ مسلمانانِ ہند آپ حضرات سے غیر معمولی محبت اور تعلق رکھتے ہیں اور ہماری دلی آرزو ہے کہ پیارے افغانستان کو مکمل امن وامان اور ترقی وآسائش کی حالت میں دیکھیں۔اور چونکہ افغانستان جغرافیائی نقطۂ نظر سے ایشیا اور یورپ کے بیچ میں واقع ہے اس لیئے ہماری خواہش ہے کہ افغانستان اسلامی تہذیب واخلاق کا بہترین نمونہ ہونے کے ساتھ ٹھیک اس وقت میں یورپ کے تمام مفید عناصر اور زیبائیوں کا جامع ہو۔ ہر چند کہ میں آپ حضرات کے عنایات کا بے حد ممنون ہوں لیکن میرے دل پر اس غیر معمولی شخصیت کا جو خوش قسمتی سے اس وقت آپ کا بادشاہ ہے ایسا اثر پڑا ہے کہ میں وہ وقت کبھی نہ بھولوں گا جب خوش قسمتی سے میری رسائی اعلیٰ حضرت کی خدمت تک ہوئی۔ مجھے یقین ہے کہ جو سلطنت آپ جیسا ملت دوست بادشاہ رکھتی ہو یقیناً وہ سلطنت ترقی کے مدارج پر پہنچے گی۔اب یہ آپ کا فرض ہے کہ ہمہ تن ہر ممکن ذریعہ سے ان کی خدمت اور اطاعت پر آمادہ رہے۔اور اس کو باور کیجئے کہ اگر مجھ جیسا بندۂ عاجز تعلیمات کے سلسلہ میں آپ کی کوئی خدمت کرسکتا ہے تو ان خدمات کے انجام دینے کے لئے میں ہر وقت حاضر اور آمادہ رہوں گا۔لیکن ایک بات کہے بغیر میں آگے نہیں بڑھ سکتا سلطنت افغانستان کے جوانوں کو چاہیے کہ سفید بال والوں کی عزت و احترام کا ہر وقت خیال رکھیں ایسا نہ ہو کہ اختلاف رائے سے ان کی قومی وحدت میں رخنہ پیدا ہو جائے۔تاریخ شہادت دیتی ہے کہ مسلمانوں کے تمام نقصانات آپس کے نفاق اور تفرقہ کا نتیجہ رہے ہیں۔پس ماضی سے عبرت پکڑ کر اب اتحاد و اتفاق کو اپنے مقاصد قومی کا مرکز بنائے۔

آخر میں دوبارہ آپ کی پرخلوص عنایات کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور میں کبھی آپ کی مخلصانہ مہربانیوں کو فراموش نہ کروں گا۔ [۴۵]

اس کے بعد سید سلیمان ندویؒ نے حاضرین سے خطاب کیا۔اس خطاب کا متن بھی مجلّہ کابل سے نقل کیا جاتا ہے۔

ترجمہ نطق علامہ سید سلیمان ندویؒ موسس و مدیر مجلّہ معارف اعظم گڑھ

برادران همدین وهموطن وعزیزان علم وفن! امروز ما خیلی خوش بخت استیم که درین مجمع خودرا باشما می بینیم۔

دعوت اعلیٰ حضرت غازی چند نفر از خادمان علم وادب را درین جا و باز اجتماع آنها با فضلا و علمائی این مملکت عزیز درین انجمن ادبی نزد من آغاز یک دوره باشان و شوکت تاریخی میباشد۔

برادران گرامی! هندوستان وافغانستان مملکت جداگانه نبوده بلکه یکیست شاید پیش از یکنیم یا دوصد سال شده باشد که بین این دو مملکت تفرقه حائل شده ولی این دو مملکت درعصر قدیم بودائی دریک رشته منسلک بودند۔ چنانچه در ملک شما یادگارهائی سنگی این اتحاد در زیر زمین ها بهر قدمی دستیاب می شود که موزه خانه شما نیز دارائی آن اسناد سنگی می باشد۔

از آغاز دورۂ اسلامی تنها شما بودید که بوسیلۂ شما نه فقط دیانت وکیش بلکه علم وفن نیز در قلب هندوستان (سرایت نموده است) سلاطین غزنی وشاهان غوری در پنجا می زیستند ولی دایرۂ حکمرانی شان الی هندوستان ممتد بود کذا اهل بابر در هند می زیستند مگر دایرۂ حکومت شان الی افغانستان بود! واین دو مملکت مشابه دو دست در جسم واحد یک حکومت شاهنشاهی قرار یافته بود۔

امروز بعد از یک ونیم صد سال این وہلۂ اولین است واین هر دو دست باز برائی اتحاد سیاسی نی بلکه برائی اتحاد علمی وادبی و برائی تشید مودت باهم تماس صمیمانه مینما یند۔

برادران افغان! بزرگان شما در هندوستان تنها حکمرانی جسمانی ومادی نکرده اند بلکه حکومت معنوی وذہنی را نیز دارا بودند۔

زبان فارسی که سالیان قدیم لسان ادبی وعلمی هندوستان بوده وحال نیز میباشد۔ این زبان فقط بوسیله شما بما رسیده است۔ از جمله علمائی شما میر زاهد هروی که از هرات شما است آثار ورسائل او از سه صد سال قبل در درس گاهائی عربی هندوستان معیار دروس فلسفه انتهائی ما میباشد۔

شعرائی شهیر و بزرگ فارسی زبان که درین ملک پیدا شده اند هم چنان که از لحاظ

مولد نسبت بکدا ام شهر هائی افغانستان دارند همچنان از لحاظ مسکن یا مدفن منسوب بنی از شهرهای هندوستان میباشد.

چقدر شعرائی هستند که از غزنی، بلخ، بدخشان، ویا از دیگر شهرها و علاقه جات شما بودند بنام لاهوری و دهلوی مشهور گردیدند. من تذکره لباب الباب عوفی رامطالعه کرده ام و آنها طوری وانمود میدارند که این شعراء دریک رشته وحدت چنان منسلک بودند که از تاریخ نیز فیصله لاهوری وغزنوی بودن شان بمشکل تصکیک میشود.

این دوممالک چناں رابطه باهم داشتند که اگر فاضلی در اینجا پیدامیشد یک قسمت عمر خود را در آنجا بسر میبرد وکسی که در آنجا پیدا میشد برائی چندی در ینجا استراحت مینمود.

مثلاً مسعود سعد سلمان که از شعرائی دوره دوم است ایشاں راهندی یا افغانستان گفتن وتمیز کردن مشکل است.

من باغ هائی جلال آباد و کابل رادیدم چشمه سارهائی کوهی آهنا، فواره ها آبشارها را تماشا کردم که در هر نقطۂ خاک این مملکت آشکار میباشند وبمن یقین شد که اهل بابر در کشمیر و هندوستان که به آن کثرت باغها احداث کرده اند و یا هر جا چشمه هائی معنوعی ساخته اند آنهمه نقل از مناظر طبیعی افغانستان بوده است.

باغ هنائی امیر شهید در جلال آباد و باغ بابر در کابل باغ هائی پغمان و دیگر باغهائی افغانستان یا شالامار لاهور چقدر مشابهت طبیعی دارد.

واین ذوق مناظر طبیعی در آل تمیور فطری موجوده بوده که آن را در هند عملا بروئی کار آورده اند حتیٰ که در دیوان عام و خاص نیز جوی هائی گنگ وجمن را ترتیب و گلکاری نموده اند.

برادران علم وفن! چیزی که در سابق شده آیا حالا باز نمیتواند بشود؟ تذکار تفرقه سیاسی و دوری وعلحیده را بگذارید! این سرنوشت انقلابات عالم است یعنی گاهی چنین و گاهی چنان! وحالات سیاسی هموار، تغییر پذیر و تعلقات به آن در شرف شکستن و پیوند شدن است ولی تعلقات علم و ادب دایمی و برقرار میباشد.

از شمشیر سلطان محمود غزنوی عرصۂ گذشت که شکسته و اوراق فتوحات شان از قرن ها

ست که از هم متلاشی گردید ولی قلم حکیم سنائی غزنوی تا حال باقی و موجود و شیرازه اوراق فتوحات ادبی شان تا اکنون مرتب باقیست بیا ئید بنام سلطان محمود غزنوی شهاب الدین غوری و آل بابرنی بلکه بنام سنائی غزنوی، مسعود سعد سلمان لاهوری خسرو دهلوی، حسن دهلوی، فیضی اکبرآبادی، و بیدل عظیم آبادی بجانب همه گیر دست مودت و محبت را دراز کینم۔

افغانستان مدام تحسین طاقت جسمانی و نیروی مادی خود را از دنیا حاصل کرده است ولی اکنون لازم است که وی تحسین طاقت دماغی و پهلوانی ذهنی خود را نیز از عالم حاصل کند۔

انجمن ادبی شما مستحق تحسین و ستائیش است که او در راه مذکور گامزن شده است و در هر ماه طاقت نیروی کودرا بطور بسیار خوب درمعرض نمایش میگذارد۔

من بدون خوف و تردیدی توانیم بگویم که مجلّه ''کابل'' دوش بدوش با بهترین مجلّات علمی هندوستان بلکه مشرق میرود۔ و درنمائیش این دور بجهت افزادست او ازهمه زیاده کارخدماست۔

برادران همسایه! آیا این جائی تعجب نیست که ما یک یک شاعر و ادیب انگلستان فرانسه و آلمان را بشناسیم و بر شاهکارهائی آهنا سر بشکینم ولی با ادبا و اهل قلم این دو مملکت همسایه نا آشنا و بیگانه باشیم۔ حال اینکه بین بزرگان قدیم این هردو نقطه نه تنها روابط بومی بلکه شاید اتحاد ملی و نسبی نیز موجود باشد۔

ولی زیاده تر اینکه بین شان یک اتحاد نا قابل شکست علمی و ادبی بود و چقدر رجائی افسوس است که از دو قرن بین ما این قدر بعد و دوری واقع گردیده که نه ما از شعرا و ادبائی شما واقف هستیم و نما شما از ما۔

باید از مجلّه ''کابل''، انجمن ادبی ممنون شویم که ما را با اهل قلم لایق و شعرا و ادبائی معرفی گردانیده و ما همدیگر کودرا شناختیم۔

برادران علمی و فن! سیاسیون را بگذارید که معروف شعبده بازی هائی خود باشند و بیا یید که ما بنام علم و فن با همدیگر پیماں محبت و دوستی تازه کرده و عهد رفاقت و آشنائی را مستحکم سازیم۔ و ما هردو مملکت در تعمیر یک شرق جدید علمی و ادبی دوش بدوش کار بکنیم

۔اتحاد قلوب از ہر نوعیکہ باشد بدگمانی وغلط فہمی ھارا دور میسازد۔
ہندوستان بوسیلہ نوجوان ھائی خود بہ تعمیر خود معروف است وافغانستان نیز۔ لہٰذا درین تعمیر لازم وضرور است کہ نوجوانان ہر یک ازیں دو مملکت باجوانان مملکت دیگر حسن ظن وحسن اعتماد داشتہ باشتند! ہر چند کہ درین راہ اتحاد خیلی مشکلات میاشد ولی برائی حصول این مقصد عزیز ما رابایدکہ صد نوع مشکلات را مقابلہ نما ییم۔ ''بہر یک گل زحمت صد خارمی باید کشید'' و آخر دعوانا ان الحمد اللہ رب العلمین ۔درخاتمہ سعادت وترقی مملکت عزیز افغانستان وصحت و موفقیت پادشاہ علم دوست وادب بزوران اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کی این ہمہ پیشرفت افغانستان درتحت رایت وحسن تدابیر شان است از خدا تمنا داریم۔ (۴۶)

ترجمہ: سید سلیمان ندوی کی جوابی تقریر۔

برادران ہم دین وہم وطن وعزیزانِ علم وفن! آج ہم بہت خوش نصیب ہیں جو اس مجمع میں اپنے آپ کو آپ حضرات کے ساتھ دیکھ رہے ہیں۔

چند خادمان علم وادب کو اعلیٰ حضرت غازی کا یہاں بلانا اور پھر ان کا اس ملک کے فضلاء وعلماء کے ساتھ اس ادبی جلسہ میں جمع ہونا میرے نزدیک ایک پرشوکت تاریخی دور کا آغاز ہے۔

برادران گرامی! ہندوستان اور افغانستان دو جداگانہ سلطنتیں نہ تھیں بلکہ ایک تھیں شاید ڈیڑھ دو سو برس کا عرصہ ہوا ہوگا۔ جب ان دونوں ملکوں میں تفرقہ پیدا ہوا۔ یہ دونوں ملک قدیم بدھ دورِ حکومت میں ایک رشتہ میں منسلک تھے جیسا کہ آپ کے ملک میں اس اتحاد کی سنگی یادگاریں زمینوں کے اندر ہر قدم پر دستیاب ہوتی ہیں۔ جو آپ کے عجائب خانہ میں بھی موجود ہیں۔

آغاز عہد اسلام سے تنہا آپ ہی تھے جن کے ذریعے سے نہ صرف مذہب بلکہ علم وفن بھی ہندوستان کے قلب میں داخل ہوئے ہیں۔ سلاطین غزنی اور شاہان غوری یہاں رہتے تھے۔ لیکن ان کی حکومت کا دائرہ ہندوستان تک پھیلا ہوا تھا۔ اسی طرح بابر کا خاندان ہندوستان میں مقیم تھا لیکن اس کا دائرہ حکومت افغانستان

تک تھا اور یہ دونوں حکومتیں ایک شہنشاہی کے لئے ایسے تھیں جیسے ایک جسم میں دو ہاتھ ہوتے ہیں۔

آج ڈیڑھ سو سال کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ یہ دونوں ہاتھ اگر اتحاد سیاسی کے لیئے نہیں تو اتحاد علمی و ادبی اور باہمی محبت کے استحکام کے لیئے پھر مخلصانہ بڑھ رہے ہیں۔

افغان بھائیو! آپ کے بزرگوں نے ہندوستان میں صرف جسمانی اور مادی حکمرانی نہیں بلکہ معنوی اور ذہنی حکومت بھی قائم کی ہے۔

فارسی زبان مدت تک ہندوستان کی ادبی اور علمی زبان رہی ہے اور اب بھی ہے یہ زبان صرف آپ کے وسیلہ سے ہم تک پہنچی ہے آپ کے علماء میں سے میر زاہد ہروی جو آپ کے ہرات سے تھے ان کے رسائل وتصنیفات تین سو سال سے ہندوستان کی عربی درسگاہوں میں فلسفہ کے اسباق کا انتہائی معیار ہیں۔

فارسی زبان کے مشہور اور بڑے شعراء جو اس ملک میں پیدا ہوئے، جس طرح جائے پیدائش کے لحاظ سے افغانستان کے کسی شہر کی طرف منسوب ہیں۔ اسی طرح سکونت یا مدفن کے لحاظ سے ہندوستان کے کسی شہر سے نسبت رکھتے ہیں۔

کتنے شاعر ہیں جو غزنی، بلخ، بدخشان یا آپ کے دوسرے شہروں اور علاقوں سے تھے۔ اور لاہوری اور دہلوی مشہور ہوئے جس نے عوفی کی لباب الالباب کا مطالعہ کیا ہے اس کو معلوم ہے کہ یہ شعراء ایک رشتۂ وحدت میں اس طرح منسلک تھے کہ تاریخ بھی ان میں سے بعض کے لاہوری اور غزنوی ہونے کا فیصلہ مشکل سے کرسکتی تھی۔ یہ دونوں سلطنتیں باہم اس قدر مربوط تھیں کہ اگر کوئی فاضل یہاں پیدا ہوتا تو اپنی عمر کا کچھ حصہ وہاں بسر کرتا تھا۔ اور وہاں پیدا ہوتا تو کچھ عرصہ کے لیئے یہاں زندگی گزارتا تھا مثلاً مسعود سعد سلمان جو شعراء کے دوسرے طبقے سے ہیں اس کو ہندی یا افغانستانی کہنا اور تمیز کرنا سخت مشکل ہے۔

میں نے جلال آباد اور کابل کے باغات دیکھے، پہاڑی چشموں، نہروں، فواروں اور آبشاروں کا نظارہ کیا۔ جو اس سلطنت کی خاک کے ہر ذرہ سے نمایاں ہیں تو مجھے یقین ہوا کہ خاندانِ بابر نے کشمیر اور ہندوستان میں جو بکثرت باغ لگائے یا جگہ جگہ مصنوعی چشمے بنائے وہ سب افغانستان کے قدرتی مناظر کی نقل تھی۔

جلال آباد میں امیر شہید کے باغات، کابل میں بابر کا باغ، پغمان کے باغات نیز افغانستان کے دوسرے باغ، لاہور کے شالامار سے کیسی قدرتی مشابہت رکھتے ہیں۔ اور مناظر فطرت کا یہ وطنی ذوق آلِ تیمور میں قدرتی طور پر ایسا موجود تھا کہ اس کو انھوں نے ہندوستان میں عملاً ظاہر کیا۔ یہاں تک کہ دیوان عام اور خاص میں بھی گنگا اور جمنا گلکاری کے ذریعے سے دکھائی گئی ہیں۔

برادرانِ علم وفن! جو کچھ پہلے ہو چکا کیا اب نہیں ہوسکتا؟ سیاسی تفرقہ دوری اور علیٰحدگی کا ذکر چھوڑیئے! یہ تغیرات عالم کی سرنوشت ہے، گاہے چنین گاہے چناں! سیاسی حالات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ اور سیاسی تعلقات دائم اور برقرار رہتے ہیں۔

سلطان محمود غزنوی کی تلوار عرصہ ہوا کہ ٹوٹ گئی اور اس کی فتوحات کے اوراق صدیاں ہوئیں کہ بکھر گئے لیکن حکیم سنائی غزنوی کا قلم اب تک باقی اور موجود ہے اور ان کی ادبی فتوحات کے اوراق کا شیرازہ اب تک منتشر نہیں ہوا ہے۔

آؤ سلطان محمود غزنوی شہاب الدین غوری اور آلِ بابر نہیں بلکہ سنائی، غزنوی، مسعود سعد سلمان لاہوری، خسرو دہلوی، حسن دہلوی فیضیؔ، اکبرآبادی اور بیدل عظیم آبادی کے نام سے ہم ایک دوسرے کی طرف مروت ومحبت کا ہاتھ بڑھائیں۔

افغانستان نے ہمیشہ اپنے جسمانی اور اور مادی طاقت کے متعلق دنیا سے خراجِ تحسین وصول کیا ہے لیکن اب ضروری ہے کہ وہ اپنی دماغی طاقت اور ذہنی پہلوانی کا خراج بھی دنیا سے وصول کرے۔

آپ کی ادبی انجمن تحسین وستائیش کی مستحق ہے کہ اس نے اس راستہ میں قدم اُٹھایا ہے اور ہر جگہ میں اپنی طاقت اور زور کا نہایت خوبی کے ساتھ مظاہرہ کرتی ہے۔

میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ رسالہ ''کابل'' ہندوستان بلکہ ایشیا کے بہترین علمی رسالوں کے دوش بدوش جارہا ہے اور اس مسرت انگیز دورے کے ظہور میں اس کا ہاتھ سب سے زیادہ کارفرما ہے۔

پڑوسی بھائیو! کیا یہ تعجب کا مقام نہیں کہ ہم انگلستان، فرانس اور جرمنی کے ایک ایک شاعر اور ادیب سے واقف ہوں اور ان کے شاہکاروں پر سر دھنیں لیکن ان دو ہمسایہ ملکوں کے ادباء اور قلم آپس میں ایک دوسرے سے ناآشنا اور اجنبی رہیں۔ حالانکہ ان دونوں کے قدیم بزرگوں کے درمیان نہ صرف وطنی تعلقات تھے بلکہ شاید مذہبی اور نسلی واتحاد بھی موجود تھا۔

لیکن اس سے زیادہ یہ کہ ان کے درمیان ایک ناقابلِ شکست علمی وادبی اتحاد تھا۔ اور کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ وہ صدیوں سے ہمارے درمیان اس قدر بعد اور دوری ہوگئی ہے کہ نہ ہم آپ کے شعراء اور ادیبوں سے واقف ہیں اور نہ آپ ہمارے۔

ہم کو ''انجمن ادبی'' کے رسالہ'' کابل'' کا ممنون ہونا چاہیے جس سے یہاں کے لائق اہلِ قلم اور شعراء وادباء سے ہمارا تعارف کرایا۔ اور ہم نے باہم ایک دوسرے کو پہچانا ہے۔

برادران علمی وفنی! اہلِ سیاست کو ان کی شعبدہ بازیوں میں مصروف رہنے دیجیے۔ اور آیئے کہ علم وفن کے نام سے پیمانِ محبت ودوستی کو تازہ اور عہدِ رفاقت وآشنائی کو مستحکم کریں۔ اور دونوں اپنے اپنے وطن کے اندر رہ کر علم وادب کے ایک جدید مشرق کی تعمیر میں دوش بدوش کام کریں۔ دلوں کا اتحاد جس طرح کا بھی ہو بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کو دور کردیتا ہے۔

ہندوستان اپنے نوجوانوں کے ذریعہ سے اپنی تعمیر میں مصروف ہے اور افغانستان بھی لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اس تعمیر میں دونوں ملکوں میں سے ہر ایک کے نوجوان دوسرے ملک کے نوجوانوں کے ساتھ حسنِ ظن اور حسنِ اعتماد رکھیں اگرچہ اس اتحاد کی راہ میں بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ لیکن اس مقصد عزیز کے حاصل کرنے کے لئے ہمیں سینکڑوں طرح کی مشکلات کا مقابلہ کرنا چاہئے۔

بہر یک گل زحمت صد خاری باید کشید

وآخر دعوانا عن الحمدللّٰہ رب العٰلمین ۔[۴۷]

تقریب کے آخر میں حضرت علامہ نے خطاب فرمایا۔ خطاب کا متن درجہ ذیل ہے۔

ترجمہ نطق علامہ سر محمد اقبال:

بعد از بیانات سید سلیمان صاحب ندوی وداکتر سر راس مسعود کہ حسیات وعواطف مارا بصورت خوبی وترجمانی نمودہ اند۔ چیزی باقی نماندہ کہ من بگویم اما گمان میکنم اعضائی انجمن ادبی کابل ازین جانب توقع دارند کہ در جواب خیر مقدم وخوش آمدی ھائی کہ آزروئی لطف بابلیغ ترین وجھی شرح دادہ اند چیزی بگویم من از انجمن ادبی کابل خیل ممنونم کہ درحق من نظماً و نثراً حرفھائی خوب وسخن ھائی پر از حیات مہربانانہ گفتہ اند۔

من ہم میل دارم کہ فقط وفقط از فعالیت ھا وکارروای ھائی جوان ھائی ھیت

انجمن ادبی کابل بحث دانم۔ ہیچ شک ندارم کہ ھیات انجمن از اہمیت کارخود دومسوولیت آن بخوبی مسبوقند۔عقیدہ من این است کہ آرت (فنون لطیفہ) یعنی ادبیات یارسامی یا موسیقی و یا معماری ہر چہ باشد ہر یک معاون وخدمتگار حیات است و بنابراین را باید ایجاد بگوییم نہ تفریح، شاعراساس زندگی یک ملت را آباد یا ویران میتواند۔وقتی مملکت سعی دارد کہ درعصر حاضر تاریخ افغانستان در ساحہ حیات نوینی داخل شود پس بر شعرائی این مملکت لازم است کہ برائی اخلاف نوجوان رہنمائی حقیقی گردند۔از زندگانی تمجید و تضخیم نمودہ مرگ رابزرگ جلوہ گرنسازند چہ آرت وقتیکہ ''از مرگ'' تعریف نماید وآن را بزرگ نشان دہد در آن حال ''خیلی مخوف و مہلک است وحسن عاری از قوت محض یک پیغام مرگ است۔

دلبری بیقاھری

جادو گری است

دلبری

باقاھری پیغبری

است

میخواہم توجہ شمارا بہ نقطہ ءی معطوف و تمرکز دھم وآن عبارت است از یک واقعہ از وقائع حیات نبوی ﷺ مروی است وقتی از اشعار امراء القیس کہ از نوابغ بشعرائی عرب است بحضور اقدس نبوی ﷺ خواندہ شد فرمودند۔

الشعراء و قائدهم الی النار

ازین ارشاد سراسر رشاد بہ طوری واضح روشن میشود کہ کمال شعر ھم گاہی محض یک شکل وصورت نیست چیز یکہ حقیقتاً بہ ملت مربوط است عبارت است از مفکورہ کہ شاعر بہ پیشگاہ ملت عرضہ میدارد و نظریات بلندیست کہ میخواھد در قوم خود پیدا کند۔ ملتہا بہ دستیارئی شعرا پیدا می شوند و بہ پامردی سیاسیون نشو ونما نمودہ می میرند۔ پس تمنا میرود کہ شعراء محررین نوجوان افغانستان دمندہ روحی در معاصرین گردند کہ آنہا رفتہ در آخیر خود را شناختہ بتوانند۔انانیت ایک ملتی کہ بہ جادہ نہضت ی سپر است وابستہ بہ تربیہ می باشد ولی تربیتہ کہ شالودہ آن بردی احتیاط برداشتہ شود۔پس وظیفہ

انجمن اینست کہ مفکورہ ھائی نسلہا نوجوان رابوسیلہ ادبیات تشکیل وترجم نمایندو بہ آنہا چنان یک صحت روحانی بہ بخشید کہ بالاخرہ انانیت خودراادراک وقابلیتی بہ رساندہ بگویند۔

دو دستہ تیغم و گردون برہنہ ساخت مرا
فسان کشید بروئی زمانہ آخت مرا
من آن جہان خیالم کہ فطرت ازلی
جہان بلبل وگل راشکست وساخت مرا
نفس بہ سینہ گدازم کہ طاہر حریم
توان زگرمی اوازمن شناخت مرا

میخواہم یک نکتہ دیگر رانیز بگویم وبگزارم موسولینی یک نظریہ تشنگی راارائۂ نمودہ است کہ مقصد آن اینست باید اتلی برائی حصول نجات خود یک ملیونزی پیدا کند کہ گریبان اتلی (ایتالیا) را از چنگ دیون ملل اینگلو ساکسونی خلاص کردہ بتواندو یا باید کدام دینتی (دانتہ) وکولمبس دیگری را بیابد کہ یک براعظم دیگر راکشف نمایداگرشمارا ازِنجات افغانستان رااز من استفسار نمایید خواھم گفت کہ افغانستان محتاج بمردست کہ باتمام موجودیت خود این مملکت رااز حیات قبیلہ وی اخراج و بہ حیات وحدت ملی آشنا نماید ولی مسرورم از آنکہ افغانستان مردی رابدست آوردہ کہ از دیر باز انتظار اورامیکشد من یقین دارم کہ شخصیت ایجاد کار اعلیٰ حضرت نادرشاہ رابرائی این آفریدہ اند کہ افغانستان رایک ملت جدیدی در ایشیا ساختہ بدنیا معرفی نماید نوجوانان این وطن رباید کہ این قاید بزرگ راآموز گارومعلم تعلیم وتربیہ خود بشناسند زیراہتمام زندگانی او پراز ایثار اخلاص وصداقت بہ مملکت خود محبت وعشق بہ اسلام است۔ (۴۸)

ترجمہ: ڈاکٹر سرشیخ محمد اقبال کی تقریر:

سید سلیمان ندوی اور ڈاکٹر سر راس مسعود کی تقریروں کے بعد جن میں ہمارے جذبات کی نہایت خوبی سے ترجمانی کی گئی ہے اب کوئی چیز ایسی باقی نہیں ہے جس کو میں بیان کروں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انجمن ادبی کابل کے ارکان مجھ سے بھی

یہ توقع رکھتے ہوں گے کہ خیر مقدم اور خوش آمدید انھوں نے جس لطیف اور بلیغ ترین انداز میں کیا اور کہا ہے۔اس کے جواب میں، میں بھی کچھ عرض کردوں۔
میں انجمن ادبی کابل کا بہت ممنون ہوں کہ اس نے اپنی مہربانی سے میرے متعلق نظم ونثر میں اچھے خیالات اور پر احساس جذبات ظاہر کیے ہیں۔
میں بھی خواہش رکھتا ہوں کہ میں صرف اور صرف انجمن ادبی کابل کے نوجوان ارکان کے عملی پہلو (فعالیت) اور کارروائیوں سے بحث کروں۔کوئی شک نہیں کہ انجمن اپنے کام کی اہمیت اور ذمہ داری سے بخوبی آگاہ ہے۔میرا یہ عقیدہ ہے کہ آرٹ یعنی ادبیات یا مصوری یا موسیقی اور یا معماری جو بھی ہو ہر ایک زندگی کی معاون اور خدمت گار ہے۔اور اسی بناپر آرٹ کو چاہیئے کہ میں ایجاد کہوں نہ تفریح ،شاعر ایک قوم کی زندگی کی بنیاد کو آباد یا برباد کرسکتا ہے۔اس وقت جب حکومت کوشش کر رہی ہے کہ موجودہ زمانہ میں افغانستان کی تاریخ نئی زندگی کے میدان میں داخل ہو تو اس ملک کے شعراء پر لازم ہے کہ اخلاف نوجوان کے لئے سچے رہنما بنیں۔زندگی کی عظمت و بزرگی کے بجائے موت کو زیادہ بڑھ کر نہ دکھائیں کیونکہ آرٹ جب موت کا نقشہ کھینچتا ہے اور اس کو بڑھا کر دکھاتا ہے اس وقت وہ ''سخت خوفناک اور برباد کن'' ہو جاتا ہے اور جو حُسن قوت سے خالی ہو وہ محض ایک پیغام موت ہے۔

دلبری بے قاہری جادو گری است دلبری با قاہری پیغمبری است

میں چاہتا ہوں کہ آپ کی توجہ کو ایک مرکزی نقطہ کی طرف مبذول کراؤں۔حیاتِ نبوی ﷺ کی واقعات میں سے ایک واقعہ ہے، روایت ہے کہ ایک مرتبہ انحضرت ﷺ کے حضور امراؤ القیس کے جو مشہور عرب شاعر ہے کچھ اشعار پڑھے گئے ارشاد ہوا۔

''اشعر الشعراء وقائد هم الی النار''

ترجمہ: تمام شاعروں میں بہتر شاعر اور ان کو دوزخ کی طرف لے جانے والا۔
اس ارشاد سراسر شاد سے واضح طور پر روشن ہوتا ہے۔کہ شعر کا کمال بعض اوقات لوگوں پر برا اثر ڈالتا ہے۔ایک قوم کی زندگی کی موقوف علیہ چیزیں محض شکل و

صورت نہیں بلکہ جو چیز حقیقتاً قوم کی زندگی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے وہ ''تخیل'' ہے جس کو شاعر قوم کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور وہ بلند نظریات ہیں جن کو وہ اپنی قوم میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ قومیں شعراء کی دستگیری سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور اہلِ سیاست کی پامردی سے نشو ونما پا کر مر جاتی ہیں۔ پس یہ خواہش ہے کہ نوجوان افغانستان کے شعراء انشاء پرداز ہم عصروں میں ایسی روح پھونکیں جس سے وہ رفتہ رفتہ اخیر میں اپنے آپ کو پہچان سکیں۔ جو قوم ترقی کے راستہ پر چل رہی ہے اس کی انانیت خاص تربیت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ اگر وہ تربیت جس کا خمیر احتیاط کے ساتھ اُٹھایا جائے۔ پس انجمن کا کام یہ ہے کہ نوجوان نسلوں کی فکروں کو ادبیات کے ذریعہ سے متشکل کرے اور ان کو ایسی روحانی صحت بخشے کہ وہ بالآخر اپنی انانیت کو پا کر اور قابلیت بہم پہنچا کر پکار اُٹھیں:

دو دستہ تیغم و گردون برہنہ ساخت مرا

فسان کشید برو ئی زمانہ آخت مرا

من آن جہان خیالم کہ فطرت ازلی

جہان بلبل و گل راشکست و ساخت مرا

نفس بہ سینہ گدازم کہ طاہر حریم

توان زگرمی او از من شناخت مرا

میں ایک اور نکتہ بھی کہنا اور گزر جانا چاہتا ہوں۔ موسیو لینی نے ایک اچھا نظریہ قائم کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اٹلی کو چاہئے کہ اپنی نجات حاصل کرنے کے لئے ایک کروڑ پتی کو پیدا کرے جو اٹلی کے گریبان کو اینگلوسکن اقوام کے قرضہ جات کے چنگل سے چھڑا سکے یا کسی دوسرے دانتے کو پیدا کرے جو نئی جنت پیش کرے یا کسی نئے کولمبس کو حاصل کرے جو ایک نئے براعظم کا پتہ چلائے۔ اگر آپ مجھ سے افغانستان کی نجات کے متعلق سوال کریں تو میں کہوں گا کہ افغانستان کو ایک ایسے مرد کی ضرورت ہے جو اس ملک کو اس کی قبائلی زندگی سے نکال کر وحدتِ ملی کی زندگی سے آشنا کرے لیکن مجھے خوشی ہے کہ اعلیٰحضرت نادر شاہ کی شخصیت ایجاد کار کو اسی لئے پیدا کیا گیا ہے کہ افغانستان میں ایک نئی قوم

بنا کر دنیا سے تعارف کرائیں۔ اس وقت کے نوجوانوں کو چاہیئے کہ اس بزرگ رہنما کو اپنی تعلیم وتربیت کا معلم سمجھیں کیونکہ ان کی تمام زندگی ایثار، اخلاص اور اپنے ملک کے ساتھ صداقت اور اسلام کے ساتھ عشق و محبت سے لبریز ہے۔ (۴۹)

سفر افغانستان سے متعلق مجلّہ کابل کے مندرجہ بالا مشمولات شروع سے آخر تک افغانستان و اقبال (۵۰) اوراس کے بعد سیر اقبال شناسی در افغانستان میں شائع ہوئے ہیں۔ (۵۱)

دلو ۱۳۱۳ھ ش / ۲۱ جنوری ۱۹۳۴ء:

علامہ عبدالحئ حبیبی کی طویل فارسی نظم ''قطرات سر شک در بارگاہ محمود و سنائی یا برخرابہ زار شہرستان تاریخی غزنی''، مجلّہ کابل میں شائع ہوئی ہے۔ (۵۲)

یہ نظم جناب حبیبی نے حضرت علامہ کے فنی وفکری اسلوب میں لکھی ہے اور جا بجا حضرت علامہ کے ابیات پر تضمین کی گئی ہے۔ ساتھ ہی درج ذیل اشاریہ درج کیا ہے۔

''ابیاتیکہ بعدازین دربین این علامت'' ''گرفتہ شدہ تضمین است از کلام حضرت علامہ دوکتور اقبال شاعر اسلامی ہند (۵۳)۔ مزید تفصیل علامہ عبدالحئ حبیبی کے سوانحی نوٹ میں شامل ہے۔

اول جدی ۱۳۱۳ھ ش / ۲۳ دسمبر ۱۹۳۴ء:

انجمن ادبی کابل کی جانب سے سرور خان گویا کی لکھی ہوئی تقریظ مثنوی مسافر پر مجلّہ ''کابل'' میں شائع ہوئی۔ (۵۴)

سرور خاں گویا کی یہ تقریظ سیر اقبال شناسی در افغانستان (۵۵) میں بھی شائع ہوئی ہے۔

------

۲۲ مارچ ۱۹۳۵ء

مجلّہ کابل میں تاریخ افغانستان پر حضرت علامہ کی لکھی ہوئی تقریظ کا فارسی (۵۶) ترجمہ بعنوان ''تقریظ وانتقاد افغانستان بہ یک نظر اجمالی'' شائع ہوا ہے۔ یہ تقریظ بعد میں سیر اقبال شناسی در افغانستان مین بھی شائع ہوئی ہے۔ (۵۷)

اول ثور ۱۳۱۴ھ ش / ۲۲، اپریل ۱۹۳۵ء:

مجلّہ کابل میں ''بہار'' سے متعلق مختلف شعراء کے بہاریہ اشعار وقصائد شائع کئے ہیں۔ان شعراء میں متقدمین متوسطین اور متاخرین کے ساتھ ساتھ معاصر شعراء کے کلام بھی شامل ہیں۔ان شعراء میں درج ذیل شامل ہیں:

ملک الشعراء قاری عبداللہ خان (عضو انجمن ادبی ص۔۳ تا ۷) محمد سرور خان ص۔با (عضو انجمن ص۔۷ تا ۱۰)، شایق (ص۔۱۱-۱۲)، عبدالحکیم خان (ص۔۱۲-۱۴)، عبدالسلام مجددی (ص۔۱۵-۱۷)، رابعہ بلخی (قرن چہارم ص۔۱۸)، دقیقی بلخی (ص۔۱۸)، عنص۔ری بلخی، فرخی سیستانی، منوچہری دامغانی (ص۔۱۹)، مسعود سعد سلمان (ص۔۲۰)، ادیب ص۔ابر ترمذی، عبدالواسع جبلی غرجستانی (ص۔۲۱)، سید حسن غزنوی، عبدالرافع ہروی، رشید الدین وطواط بلخی (ص۔۲۲)، انور ابیوردی، امیر معزی سمرقندی (ص۔۲۳)، ارزقی ہروی، ظہیر فاریابی (ص۔۲۴)، ابوالمفاتح ہروی حضرت سعدی (ص۔۲۵)، امامی ہروی (ص۔۲۶)، سلمان ساوجی (ص۔۲۷)، سلم تہرانی، کلیم ہمدانی (ص۔۲۸-۲۹)، میرزا بیدل (ص۔۳۰-۳۲)، شوکت بخاری (ص۔۳۳)، عاجز افغان (ص۔۳۴)، وص۔فی کابلی، الفت کابل (ص۔۳۵)، میر ہوتک خان افغان طرزی افغان ۳۶، ندیم مرحوم (ص۔۳۷)، مستغنی مرحوم (عضو فقید انجمن ادبی کابل (ص۔۳۸)، جناب داکتر سر محمد اقبال (ص۔۳۹-۴۰)، ص۔وفی عبدالحق خان بیتاب (ص۔۴۰-۴۱)۔

حضرت علامہ کے درج ذیل بہاریہ اشعار شائع ہوئے ہیں۔

ے

خوشا روزگاری، خوشا نوبہاری	نجوم پریٔ رست از مرغزاری
زمین از بہاران چو بال تدروی	ز فوارہ الماس بار آبشاری
نہ پیچد نگہ جز کہ در لالہ و گل	نہ غلطد ھوا جز کہ بر سبزہ زاری
چہ شیرین نوائی، چہ دلکش صدائی	کہ می آید از خلوت شاخساری
بہ تن جان، بجان آرزو زندہ گردد	ز آوائی ساری، زبانگ ھزاری
نواھائی مرغ بلند آشیانی	در آمیخت بانغمۂ جو یباری
تو گوئی کہ یزدان بہشت برین را	نہاد است در دامن کوھساری
کہ تا رحمتش آدمی زاد گان را	رھا سازد از محنت انتظاری
چہ خواہم درین گلستان گر نہ خواھم	شرابی ،کبابی، ربابی، ، نگاری

سرت گردم ای ساقی ماه سیما بیار از نیاگانِ ما یادگاری
بہ ساغر فرد ریز آبی کہ جان را فروزد چو نوری بسوزد ناری
شایق برویان زخاک نژندم بہشتی فروچین بمشت غباری
نہ بینی کہ از کاشغر تا بہ کاشان
ہماں یک نوابالد از ہر دیاری (۵۸)

حضرت علامہ کے یہ اشعار پیامِ مشرق کے ساقی نامہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ (۵۹)

تذکرہ بالا بہاریہ نظم کے بعد حضرت علامہ کی ذیل بہاریہ غزل بھی اس شمارے کی زینت بنی ہوئی ہے۔

رخت بہ کاشمر کشا، کوہ وتل و دمن نگر سبزہ جہاں جہاں ببین، لالہ چمن چمن نگر
بادِ بہار موج موج، مرغِ بہار فوج فوج صلصل وسار زوج زوج، بر سر نارون نگر
تا نہ فتد بہ زینتش چشم سپہر فتنہ باز بستہ بہ چہرۂ زمین برقع نسترن نگر
لالہ زخاک بردمید، موج بآب جو تپید خاک شرر شرر ببین، آب شکن شکن نگر
زخمہ بہ تار ساز زن، بادہ بہ ساتگین بریز
قافلۂ بہار را انجمن انجمن نگر (۶۰)

حضرت علامہ کے یہ اشعار ''کشمیر'' کے عنوان سے'' پیامِ مشرق'' میں شائع ہو چکے ہیں۔ (۶۱)

جوزا ۱۳۱۴ھ ش / ۲۳ مئی ۱۹۳۵ء:

مجلّہ کابل نے دورۂ چہارم کے مندرجات کی فہرست حروفِ تہجی کے ترتیب سے شائع کی ہے۔ اس فہرست میں حضرت علامہ سے متعلق درجہ ذیل یادداشت محفوظ ہیں:

موضوع	**نگارندہ**	**صفحہ مسلسل**
	(الف)	
افغانستان بیک نظر اجمالی	سر محمد اقبال	۹۹۳
	(ب)	
بہاریہ ھا	داکتر اقبال	۱۰۴۵ (۶۲)

۱۳۱۴ھ ش / جنوری ۱۹۳۷ء:

مجلّہ کابل میں حضرت علامہ کے کلام کا منظوم پشتو ترجمہ شائع ہوا ہے:۔
پیامِ مشرق کی نظم ''زندگی'' کا یہ منظوم پشتو ترجمہ قیام الدین کا خادم نے کیا ہے۔

زندگی

شبے زار نالید ابر بہار — کہ ایں زندگی گریۂ پیہم است
درخشید برقِ سبک سیر و گفت — خطا کردۂ، خندۂ یکدم است
ندانم بہ گلشن کہ بُرد ایں خبر
سخنہا میانِ گل وشبنم است (۶۳)

پشتو منظوم ترجمہ: **ژوند**

وریځ د سپرلي يوه شپه ډيره اوښکې توئي کړې
دغه دې ژوندون تمامي عمر په ژړا
داسې کرندې برېښنا په منده ورته ووئيل
زه ئې خپله بولمه په نيمه خوله خندا
دا خبره خداى زده چا د باغ په خوله کې وکړله
دغسې مجلس د ګل و پرخې و سبا (۶۴)

(ج): __افغانستان میں پہلا اقبال ڈے اور دیگر تقاریب اقبال:۔__

پنجشنبہ ۸ ثور ۱۳۱۷ھ ش / ۲۸، اپریل ۱۹۳۸ء:

افغان علماء فضلاء اور اہلِ علم وادب کی جانب سے حضرت علامہ کی وفات کے صرف ایک ہفتے بعد کابل میں وزارت معارف کے ہال میں ایک پروقار تقریب کا انعقاد کیا گیا۔ اس تعزیتی تقریب میں مشاہیر افغانستان، اعلیٰ سرکاری افسران ادباء اور اہلِ قلم حضرات نے حصہ لیا۔ علامہ کی تعزیت کی اور ان کی فکری اور علمی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

تقریب کا آغاز صبح ساڑھے دس بجے قرآن کریم کی تلاوت سے ہوا۔ اس کے بعد سرور خان گویا مدیر شعبہ ادبیات اور حفظ آثار انجمن ادبی کابل نے وزارت معارف اور انجمن ادبی کی نمائندگی کرتے ہوئے خطاب کیا۔

انجمن ادبی کے مدیر عمومی احمد علی خان درانی نے شرح حال اقبال اور غلام جیلانی خان اعظمی

نے روابط اقبال با افغانستان سے متعلق اپنا مقالہ پیش کیا اس پروگرام کے دوران وقتاً فوقتاً حضرت علامہ کے چند منتخبات بھی پیش کئے گئے۔ غلام جیلانی خان اعظمی کے مقالے کے بعد جناب قیام الدین خادم عضو انجمن ادبی کابل نے اقبال کا پشتو مرثیہ پیش کیا۔[(۶۵)]

افغانستان میں علامہ سے متعلق منعقدہ اس پہلی تقریب کی رپورٹ مجلّہ ''کابل'' کے علاوہ کابل کے اخبار ''انیس'' میں شائع ہوئی۔[(۶۶)]

۱۳۳۱ھ ش کابل میں ادارۂ مطبوعات کے زیرِ اہتمام حضرت علامہ کی برسی کی تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس تقریب میں دیگر امور کے علاوہ افغانستان کے مشہور شاعر اور خطاط محمد ابراہیم خلیل نے بھی حضرت علامہ کے حضور فارسی منظوم خراج تحسین پیش کیا۔ اس خراجِ تحسین کو ابراہیم خلیل کے سوانح کے ساتھ شاملِ تحقیق کیا گیا ہے۔[(۶۷)]

۲ ثور ۱۳۴۶ھ ش:

پاکستانی سفارتخانہ کابل میں یومِ اقبال کے حوالے سے ایک تقریب منعقد ہوئی۔ اس تقریب کی تفصیلات کا پتہ تو نہیں چل سکا البتہ اس تقریب میں پڑھا گیا ایک مقالہ پشتو میں جناب عبدالشکور رشاؔد صاحب نے سنایا تھا۔ یہ مقالہ بعد میں افغانستان کے مجلّہ ''وږمه'' میں شائع ہوا۔ مقالے کے ساتھ مقالہ نگار کی متعلقہ تقریب کی تصویر بھی شائع ہوئی ہے۔[(۶۸)]

۱۹۶۶ء میں پاکستانی سفارتخانے میں یومِ اقبال کے حوالے سے ایک اور تقریب کا پتہ چلتا ہے جس کی صدارت مشہور افغان اقبال شناس استاد خلیل اللہ خلیلؔی مرحوم نے کی تھی جبکہ اس میں کابل یونیورسٹی کے شعبہ ادبیات کے ڈین ڈاکٹر پروفیسر غلام حسن مجددی نے ایک مقالہ پیش کیا تھا۔ یہ مقالہ اقبال ریویو نے تقریب کی تصویر کے ساتھ شائع کیا ہے۔[(۶۹)]

ڈاکٹر محمد ریاض مرحوم نے پروفیسر غلام حسن مجددی کے دو مقالات کا حوالہ دیا ہے جو بقول ان کے موصوف کے یہ دونوں مقالے ان کے وہ خطاب ہیں جو ''یومِ اقبال'' کے موقع پر پاکستانی سفارتخانے نے (کابل) کے زیرِ اہتمام انھوں نے پڑھے تھے۔ یہ مقالات (۱) دو ماہی ''ادب'' کابل جون جولائی ۱۹۶۵ء ''یاد بود علامہ اقبال'' صفحہ ۳۰ تا ۳۸۔ (۲) اپریل تا جولائی ۱۹۶۷ء ''فلسفۂ اقبال'' صفحہ ۳ - ۸ شائع ہو چکے ہیں۔[(۷۰)]

۳ دسمبر ۱۹۷۷ء:

حضرت علامہ کے صد سالہ جشن ولادت کی مناسبت سے افغانستان میں بھی تقاریب منعقد

ہوئیں۔اس موقع پر ریڈیو افغانستان کابل کے آڈیٹوریم میں ایک عظیم الشان سیمینار منعقد ہوا۔ جس میں سفارت کاروں اور افغانستان کے ممتاز سکالروں ،شعراء اور ادباء نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔سیمنار کے آغاز میں افغانستان کے صدر جناب سردار محمد داؤ خان کا مندرجہ ذیل پیغام پڑھ کر سنایا گیا:

I am pleased to express my sincere congritulation on the observation of the centenary of birth of Allama Muhammad Iqbal, the valiant thinker, poet and man of letters of east and the world of Islam. Allama Muhammad Iqbal undoubtedly, is one of the Humanist and pious figures who are bestowed upon the world of Humanity and occasionally. This renowned philosopher, as he endowed his valuable work to the richness of thought and human civilisation had a profound interest in our country. Afghanistan, and left as legacy part of his eloquent poems to our people

The people of our country hold in respect this great son of east, who was amply inspired by the thought of our scholar such as Hakeem Sanai Ghaznawi and Maulana Jalal-ud-Din Bulkhi and has enmished their valuable teaching with this own propound thoughts and sensitiveness.

With the expression of the best wishes I wish for the success of the scholars who have gathered in

this scholarly meeting.

Muhammad Daud

President

Of the Republic of Afghanistan

اس کے بعد افغانستان کے وزیرِ اطلاعات وثقافت پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحیم نے اپنے افتتاحی خطاب میں اور سیمنار کے اعزازی چیئرمین پروفیسر عبدالہادی داوؔی اور کابل یونیورسٹی کے ری ایکٹر پروفیسر عبدالسلام عظیمی نے اپنے خطبات میں مفکرِ اسلام شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ جبکہ کابینہ کے وزیر سید محمد قاسم رشتیا نے ''اقبال وافغانستان'' ڈاکٹر سید مخدوم رحیم نے ''عظیم افغان مفکر اقبال'' اور افغانستان کے نامور محقق پروفیسر آقائے حبیبؔی نے ''د اقبال نظریات و افکار'' پر پرمغز مقالات پیش کئے۔ وزارت اطلاعات کی طرف سے اس موقع پر اقبال کے بارے میں مطبوعات بھی تقسیم کی گئیں۔ جبکہ ریڈیو کابل نے بھی اسی یوم کی مناسبت سے علامہ کے فارسی اور اردو اشعار برابر نشر کئے۔

The Kabul Times کے علاوہ روزنامہ جمہوریت (پشتو) اور روزنامہ ''هیواد'' (پشتو) نے اپنے ۴ دسمبر ۱۹۷۷ء کی اشاعت میں سیمنار کی خبر کو صفحہ اول پر جلی سرخیوں سے شائع کیا۔ اور سیمنار کے فوٹو بھی شائع کئے۔ اس کے علاوہ روزنامہ انیس کابل (فارسی) یکم دسمبر اور ۳ دسمبر کی شماروں میں ''اثار اقبال'' کے عنوان کے تحت فارسی میں ایک مقالہ دو قسطوں میں شائع ہوا۔ اور سردار محمد داوٗد خان کے پیغام کے علاوہ ''دعلامه اقبال لنډه پیژند ګلو'' (علامہ اقبال کا مختصر تعارف) کے عنوان سے ایک اداریہ بھی شائع کیا اور سیمنار کی خبروں کے علاوہ اقبال کے فوٹو بھی شامل اشاعت ہیں۔

اس سیمنار میں پڑھے گئے مقالات کو پروفیسر ڈاکٹر روان فرہادی نے مرتب کر کے ''معنی عشق نزد اقبال'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا۔

(د): افغانستان میں اقبالیاتی کتب کا مختصر تحقیقی جائزہ:۔

افغانستان میں حضرت علامہ کے فکر و فن پر مختلف زبانوں میں وقتاً فوقتاً مختلف کتب شائع ہوتی رہی ہیں۔ سنِ اشاعت کی ترتیب کو مدِنظر رکھتے ہوئے ان کتب کی تفصیل و تحقیق حسب ذیل ہے۔

۱۔ پښتانه د علامه اقبال په نظر کې ۔(پشتو)
(پشتون علامہ اقبال کی نظر میں)
از عبداللہ بختانی خدمتگار

افغانستان میں حضرت علامہ سے متعلق لکھی جانے والی پہلی با قاعدہ پشتو کتاب ہے۔ جو پشتو ٹولنہ کابل کی مسلسل نمبر ۱۲۲ کے تحت ۱۳۳۵ھ ش میں شعبہ ترجمہ کی جانب سے شائع ہوئی ہے۔ مؤلف عبداللہ بختانی اور مصحح و مہتمم راز محمد ویس ہے۔ کتاب کے تعارفی کلمات پشتو ٹولنہ کابل کے سربراہ مشہور اقبال شناس گل باچا الفت نے لکھے ہیں جس میں افغانستان میں اقبال شناسی کے حوالے سے جناب بختانی کے اس ابتدائی کاوش کو سراہا گیا ہے۔

کتاب کے ٹائٹل پر دائیں جانب کونے پر حضرت علامہ کی تصویر ہے جبکہ ٹائٹل کے وسط میں درہ خیبر کی تصویر اور نیچے علامہ کا ذیل شعر درج ہے۔

؎ خیبر از مردان حق بیگانہ نیست
در دل او صد ہزار افسانہ ایست

صفحہ الف، ب پر بختانی صاحب کا تعارفی دیباچہ ہے جبکہ درج ذیل عنوانات کے تحت حضرت علامہ کے فکر و فن کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ جا بجا حسبِ ضرورت کلامِ اقبال کے حوالے دیئے گئے ہیں۔

- علامه اقبال څوک وو (اقبال کون تھے) صفحہ ۱
- د اقبال نظریات (نظریاتِ اقبال) ۲ تا ۳
- په مغرب باندې انتقاد (مغرب پر تنقید) ۴ تا ۷
- مشرق ته خطاب (مشرق کو خطاب) ۸ تا ۱۱
- پښتنو ته خطاب (پشتونوں کو خطاب) ۱۲ تا ۲۰
- د افغانستان سفر (سفرِ افغانستان) ۲۱ تا ۲۳
- خیبر ۲۳
- کابل ۲۴ تا ۲۵
- غزنی ۲۶
- قندہار ۲۷

- پښتانه مشاهير (پشتون مشاہیر) ۲۸
- التوکل علی اللہ محمد ظاہر شاہ ۲۸ تا ۳۳
- اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ ۳۴ تا ۳۸
- والاحضرت امیر امان اللہ خان ۳۸ تا ۴۱
- اعلیٰ حضرت احمد شاہ بابا ۴۲ تا ۴۶
- سوری شیر شاہ ۴۷ تا ۴۸
- خوشحال خان خٹک ۴۹ تا ۵۸
- اقبال د افغانی شاعرانوپه نظر کی (اقبال افغان شعراء کی نظر میں) ۵۸ تا ۵۹
- اقبال کیست (مرحوم ملک الشعراء قاری) ۶۰
- برمزار اقبال در لاہور (استاد خلیلی) ۶۱
- د علامه اقبال په تصویر (حمزہ شینواری) ۶۲
- اقبال ته خطاب (قیام الدین خادم) ۶۳ تا ۶۴
- علامہ مشرق (ملک الشعراء بیتاب) ۶۵
- د اقبال ویر (مرثیہ اقبال) (گل باچا الفت) ۶۶
- بہ یاد علامہ محمد اقبال (محمد ابراہیم خلیل) ۶۷
- مأخذات ۶۸

اس کتاب کے مأخذات میں علامہ کے (۱)۔مثنوی مسافر، (۲)۔پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق، (۳)۔ پیامِ مشرق، (۴)۔ جاوید نامہ، (۵)۔سیرتِ اقبال از محمد طاہر فاروقی، (۶)۔ دیوان خوشحال خان خٹک، (۷) خوشحال خان خټك څه واي از عبدالرؤف بینوا شامل ہیں۔ (۷۱)

جناب بختانی صاحب کے ساتھ مأخذات کے سلسلے میں فضل محبوب مجددی نے مدد کی تھی۔ جبکہ مولانا قیام الدین خادم نے علامہ کے اردو اشعار کے ترجمہ وتفہیم میں ان کے ساتھ مدد کی تھی۔

بحیثیت مجموعی افغانستان میں پشتو زبان میں تفہیم فکرِ اقبال کے سلسلے میں یہ ایک بہتر کاوش ہے جو کہ ابتدائی طور پر افغانستان میں فکرِ اقبال کو روشناس کرانے کے سلسلے میں بنیادی اہمیت کی حیثیت اختیار کرگئی ہے۔

۲۔ آثار اردوی اقبال (جلد اول فارسی)

از عبد الہادی داوی

قوس ۱۳۵۶ھ ش میں افغانستان میں بھی حضرت علامہ کی صد سالہ جشنِ ولادت کی تقریبات کا انعقاد ہوا۔ اس سلسلے میں کئی نشریات شائع ہوئیں۔ اس میں ایک اہم کام افغانستان میں اقبال شناسی کے حوالے سے عبد الہادی داوی کا ''آثار اردوی اقبال'' کا شائع ہونا ہے۔ یہ کتاب دو جلدوں میں شائع ہوئی اور اس کی اشاعت کا اہتمام افغانستان کے وزارت اطلاعات و کلتور کے موسسہ انتشارات بیہقی نے کیا تھا۔

جلد اول آثار اردوی اقبال

اس جلد میں ۱۴ عنوانات اور ۶۷ ضمنی عنوانات کے ذریعے علامہ کی آفاقی شخصیت کے مختلف فنی و فکری نکات پر بحث کی گئی ہے۔ صفحات درج ذیل ہیں۔

۵ (تذکر و فہرست) + ۱۳۰ (متن) + ۲۵ (تصاویر علامہ و خطاطی کے نمونے) جملہ = ۱۶۰

کتاب کی فہرست بلحاظِ عناوین ضمنی عناوین و صفحہ نمبر ذیل ہے۔

عنوان	اجزائے عنوان	صفحہ نمبر
حمد و نعت	حمد	۱
	نعت	۲
مقدمہ	اقبال ما	۳
	لہجہ وطنیہ و محاورہ	۹
	تشریح بعضی کلمات	۱۰
	آثار اردوی علامہ	۱۱
قدردانی ملت	موسسات دایمی	۱۳
	یومِ اقبال	۱۵
	طبع آثار	۱۶
	اقبالیست ھا	۱۶
	ترجمۂ آثار	۱۶
	درخارج	۱۶

حیات	خاندان	۱۷
	ازدواج	۱۹
تصوف	علامہ صوفی است	۲۱
عنوان	**اجزائے عنوان**	**صفحہ نمبر**
	تفسیر خودی یا فلسفہ او	۲۴
مقاصد	دفع استعمار	۲۶
	اصلاح نوجوانان	۳۱
سیاست زبان و بیان	علاقہ زبان دری با اردو	۳۱-۳۲
	علت شعر گوئی	۳۳
	کیف استعمال زبان دری	۳۴
	مراحل شعر او	۳۵
	پرنویسی	۳۶
اسلوب شعر	آمد شعر	۳۷
	سبک	۳۸
	حوالہ بہ رجال	۳۸
	نامھائی خیالی	۳۹
	علامہ و ادبائی سلف	۳۹
	بدیع و بیان	۴۱
	ملاحت یا اغلاق	۴۲
	عناوین اشعار	۴۴
	تاریخ و مقام انشاد	۴۴
	گریز از لفاظی	۴۵
جلد اول اقبال نامہ	تمہید	۴۷
	مولانا سید سلیمان ندویؒ	۵۱
	سید راس مسعود	۵۸

عنوان	اجزائے عنوان	صفحہ نمبر
	محمد عباس لمعہ	۶۱
	عبدالماجد	۶۳
	مخدوم الملک	۶۵
	غلام السیدین	۶۷
	پروفیسر الیاس برنی	۶۸
	مولوی مسعود ندوی	۶۹
	پروفیسر شجاع	۷۰
	صفراہمایون بیگم	۷۰
	منشی انجمن تبلیغ اسلام نیرنگ	۷۲
	عشرت رحمانی	۷۳
جوابیہ انتقادات	مقالہ بر فلسطین	۷۴-۷۵
جلد دوم اقبال نامہ	تمہید	۷۶
	قائداعظم	۷۶
	کشن پرشاد	۷۷
	عبدالرحمٰن و عبداللہ چغتائی	۸۱
	مولوی صالح محمد	۸۴
	مولوی محمد اکبر	۸۵
	خواجہ حسن نظامی	۸۹
	پیغلہ عطیہ فیضی	۹۱
	پروفیسر محمد اکبر	۹۳
	محمد جمیل	۹۵
عنوان	اجزائے عنوان	صفحہ نمبر
	مولوی عبدالحق	۹۶
	شاطر	۹۷

	محمد دین	۹۸
	سید نذیر نیازی	۹۸
	قاضی نذیر احمد	۹۹
	صاحبزادہ آفتاب احمد خان	۱۰۱
	خلیل خالد	۱۰۳
مکتوبات اقبال	سید نذیر نیازی	۱۰۶
ضربِ کلیم	تمہید	۱۰۸
	اسلام و مسلمانان	۱۱۰
	تعلیم و تربیت	۱۱۲
	جنس لطیف	۱۱۳
	ادبیات و فنون لطیفہ	۱۱۶
	سیاسیات شرق و غرب	۱۱۹
	محراب گل افغان	۱۲۱
ارمغانِ حجاز	تمہید و تعریف	۱۲۵
	مجلس مشاورۂ ابلیس	۱۲۶
	نصیحت بلوچ	۱۲۸[۷۲]
	بیاض ضیغم کشمیری	۱۲۹

اس جلد میں علامہ سے متعلق بعض تصاویر بھی شائع ہوئی ہیں۔ جن کی ترتیب وار تفصیل حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	عنوان	ملحقہ صفحہ نمبر
۱۔	علامہ اقبال	۱۶
۲۔	شیخ نور محمد قبلہ گاہ، علامہ اقبال ۱۷، اگست ۱۹۳۰ء وفات یافت	۱۷
۳۔	مسجد حسام الدین در سیالکوت درس گاہ اول اقبال	۱۸
۴۔	پوھنتون پنجاب کہ علامہ سالہا درآن ممتحن زبان عربی بود	۱۹

۵۔	مزار مبارک حکیم سنائی در غزنی که سبب گریهٔ زیاد علامه مرحوم گردید	۲۲
۶۔	مولانا جلال الدین بلخی ثم الرومی (۱۲۰۷ - ۱۲۷۳م)	۴۰
۷۔	ورود علامه اقبال به اله آباد برائی ریاست اجتماع آل انڈیا مسلم لیگ که دران برائی یک کشور مستقل مسلمانان هند و حفظ آزادی افغانان صوبهٔ سرحد (پشتونستان نطق داد)	۴۱
۸۔	ریاض منزل بهوپال (۱۹۳۶ء)	۴۴
۹۔	علامه را مرحوم صلاح الدین سلجوقی جنرال قونسل افغانستان در هند بر سیشن لاهور مشایعت و وداع میکند وقتیکه علامه برائی روند تیبل کانفرنس به لندن رفتن میخواهد	۴۵
۱۰۔	علامه مرحوم با پسرش بناغلی جاوید ۱۹۲۹ء	۱۰۴
۱۱۔	علامه مرحوم در مسجد شاهی لاهور آن شعر خود را می شنوانند که عنوان آن است بحضور حضرت رسالتمآب	۱۰۴(الف)
۱۲۔	مولوی سید حسن متوفائی ۱۹۲۹ء معلم عربی و دری و رهنمائی علامه اقبال	۱۰۴(ب)
۱۳۔	لسان العصر سید اکبر اله آبادی مرحوم	۱۰۴(ج)
۱۴۔	علامه اقبال در مسجد قرطبه نمازی گزارد	۱۰۴(د)

نمبر شمار	عنوان	ملحقه صفحه نمبر
۱۵۔	علامه و سید سلیمان ندوی و سر راس مسعود رحمهم الله تعالیٰ در باغ بابر کابل	۱۰۴(ه)
۱۶۔	دعوتی که به شرف ورود علامه سید سلیمان ندوی و سر راس مسعود در کابل داده شده است	۱۰۴(و)
۱۷۔	حیات علامه در لیسه کمبریج (انگلستان) با هموطنانش خصوصاً شیخ عبدالقادر و پیغله عطیه	۱۰۴(ز)
۱۸۔	لیسهٔ دولتی لاهور درس گاه علامه	۱۰۴(ح)

۱۹۔ علامہ اقبال باھیت سیارالازھر (پوھنتون قدیم ومشہور مصر) کہ بہ لاھور بودند ۱۹۳۷ء ۱۰۴ (ط)

۲۰۔ مرحومہ امام بی بی مادر علامہ اقبال کہ در ۹ نومبر ۱۹۱۴ء وفات یافت ۱۰۴ (ی)

۲۱۔ پوھان ولفگانگ فان گویتہ شاعر المانی (۱۷۴۹ - ۱۸۳۲م) ۱۰۴ (ث)

۲۲۔ علامہ بانواب ذوالفقار علی خان در شملہ ھند با محمد حیدر خان جنرال قونسوال افغانستان وھمکاران افغان او ۱۳۰

۲۳۔ منظرہ اشتراک اھالی لاھور در جنازہ علامہ مرحوم ۱۳۱

۲۴ علامہ در وسط اعضائی ادارہ معارف اسلامیہ لاھور ۱۹۳۳ء آخر

۲۵ مزار علامہ کہ سنگ قبر آن در افغانستان لاجوردنشانی شدہ است آخر

کتاب کے آغاز میں ''تذکر'' کے عنوان سے افغانستان کے وزیرِ اطلاعات وکلتور پوہاند نوین کے چند تعارفی کلمات شائع ہوئے ہیں۔

یکی از مردانیکہ درعصر حاضر تمام عمرش راوقف گستن زنجیرھائی استعمار وخدمت بہ ملل مشرق زمین کردہ است علامہ اقبال میباشد۔ او نہ تنہا بہ عنوان یکی از آغاز گران نہضت آزادیخواھی در نیم قارہ شہرت دارد بلکہ بہ حیثیت شاعر وفیلسوف و سخندانی بزرگ نیز حایز مرتبت والاییست کہ بہ شخصیت وچہرۂ درخشانش ابعاد متنوع میدہد۔ واما احساس وقضاوت ما افغانہا برعلاوۂ ارج گزاری بہ مقام سیاسی وادبی این فرزند نامی خاور زمین از منبع دیگری نشان می کند از جائیکہ اقبال می گوید۔

آسیا یک پیکر اب وگل است کشور افغان در آن پیکر دل است

او افغان دوستی بزرگ بود وھمیشہ در امر بیداری مشرق زمین نظری خاص بسر زمین ماداشت ودر آثار چون پیام مشرق، پس چہ باید کرد اقوام مشرق و مسافر ودیگر مجموعہ ھائی شعرش از ملت افغان بعنوان ملتی آزادہ سرفراز وزنجیر گسل استعمار واستبداد یاد کردہ است۔ ما ھموارۂ یاد این بزرگ مرد را گرامی میدار یم وخوشحالیم کہ در ازاء آنھمہ محبت عالمانہ وشاعرانہ این کتاب ارزشمند را بہ کوشش و تدوین وتالیف استاد گرانمایہ بناغلی عبدالھادی داوی بہ زیور طبع می آرائیم ومعناً ادائی دین می کینم۔ (۷۳)

ترجمہ: عصرِ حاضر کے ان مردان حق میں سے ایک علامہ محمد اقبال ہیں جنھوں نے زندگی بھر استعماری قوتوں کی زنجیروں کو توڑنے اور مشرقی اقوام کی خدمت کرنے میں انتھک جدو جہد کی۔ وہ نہ صرف برصغیر کے جدوجہد آزادی کے بانیوں میں سے تھے بلکہ بحیثیت شاعر و فلسفی ان کے گران قدر خیالات نے ان کی شخصیت میں شاندار اضافہ کیا تھا۔ البتہ ہم افغانوں کے لئے ادبی وسیاسی مقام کے علاوہ بھی سرزمین مشرق کے اس عظیم فرزند کے احسانات ہیں جنہوں نے فرمایا:

؎ آسیا یک پیکر آب و گل است   کشور افغان در آن پیکر دل است

وہ افغانوں کے بہت بڑے دوست تھے۔ وہ مشرق کی بیداری میں ہمیشہ ہماری سرزمین کو ایک خاص توقع آمیز نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اپنے آثار خاص کر پیامِ مشرق ، پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق و مسافر اور دیگر شعری آثار میں ملتِ افغان کو ملتِ آزاد و سرفراز، زنجیر گسل استعمار و استبداد کے نام سے یاد کیا ہے۔ ہم اس عظیم محسن کے یاد کو احترام سے منا رہے ہیں۔ اور خوش ہیں کہ ان کی اس عالمانہ و شاعرانہ محبت کی بنیاد پر ہم جناب عبدالہادی داوی کے کوشش و تدوین سے یہ کتاب شائع کر رہے ہیں۔

کتاب کے آغاز میں مولانا جامی قدس سرہ کے مثنوی یوسف زلیخا سے حمد شامل کیا ہے جس کا مطلع اور آخری بیت درج ذیل ہیں۔

؎ الٰہی غنچۂ امید بکشائی   گلی از روضۂ جاوید بنمائی
بیا ساقی رہا کن شرمساری   ز صاف و درد پیش آر آنچہ داری (۷۴)

حمد کے ذیل میں حکیم سنائی غزنوی کے ۱۴ نعتیہ ابیات نعت کے عنوان سے شامل کئے ہیں پہلا اور آخری بیت درج ذیل ہے۔

؎ چون تو بیماری از ھوا و ھوس   رحمت اللعالمین طبیب تو بس
در حریم وی سلامت جوئی   شرم دار از حرام دست بشوئی

مولانا جامی اور حکیم سنائی کے حمد و نعت کی اس اشاعت کو مؤلف نے افغانستان کے ان زعماء سے اقبال کے اخلاص و عقیدت کا سبب لکھا ہے۔ (۷۵)

اس کے بعد جناب داوی کے پانچ صفحات پر مشتمل مقدمہ شروع ہوتا ہے جس میں واضح کیا گیا ہے کہ اس کتاب میں فقط علامہ کے اردو آثار کے نام وغیرہ درج کرانا نہیں بلکہ علامہ کے مقاصدِ حیات و افکار خصوصاً افغانوں کے لئے دلچسپی کے امور کو اجاگر کرنا ہے۔ ''اقبال ما'' کے عنوان کے تحت اقبال کو خالصتاً ایک مسلم شاعر ہونے کی بناء پر اپنا شاعر کہا ہے۔ علامہ کی اس رباعی کا حوالہ دیا ہے۔

ے ''تو ای کودک منش خود را ادب کن مسلمان زادہ ئی ترک نسب کن
برنگ احمر و خون ورگ و پوست اگر نازد عرب ترک عرب کن (۷۶)

اقبال نے کبھی بھی مسلمانانِ ہند کی ہندی ہونے کی بناء پر خدمت نہیں کی ہے بلکہ فقط مسلمان ہونے کے ناطے ان کے لئے سرگرمِ عمل رہے۔ بقول سنائی:

ے سخن کز بہر حق گوئی چہ عبرانی چہ سریانی
مکان کز بہر حق جوئی چہ جابلقاء چہ جابلساء

اقبال افغانوں سے قلبی و صمیمی محبت رکھتے تھے۔ جاوید نامہ میں افغانستان سے متعلق ارشاد فرمایا۔ پیامِ مشرق میں ملت اسلامیہ کے ممالک کی حالت پر افسوس کا اظہار کیا۔ جبکہ افغانستان سے کئی توقعات وابستہ رکھتے ہوئے افغانوں کی تعریف و توصیف کی۔'' (۷۷)

داوی نے ان تمام دلائل کے اثبات میں جابجا علامہ کے اشعار کے حوالے دیئے ہیں۔ ساتھ ہی جابجا علامہ کے ان لغات، اصطلاحات و تعبیرات کی نشاندہی کی ہے جو انھوں نے مثنوی معنوی، عطارؔ، حدیقہؔ حکیم سنائی اور آثار جامیؔ سے مستعار لئے ہیں۔

عبدالہادی داوی نے آثار اردوی اقبال میں علامہ کے درج ذیل اردو آثار متعارف کرائے ہیں۔

۱۔ مکتوبات	الف۔	اقبال نامہ دو جلد از پروفیسر شیخ عطاء اللہ۔
	ب۔	مکتوباتِ اقبال ایک جلد از سید نذیر نیازی۔
	ج۔	خطوط اقبال ایک جلد از عطیہ فیضی۔
۲۔ ضربِ کلیم	شعری مجموعہ۔	
۳۔ ارمغانِ حجاز	حصہ اردو۔	
۴۔ خطباتِ اقبال	مختلف تقاریر، بیانات و خطبات کا اردو ترجمہ۔	

۵۔ بانگِ درا — اردو اشعار کا مجموعہ۔

۶۔ اخبارت ورسائل کے لیئے لکھے گئے نثری مضامین۔

۷۔ بالِ جبریل — اردو شعری مجموعہ۔

۸۔ شاد اقبال — مجموعہ مکاتیب۔

۹۔ مکاتیب اقبال — رئیس جالندھر نیاز الدین خان کے نام ۷۹ مکاتیب کا مجموعہ۔

۱۰۔ مضامین اقبال — علامہ کے چودہ مضامین کا مجموعہ جو ۱۹۶۴ء میں شائع ہوا۔

۱۱۔ علم الاقتصاد — اردو میں لکھی گئی علامہ کہ پہلی کتاب لیکن چونکہ علامہ کے شاعرانہ وفلسفیانہ افکار سے ہم آہنگ نہیں اس لئے ان پر بحث نہیں کی جائے گی۔

۱۲۔ فلسفہ عجم — میر حسن الدین نے انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا۔[۷۸]

جناب عبدالہادی داوی نے جلد اول میں صرف ان چار کتب کو منتخب کیا ہے۔

(۱)۔ اقبال نامہ، (۲)۔ مکتوباتِ اقبال، (۳)۔ ضربِ کلیم، (۴)۔ ارمغان حجاز۔

مؤسسات دائمی کے عنوان سے علامہ اقبال کے نام پر بنائے گئے مختلف انجمنوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ بزمِ اقبال، اقبال سوسائٹی، اقبال اکادمی، ادارہ اقبال وغیرہ۔

اس کے ساتھ اس شدید خواہش کا اظہار بھی کیا گیا ہے کہ کاش اگر افغانستان میں بھی علامہ کے نام سے منسوب کوئی تنظیم بنائی جائے۔ یا علامہ کے نام سے کسی عمارت کو موسوم کیا جائے۔ تو اس عظیم شخصیت کے حق کی ادائیگی میں پیش رفت ہو جائے گی۔[۷۹]

آثار اردوی اقبال کے لکھنے تک اقبال پر کئے گئے بنیادی کام کو زیر تحقیق لایا گیا ہے۔ یومِ اقبال، طبع آثار اقبال، اقبالست ھا، اقبالیات کے تراجم، عالمی سطح پر اقبال پر کیا گیا کام وغیرہ۔ اقبال کی حیات اور ازواج پر بحث کے ساتھ ساتھ تصوفِ اقبال، تفسیر خودی یا فلسفۂ اقبال پر بحث کی گئی ہے۔

علامہ کے مقاصد کا تعین کیا گیا ہے، جن میں دفع استعمار ومحکومیت از ہند، واصلاح جوانان شامل ہیں۔ علامہ کی سیاست، اردو و دری کی مماثلت علامہ کی علتِ شعر گوئی، علامہ واستعمال زبان دری، مراحل شعر اقبال، پُر نویسی وغیرہ بھی زیرِ بحث لائے گئے ہیں۔

علامہ کے اسلوب شعر کو درج ذیل عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے:

آمد شعر، سبک، حوالہ بہ رجال گذشتہ، نام ہائی خیالی علامہ وادبائی سلف ما، علامہ و بدیع و بیان، ملاحت یا اغلاق، عناوین اشعار تاریخ ومقام، انشاء، گریز از لفاظی ولسانی۔

اردو آثار کے سلسلے میں پہلے اقبال نامہ کا مجموعی تعارف تمہید کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے اور ساتھ ہی بتایا گیا ہے کہ اقبال نامہ میں درج ذیل تین ہستیوں کے نام مکاتیب موجود ہیں:

۱۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ ۷۰ مکتوبات۔

۲۔ ڈاکٹر سید راس مسعود مرحوم اور ان کی اہلیہ اور اسی طرح ممنون حسن خان ۳۷ مکتوبات۔

۳۔ ڈاکٹر محمد عباس علی خان المتخلص لمعہ ۲۹ مکتوبات۔

سید سلیمان ندویؒ کے نام اقبال کے کئی مکتوبات کا فارسی ترجمہ جناب داویؒ نے پیش کیا ہے۔ ان مکتوبات میں مکتوب ۲۰ - ۲۵ - ۲۸ - ۳۳ - ۳۷ - ۳۸ شامل ہیں۔ جبکہ جناب ندویؒ کے ساتھ علامہ کے ان تمام مکتوبات کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان مکتوبات میں مکتوب نمبر ۳۳ علامہ بنام سید سلیمان ندویؒ کا فارسی ترجمہ درج ذیل ہے:

لاہور ۱۸، اگست ۱۹۲۴ء

مخدومی السلام علیکم

درین ایام پوھنتون مشہور جماہیر متحدہ امریکا (کولمبیا) یک کتابی بنام (نظریات مسلمین درباب مالیات) شایع نمودہ درین کتاب نوشتہ است کہ اجتماع امت نص قرآنی را منسوخ کردہ میتواند۔۔۔۔

مصنف علاوہ میکند کہ نزد بعضی حنفا ومعتز لہ اجماع امت این اختیار را دارد۔ ولی او ھم حوالہ نمی دہد لہٰذا از حضور شما این سوال را میکنم کہ ایا در آثار فقہی از یں قبیل چیزی یافتہ میشود؟

سوال دیگر اینکہ رائی شخص شما درین باب چہ است؟ بندہ از حضور مولوی ابوالکلام صاحب نیز در عریضہ ئی پرسیدہ ام اگر جناب شما زود جواب بدھید نہایت ممنون خواھم شد۔

مخلص شما محمد اقبال بیرستر

۴۳ میکلود رود لاہور (۸۰)

سر راس مسعود کے نام علامہ کے مکاتیب نمبر ۵ - ۳ - ۷ - ۸ - کے فارسی تراجم دیئے گئے ہیں۔ مکتوب نمبر ۸ کا فارسی ترجمہ پیش ہے۔

لاہور ۲۷ جولائی ۱۹۳۳ء

جناب مکرم السلام علیکم

نوازش نامۂ شما حال رسید۔ شکران مرا بپذیرید۔ من بہ بیسار خوشی مضمون را خواھم نوشت۔ ولی نہ درین دسمبر زیرا اولا شاید خارج بردم اگر باشم ھم برائی نوشتن یک مقالۂ دیگر وعدہ کردہ ام اگر سید راس مسعود برائی سال آئیندہ بخواھند من حاضرم۔

شمار در اخبار خود مضمون مرا کہ در جراید انگلیسی طبع شدہ است ذکر کردہ اید۔ آن در اصل یک (مخاطبہ) بود کہ در جواب سوالات با نامہ نگار یک اخبار (ھنگری) کردہ بودم۔ چنان معلوم میشود کہ نامہ نگار مذکور آنرا بصورت یک مضمون مستقل ساختہ و بہ اخبارات انگلیسی فرستادہ است و بسی مطالب ضروری را کشیدہ و ترک نمودہ است شاید بجہت حفظ ربط مضمون خود عجبست کہ در جریدۂ (ھمدم) لکھنو کدام آقائ بران اعتراضات کردہ است زیرا مقاصد مضمون مذکور را درست فہمیدہ نتوانستہ است۔

شمار در مکتوب سابق خود بسبب ترجیح دادن من اصول اجتماعی اسلام را بر اصول وطنیت مرا امام العصر خواندہ اید من عرض شکران میخایم۔

یک جریدۂ نیشنلست (قوم پرست) کہ چھار مدیر مسلمان دارد و شمارۂ اول آن امروز در لاہور نشر شدہ است مینویسد کہ "اقبال عذر لنگ وطنیت تراشیدہ است" ببینید کہ نوجوانان مسلمانی کہ در کالج ھائی مغربی تحصیل کردہ از نقطۂ نظر روحانی چقدر فرومایہ اند آنھا نمیدانند کہ اسلامیت چیست و وطنیت چیست۔ نزد آنھا وطنیت محض یک اشتقاق لفظ وطن است و بس۔

امیدست بعافیت باشید

محمد اقبال (۸۱)

داؔوی صاحب نے پروفیسر خواجہ ایف ایم شجاع کے نام دو مکاتیب کا فارسی ترجمہ و تلخیص (محررہ ۲۰ جنوری ۱۹۳۱ء از لاہور و ۲۱، اگست ۱۹۳۲ء) بھی پیش کئے ہیں۔ اس کے علاوہ میر

سید غلام بیگ نیرنگ کے نام ۵ دسمبر ۱۹۲۸ء کے مکتوب کا فارسی ترجمہ بھی کیا ہے۔ ان مکتوبات کے علاوہ درج ذیل مکتوبات کے فارسی تراجم و تلخیصات بھی کتاب میں شامل ہیں۔

- بنام حافظ محمد فضل الرحمٰن انصاری
- بنام سر کشن پرشاد محررہ یکم نومبر ۱۹۱۶ء
- ایضاً محررہ ۳۰ جون ۱۹۱۷ء
- بنام محمد عبداللہ چغتائی محررہ ۱۴ جون ۱۹۳۷ء
- بنام مولوی صالح محمد
- بنام لسان العصر مولوی اکبر الہ آبادی محررہ ۹ نومبر ۱۹۱۱ء
- ایضاً محررہ ۲۵ جولائی ۱۹۱۸ء
- بنام خواجہ حسن نظامی محررہ ۲۵، اپریل ۱۹۰۶ء
- ایضاً محررہ ۱۰ فروری ۱۹۰۸ء
- بنام عطیہ فیضی محررہ ۳۱، اگست ۱۹۲۰ء

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ متذکرہ بالا مکتوبات کے تراجم دیتے وقت جناب داوٓی نے وضاحتی نوٹ بھی تحریر فرمائے ہیں۔ متذکرہ بالا اور ان کے علاوہ علامہ کے مکتوبات کے حوالے سے بعض نکات پر جا بجا تفصیلی تحقیقی و تنقیدی جائزے بھی پیش کئے ہیں۔ جن میں سے بعض خاصے اہم ہیں۔ بعض اشخاص سے متعلق اہم یادداشتیں بھی اہمیت کی حامل ہیں۔

مکتوبات اقبال پر دو صفحات کے مختصر بحث کے بعد ضربِ کلیم کے مشمولات کا صفحہ نمبر ۱۰۸ تا ۱۲۴ کا عالمانہ و محققانہ جائزہ لیا گیا ہے۔ جا بجا مختلف اشعار کی تشریحات کی گئی ہیں۔ جبکہ حسبِ ضرورت بعض اشعار کے منظوم فارسی تراجم بھی پیش کئے ہیں۔

اگرچہ جناب داوٓی نے ''لالی ریختہ'' میں ضرب کلیم کے ۷۶ قطعات کے فارسی منظوم تراجم پیش کئے ہیں لیکن یہاں بھی بعض تراجم کے حوالے دیئے گئے ہیں مثلاً:

ے خودی است تیغ فساں لا الہ الا اللہ
درو ست سر نھاں لا الہ الا اللہ
بہ جستجوی براھیم خود بود ایں عصر
صنم کدہ است جھان لا الہ الا اللہ (۸۲)

کتاب کے آخر میں پانچ صفحات میں ارمغانِ حجاز کے مشمولات پر عالمانہ ومحققانہ تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

آثار اردوی اقبال جلد دوم

ازعبدالہادی داوی

یہ جلد بھی افغانستان کی وزارتِ اطلاعات وکلتور کے موسسۂ انتشارات بیہقی کی جانب سے قوس ۱۳۵۶ھ ش (۱۹۷۷ء) میں شائع ہوئی۔

صفحات ۲ (فہرست) + ۲ (تذکر) + ۴ مقدمہ بانگ درا + ۹۵ (متن کتاب) + ۶ (درست نامہ)

جملہ = ۱۰۹

جلد دوم آثار اردوی اقبال کی فہرست درج ذیل ہے:

عنوان	اجزائے عنوان	صفحہ نمبر
تذکر		الف
	مقصدِ مترجم	ب
	دیباچہ	۱
اطفال وجوانان		۱۳
	ہمدردی	۱۳
	سرودملی	۱۴
مناظر طبیعیہ		۱۵
	گل رنگیں	۱۶
	گل پژمردہ	۱۷
عنوان	اجزائے عنوان	صفحہ نمبر
	نوید صبح	۱۸
	موتر	۱۹
اسلامیات		۲۰
	فاطمہ	۲۰

	قطعہ	۲۱
	ترانہ ملی	۲۲
	غرہ شوال	۲۳
	مسلم	۲۵
عشق و محبت		۲۶
	عاشق ہرجائی	۲۸
	وصال	۳۰
	غزل	۳۲
ایقاظ و اخطار		۳۵
	تصویر	۳۵
	شکوہ	۴۳
	جواب شکوہ	۴۹
	شفاخانہ حجاز	۵۷
	شمع و شاعر	۵۸
	خضر راہ	۶۲
	طلوع اسلام	۶۷
فلسفہ		۷۰
عنوان	**اجزائے عنوان**	**صفحہ نمبر**
	استفسار از خفتگان خاک	۷۰
	عیدیہ	۷۴
	پیام	۷۵
	فلسفۂ غم	۷۵
مراثی		۷۷
غزلیات		۸۲
ظرافت		۸۴

کتاب کے آغاز میں افغانستان کے وزیر اطلاعات وکلتور داکتر پوھاندنوین کی تعریفی و توصیفی تحریر ''تذکر'' کے عنوان سے شائع ہوئی ہے:

اقبال چہرہ ایست درخشان والہام بخش کہ فلسفہ آزادی ووطن پرستی بانام آن رابطہ ناگسستنی دارد۔

اقبال شاعریست شیوا بیان وشیریں کلام کہ شعروادب دری واروازان رنگ جاویدان داشتہ وطنین آہنگ آن بردل ہرصاحب دل اثرمی گزارد۔

اقبال فرزندار جمندیست کہ مادرمشرق افتخار پرورش آنراداشتہ وخجستہ ترین آرزوھا وآمال رادرشخصیت گرانمایہ اوخلاصہ کردہ است۔اقبال این شاعروفیلسوف ھماپایۂ شرق بنا بر علایق و دلبستگی عمیقیکہ بہ مردم فرہنگ و آزادی کشور افغان داشتہ افغانستان رامشعلدار آزادی شرق ومایۂ امیدوراستی ازاستعمارمیداند۔

(ملتی آوارۂ کوہ ودمن
دررگ اوخون شیدان موجزن)
(زیرک وروین تن وروشن جبین
چشم اوچون جرہ بازان تیزبین)

درپاسخ بہ نکوترین وژرفترین احساسات علامہ بافغانستان ما از اقبال رسالت انسانی اقبال۔تابش نبوغ فکری ومبارزۂ اقبال درقبال تحریک حسن آزادیخواھی جوامع شرق خاصا جنبش ھائی نجاتبخش از سلطۂ استعماروقت درنیم قارہ بامنت داری خاصی ہموارہ استقبال می نمایم ودرمقام تجلیل ازشخصیت بزرگوارشان کہ خیرا باہمکاری موسسہ فرہنگی یونیسکو برگزاشد یادآوری نمودہ رہبر انقلاب جمہوری افغانستان ناغلی محمد داؤددر پیامیکہ بدین مناسبت بہ اجتماع لاہورفرستادندچنین ارشادفرمودہ اند''علامہ اقبال بدون شبہ یکی از رجال بشر دوست و پاکیزہ سرشتیست کہ روزگارگاھگاھی بہ جہان انسانیت ارمغان می نماید آن فیلسوف شہیر چنانکہ آثارگرانبہائی خودراوقف غنائی اندیشہ وثقافت انسانی نمودعلاقہ خاصی بہ کشور ما افغانستان ابراز میداشست وبخشی از اشعار ابدارخودبمردم ما بہ یادگار

گذاشت۔

بااین تذکر مختصر مسروریم جلد دوم آثار اردوی اقبال را کہ درنتیجہ سعی استاد عبدالہادی داوی گردیدہ واین دست آوردار زندہ مبین احساسات عمیق واحترام بی شائبہ ملت افغان بمقام والای علامہ می باشد جہت آشنائی بہترھموطنان عزیز با علامہ اقبال و افکار وآثارش تقدیم می نمائیم‘‘

پوھاند دکتور نوین

وزیر اطلاعات وکلتور (۸۳)

ترجمہ: اقبال ایک ایساروشن ومنور چہرہ ہے جس کی پرتو سے فلسفۂ آزادی و وطن پرستی کو روشنی عطا ہوئی ہے۔ اقبال ایک ایسا شاعر شیوا بیان ہیں جس کے کلام کی شیرینی سے فارسی شعروادب کو شیرینی ملی ہے۔ ان کے اشعار کے آہنگ نے ہر صاحبِ دل کے دل پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔

اقبال ایک ایسا فرزندِ ارجمند ہے جس کی پرورش مادرِ مشرق کے لئے باعثِ فخر ہے۔ ان کی شخصیت کی تشکیل میں اعلیٰ اوصاف کو یکجا کیا گیا ہے۔ اقبال مشرق کے عظیم شاعر و فلسفی ہونے کے ساتھ ساتھ افغانوں، ان کی سرزمین آزادی اور تہذیب سے بھی محبت رکھتے تھے۔ وہ سرزمین افغانستان کو آزادی مشرق کا منبع اور استعمار سے نجات دہندہ تصور کرتے تھے۔۔۔۔۔

’’بانگِ درا‘‘ پر جناب داوی نے فارسی میں مختصر مقدمہ تحریر کیا ہے۔ ان کے زیر مطالعہ ’’بانگِ درا‘‘ کے بائیسویں ایڈیشن ۱۹۶۳ء کا مطبوعہ نسخہ رہا ہے۔ بقول ان کے طبع اول ۱۹۲۴ء تا ان زیرِ استعمال نسخہ ۱۱۹۲۰۰ (ایک لاکھ انیس ہزار دوسو) نسخے شائع ہو چکے ہیں۔ اور بقول ان کے ہندوستان و پاکستان میں کسی بھی شاعر کو اتنی محبوبیت ومقبولیت نصیب نہیں ہوئی ہے۔

مقدمہ میں علامہ کی شاعری کے ادوار‘ ان کے اشعار‘ غزلیات‘ رباعیات‘ قطعات وغیرہ کی تعداد پر تحقیق کی گئی ہے۔ بانگِ درا کے مضامین کو نو اصنافِ عناوین میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱)۔ برائے اطفال، (۲)۔ مناظر طبعیہ، (۳)۔ اسلامیات،
(۴)۔ عشق ومحبت، (۵) ایقاظ، (۶)۔ فلسفہ،
(۷)۔ قدردانی ھاہ ومراثی، (۸)۔ غزلیات، (۹)۔ ظرافت

شیخ عبدالقادر بیرسٹرایٹ لا کے مکمل دیباچے کا فارسی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس دیباچے کے ترجمے کے ساتھ ساتھ جناب داوٓی نے جابجا علمی ومعلوماتی تشریحات و حاشیے تحریر کئے ہیں۔ جناب داوٓی نے علامہ کی شاعری کو جن نوعناوین اصناف میں تقسیم کیا ہے اس میں سے ہر عنوان کے تحت بحث اور جا بجا حسبِ ضرورت منظوم فارسی تراجم کئے ہیں۔ ان عناوین کے تحت ان موضوعات سے متعلق علامہ کے فکری زاویوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اقبال کے کلام کے ان حصوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو ان موضوعات سے متعلق ہیں۔ حصہ اول اطفال و نوجوانان میں نظم ہمدردی کا منظوم فارسی ترجمہ شامل کیا گیا ہے۔

ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا بلبل تھا کوئی اداس بیٹھا
کہتا تھا کہ رات سر پر آئی اُڑنے چگنے میں دن گذارا
پہنچوں کس طرح آشیاں تک ہر چیز پہ چھا گیا اندھیرا
سن کر بلبل کی آہ و زاری جگنو کوئی پاس ہی سے بولا
حاضر ہوں مدد کو جان و دل سے کیڑا ہوں اگرچہ میں ذرا سا
کیا غم ہے جو رات ہے اندھیری میں راہ میں روشنی کروں گا
اللہ نے دی ہے مجھ کو مشعل چمکا کے مجھے دیا بنایا
ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے [۸۴]

نظم ہمدردی کا منظوم فارسی ترجمہ:

بلبلی بر شاخۂ خشک درخت از غم تنہا پیش خاطر کرخت
گفت روزم در پرید نہا گذشت شب رسید کل جہان تاریک گشت
کی رسم تا آشیان خویشتن مشکلی دارد بہ شب رہ کافتن
کرم شبتابی شنید اینقصہ را گفت من حل میکن این غصہ را
شب شنیدم بلبلان فریاد را حاضرم با جان و تن امداد را
گرچہ من چیزی نیم در تاب تن حق تعالیٰ روشنی دادہ بمن
راہ را از بھرتو روشن کنم تا ترہ آسودۂ مسکن کنم
ہر کس کہ بد رد دیگران خورد

وی بودہ بزرگ و دیگران خورد (۸۵)

ہمدردی کے بعد جناب داوؔی نے ''ہندوستانی بچوں کا قومی گیت'' کا بھی فارسی منظوم ترجمہ کیا ہے۔

چشتی نے جس زمین میں پیغامِ حق سنایا نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا
تاتاریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا جس نے حجازیوں سے دشتِ عرب چھڑایا
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے
یونانیوں کو جس نے حیران کردیا تھا سارے جہاں کو جس نے علم و ہنر دیا تھا
مٹی کو جس کی حق نے زر کا اثر دیا تھا ترکوں کا جس نے دامن ہیروں سے بھر دیا تھا
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے
ٹوٹے تھے جو ستارے فارس کے آسماں سے پھر تاب دے کے جس نے چمکائے کہکشاں نے
وحدت کی لے سنی تھی دنیا نے جس مکاں سے میرِ عربؐ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے
بندے کلیمؑ جس کے، پربت جہاں کے سینا نوحِؑ نبی کا آکر ٹھیرا جہاں سفینا
رفعت ہے جس زمیں کی بامِ فلک کا زینا جنت کی زندگی ہے جس کی فضا میں جینا
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے (۸۶)

منظوم فارسی ترجمہ:

سرود ملی برائی بچہ ھائی ہندوستانی

زمینی چشتیؒ دران پیغام حق شنواند چمنی کے نانک دران ترانہ وحدت خواند
و تاتاریھا آنرا وطن خود ساختند حجازھا در شوق آن دشت عرب را فراموش کردند
وطن من ھمان ست، وطن من ھمان ست
آنجا کہ یونانی ھارا حیرت زدہ ساختہ بود و بتمام جھاں علم وہنر گسترده بود
خاکش را حق تعالیٰ تاثیر زر بخشیدہ و دامن ترکھارا از الماس معلو نمودہ بود
وطن من ھمان ست، وطن من ھمان ست
جایکہ انجم شکستہ وریختہ فضائی فارس را دوبارہ چوں کہکشاں درخشانید
جایکہ دنیا را سرور وحدت شنوانیدہ و میر عربؐ رانسیم گوارا ازانسو رسیدہ

وطن من ھمان ست، وطن من ھمان ست

پربت سینائی کہ بندھا کلیم آیندہ و کشتی نوح آنجا آرامیدہ
زمینی کہ در رفعت نزد پان فلک است و در فضائی آن حیات بہشتی موجود ست
وطن من ھمان ست، وطن من ھمان ست (۸۷)

عنوان دوم مناظر فطرت کے مد میں نظم ''گلِ رنگین'' کا منظوم فارسی ترجمہ کیا ہے:

تو شناسائے خراشِ عقدۂ مشکل نہیں اے گلِ رنگیں ترے پہلو میں شاید دل نہیں
زیبِ محفل ہے، شریکِ شورشِ محفل نہیں یہ فراغت بزمِ ہستی میں مجھے حاصل نہیں
اس چمن میں میں سراپا سوز و سازِ آرزو
اور تیری زندگانی بے گدازِ آرزو
توڑ لینا شاخ سے تجھ کو مرا آئیں نہیں یہ نظر غیراز نگاہِ چشمِ صورت بیں نہیں
آہ! یہ دستِ جفا جُو اے گلِ رنگیں نہیں کس طرح تجھ کو یہ سمجھاؤں کہ میں گل چیں نہیں
کام مجھ کو دیدۂ حکمت کے اُلجھیڑوں سے کیا
دیدۂ بلبل سے میں کرتا ہوں نظارہ ترا
سوز بانوں پر بھی خاموشی تجھے منظور ہے راز وہ کیا ہے ترے سینے میں جو مستور ہے
میری صورت تو بھی اک برگِ ریاضِ طور ہے میں چمن سے دور ہوں تو بھی چمن سے دور ہے
مطمئن ہے تو، پریشاں مثلِ بُو رہتا ہوں میں
زخمیٔ شمشیرِ ذوقِ جستجو رہتا ہوں
یہ پریشانی مری سامانِ جمعیت نہ ہو یہ جگر سوزی چراغِ خانۂ حکمت نہ ہو
ناتوانی ہی مری سرمایۂ قوت نہ ہو رشکِ جامِ جم مرا آئینۂ حیرت نہ ہو
یہ تلاشِ متصل شمعِ جہاں افروز ہے
توسنِ ادراکِ انساں کو خرام آموز ہے (۸۸)

منظوم فارسی ترجمہ:

''گلِ رنگین''

چون شناسائی خراش عقدۂ مشکل نہ ئی ای گل رنگین مگر داری حسن و دل نہ ئی
زیب بزم اما شریک شورش محفل نہ ئی ہمچو مشغول بزم ہستی عاجل نہ ئی

من درین گلشن سراپا سوز و ساز آرزو
زندگانی تو لیکن بی گداز آرزو

کندنت از شاخسار ای گل مرا آئین نہ بود   این نظر غیر از نگاہِ چشم صورت بین نہ بود
اینچنین دست جفا یم ای گل رنگین نہ بود   چون بفہمانم مرا خاصیت گلچین نہ بود

کی برائی دیدۂ حکمت نما یم پارہ ات
میکنم با چشمہائی بلبلی نظارہ ات

باوجود صد زبانست خامشی منظور شد   این چہ اسرار کاندر سینہ ات مستور شد؟
صورت من نیز چون برگ ریاض طور شد   ھر تو ہم ہمچو من طرف چمن ہا دور شد

مطمئنی تو ولی آشفتہ من چون بو شدم
زخمی شمشیر ذوق جستجو ہر سو شدم

این پریشانی مگر سامان جمعیت شود   این جگر سوزی چراغ خانہ حکمت شود
ناتوانیھائی ما سرمایۂ قوت شود   رشک جام جم ہمین آئینۂ حیرت شود

این تلاش متصل شمع جھان افروز شد
توسن ادراک انسانی را خرد آموز شد (٨٩)

گل پژمردہ

ے کس زبان سے اے گلِ پژمردہ تجھ کو گل کہوں   کس طرح تجھ کو تمنائے دلِ بلبل کہوں
تھی کبھی موجِ صبا گہوارۂ جنباں ترا   نام تھا صحنِ گلستاں میں گلِ خنداں ترا

تیرے احسان کا نسیم صبح کو قرار تھا
باغ تیرے دم سے گویا طبلۂ عطار تھا

تجھ پر برساتا ہے شبنم دیدۂ گریاں مرا   ہے نہاں تیری اداسی میں دلِ ویراں مرا
میری بربادی کی ہے چھوٹی سی اک تصویر تو   خواب میری زندگی تھی جس کی ہے تعبیر تو

ہمچو نے از نیستانِ خود حکایت می کنم
بشنو اے گل! از جدائی ھا شکایت می کنم (٩٠)

گل پژمردہ کا منظوم فارسی ترجمہ:۔

ے باچہ جرأت ای گل پژمردہ جان گل گویمت   با تمنائی دل مشتاق بلبل گویمت

یاد وقتی کت صبا گھوارہ جنباں بودہ ست　　"نوگل خندان"، ترا در باغ عنوان بودہ ست
ہر نسیم صبح احسان تر اقرار داشت
نفحہ ات باغ و چمن را طبلۂ عطار داشت
بر تو شبنم ریز باشد دیدۂ گریاں من　　شد نہاں در پاس تو گویا دل ویران من
میمنائی می حال برباد سرا تصویر تو　　زندگانی جو خوایم را یکی تعبیر تو
ہمچو نی از نی ستانِ خود حکایت می کنم
بشنوای گل! کز جدائیھا شکایت می کنم (۹۱)

نظم نویدِ صبح کے منظوم فارسی ترجمے کے بعد نظم موٹر کا فارسی منظوم ترجمہ دیا گیا ہے۔

ے کیسی پتے کی بات جگندر نے کل کہی　　موٹر ہے ذوالفقار علی خان کا کیا خموش
ہنگامہ آفریں نہیں اس کا خرامِ ناز　　مانندِ برق تیز، مثالِ ہوا خموش
میں نے کہا نہیں ہے یہ موٹر پہ منحصر　　ہے جادۂ حیات میں ہر تیز پا خموش
ہے پا شکستہ شیوۂ فریاد سے جرس　　نکہت کا کارواں ہے مثالِ صبا خموش
مینا مدام شورشِ قلقل سے پا بگُل　　لیکن مزاجِ جامِ خرام آشنا خموش
شاعر کے فکر کو پرِ پرواز خامشی
سرمایہ دارِ گرمیٔ آواز خامشی (۹۲)

منظوم فارسی ترجمہ نظم موتر:۔

ے وی حرف پختہ ئی ز جگندر شنیدہ ام　　موتور ذوالفقار علی شد خموش
ھنگامہ آفرین نبود خرام ناز　　مانند برق تیز برنگ ہوا خموش
گفتم کہ نیست منحصر موتر ایں کمال　　در راہ زندگی شدہ ہر تیز پا خموش
کردہ ست پا شکستہ جرس رافغان خموش　　شد کارواں وی مثال صبا خموش
میناست پا بہ گل ز فغانھائی قلقلش　　لیکن مزاج جام خرام آشنا خموش
از بھر شاعران بر پرواز خامشی
سرمایہ دار گرمی آواز خامشی (۹۳)

یہاں پر جناب داوؔی نے حاشیہ میں نواب ذوالفقار علی خان کو علامہ کا دوست بتایا ہے اور ان سے اپنی ملاقات کا حوالہ دیا ہے۔

عنوان ''اسلامیات'' کے تحت نظم ''فاطمہ بنت عبداللہ'' کا منظوم فارسی ترجمہ دیا گیا ہے۔

ے فاطمہ! تو آبروئے امتِ مرحوم ہے ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت حورِ صحرائی تیری قسمت میں تھی غازیانِ دیں کی سقائی تری قسمت میں تھی
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر! ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر!
یہ کلی بھی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی! ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی!

اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں!

فاطمہ! گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے نغمۂ عشرت بھی اپنے نالۂ ماتم میں ہے
رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے! ذرہ ذرہ زندگی کے سوز سے لبریز ہے
ہے کوئی ہنگامہ تیری تربتِ خاموش میں پل رہی ہے ایک قومِ تازہ اس آغوش میں
بے خبر ہوں گرچہ ان کی وسعتِ مقصد سے میں آفرینش دیکھتا ہوں ان کی اس مرقد سے میں
تازہ انجم کا فضائے آسماں میں ہے ظہور دیدۂ انسان سے نامحرم ہے جن کی موجِ نور
جو ابھی ابھرے ہیں ظلمت خانۂ ایام سے جن کی ضو ناآشنا ہے قیدِ صبح و شام سے

جن کی تابانی میں اندازِ کہن بھی، نو بھی ہے
اور تیرے کوکبِ تقدیر کا پرتو بھی ہے (۹۴)

نظم ''فاطمہ بنتِ عبداللہ'' کا منظوم فارسی ترجمہ:۔

فاطمہ! تو آبروئی امت مرحومہ ئی ذرۂ محرومۂ خاکی ولی معصومہ ئی
در صف غزاۃ سقائی نصیب گشتہ ئی خوش سعادت حور صحرائی نصیب گشتہ ئی
بین جھاد فی سبیل اللہ بی تیغ و سپر شد جسارت آفرین شوق شہادت آنقدر
غنچہ ئی در این گلستان خزان منظر عجب اینچنین آتش الٰہی بین خاکستر عجب

آھوئی بسیار در صحرا ست پوشیدہ ھنوز
برقھا در آبر باریدہ ست خوابیدہ ھنوز

فاطمہ گر شبنم افشان ست چشم در غمت نغمۂ فرحت ہم آمد در زمین ما تمت
تا ز سوز زندگی ھر ذرہ اش لبریز شد رقص ھائی خاک تو در دل نشاط انگریز شد
زادہ ئی ھنگامہ ھا از تربت خاموش خود تا کہ قوم تازہ پروردہ ست در آغوش خود

گرچہ ماندم بیخبر از وسعتِ این مقصدت — آفرینش پیش بینی میکنم از مرقدت
انجم تازہ کند در چرخ دیرینہ ظهور — دیدۂ انسان بود نا محرم آنموج نور
نو برآمد هائی ظلمت خانۂ ایام ما — تابشش نا آشنائی قید صبح و شام ما

تابشش با کهنہ گی طرز نوی آرد دران
کوکب تقدیر تو خرش پرتوی آرد دران(۹۵)

عنوان اسلامیات کے تحت غزہ شوال یا ھلالِ عید اور نظم ''مسلم'' کے فارسی منظوم تراجم کیے گئے ہیں۔ جبکہ عنوان عشق و محبت کے تحت عاشق ہرجائی کا فارسی منظوم ترجمہ کیا گیا ہے۔ دونوں حصوں کے فارسی تراجم ذیل ہیں۔

(۱)

بوالعجب مجموعۂ اضداد شد (اقبال) ما — رونق هنگامۂ محفل هم و تنها هم است
دارد آن دیوانۂ رنگین نواهنگامه ها — زینت گلشن هم و آرایش صحرا هم است
همنشین انجم آمد رفعت پرواز او — کاک دان فرسا قدوم او فلک پیما هم است
باوجود می پرستی جبهه دارد سجده ریز — درمزا یائی مزاجش مشرب مینا هم است
از لباس رنگ عریان مست مثل بوئی گل — طبع حکمت آفرینش ما بل سودا هم است
جانب منزل رواں ئی نقش پا مانند موج — لیکن افتاده مثال ساحل دریا هم است
حسن نسوانی بود چون برق هر فطرتش — وین عجب بنگر کہ عشقش بازی بی پروا هم است
گشته آبین تفنن هستی او نامدار — آه بر یک استان گاهی جبین فرسا هم است
در حینان شهرت او شد وفا نا آشنا — این تلون کیش سا مشهور هم رسا هم است

آمده اندر جهان با خصلت سیمابي
جان فدائی عادتش دارد عجب بیتابي

(۲)

کرده مست آشوب عشق آنرا چو صحرائی وسیع — مشت خاکی کش نهان زیر قبا آورده ام
هر سو لیش پهلو و هر پهلو رنگ دیگر است — خوش تراش الماس در سینه فرا آورده ام
رستخیز کیفیت هاگو دل شاعر مگو — کی خبرداری کہ در سینه چهپا آورده ام
آرزوها جلوۂ نو داشت در هر کیف آن — اضطرابم دل سکون آشنا آورده ام

گرچہ روی نو بود ھر لحظہ مقصود نظر — لیک بھر حسن پیمان وفا آوردہ ام
تا مزاج فطرتم از بینیازی جان گرفت — سوز و ساز جستجو مثل صبا آوردہ ام
کی دھد تسکین تماشائی شرار جستہ ي — تا دل خون گشتہ بی برق آشنا آوردہ ام
ھر تقاضائی مزاج عشق را ساز و خموش — تا تجلیٰ چنان کامل وفا آوردہ ام
جستجوی کل درا جزائی وجودم ساری ست — حسن بیپایان و درد بیدوا آوردہ ام
چون حیات من ز درد انجامی الفت بود — عشق را از قید وفا آوردہ ام
راست گر پرسی ز افلاس تخیل شد وفا — محشر نو ھردمی دردل بے آوردہ ام
فیض ساقی شبنم آسا ظرف دل دریا طلب — عطش دایم دارم آتش زیر پا آوردہ ام
حسن گر در محفل ھستی چنین کم جلوہ بود — پس تخیل ئی نھایت من چرا آوردہ ام

در بیابان طلب پیوست می کوشیم ما
موج بھریم وشکست خویش بردوشیم ما(۹۶)

جناب داوی نے نظم تصویر درد کا مکمل فارسی منظوم ترجمہ کیا ہے جبکہ شکوہ کا تعارف بڑے شدو مد کے ساتھ پیش کیا ہے۔شکوہ پر بعض لوگوں کے اختلافات سے لے کر ملتِ اسلامیہ کی مجموعی بیداری تک مختلف نکات پر بحث کی گئی ہے۔شکوہ کا تقریباً نصف یعنی ۳۱ میں سے ۱۵ بند منظوم ترجمہ ہو سکے ہیں۔فارسی ترجمہ شدہ بند نمبروں کے ترتیب سے درج ذیل ہیں:

۵ - ۶ - ۷ - ۸ - ۹ - ۱۱ - ۱۳ - ۱۵ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۱

جبکہ جوابِ شکوہ کے سلسلے میں وجہِ تخلیق اور اس نظم سے وابستہ اسرار و رموز کا دقیق جائزہ پیش کیا گیا ہے۔درج ذیل بند فارسی منظوم ترجمہ ہو چکے ہیں۔

۷ - ۹ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - ۲۱ - ۲۲ -
۲۳ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ - ۳۲ - ۳۴ - ۳۶

ذیل منظومات میں بعض کے مکمل اور بعض کے جزوی منظوم فارسی تراجم ہوئے ہیں۔
شمع و شاعر، خضرِ راہ، طلوعِ اسلام، فلسفہ، فلسفہ عجم، مراثی، ظرافت

مقالات علامہ کے عنوان سے ایک صفحے کی تحریر علامہ کے بعض مقالات کے تعارف میں ہے جبکہ پیامِ مشرق اگرچہ فارسی میں ہے لیکن اس کا دیباچہ اردو میں ہے لہٰذا داوی نے کتاب کے آخر میں پیامِ مشرق کے اس دیباچے کا فارسی ترجمہ شامل کیا ہے۔

۳۔ ''افغانستان واقبال'':۔

حضرت علامہ کی جشنِ ولادت کے صد سالہ تقریبات کے سلسلے میں افغانستان میں بھی خصوصی انتظامات کئے گئے تھے۔اخبارات نے خصوصی مقالات شائع کئے۔اس سلسلے میں کتب بھی شائع ہوئیں۔ان میں صدیق رہپو کا ترتیب کردہ افغانستان و اقبال بھی شامل ہے۔جو وزارتِ اطلاعات وکلتور کے موسسہ بیہقی نے دولتی مطبع کابل سے ۱۳۵۶ھ ش / ۱۹۷۷ء میں شائع کرایا۔صفحات کی ترتیب وتفصیل درج ذیل ہے۔

۶ (دیباچہ وتعارف) + ۸۷ (مقالات) + ۱۲ (خطاطی کے نمونے) + ۱۱ (تصاویر) = ۱۱۰ اجملہ صفحات۔

سرورق پر حضرت علامہ کی تصویر ہے جبکہ کتاب کے آغاز میں افغانستان کے وزیرِ اطلاعات وکلتور پوھاند دکتور نوین کی ۱۱ قوس ۱۳۵۶ھ ش کے محررہ تعارفی کلمات ہیں۔ان کلمات میں جناب نوین نے بیسویں صدی کے آغاز ہی سے افغانستان میں معارف کی جدید معاصر دور کے آغاز اور اقبال شناسی کی ابتداء پر مختصراً بحث کی ہے۔(۹۷)

کتاب کا دیباچہ ''پیش گفتار'' کے عنوان سے دکتور عبدالحکیم طبیبی کا تحریر کردہ ہے۔چار صفحات پر مشتمل اس دیباچے میں عالمانہ انداز میں علامہ کے اشعار کی روشنی میں علامہ کی افغانستان سے وابستگی پر بحث کی گئی ہے۔علامہ کے عرفانی مأخذات حکیم سنائی،غزنوی،مولانا رومی،مولانا جامی اور سیاسی پیشرو سید جمال الدین افغانی وغیرہ سے اقبال کے تعلق کا تذکرہ کیا گیا ہے۔(۹۸) اقبال کے نظریہ خودی، زبورِ عجم کی غزلیات اور پیامِ مشرق کا انتساب بنام غازی امان اللہ خان اور مثنوی مسافر اقبال کے ادبی شاہکار قرار دیئے گئے ہیں۔

کتاب میں افغانستان میں اقبال سے متعلق لکھے گئے ۱۹۷۷ء تک کے بعض مقالات اخباری بیانات اور دیگر منظومے شامل کئے گئے ہیں۔

افغانستان کے معروف خطاط عزیز الدین وکیلی فوفلزئی کے خطاطی کردہ حضرت علامہ کی مختلف رباعیات،منظومات اور ابیات درج ذیل صفحات پر شائع کئے گئے ہیں۔

<u>۱</u> د <u>۲</u> ۲ <u>۳</u> ۶ <u>۴</u> ۱۰ <u>۵</u> ۱۸ <u>۶</u> ۲۸ <u>۷</u> ۲۴ <u>۸</u> ۳۸ <u>۹</u>
۵۶ <u>۱۰</u> ۶۶ <u>۱۱</u> ۷۰ <u>۱۲</u> ۷۶

جبکہ کتاب میں جابجا علامہ کی درج ذیل تصاویر بھی شائع ہوئی ہیں۔

۱۔ ملحقہ صفحہ نمبر۱۴: اقبال پس آزانکہ درجہ ماستری رادر سال ۱۸۹۹ء بہ دست می آورد

۲۔ ملحقہ صفحہ نمبر۲۲: تصویری از اقبال بہ نام شاعر مشرق

۳۔ ملحقہ صفحہ نمبر۲۶: علامہ اقبال بہ جمعی از میزبانان افغان در کابل ۱۹۳۳ء

۴۔ ملحقہ صفحہ نمبر۳۰: علامہ اقبال سید سلیمان ندوی و داکتر سر راس مسعود در کابل سال ۱۹۳۳ء

۵۔ ملحقہ صفحہ نمبر۴۶: پیامی کہ اقبال بہ خط خویش بہ انجمن ادبی کابل فرستاد بود

۶۔ ملحقہ صفحہ نمبر۵۰: شیخ نور محمد پدر اقبال

۷۔ ملحقہ صفحہ نمبر۵۴: امام بی بی مادر اقبال

۸۔ ملحقہ صفحہ نمبر۵۸: علامہ اقبال برائی شرکت در شورائی ملی مسلمانان می رسد

۹۔ ملحقہ صفحہ نمبر۶۲: اقبال با دوستش دکتور سر راس مسعود در پوھنتون علی گر در سال ۱۹۲۹ء

۱۰۔ ملحقہ صفحہ نمبر۴۷: علامہ اقبال ھنگام ادائی نماز در مسجد کورروای ھسپانیہ ۱۹۳۳ء

۱۱۔ ملحقہ صفحہ نمبر۷۸: علامہ اقبال و پسرش جاوید اقبال در سال۔

- کتاب کے صفحہ۱ تا ۲۱ کابل کے اخبار امان افغان کے شمارہ ۹ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۳ اور ۱۷ میں شائع شدہ پیام مشرق پر طویل تبصرہ شائع ہوا ہے۔
- صفحہ۲۲ پر مجلّہ کابل شمارہ پنجم سال سوم عقرب ۱۳۱۲ھ ش حضرت علامہ اوران کے ہمسفرانِ افغانستان کی افغانستان آمد کی خبر شائع ہوئی ہے۔
- صفحہ۲۳ تا ۳۷ مجلّہ کابل سال سوم شمارہ ۷ جدی ۱۳۱۲ھ ش مقالہ ’’افغانستان از نقطہ نظر فضلائ ہندوستان‘‘
- صفحہ ۳۸ تا ۴۹ مجلّہ کابل شمارہ اول سال دوم ’’علامہ اقبال‘‘ بہ قلم احمد علی خان مدیر انجمن ادبی
- صفحہ۵۰ - ۵۱ مجلّہ کابل شمارہ سوم سال ہشتم جوزای ۱۳۱۷ھ ش وفات ’’داکتر اقبال شاعر و فیلسوف شہیر‘‘ بہ قلم سید قاسم رشتیا۔
- صفحہ۵۲ تا ۶۰ مجلّہ کابل سال ہشتم شمارہ سوم جوزای ۱۳۱۷ھ ش ’’اقبال‘‘ از مدیر عمومی انجمن (احمد علی خان درانی)

- صفحہ۶۱ - ۶۲ قصیدہ درمرثیہ فیلسوف وطن خواہ پروفیسر اقبال غفراللہ ازطبع ملک الشعراء قاری عبداللہ
- صفحہ۶۳ - ۶۸ مجلّہ کابل سال سوم شمارہ ہشتم جوزای ۱۳۱۷ھ ش اقبال وافغانستان از غلام جیلانی اعظمی
- صفحہ۶۹ - ۷۰ منتخبات اشعار اقبال از سرور خان گویا
- صفحہ۷۱ - ۷۳ وفات۔ اقبال انیس چارشنبہ ۱۴ ثور ۱۳۱۷ھ ش
- صفحہ۷۳ - ۷۶ وفات علامہ سر محمد اقبال اخبار ''اصلاح'' یک شنبہ ۴ برج ثور ۱۳۱۷ھ ش
- صفحہ۷۷ - ۷۸ فارسی نظم ''اقبال'' از مایل ہروی

کتاب کے آخر میں مؤلف صدیق رہپو کی درج ذیل یادداشت اہمیت کی حامل ہے۔

بہ نسبت تنگی فرصت تمام مقالاتی کہ درمورد اقبال درمطبوعات افغانستان نشر شدہ است جمع و نشر شدہ نتوانست باز ھم از کمک وزحمتکش کارکنان فعال مطبع دولتی درین فرصت کوتاہ کمال امتنان دارد۔

صدیق رہپو(۹۹)

ترجمہ: مصروفیت اور وقت کم ہونے کی نسبت میں اقبال سے متعلق افغانستان کے مطبوعات میں شائع شدہ تمام مواد کو یکجا نہیں کرسکا۔ مگر قومی پریس کے انتھک اور محنتی کارکنوں کے تعاون پر تہہ دل سے مشکور ہوں۔

گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کتاب میں شائع شدہ مواد کے علاوہ بھی اقبال پر افغان پریس میں کئی مطبوعات آچکی تھیں جو صدیق رہپو کو نہیں ملیں۔ میں ان سے متفق ہوں کیونکہ ۱۹۷۷ء تک افغانستان میں کئی اور مضامین اور مقالات بھی اقبال پر شائع ہو چکے تھے جو صدیق رہپو کو تو نہیں ملے لیکن الحمدللہ دورانِ تحقیق ھذا مجھے ان میں بعض چیزیں ملیں جو جا بجا مقالہ ھذٰ میں مختلف عنوانات کے تحت شامل تحقیق کئے گئے ہیں۔

بحیثیت مجموعی یہ کتاب افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت کے آغاز کے حوالے سے ایک اہم بنیادی مأخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور افغانستان میں اقبال شناسی کے سلسلے میں اس کتاب کے حوالہ جات مستند ہیں۔ لہٰذا صدیق رہپو افغانستان میں اقبال شناسی کے حوالے سے

ایک بنیادی مأ خذ کو مرتب کرنے پر سپاس و تحسین کے مستحق ہیں۔

۴۔ ''یارِ آشنا'':

افغانستان میں اقبال شناسی کے بانیوں میں استاد خلیل اللہ خلیلیؔ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ نے نہ صرف علامہ پر مقالات تحریر کئے تھے بلکہ آپ کی کلیات میں جا بجا علامہ کے حضور منظوم خراجِ تحسین بھی ملتا ہے۔ افغانستان میں خونی انقلاب کے بعد جب استاد خلیل اللہ خلیلیؔ پاکستان مہاجر ہوئے ہیں تو علامہ پر ایک مستقل اثر ''یار آشنا'' کے نام سے شائع کرایا ہے۔

یہ کتاب ۱۹۸۲ء میں افغانستان کے جمعیت اسلامی کی جانب سے شائع ہوئی تھی۔ (۱۰۰) تلاشِ بسیار کے باوجود یہ کتاب مجھے نہیں مل سکی البتہ اس کتاب سے متعلق تفصیلات جا بجا ملیں جس کے مطابق یارِ آشنا کے صفحات کی تعداد ۸۰ ہے۔ (۱۰۱)

اس کتاب میں دیگر امور کے علاوہ علامہ کے افغانستان سے تعلق پر بحث کی گئی ہے۔ (۱۰۲)

دکتور سید علی رضا نقوی اس کتاب کے مجموعی خدوخال کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''رسالہ ایست دارائی ۸۰ صفحہ در بارہ اقبال و علاقۂ وی بہ سرزمین افغانستان کہ بہ ھمت انجمن علمی و مشورتی اسلامی افغانستان بہ سال ۱۴۰۲ ھ ق / ۱۹۸۲ء بطبع رسیدہ است۔ استاد درین رسالہ مسافرت اقبال باتفاق سر راس مسعود و سید سلیمان ندویؔ در سال ۱۳۱۲ ھ ش / ۱۹۳۳ء و ملاقات وی با اقبال در کابل را بہ نثر شرح دادہ است۔ ھمچنین بعضی اشعار اقبال در مدح افغانستان و مشاہیر و عرفا و شعرائی آن سرزمین مانند شیخ ہجویری و سنائی و رومی و ھمچنین قصیدۂ وی در وصف کابل را آوردہ است۔ و بعضی قصائد و اشعار را کہ استاد در مدح اقبال سرودہ است نیز نقل کردہ است۔ مخصوصاً ترجمۂ فارسی قصیدہ ای کہ اقبال بہ اردو سرودہ است کاملاً نقل کردہ (ص ۳۴-۳۹) کہ بیسار جالب است۔ (۱۰۳)

جناب خلیلی کا یہ فارسی منظوم ترجمہ اصل کلامِ اقبال کے ساتھ سوانح خلیلی کے ساتھ شامل تحقیق ہے۔

جناب خلیل اللہ خلیلی کی یہ نگارش ''یار آشنا'' (پیوند علامہ اقبال با افغانستان) ابھی حال ہی (جون ۲۰۱۰ء) میں جناب عارف نوشاہی کی پیشگفتار اور حواشی کے ساتھ کتابخانہ استاد خلیل اللہ خلیلی انستیتیوت شرقشناسی و میراث خطی اکادمی علوم جمہوری تاجیکستان دوشنبہ کی جانب سے دوبارہ

شائع ہوئی ہے۔اس کتاب کی فہرست کے مطالب ذیل ہیں

- پیشگفتار (عارف نوشاہی)

سفر علامہ محمد اقبال بہ افغانستان۔ نگاہی بہ تحقیقات در موضوع ''پیوند محمد اقبال با افغان و افغانستان''۔ بررسی یار آشنا نگاشتۂ استاد خلیل اللہ خلیلی۔حواشی۔

- یار آشنا (خلیل اللہ خلیلی)

با یار آشنا سخن آشنا بگو۔آسنائی با احرار ہندوستان۔ دولت دیدار۔خواستۂ ما ازین نگاشتہ اقبال، پاکستان ہندوستان۔افغانستان و اقبال۔

- رہبران نخستین

علی بن عثمان بن علی جلابی ہجویری غزنوی ''داتا گنج بخش''۔حکیم سنائی۔مولانا جلال الدین محمد بلخی رومی۔سید جمال الدین اسعد آبادی افغانی۔اقبال و ملت افغانستان۔ در وصف کابل گوید۔در وصف غزنی و مزار سلطان محمود۔شوریدۂ غزنی۔خرقہ مبارک پیغمبر اسلام و شہر قندہار۔افکار محراب گل افغان۔اقبال در دل مردم افغانستان۔حواشی (عارف نوشاہی)

- شگوف ھائی شجرہ اخلاص

تربت اقبال۔چشم عقاب۔کعبہ و اقبال۔بلال عصر۔

- پیوست ھا

دمی با اقبال۔سفیر ماتم۔مشاہدۂ رؤیا۔

- نمایہ ھا

اعلام تاریخی (کسان، ادیان، مذاہب، فرق، اقوام)

اعلام جغرافیائی (کشورھا، شہرھا، موسسات)

کتاب ھا و مجلّہ ھا

- عکس ھا و نمونہ ھا[۱۰۴]

۵۔ ''از سنائی تا مولانا و اقبال'':۔

افغانستان میں حکیم سنائی غزنوی کے نوسو سالہ جشنِ ولادت کی تقریبات کے سلسلے میں کئی تقاریب کا انعقاد کیا گیا تھا۔اس سلسلے میں بعض اہم کتب بھی شائع ہوئی ہیں۔ان کتابوں میں کابل یونیورسٹی کے نشرات پوہنٹی کے زیرِ اہتمام دیگر کتب کی اشاعت کے ساتھ ساتھ ایک کتاب از

سنائی تا مولانا و اقبال کا بھی ذکر ملتا ہے۔

افغانستان میں گذشتہ ڈھائی عشروں کی جنگ کی وجہ سے کتب خانوں کی بربادی کی وجہ سے انتہائی تلاش کے باوجود میں متعلقہ کتاب کو حاصل نہیں کر سکا۔اس لئے سوائے کتاب کے نام کے حوالے سے اس کتاب کے مشمولات پر مزید کچھ لکھنے سے قاصر ہوں۔اس کتاب کا نام حکیم سنائی و جہان بینی او کے بیک ٹائیٹل پر شائع ہے۔(۱۰۵)

۶۔ ''لالی ریختہ'':۔

یہ کتاب بھی افغانستان کے معروف اقبال شناس عبدالہادی داوی کی تحریر کردہ ہے۔جو ابھی تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوئی۔اس کتاب میں داوی نے حضرت علامہ کے اردو منظومات کی فارسی منظوم تراجم پیش کئے ہیں۔(۱۰۶) آثار اردو اقبال کی دونوں جلدوں میں جا بجا مختلف موضوعات پر تحریر کے دوران لالی ریختہ کا حوالہ دیتے ہیں۔

مثلاً آثار اردوی اقبال جلد اول میں ضربِ کلیم کی بعض منظومات سے متعلق لکھتے ہیں:

قسمت اول تحت عنوان (اسلام و مسلمانان) ۶۷ حصہ یا قطعہ دارد کہ اکثر آن عاید بہ احوال ہندوستان درھمان عصر میباشد۔ابتدائی آن با قطعہ (صبح) نام آغاز میشود کہ اذان بندۂ مومن را موجد چنان سحر و صباح می بیند کہ لرزانندہ شبستان وجود است و در قطعہ دوم آخر ہر بیت جملہ جمیلہ لا الہ الا اللہ راذ کر نمودہ از آں خطو جوشی کہ می گیرد قارئین را نیز ذاکر و متذکر میسازد۔۔۔۔(۱۰۷)

یہاں پر حاشیے میں تحریر کرتے ہیں:

''در لالی ریختہ کامل ترجمہ شدہ است نہ تنھا ھمین قطعہ بلکہ یہ تعداد ۶۷ قطعہ دیگر نیز از ضربِ کلیم نظماً ترجمہ شدہ اند''(۱۰۸)

بانگِ درا کو جناب داوی نے فکری و معنوی اعتبار سے نو عناوین اصناف میں تقسیم کیا ہے۔ان عناوین میں ایک عنوان اسلامیات ہے۔اس موضوع سے متعلق فکرِ اقبال اور لالی ریختہ میں اپنے تراجم کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

''اگر چہ تمام غم و ھم علامہ مرحوم برائی اسلام و اسلامیان ست مقصد اصلی حیات خود را ھمین میداند و ہر قلم و قدم و درم او مصروف ھمین مدعائی عالی و مقبول ست ولو عنوان شعر او از

(مناظر طبیعیہ) یا (ایقاظ) باشد۔ (غزل) و (ظرافت) یا (عشق) و (جدیت) باشد غایۂ آں برائی مسلمانان واسلامیات میباشد ولی بعض ازینھا ازعنوان گرفتہ تاشرح وبیان واز ابتدا تاانتھای آن بصراحت ئی ایما و اشارت بی ابھام و کنایت خالص اسلامی است لہٰذا من آنرا عنوان اسلامیات دادہ ام ازین قبیل قطعات درھر سہ حصۂ بانگِ درا بطورِ متفرق موجودند۔

درحصہ اول ودوم دوقطعہ ودرحصہ سوم ۱۲۷ قطعہ ست بندہ چندتائی آنرا نظماً یا نثراً ترجمہ میکنم عنوانھائی باقی آنھارا در فہرست آخرین وترجمۂ بعضی قطعات آنرا دورلالی ریختہ قارئین گرامی یافتہ خواھند توانست۔۔۔ (۱۰۹)

۷۔ ’’معنیٔ عشق نزد اقبال‘‘:۔

حضرت علامہ کے صد سالہ جشنِ ولادت کی تقریبات کے سلسلے میں ۳ دسمبر ۱۹۷۷ء کو ریڈیو افغانستان کابل کے آڈیٹوریم میں ایک عظیم الشان سیمنار کا انعقاد کیا گیا تھا۔اس سیمنار میں مختلف پڑھے گئے مقالات کو جناب ڈاکٹر روان فرہادی نے یکجا کر کے معنی عشق نزد اقبال کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا۔

یہ کتاب اگرچہ مجھے نہیں ملی البتہ اس کتاب کے مشمولات سے متعلق برادرم اکرام اللہ شاہد کے مقالے سے پتہ چلا جس کے مطابق:

افغانستان کے وزیرِ اطلاعات وثقافت ڈاکٹر عبدالرحیم کے افتتاحی خطاب اور سیمنار کے اعزازی چیئرمین پروفیسر عبدالہادی داویؔ کابل یونیورسٹی کے ری ایکٹر پروفیسر عبدالسلام عظیمی کے خطبات کے علاوہ درج ذیل مقالات شامل تھے۔

سید قاسم رشتیا (وزیر کابینہ) اقبال وافغانستان
ڈاکٹر سید مخدوم رحیم عظیم افغان مفکر اقبال
آقائے عبدالحئ حبیبی اقبال نظریات اوافکار۔ (۱۱۰)
معنیٔ عشق نزد اقبال مجلّہ آریانا میں بھی شائع ہوا ہے۔ (۱۱۱)

۸۔ افغانستان اززبان علامہ اقبال

نامور افغان اقبال شناس م۔لمر احسان کی یہ تالیف مجھے نہیں مل سکی البتہ محقق برادر دکتر اسد اللہ محقق نے علامہ اقبال درادب فارسی وفرھنگ افغانستان میں اس کتاب کے حوالے دیئے ہیں اور یہ کتاب مذکر انشرات اسلامی، صبور پشاور کی طرف سے ۶۷ ھ ش میں شائع ہوئی ہے۔ (۱۱۲)

۹۔ علامہ اقبال درادب فارسی وفرہنگ افغانستان

افغانستان کے معروف محقق جناب ڈاکٹر اسد اللہ محقق کے ڈاکٹریٹ کا مقالہ جو مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد کی جانب سے۱۳۸۴ھ ش ۱۴۲۶ق/ ۲۰۰۵ء میں ۳۲۵ صفحات پر شائع ہوا ہے اس کتاب کے مشمولات ذیل ہیں:

فصل اول

اندیشۂ اقبال وزبان شعر

۱۔آ ثار منظوم فارسی ۲۔اسرار خودی ۳۔رموز بیخودی ۴۔ پیام مشرق ۵۔زبور عجم ۶۔جاوید نامہ ۷۔پس چہ باید کرد اے اقوام شرق ۸۔ارمغان حجاز ۹۔جوھری شعر اقبال

فصل دوم

فکرش اقبال بہ جھان اسلام

۱۔اقبال وملت ایران ۔ پیام سید جمال الدین افغانی بہ ملت روسیہ۔ پیام امام خمینی بد گور باچھ ۲۔اقبال وملت ترکیہ ۳۔اقبال وملت افغانستان ۴۔اقبال وجھان عرب۔حرفی چند باامت عربیہ ۵۔اقبال وترکستان ۶۔عصر اقبال واشغال سرزمین ھائی اسلامی توسط اتعمار گرانی ۸۔ ناسیونالیزم وجھان وطنی اسلام از دیدگاہ اقبال

فصل سوم

اوضاع سیاسی افغانستان در وایل قرن بیستم

انتظار اقبال از مردم افغانستان ۱۔ماہر القادری ۲۔شکوہ قرآن

دیدار اقبال از افغانستان۔۱۔باز دید از مزار بابر در کابل ۲۔دیدار علامہ اقبال از مزار حکیم سنائی ۳۔علامہ اقبال بر مزار سلطان محمود ۴۔مناجات مرشوریدہ در ویرانہ غزنی ۵۔اقبال ونادر شاہ ۶۔خطاب بہ اقوام سرحد

فصل چہارم

جانگاہ افغانستان در اشعار اقبال

۱۔اقبال وزیارت خرقہ مبارک در قندھار ۲۔غزل

جایگاہ افغانستان در آ ثار منظوم اردوی علامہ اقبال

۱۔افکار محراب گل افغان۔لاشریک لہ۔دعائی نو۔تقدیر ملت۔ہنرمند۔تجدد خود شناسی۔

شھباز۔تربیت قلب ۔افتخارقبیلہ۔شترتقدیر۔رستخیز افکار۔خلوت کوہسار۔فقرغیور۔حفظ مرکز۔ آسمان وزمین ۔تفریق قبائل ۔منزل مردمومن ۔صھبان مسلمانی

فصل پنجم

پیوندفکری اقبال بابزرگان شعروادب ورجال سیاسی افغانستان ومسالہ تاثیرپذیری اوازآنھا

۱۔تاثیرمولوی درہنرواندیشہ اقبال۔درکلیات فارسی ۔درکلیات اردو۔

۲۔تتبع واستقبال اقبال ازمولانای روم ۔۳۔تضمین۴۔پیوندفکری اقبال باسنائی ومسالہ تاثیر پذیری وازحکیم غزنہ ۵۔اقبال وجامی ۶۔علامہ اقبال وحکیم ناصرخسرو ۷۔فلسفہ خودشناسی ناصر خسروفلسفۂ خودی علامہ اقبال ۸۔بیدل ۹۔اقبال وبیدل ۱۰۔علامہ اقبال وسید جمال الدین ۱۱۔ زیارت ارواح جمال الدین وسعیدحلیم پاشا۔

فصل ششم

بازناب اندیشہ ی اقبال درفرھنگ افغانستان

۱۔جھش ھا۔۲۔ھنرمندان وآھنگ خوانان افغانی ۳۔شکوہ۴۔جواب شکوہ ۵۔یارآشنا۶۔ علامہ اقبال مرحوم ۷۔سھم افغانستان دراقبال شناسی۔

فصل ھفتم

علامہ اقبال ازنظردولتمردان وسیاستمداران افغانستان

۱۔ پیام جلالتماب آقائی محمد داؤدرئیس جمھور فقید واسبق افغانستان ۔۲۔ استادنعمت اللہ شھرای معاون رئیس جمھور۳۔دکتورسیدمخدوم رھیں وزیراطلاعات فرھنگ۴۔استاددکترنوری وزیراطلاعات وفرھنگ علامہ اقبال ازدیدگاہ بعض ازاستادان دانشجویان وعامہ مردم افغانستان

فصل ہشتم

علامہ اقبال ازدیدگاہ شاعران افغانستان

۱۔قاری عبداللہ ملک الشعرا۔۲۔غلام دستگیرخان مھمند۔۳۔ابراہیم خلیل ۔۴۔مایل ھروی ۵۔عبدالحئ شیدا۶۔ملک الشعرابیتاب ۷۔دکترمحمدرحیم الھام ۸۔استادخلیل اللہ خلیلی ۹۔ترجمہ قصیدہ دراردوی اقبال بہ زبان دری۔۱۰۔عبدالھادی راوی پریشان ۱۱۔میر بہادرواصفی ۱۲۔غلام ربانی ادیب ۱۳۔عزیزاللہ مجددی ۱۴۔استادرحمت اللہ منطقی

فصل نھم

علامہ اقبال از دیدگاہ نویسندگان افغانستان

۱۔شہزادہ احمد علی خاں درانی ۲۔ جاوید نامہ۔۳۔ پیام اقبال بہ ملت کہسار۔۴۔ پروفیسر سرور خاں گویا اعتمادی ۵۔ استاد خلیل اللہ خلیلی ۶۔ پروفیسر غلام حسن مجددی۔ ۷۔ استاد عبدالسلام عظیمی ۸۔ استاد عبدالحی حبیبی ۹۔ دکتر عبدالحی حبیبی ۱۰۔ دکتر روان فرھادی ۱۱۔ دکتر حق شناس۔ اقبال در کابل۔ اقبال درغزنہ وبرتربت سنائی۔ اقبال برویرانہ ھاوخرابہ ھای غزنہ۔ اقبال درقندہار۔ اقبال برتربت احمد شاہ۔ اقبال وظاہر شاہ۔ نتیجہ۔۱۲۔ دکتر خلیل اللہ ھاشمیان۔ اقبال بزرگ ریک چمن گل۔ یک نیستان نالہ۔ یک خمخانہ می۔ ایمای اقبال۔ اقبال وزبان دری۔ اقبال وافغانستان۔

۱۳۔ آقای حیدری وجودی۔ اسرار خودی و رموز بیخودی از دیدگاہ اقبال۔ جلوہ ھای سبز آزادی در بندگی نامہ علامہ اقبال۱۴۔ دکتر ارداؤ دراوش۔ ۱۵۔ عبدالقیوم قیومی ۱۶۔ پروفیسر دکتر عبدالقیوم قویم ۱۷۔ عبدالقھار جویا۱۸۔ قاضی عبدالغفار مظفری۱۹۔ آقای تقوی جاراللہ۲۰۔ آقای غلام ربانی ادیب ۲۱۔ آقای جلال فرھیختہ۲۲۔ جناب محبوب اللہ حامد۔۲۳۔ پوھیالی سید روضت اللہ

فصل دھم

علامہ اقبال دربرنامہ ی درسی افغانستان

مومن خود کافرافرنگ شو۔ ذلت وغلامی۔ نغمہ مولانا۔ بھار آرزوی شاعر۔ نتیجہ۔

الف۔ فھرست اعلام۔ اسامی اشخاص۔ اسامی اماکن۔ اسامی کتاب ھامجلّہ معاوخبرید۔ ھا فہرست منابع ومآخذ۔

ب۔ تصاویر (۱۱۳)

۱۰۔ اکسیر خودی

جوھر پیام علامہ اقبال

مشہور افغان اقبال شناس سکتر سعید کی یہ تحقیقی وتنقیدی کتاب حال ہی ۲۰۱۰ء/ ۱۳۹۸۹ھ ش میں انجمن حمایت از انکشاف اجتماعی (کابل مطبعہ فجر) کی جانب سے ۱۸۵ صفحات پر شائع ہوئی۔ اس کتاب کے مشمولات ذیل ہیں

شناخت خودی ۱۹

داشتن وجود مستقل مستلزم خودی است ۲۲

شناخت خودی متقاری به انکشاف آن است ۲۲
خودی بلا واسطه قابل درک است ۲۴
انکشاف خودی ۲۴
علامه صلاح الدین سلجوقی انکشاف خودی را به سه مرحله تقسیم کردن است ۲۵
کمال انکشاف در حفظ خودی است ۲۸
جاودانه گی خودی ۳۴
زیبای اصلی در خودی است ۳۹
لذت اصلی در شناخت خودی است ۳۹
خودی منبع تمام نشدن امکانات نهفته است ۴۰
درک کامل خودی ضرورت به تجربه شخصی دارد ۴۱
پیام منصور حلاج تصدیق خودی است ۴۴
خودی از تکبر و خودخواهی فرق دارد ۴۵
انکشاف خودی شرطی برای داشتن صحت کامل است ۲۵
خودی از نظریه موناد گرامی لاینبتیز فرق دارد ۴۶
خودی اقبال شباهت به فلسفه خودشناسی ناصرخسرو دارد ۴۶
ریشهٔ بیساری مشکلات عدم شناخت خودی و دوری از آن است ۴۷
هر انساں یک موجود منحصر به فرد است ۴۸
خودی اجتماعی ۵۳
خودی از دروں در حال انکشاف است ۵۴
تاریخ همچوں حافظه اجتماع است ۵۵
جامعه دیده آل محمد عربی از افراد خود آگاه است ۵۶
ارزش همراهی با اجتماع ۵۶
برآمدن به اجتماع ۵۷
ارزش طرز فکر و پنداشت شخص در انکشاف خودی ۶۰
انساں یعنی طرز افکارش ۶۰

ریشهٔ اکثریت ناتوانی ها در طرز فکر ماست	۶۳
یک طرز فکر نادرست این است که عده ای عصر حاضر را ید و پر از شیطنت می داند	۶۴
ترس از جن زدگی جارو و سایر تاثیرات غیر مرئی	۶۵
دلیل کامیابی ها و ناکامی ها در خود ماست	۶۶
باید متوجه اهداف بلند بود	۶۷
مخالفان و دشمنان هم می توانند به نفع انسان باشند	۶۸
دین اسلام بخش عمده خودی ماست	۶۹
اسلام دین فطرت است	۶۹
ارادت به قرآن میخست رهنمود عالی بشریت	۷۰
قرآن انسان را دگرگون می سازد	۷۱
هر کس باید در معنی آیات قرآن تعمق کند	۷۲
درک درست آیات قرآن میسر نمی شود مگر اینکه به تلاوت کننده وی راه پید	۷۴
قرآن وجه مشترک اقبال با سایر عرفائی اسلامی است	۷۶
نظریات اقبال مرحوم از قرآن اند	۷۶
قرآن کتاب تشریح فطرت انسان است	۷۷
استفادهٔ عامیانه از قرآن	۷۷
تشویق به اسلام تحقیقی به جای اسلام تقلیدی	۷۸
تعالیم قرآن غیر از آرای فلسفی یونان است	۷۹
مسلمانان آغاز گر د اساس گذار تمدن و علوم جدیده بوده اند	۸۱
علم و تکنالوژی امروزی در دامان تمدن اسلامی به دنیا آمده اند	۸۳
حضرت محمدؐ اساس گذار جهان نو است	۸۵
فهم و دانش حقیقی از اتحاد عقل و عشق حاصل می گردد جمع سائنس و دینداری	۸۶
مولانا مظهر آمیزش عقل و عشق است	۸۸
تشویق مسلمانان به فراگیری علوم جدید	۸۸
فراگیری علم و سائنس نباید از دین غافل مان سازد	۸۹

خودی راه مطمئن خداشناس است ۹۱
فردیت شخص دلیل مستحکم برای وحدت معبود حقیقی است ۹۱
از ''لا'' به ''الا'' باید رفت ۹۲
وحدت اندیشی ۹۳
وحدت افکار و کردار شرط اساسی انکشاف خودی است ۹۳
وحدت روح و جسم ۹۴
وحدت دنیا و آخرت ۹۵
وحدت علم و دین ۹۸
اثبات ادعای وحدت همانا موجودیت خدای واحد است ۹۸
وحدت عشق و عقل ۹۹
وحدت دین و سیاست ۱۰۰
شیطان کرام نیروی مستقل نیست ۱۰۱
زمان و مکان مظاهر خودی انسان اند ۱۰۲
درک زمان ضرورت بد یک موجود خودآ گاه دارد ۱۰۳
انکشاف خودی ضرورت به حرکت و تلاش دوامدار دارد...... ۱۰۷
عناد و آشتی ناپذیری ابا ایستا بودن و به اصطلاح به مقام فزیدی ۱۰۷
خودی و حرکت دائمی است ۱۰۸
بهشت انسانهای بزرگ در سیر و حرکت مداوم است ۱۰۹
آرامش اصلی در نا آرامی است ۱۱۰
عمل ملاک اصلی علم و دانش است ۱۱۲
بیم و ترس مانع از حرکت و عمل می شود ۱۱۴
حرکت و آزاد و خلاق ۱۱۴
نیکی ها (ثواب) به اثر اقدام عملی به انجام کار حیاتی شایسته حاصل می شوند ۱۱۸
خودی مربوط به عالم دل است ۱۲۰
موضوعات دنیای دل توسط نطق و سخن بیان شده نمی توانند ۱۲۱

انسان موجود خیلی پیچیده است ۱۲۳
دنیای دل دنیای انفرادی است ۱۲۳
موضوعات دنیای دل در چوکات استدلال محض نمی گنجند ۱۲۴
درک موضوعات دنیای دل ضرورت به تجربه شخصی دارد ۱۲۵
تلاش برای درک کامل موضوعات دنیای دل با عقل و استدلال محض می تواند گمراه کننده باشد ۱۲۷
پس ضرورت به این همه قیل وقال در مورد موضوعات دنیای دل چیست؟ ۱۳۰
وضاحت بیش از حد موضوعات دنیای دل باعث تولید ابهام در موجودیت آنها شده است ۱۳۴
طرز پرورش و عادت تیز باعث بی توجهی به موضوعات دنیای دل شده است ۱۳۴
بزرگان اسلام جز پرشکوه خود ما هستند ۱۳۶
عشق به حضرت محمد شرط مسلمان است ۱۳۶
ارادت به مولانا ۱۳۷
رقص سماع ۱۳۹
ارادت به شیخ احمد سرهندی مشهور به حضرت مجدد الف ثانی ۱۴۰
ارادت به سید جمال الدین افغانی ۱۴۳
فقر و بی نیازی لازمه انکشاف خودی اند ۱۴۵
فقر و بی نیازی سرط برای آزادی ۱۴۷
فقیر یعنی شخص خود آگاه ۱۴۷
فقر حقیقی اختیاری است نه از مجبوری ۱۴۸
راه خوشبختی و انکشاف خودی تنها به وسائل مادی متکی نیست ۱۴۸
رضا نشانه مراحل پیشرفته انکشاف خودی است ۱۴۹
مرحله رضا همانا مرحله نفس مطمئنه است ۱۵۱
رضا خوشبینی آفرین است ۱۵۱
دنیا بیهوده نیست ۱۵۲

دنیا میدان مبارزہ است	۱۵۴
تشویق بہ قدرتمند شدن	۱۵۴
عشق منبع قدت وارادہ است	۱۵۶
ھدف آموزش وتعلیم وتربیہ تولید ارادہ است	۱۵۷
ھنر باید درخدمت اعتلای زندگی بشر وانکشاف خودی باشد	۱۵۸
ارزش دوست واقعی درانکشاف خودی	۱۶۲
شکست وغم ازنظر خودی	۱۶۸
عبادت ونیایش	۱۷۲
نزدیکی باری تعالیٰ بہ نیدہ	۱۷۴
خاتمہ	۱۷۶[۱۱۴]

(ب) افغانستان میں اقبال شناسی کے چند دیگر مصادر

اقبال اور افغانستان

ادارہ اشاعت مدار العلوم مردان کی جانب سے اکرام اللہ شاہد کے ایم فل کا یہ مقالہ نومبر ۲۰۰۲ء ۲۸۱ صفحات میں شائع ہوا۔اس کے مشمولات ذیل ہیں

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	تقریظ پروفیسر محمد نواز طائر	۱
۲	دیباچہ پروفیسر فتح محمد ملک	۴
۳	پیش لفظ	۷
۴	باب اول	
	اقبال اور افغان (پس منظر و پیش منظر)	۱۶
۵	باب دوم	
	اقبال کا سفر افغانستان	۶۱
۶	باب سوم	۱۲۰
	اقبال اور سید جمال الدین افغانی	

۷ باب چہارم
اقبال کی افغانوں سے محبت ۱۵۰
۸ باب پنجم
افغانوں کی اقبال سے محبت (افغان ادبیات کی روشنی میں) ۱۸۱
۹ باب ششم
اقبال اور جہاد افغانستان (منظر و پیش منظر) ۲۲۴
۱۰ خلاصہ بحث ۲۶۹[۱۱۵]

سیر اقبال شناسی در افغانستان

راقم الحروف (ڈاکٹر عبدالرؤف رفیقی) نے افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھتے وقت افغانستان میں علامہ پر لکھے گئے مواد اکٹھے کرنے شروع کیے۔ ان میں سے فارسی مقالات کو مرتب کر کے سیر اقبال شناسی در افغانستان کے نام سے اقبال اکادمی پاکستان کی جانب سے ۲۰۰۴ء میں ۲۶۴ صفحات میں شائع کیا۔ اس کتاب کے مشمولات ذیل ہیں:

الف ابتدائیہ ۵
--باب اول-- (حیات اقبال تحریرات)
۱ دکتور اقبال۔ سرور خاں گویا ۱۳
۲ علامہ اقبال۔ شہزادہ احمد علی خاں دران (مدیر انجمن ادب) ۱۹
۳ افغان و ایران۔ علامہ محمد اقبال ۲۸
۴ زوال وانحطاط اسلام۔ محمد سکندر خاں معلم دار المعلمین ۲۹
۵ افغانستان از نقطہ نظر فضلای ھندوستان ۳۴
الف۔ سواد بیانیہ رئیس انجمن ادب ۳۶
ب۔ خیر مقدم جناب قاری عبداللہ خان ۳۹
ج۔ ترجمہ نطق جناب سر راس مسعود ۴۲
د۔ ترجمہ نطق جناب سید سلیمان ندوی ۴۳
ھ۔ ترجمہ نطق جناب علامہ سر محمد اقبال ۴۶

۶ تقریظ وانتقاد بر مسافر۔سرور خاں گویا ۴۸
۷ افغانستان بہ یک نظر اجمالی تقریظ از علامہ محمد اقبال ۵۴
--باب دوم--(وفات اقبال تا ۱۹۷۷ء تحریرات)
۸ وفات دکتور اقبال شاعر و فیلسفوف ھند۔سید قاسم رشتیا ۵۹
۹ اقبال۔شہزادہ احمد علی خاں ۶۰
۱۰ اقبال و افغانستان۔غلام جیلانی اعظمی ۶۷
۱۱ منتخبات اشعار اقبال۔سرور خاں گویا ۷۳
۱۲ مجلس یاد بود علامہ در معرو علاقہ مندی انجمن ادبی بہ آن ۸۶
۱۳ خودی در نظر اقبال از دکتور عبد حسین ترجمہ خیام الدین خادم ۸۷
۱۴ خطاب او قیانوس بہ قطرہ--علامہ اقبال ۱۲۰
۱۵ اقبال۔آریانا دائرہ المعارف ۱۲۳
۱۶ اقبال و افغانستان۔دکتور عبد الحکیم الحبیبی ۱۴۴
۱۷ پیام مشرق۔جریدہ امان افغان (عبد الہادی داوی) ۱۴۸
--باب سوم--(۱۹۷۸ء تا ۲۰۰۰ء)
۱۸ اقبال و افغانستان دکتور حق شناس ۱۶۹
۱۹ برگزاشت اقبال بزرگ۔دکتور سید خلیل اللہ ہاشمیان ۱۷۹
۲۰ امروز زدای ہران فردالا جوانھشری ۱۹۵
۲۱ افغانستان در آئینہ قرآن احمد جان امینی ۲۰۷
۲۲ ساعتی در خدمت علامہ اقبال۔سید قاسم رشتیا ۲۱۴
۲۳ قلب آسیا گذرگاہ نظرگاہ علامہ اقبال۔سر محقق عبد اللہ خدمتگار ۲۱۷
--باب چہارم--(عقیدت منظوم افغانہا بہ حضور اقبال)
۲۴ علامہ شرق۔بیتاب ملک الشعرا ۲۲۶
۲۵ قصیدہ در مرثیہ فیلسفوف وطن خواہ۔پروفیسر اقبال غفر اللہ ملک الشعرا قاری عبد اللہ ۲۲۷
۲۶ اقبال کیست ملک الشعرا۔قاری عبد اللہ ۲۲۹

۲۷	بیاد علامہ محمد اقبال۔ محمد ابراہیم خلیل	۲۳۰
۲۸	رثائی اقبال۔ غلام دستگیر خاں مہمند	۲۳۲
۲۹	خطابہ بہ اقبال۔ عبدالہادی راوی	۲۳۴
۳۰	امام مشرق وشاعر مشرق سید جمال الدین وعلامہ اقبال عبدالحیٔ حبیبی	۲۳۵
۳۱	علامہ اقبال مرحوم عبدالحی حبیبی	۲۳۸
۳۲	بیاد اقبال مایل ہروی	۲۴۰
۳۳	غزل حکیم شرق علامہ اقبال۔ استاد خلیل اللہ خلیلی	۲۴۲
۳۴	بہ پیشگاہ علامہ دکتور محمد اقبال لاہور۔ استاد خلیل اللہ خلیلی	۲۴۳
۳۵	آموزگار بزرگ برمزار اقبال درلاہور۔ استاد خلیل اللہ خلیلی	۲۴۷
۳۶	برآرامگاہ عارف شرق علامہ محمد اقبال لاہوری استاد خلیل اللہ خلیلی	۲۴۹
۳۷	کعبہ واقبال۔ استاد خلیل اللہ خلیلی	۲۵۱
۳۸	دمی با اقبال استاد خلیل اللہ خلیلی	۲۵۴
۳۹	جواب مسافر دکتور محمد رحیم الیاس	۲۵۸
	کتابیات	۲۶۳(۱۱۶)

اقبال افغان اور افغانستان

(اردو، فارسی، پشتو، انگریزی)

ترتیب، تدوین وتالیف محمد اکرام چغتائی

اقبال افغان اور افغانستان سے متعلق چغتائی صاحب کی اس تالیف میں (مطبوعہ سنگ میل پبلی کیشنز: لاہور، ۲۰۰۴ء تعداد صفحات ۲۵۶+۸۸۰=۱۱۳۶) ذیل عناوین کے مطابق مواد شامل ہے:

	پیش گفتار	۸
	--حصہ اول-- اقبال افغان اور افغانستان	۱۷-۱۰۲
۱	مکتوبات، منظومات اور دستاویزات	۱۷-۶۴
۲	گفتار اقبال مرتبہ رفیق افضل	۶۷-۷۰

۳	حیاتِ اقبال کے چند مخفی گوشے مرتبہ محمد حمزہ فاروقی	۷۰-۷۸
۴	اقبال کا سیاسی سفر مرتبہ محمد حمزہ فاروقی	۷۹-۱۰۲
	--حصہ دوم--مثنوی ''مسافر''	۱۰۳-۲۷۸
۱	''مسافر'' (بیاض وطبع اول) از مرتب	۱۰۳-۱۰۴
۲	''مسافر''-طبع اول ۱۹۳۴ء	۱۰۵-۱۳۳
۳	''مسافر''-بیاض (مخزونہ اقبال میوزیم لاہور)	۱۳۴-۱۴۶
۴	منظوم اردو ترجمہ از محمد رفیق خاور	۱۴۸-۱۶۱
۵	''مسافر'' از پروفیسر یوسف سلیم چشتی	۱۶۱-۲۱۰
۶	''پس چہ باید کرد مع مسافر--ایک جائزہ'' از محمد رفیق خاور	۲۱۰-۲۵۹
۷	علامہ اقبال کی ایک مثنوی ''مسافر'' از میرزا ادیب	۲۶۰-۲۷۴
۸	مثنوی ''مسافر'' کے مترجمین وشارحین از محمد اکرام چغتائی	۲۷۵-۲۷۷
	--حصہ سوم--اقبال کے رفقائے سفر	۲۷۹-۳۰۳
۱	علامہ اقبال اور سید سلیمان ندوی از ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی	۲۷۹-۲۹۰
۲	اقبال اور سر راس مسعود از ڈاکٹر رحیم بخش شاہین	۲۹۰-۲۹۸
۳	پروفیسر ہادی حسن از محمد اکرام چغتائی	۲۹۸-۳۰۰
۴	غلام رسول خاں از محمد اکرام چغتائی	۳۰۰-۳۰۳
	--حصہ چہارم--اقبال اور افغانی شخصیات (بحوالہ ''مسافر'')	۳۰۵-۴۰۶
۱	سنائی اور اقبال از بشیر احمد ڈار	۳۰۴-۳۲۶
۲	سنائی و اقبال از صوفی غلام مصطفیٰ تبسم	۳۲۶-۳۳۲
۳	اقبال اور سنائی از پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر	۳۳۲-۳۳۶
۴	سنائی (مصادر) از محمد اکرام چغتائی	۳۳۷-۳۳۹
۵	جمال الدین افغانی اور اقبال از ڈاکٹر محمد ریاض	۳۳۹-۳۵۲
۶	اقبال اور سید جمال الدین افغانی از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار	۳۵۲-۳۶۸
۷	سید جمال الدین افغانی اور اقبال از ڈاکٹر معین الدین عقیل	۳۶۸-۳۹۱
۸	جمال الدین افغانی اور اقبال از ایس-ایم-عمر فاروق	۳۹۱-۳۹۵

۹ علامہ اقبال مزار بابر پر از ڈاکٹر عبدالغنی ۳۹۵-۴۰۰

۱۰ علامہ اقبال اور نادر شاہ از اختر راہی ۴۰۰-۴۰۶

--حصہ پنجم--اقبال اور افغانی دانشور از محمد اکرام چغتائی ۴۰۷-۴۲۷

۱ سردار صلاح الدین سلجوقی

۲ سرور گویا اعتمادی

۳ استاد خلیل اللہ خلیلی

۴ عبدالہادی داوی

۵ عبداللہ بختانی

۶ قاری عبداللہ

۷ متفرقات

(الف) انجمن ادبی کابل (ب) مجلّہ ''کابل'' (ج) ''اصلاح''
(د) ''امان افغان'' (ھ) افغانستان و شاہان افغانستان (بہ عہد
اقبال) (و) اقبال کے دورۂ افغانستان کی تاریخ وار تفصیل
(۱۹۳۳ء) (ز) خرقہ در قندھار

--حصہ ششم--اقبال، افغان اور افغانستان (مطالعات) ۴۲۹-۸۳۶

۱ اقبال کا سفر افغانستان از ڈاکٹر جاوید اقبال ۴۲۹-۴۴۳

۲ اپنی خودی پہچان: اقبال اور افغانستان از پروفیسر فتح محمد ملک ۴۴۳-۴۵۶

۳ سفر افغانستان از فقیر سید وحید الدین ۴۵۶-۴۵۷

۴ مسافر غزنی و افغانستان از ابوالحسن علی ندوی ۴۵۷-۴۶۷

۵ افغانستان اور اقبال از خلیل اللہ خلیلی ۴۶۷-۴۹۶

۶ اقبال اور افغانستان از سرور گویا اعتمادی ۴۹۶-۵۰۰

۷ اقبال کا سفر افغانستان از مقبول احمد ۵۰۰-۵۰۲

۸ اقبال اور افغان از میر عبدالصمد خان ۵۰۳-۵۶۸

۹ افغانستان کا سفر از ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی ۵۶۸-۵۷۱

۱۰ علامہ اقبال اور افغان از میاں رسول رسا ۵۷۲-۵۸۲

۱۱	اقبال اور سرزمین سرحد از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید	۵۸۲-۵۸۶
۱۲	اقبال کا سفر افغانستان از ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی	۵۸۶-۵۸۹
۱۳	اقبال افغانستان میں از حافظ عباد اللہ فاروقی	۵۸۹-۶۰۰
۱۴	علامہ اقبال کا سفر افغانستان از اختر راہی	۶۰۰-۶۱۴
۱۵	اقبال اور افغانستان از ڈاکٹر محمد ریاض	۶۱۴-۶۲۱
۱۶	اقبال اور ملت افغانیہ از عابد پشاوری	۶۲۱-۶۳۳
۱۷	اقبال کا سفر افغانستان از محمد علی خان	۶۳۴-۶۶۶
۱۸	اقبال، افغانستان اور اشتراکیت از نعیم صدیقی	۶۶۶-۶۷۶
۱۹	اقبال اور خوشحال خاں خٹک از پریشان خٹک	۶۷۷-۶۸۲
۲۰	خوشحال خان خٹک اور اقبال از اختر راہی	۶۸۲-۶۸۷
۲۱	نور المشائخ مُلّا شور بازار از ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی	۶۸۷-۶۸۸
۲۲	علامہ اقبال اور شاہان افغانستان از محمد امین زبیری	۶۸۸-۶۹۴
۲۳	علامہ اقبال اور شاہان افغانستان از ایوب صابر	۶۹۵-۶۹۸
۲۴	اقبال افغانستان اور ایران میں از ڈاکٹر محمد ریاض	۶۹۹-۷۱۱
۲۵	افغانوں سے اقبال کی محبت از اکرام اللہ شاہد	۷۱۱-۷۳۱
۲۶	سیر افغانستان از سید سلیمان ندوی	۷۳۲-۸۳۲
۲۷	تعویذ مزار از غلام رسول عدیم	۸۳۲-۸۳۶
	--حصہ ہفتم --: فارسی مضامین، منظومات اور تعزیت نامے	۸۳۷-۸۶۶
۱	اقبال در کشور افغان از سید محمد موسیٰ رضوی	۸۳۷-۸۳۹
۲	علامہ اقبال و رفقای سفرش	۸۴۰-۸۴۱
۳	رابطۂ فکری لاہور با بلخ	۸۴۲-۸۴۹
۴	علامہ اقبال در افغانستان	۸۴۹-۸۵۲
۵	یوم اقبال در افغانستان از غلام حسین مجددی	۸۵۲-۸۵۹
۶	بہ پیش گاہ علامہ دکتور محمد اقبال لاھوری از خلیل اللہ خلیلی (نظم)	۸۶۰-۸۶۴
۷	تعزیت نامے (صلاح الدین سلجوقی، مبشر طرازی)	۸۶۴-۸۶۶

مآخذات باب دوم:۔

۱۔ اقبال ممدوح عالم ،ص۔۲۸۴
۲۔ مجلّہ کابل، مارچ ۱۹۳۱ء، ص۔۱۹ تا ۲۳
۳۔ خطوط اقبال ،ص۔۲۰۴
۴۔ اقبال اور بھوپال ،ص۔۲۴۳
۵۔ اقبال ریویو، اپریل ۱۹۶۷ء، ص۔۴۴
۶۔ مجلّہ کابل، جون ۱۹۳۲ء، ص۔۱۲ - ۲۰
۷۔ ایضاً، دسمبر ۱۹۳۲ء، ص۔۳۲
۸۔ سیر افغانستان ،ص۔۷
۹۔ مجلّہ کابل، جنوری ۱۹۳۴ء، ص۔۶۵ - ۷۱
۱۰۔ ایضاً، جنوری فروری ۱۹۳۷ء، ص۔۱۰۸۹
۱۱۔ ہفت روزہ وفا، ۱۱ جدی ۱۳۷۵ھ ش
۱۲۔ مجلّہ کابل، مئی جون ۱۹۳۸ء، ص۔۷۸
۱۳۔ ایضاً ص۔۹۲ - ۹۳
۱۴۔ ایضاً ص۔۹۳
۱۵۔ افغانستان و اقبال ،ص ا
۱۶۔ ایضاً ص ات ۲۱
۱۷۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان ،ص ۱۴۸ تا ۱۶۶
۱۸۔ اقبال کامل ،ص ۲۴۲
۱۹۔ افغان بادشاہ ،ص ۲۲
۲۰۔ مجلّہ کابل، ۵ مارچ ۱۹۳۱ء، ص۔۱۹ تا ۲۳
۲۱۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان ،ص ۱۳ تا ۱۸
۲۲۔ ایضاً، ۲۲ جون ۱۹۳۲ء، ص۔۱۲ تا ۲۰
۲۳۔ افغانستان و اقبال ،ص ۳۸ تا ۳۹
۲۴۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان ،ص ۱۹ تا ۲۷

۲۵۔ مجلّہ کابل ۲۲ جون ۱۹۳۲ء، ملحقہ ص ۲۰

۲۶۔ افغانستان و اقبال ملحقہ ص ۷۶

۲۷۔ مجلّہ کابل، ۲۲، اگست ۱۹۳۲ء، ص۔ ۱۷

۲۸۔ کلیاتِ اقبال، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۵ء، ص۔ ۷۶۸

۲۹۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۲۸

۳۰۔ مجلّہ کابل، ۲۲ / اگست ۱۹۳۲ء، ص۔ ۳۷

۳۱۔ سالنام کابل ۱۱ - ۱۳۱۲ھ ش، ص۔ ۱۸۰

۳۲۔ ایضاً، ملحقہ ص۔ نمبر ۱۸۰

۳۳۔ مجلّہ کابل ۲۲ دسمبر ۱۹۳۲ء، ص ۹ تا ۳۲

۳۴۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۲۹ تا ۳۴

۳۵۔ اقبال ریویو، جنوری ۱۹۷۶ء، ص۔ نمبر ۴۴

۳۶۔ مجلّہ کابل، عقرب ۱۳۱۲ھ ش، ص۔

۳۷۔ افغانستان و اقبال، ص ۲۲

۳۸۔ سیرِ افغانستان، ص۔ ۱۵

۳۹۔ مجلّہ کابل، ۲۲ دسمبر ۱۹۳۳ء، ص۔ ۸۳ - ۸۴

۴۰۔ سیرِ افغانستان، ص۔ ۱۵

۴۱۔ ایضاً، ص۔ ۱۶

۴۲۔ مجلّہ کابل، ۲۲ دسمبر ۱۹۳۳ء، ص۔ ۸۷ - ۸۸ - ۹۲

۴۳۔ سیرِ افغانستان، ص۔ ۱۵

۴۴۔ مجلّہ کابل، ۲۲ دسمبر ۱۹۳۳ء، ص۔ ۸۷

۴۵۔ سیرِ افغانستان، ص۔ ۱۶

۴۶۔ مجلّہ کابل، ۲۲ دسمبر ۱۹۳۳ء، ص۔ ۸۸ تا ۹۱

۴۷۔ سیرِ افغانستان، ص۔ ۱۷ - ۱۸

۴۸۔ مجلّہ کابل، ۲۲ دسمبر ۱۹۳۳ء، ص۔ ۹۲

۴۹۔ سیرِ افغانستان، ص۔ ۱۸

۵۰۔ افغانستان و اقبال، ص ۲۳ تا ۳۷

۵۱۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص

۵۲۔ مجلّہ کابل، ۲۱ جنوری ۱۹۳۴ء، ص۔ ۶۵ تا ۷۱

۵۳۔ ایضاً، ص۔ ۶۸

۵۴۔ مجلّہ کابل، ۲۳ دسمبر ۱۹۳۴ء، ص۔ ۸۴ تا ۸۹

۵۵؎ سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص۴۸ تا ۵۳

۵۶؎ **مجلّہ کابل ۲۲ مارچ ۱۹۳۵ء، ص ۸۶ تا ۹۰**

۵۷؎ سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۵۴ تا ۵۷

۵۸؎ **مجلّہ کابل، ۲۱ / اپریل ۱۹۳۵ء، ص۔ ۳۹**

۵۹؎ پیامِ مشرق، ص۔ ۱۱۵ - ۱۱۶

۶۰؎ **مجلّہ کابل، ۲۱ / اپریل ۱۹۳۵ء، ص۔ ۴۰**

۶۱؎ پیام مشرق، ص۔ ۱۳۲ - ۱۳۳

۶۲؎ **مجلّہ کابل، ۲۳ مئی ۱۹۳۵ء، ص۔ ۳ - ۴**

۶۳؎ پیام مشرق، ص۔ ۹۶

۶۴؎ **مجلّہ کابل، جنوری فروری ۱۹۳۷ء، ص۔ مسلسل ۱۰۸۹**

۶۵؎ **ایضاً، مئی جون ۱۹۳۸ء، ص۔ ۷۸**

۶۶؎ **اخبار انیس کابل، چارشنبہ ۱۴ ثور ۱۳۱۷ھ ش**

۶۷؎ پښتانه د علامه اقبال په نظر کې، صفحه ٦٧

۶۸؎ مجله وږمه، کابل ۱۹۶۷ء، ص۔ ۱۳

۶۹؎ **اقبال ریویو، اپریل ۱۹۶۷ء، ص۔ ۱۶۵ تا ۱۷۰**

۷۰؎ **اقبال ممدوح عالم، ص۔ ۲۸۸**

۷۱؎ پښتانه د علامه اقبال په نظر کې، صفحه ٢٨

۷۲؎ آثار اردوی اقبال، **جلد ۱، ص۔ الف تا د**

۷۳؎ **ایضاً، ص۔** آغاز

۷۴؎ **ایضاً، ص۔ ۱**

۷۵؎ **ایضاً، ص۔ ۲**

۷۶؎ **ایضاً، ص۔ ۵**

۷۷؎ آثار اردوی اقبال، **جلد ۱، ص۔ ۷**

۷۸؎ **ایضاً، ص۔ ۱۲**

۷۹؎ **ایضاً، ص۔ ۱۶**

۸۰؎ **ایضاً، ص۔ ۵۴**

۸۱؎ **ایضاً، ص۔ ۶۴ - ۶۵**

۸۲؎ آثار اردوی اقبال، **جلد ۱، ص۔ ۱۱۰**

۸۳؎ آثار اردوی اقبال، **جلد ۲، ص۔** آغاز

۸۴؎ بانگِ درا، ص۔ ۳۵

۸۵۔ آثار اردوی اقبال، جلد۲ص۔۱۳ - ۱۴
۸۶۔ بانگِ درا،ص۔۸۷
۸۷۔ آثار اردوی اقبال، جلد۲ص۔۱۴ - ۱۵
۸۸۔ بانگِ درا،ص۔۲۴ - ۲۵
۸۹۔ آثار اردوی اقبال، جلد۲ص۔۱۶ - ۱۷
۹۰۔ بانگِ درا،ص۔۵۱
۹۱۔ آثار اردوی اقبال، جلد۲ص۔۱۷ - ۱۸
۹۲۔ بانگِ درا،ص۔۱۷۸
۹۳۔ آثار اردوی اقبال، جلد۲ص۔۱۹
۹۴۔ بانگِ درا،ص۔۲۱۴ - ۲۱۵
۹۵۔ آثار اردوی اقبال، جلد۲ص۔۲۰ - ۲۱
۹۶۔ ایضاً،ص۔۲۸ تا ۳۰
۹۷۔ افغانستان و اقبال،ص۔آغاز
۹۸۔ ایضاً،ص۔ د
۹۹۔ افغانستان و اقبال،ص۔آخر
۱۰۰۔ د وړمو نخښې، صفحه ۸۷
۱۰۱۔ ''دانش'' زمستان،۱۳۶۶ھ ش،ص۔۲۵
۱۰۲۔ ''قلم'' اپریل مئی ۱۹۸۷ء،ص۔۶۹
۱۰۳۔ دانش زمستان،۱۳۶۶ھ ش،ص۔۲۵
۱۰۴۔ یار آشنا،ص۲-۳
۱۰۵۔ حکیم سنائی و جهان بینی او بیک ٹائیٹل
۱۰۶۔ پښتانه شعرا، جلد ۵، صفحه ۳۲۸
۱۰۷۔ آثار اردو ی اقبال، جلد۱ص۔۱۱۰
۱۰۸۔ ایضاً،ص۔۱۱۰
۱۰۹۔ آثار اردوی جلد۲ص۔۲۰
۱۱۰۔ افغانستان اور اقبال، اکرام اللہ شاہدؔ،ص۔۲۰۲
۱۱۱۔ مجلّہ آریانا میدان قوس ۱۳۵۶ھ ش،ص۵
۱۱۲۔ علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان،ص۳۳۸
۱۱۳۔ ایضاً،ص۹ تا ۱۴
۱۱۴۔ اکسیر خودی جوهر پیام علامہ اقبال،ص ت تا خ

باب سوم

افغانستان میں اقبال شناسی کا ارتقاء

افغانستان میں اقبال شناسی کی ارتقاء کو درج ذیل تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے:

پہلا دور: ۲۲/اپریل ۱۹۳۸ء تا ۱۹۵۰ء

دوسرا دور: ۱۹۵۱ء تا ۱۹۷۷ء

تیسرا دور: ۱۹۷۸ء تا ۲۰۱۰ء

پہلا دور: ۲۲/اپریل ۱۹۳۸ء ۳ ثور ۱۳۱۷ھش ۱۳۵۹ھق
تا ۱۹۵۰ء ۱۳۲۹ھش ۱۳۷۱ھق

یہ دور حضرت علامہ کی وفات کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت علامہ کی وفات کی خبر نشر ہوتے ہی دیگر ممالک کی طرح افغانستان میں بھی اخبارات و رسائل نے خصوصی خبریں، مضامین و مقالات شائع کیں۔ کابل کے ''اصلاح'' اور ''انیس'' اخبارات نے حضرت علامہ کے تعزیتی بیانات کے علاوہ حضرت علامہ کے سوانحی تذکرے، ادبی خدمات اور عالمی و آفاقی شخصیت پر علمی و ادبی مقالات شائع کئے۔

انجمن ادبی کابل کے زیر اہتمام حضرت علامہ کی وفات کے صرف آٹھ روز بعد کابل میں ایک تعزیتی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں حضرت علامہ کی وفات پر تعزیت کے ساتھ ساتھ ان کی عالمگیر شخصیت کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔

مجلّہ کابل نے خصوصی اقبال نمبر شائع کیا۔ جس میں حضرت علامہ کے فن و شخصیت کے حوالے سے افغان سکالروں کے علمی و تحقیقی مقالات کے علاوہ علامہ کے پشتو و فارسی مرثیے شائع کئے۔

مجلّہ کابل میں ڈاکٹر سید عابد حسین کے اردو مقالے کا فارسی ترجمہ ''خودی در نظر اقبال'' شائع ہوا۔ اس کے علاوہ مختلف رسائل میں حضرت علامہ کے متفرق ابیات شائع ہوتے رہے۔

اس دور کا تفصیلی تحقیقی جائزہ یوں ہے:

یکشنبہ ۴ ثور ۱۳۱۷ھ ش

حضرت علامہ کی وفات پر کابل، افغانستان کے اخبار ''اصلاح'' میں صرف دو دن بعد درج ذیل تعزیتی خبر شائع ہوئی۔

وفاتِ علامہ سر محمد اقبال:۔

شب جمعہ دو ثور بذریعہ منابع خبر رسانی خبرِ دل خراش شنیدیم کہ عبارت از وفات داکتر سر محمد اقبال متفکر بزرگ و فلیسوف معروف ھند بود۔

سر محمد اقبال در سنہ ۱۸۷۷ء در شہر سیالکوت (پنجاب) کہ وطن و مولد سعد سلمان، امیر خسرو فیضی، غنی، واقف، غنیمت و امثال آن ھا بودہ متولد شد۔ ابا و اجداد این مردِ نامور از مسلمانان منور کشمیر بودانذ چنانچہ خود گفتہ بود:

مرا بنگر کہ در ہندوستان دیگر نمی بینی

برہمن زادہ، رمز آشنائی روم و تبریز است

اقبال بعد از فرا گرفتن تعلیمات مقدماتی در گورنمنت کالج لاہور داخل، و علاوہ بر زبان انگلیسی و علوم آن زبان تعلیمات فارسی را در سایہ عاطفت شمس العلماء مولوی سید میر حسن صاحب مرحوم بہ پایان رساند۔ چون از ایام طفولیت استعداد زیادی شعری رادادہ بود ازین جہت وجود معلم مذکور برائی او وسیلہ تحریک استعداد نہفتہ اش گردید۔ و بعد از آن از نزد پروفیسور آرنلد کہ درس فلسفہ و حکمت گرفتہ بہ حکمت قدیم و جدید آشنا شد۔ درین وقت اقبال روز بروز شہرت پیدا میکرد ہمان بود کہ بہ گورنمنت کالج لاہور بہ معلّمی فلسفہ پرداخت۔ از آن در سنہ ۱۹۰۵ء عازم اروپا شدہ۔ بعد از مرور سال در آلمان حائیز دیپلوم (پی ایچ دی) ولقب دکتوری شدہ بوطن خود عودت گرد۔

اقبال از خورد سالی اشعار خوب و رشیقی بزبانِ ہندی می گفت و از آن آوان اولیہ تاکنون ہر مصرعی از آثار او فاش کنندہ اسرار یک عالم عشق و جمال بودہ وہست، چوں پروردہ آغوش یک خانوادہ متصوف بود ازین جہت کلامش را بہ چاشنی تصوف چنان تزئین میداد کہ چشم تعقل را در امواج حیرت می غلطاند و بہ انکشاف اسرار

کائنات وکشف غوامض الهیات از عالم رموز حکمت بہ آسانی عبور و مرور نموده، معماهای لانیحل مظاہر حقیقی را بہ تخیلات فلک پیمای، خودصورت سہل تری می بخشد ۔ اقبال عموما در مظاہر عشق وحسن ذوق را با چاشنی تصوف بہم آمیختہ کاروان خود را با قافلہ سالاری رومیؒ درکنار رکن آباد و مفلی گلگشت میداد و در علو تفکر و نزاکت تخیل کلیم و بیدل را بیاد می آورد۔ ودر حسن تخاطب روح بلبل شیراز را خورسند میساخت و درمثالیہ غنی را از کشمیر وصایب را از اصفہان و میانگیخت و پیمانہ تغزل را مثل خواجہ حافظ ونظیری سرشار مینمود۔

علاوه از محاسن شعری در فلسفہ وتاریخ حیات اقوام و امم و جملہ نکات حکمت والہیات کہ موجب انتباه بشر است بہ علوم دینیہ اسلامیہ معلوماتی وسیع وزیادی داشت ۔ چون معلومات عمومیہ او از ہر جنبہ کامل بود و بدستیاری فلسفہ وعلوم بہ حقائق روحی ملل اقوام آگاہی کاملی داشت لہٰذا درزمینہ خدمت واصلاح قدرت ونیروی مطلوبی را دارا بوده است ومیتوانست نبض ملت را دیده بہمان طور یکہ متقی است امراض او را تداوی نماید۔

اقبال دارای کتب، رسائل، آثار متعدد وضخیمی است کہ نام بردن تمام آنہا از احاطہ ھمچو یک مقالہ کوچکی کہ بغرض اظہار تاسف نوشتہ شده خارج می باشد۔

روی ھمرفتہ از جملہ آثار معروف وذیقیمت او کہ بزبان فارسی طبع شده وشخصیت بلند وافکار ارجمند اقبال مرحوم را ترجمان مینماید کتب ذیل است ۔

پیامِ مشرق جواب پیام مغرب گویتۂ آلمانی، زبورِ عجم، رموز خودی، اسرار بیخودی ، جاوید نامہ، مسافر وغیره۔ گرچہ داکتر اقبال مردی از سرزمین پنہاور ہند بود اما مقام علمی موثرات ادبی تعلیمات اخلاقی و فلسفی او را نہ تنہا اولاد ہند بلکہ یک عضو مفید وصالح تمام دنیائی اسلام وحتیٰ بشریت جلوه داده، بود۔ زیرا داکتر اقبال از پرتو فروزان معارف سرچشمہ عرفان بحدی سہم داشت کہ نہ خودش ونہ دیگران برای او وطنی قایل نمیشدند و وجود او را درماورای ذہنیت محدود وطنیت وملیت محصور نمیدانستند ۔ بلی اقبال فیلسوف، شاعر، متصوف، مربی اخلاق بود وطبیعی است کہ این طور اشخاص کره ارض را وطن وبشریت را ملت خود میدانند۔ ازہمیں جہت خدمات او بہ تمام عالم اسلام وشرق وعموم گروه، بیچاره و

مظلوم بشریت انحصار داشت و دلیل تاسف و حزین بزرگی کہ از فقدان او بما دست دادہ زیادہ تر از حسن ھم جواری شخصیت بزرگ بین المللی او می باشد۔

داکتر ااقبال بچندین زبان مقتدر بخدمت فکری و قلمی بود بوسیلہ کتب رسالہ ہا۔ مقالات منظوم و منثور حقائق امور را بہ گوارا ترین طرزی بسمع عالمیان افشاء میکرد۔ اگر داکتر اقبال را در زمرۂ حکما حساب کینم واسطہ قدر تیکہ در افادہ مرام خود بوسیلہ شعر دارا بود او را ممتاز تر از حکمای سایرہ نشان میدہد و اگر اقبال را مرد ادیب و شاعر نام بگذاریم دہان فلسفہ او کہ یگانہ منبع و منشاء الہامات بدیعی و ادبی او بود او را در صنف ممتاز ترین ادبا و شعرائی بشریت قرار خواہد داد۔ و اگر بگوییم اقبال مربی اخلاق و عالم اجتماع و مصلح ملی بود بواسطہ شوق و عشق و جذبہ و ہیجان کہ از تصوف در وجودش مرکوز بود او را جایگاہی بلند تر از مصلحین اخلاقیون و مربیون زمان می بخشد۔

اقبال در لفافہ اخلاق و تصوف و شعر و فلسفہ ملت ہند را بہ مفہوم وطنیت و دنیائی اسلام را بہ معنی وحدت اسلام و گروہ سایر بشر را بہ مضار مجز بہ اخلاق مادیٔ آشنا کردہ میخواست۔ دورۂ درخشندہ تمدن اخلاقی قدیم اسلام را کہ نمونہ از یادگاری ہایٔ اسلاف نامور مسلمین است احیا نماید۔ پس ما ز یک طرف بنام ہمجوری و ز طرف دیگر بنا بر مقام بزرگ علمی، ادبی، فلسفی، اجتماعی، بین المللی او اظہار تاثر و تاسف نمود، از خداوند متعال برایش طلب غفران استدعا نمودہ، بہ بازماندگان و آقائی جاوید اقبال پسر شان و تمام علاقہ مندان شان مراتب تسلیمت خود ما نزا اظہار میداریم۔ (۱)

ترجمہ: جمعرات دو ثور کو خبر رساں ایجنسیوں نے ایک دل خراش خبر نشر کی جو ہندوستان کے مشہور مفکر اور عظیم فلسفی ڈاکٹر سر محمد اقبال کی وفات سے عبارت تھی۔

سر محمد اقبال ۱۸۷۷ء میں سیالکوٹ (پنجاب) میں پیدا ہوئے جو سعد سلمان، امیر خسرو، فیضی، غنی، واقف، غنیمت اور ان جیسے کئی ہستیوں کا مولد ہے۔اس نامور ہستی کے آبا و اجداد کا تعلق کشمیری مسلمانوں سے تھا چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

مرا بنگر کہ در ہندوستان دیگر نمی بینی ے

برہمن زادہ ئی رمز آشنائی روم وتبریز است

اقبال نے ابتدائی تعلیم کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ اس کے علاوہ انگریزی اور فارسی زبانوں میں تعلیم شمس العلماء مولوی سید میر حسن مرحوم کے زیرِ سایہ پایہ تکمیل تک پہنچائی۔ چونکہ بچپن ہی سے بہتر شعری استعداد کے مالک تھے اسی بنا پر مذکورہ استاد جیسے ہستی کی وساطت سے ان کی صلاحیتوں کو نکھار عطا ہوئی۔ اس کے بعد پروفیسر آرنلڈ کے ذریعے جو انہیں فلسفہ پڑھاتے تھے قدیم وجدید فلسفے سے آشائی حاصل کی۔ اس زمانے میں اقبال کی شہرت میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ اور گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفہ کے استاد مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۵ء میں یورپ چلے گئے اور تین سال کے بعد جرمنی سے پی ایچ ڈی کا اعزاز حاصل کرنے کے بعد دوبارہ وطن تشریف لائے۔

اقبال بچپن ہی سے اردو زبان میں بہترین اشعار کہتے تھے۔ ابتدائی دنوں ہی سے ان کے ہر مصرعہ سے عشق و جمال کے اسرار فاش ہوتے تھے۔ چونکہ ایک روحانی گھرانے کی آغوش میں تربیت پائی تھی اسی وجہ سے ان کے کلام کو تصوف کی ایک ایسی چاشنی عطا ہوئی کہ تعقل کی نگاہ سراپا حیرت بن کر رہ جاتی۔ اسرارِ کائنات کا انکشاف اور الہیات کے عمیق نکتوں کے ادراک کو ایک آسان راز دارانہ سبیل عطا کی۔ مظاہرِ حق کے لانیخل معمات کو اپنے وسیع تخیلات سے نہایت آسانیاں عطا کیں۔

اقبال نے عام طور پر مظاہر حسن وعشق کو تصوف کی چاشنی سے نوازا۔ اپنے کاروان کو رومیؔ کی سالاری میں منزل کامرانی تک پہنچانے کی سعی فرمائی۔ تفکر و نزاکت میں کلیمؔ اور بیدلؔ کی یاد تازہ کی حسن تخاطب سے بلبل شیرازؔ کی روح کو سرور عطا کیا۔ استعمالِ امثال کے سلسلے میں کشمیر کے غنیؔ اور اصفہان کے صائبؔ سے اکتساب لیا۔ اور پیمانہ تغزل خواجہ حافظؔ ونظیریؔ کی طرح سرشاری سے لبریز کیا۔

شاعرانہ محاسن کے علاوہ فلسفہ تاریخِ اقوام اور ملتوں کے تمام امور حکمت اور الہیات جو بشر کے انبتانہ کے موجب ہیں میں وافر دینی واسلامی معلومات رکھتے تھے۔

چونکہ عام معلومات پر واضح دسترس رکھتے تھے۔ اور فلسفہ اور علوم کی رو سے اقوام کی نفسیات سے پوری آگاہی رکھتے تھے۔ اس لئے ان کی خدمت اور اصلاح کے لئے مطلوبہ نہج پر پرکھ کر اور ملت کے نبض پر ہاتھ رکھ کر ان کے مرض کی دوا تشخیص کرتے رہے۔

اقبال کئی کتب و رسائل اور مختلف ضخیم آثار کے مالک تھے۔ ان تمام کا یہاں نام لینا اس چھوٹے سے مقالے میں جو اظہار افسوس کے طور پر لکھا جا رہا ہے ناممکن ہے۔

اقبال کے مشہور اور قیمتی آثار جو فارسی میں لکھے گئے ہیں اور ان کی شخصیت اور بلند افکار کا احاطہ کئے ہوئے ہیں درج ذیل ہیں:

پیامِ مشرق ،(جو جرمن شاعر گوئٹے کے دیوانِ مغرب کے جواب میں لکھی)۔ زبورِ عجم، رموز خودی اسرار بیخودی، جاوید نامہ اورمسافروغیرہ۔

ڈاکٹر اقبالؒ کا تعلق اگرچہ سرزمین ہندوستان سے تھا اپنے علمی مقام، ادبی تعلیمات، اخلاق اور فلسفیانہ افکار کی بدولت وہ نہ صرف ہند کے لئے بلکہ عالم اسلام کے لئے بالخصوص اور عالمِ انسانیت کے لئے بالعموم ایک مفید اور صالح فرد کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ معرفت، عرفان اور آ گہی سے اس طرح سرفراز تھے کہ نہ وہ خود اپنے آپ کو اور نہ کوئی دوسرا ان کو کسی وطن سے منسوب کر سکتا ہے۔ ان کا وجود وطنیت اور ملت کے محدود ذہنیت سے ماورا تھا۔

یقیناً اقبال فلسفی ،متصوف شاعر اور مربی اخلاق کے مالک تھے۔ ایسے افراد کرۂ ارض کو اپنا وطن اور بشریت کو اپنی ملت سمجھتے ہیں۔ اسی مناسبت سے ان کے خدمات عالمِ اسلام، مشرق اور عام مظلوم انسانی حلقوں کے لئے وقف ہیں۔ ان کے بچھڑنے سے اس افسوس اور عظیم صدمے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ ایک بین الاقوامی شخصیت کے مالک تھے۔

ڈاکٹر اقبال نے کئی زبانوں میں گرانقدر فکری اور علمی خدمات انجام دیئے ہیں۔ مختلف منظوم اور منثور کتب، رسائل اور مقالات کے ذریعے مختلف حقائق نہایت عالمانہ انداز میں بیان فرمائے ہیں۔

اگر اقبال کو حکماء کے زمرے میں شمار کروں تو اعلیٰ شاعرانہ اوصاف کی بنا پر وہ حکماء سے ممتاز ترین مقام کے حقدار ہیں۔ اور اگر اقبال کو ادیب و شاعر کے نام سے یاد کروں تو ان کے بلند فلسفیانہ افکار جو بدیعی و ادبی الہامات کا منبع ہیں ان کو عالمِ انسانیت کے اُدباء اور شعراء میں ممتاز مقام عطا کر دیتا ہے۔ اور اگر کہوں کہ اقبال ایک مربی اخلاق اور عالمِ اجتماع اور قومی مصلح ہیں معشوق اور عشق کے جذبہ تصور کا وہ ہیجان جو ان کے وجود میں شامل ہے ان کو یگانہ بنا کر انہیں زمانے کے مصلحین، اخلاقیوں اور مربیوں سے ممتاز بنا دیتا ہے۔

اقبال نے اخلاق، تصوف، شاعری اور فلسفہ کے ذریعے ملتِ ہند کو مفہوم وطنیت اور

دنیائے اسلام کو وحدتِ اسلامی اور عالمِ انسانیت کو مادی اخلاقی نقائص سے آگاہ کیا۔

مسلمانوں کے روشن تمدن قدیم اخلاقی دور جو نا مور اسلامی اسلاف کی یادگار ہے کی احیاء پر زور دیا۔ پس ہمیں ایک طرف ان کی قربت اور دوسری طرف ان کی اعلیٰ علمی و ادبی، فلسفی، معاشرتی اور بین الاقوامی حیثیت کے ساتھ ارتحال کا دکھ ہے۔ پروردگار سے ان کی مغفرت طلب کرتے ہیں اور پسماندگان، ان کے بیٹے جناب جاوید اقبال اور تمام عقیدت مندوں سے ان کی تعزیت کرتے ہیں۔''

اصلاح اخبار کی یہ تعزیتی خبر و مقالہ حضرت علامہ کے تعزیتی و توصیفی امور پر مشتمل ہے۔ جو کہ لکھنے والے کی علامہ سے عقیدت کا آئینہ دار ہے۔

''اصلاح'' کابل میں شائع شدہ حضرت علامہ کی وفات کی یہ خبر بعد میں ''افغانستان و اقبال'' میں بھی شائع ہوئی ہے۔ (۲)

چارشنبہ ۱۴ ثور ۱۳۱۷ھ ش:

کابل کے انیس اخبار نے حضرت علامہ کی وفات پر درج ذیل تعزیتی خبر شائع کی۔

وفات:

ہر آنکہ زاد بہ ناچار بایدش نوشید　　ز جام دہر می کل من علیہا فان

شاعر اقبال، ادیب اقبال، حکیم اقبال، ڈاکٹر اقبال، علامہ اقبال بتاریخ ۲ ثور در شہر لاہور مرکز ولایت پنجاب بہ سن شصت و دو سالہ گی خلت فرمود۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

تحصیلات:

داکتر اقبال بسال ۱۸۷۷ء در شہر سیالکوت تولد یافتہ بعد از فراغ دورۂ ابتدای در دار العلوم حکومتی (گورنمنٹ کالج) لاہور شامل تحصیل گردید۔ چون اقبال طبع شعری داشت ذوق ادیب باعث گشتہ نزد معلم خود جناب سید میر حسن شمس العلماء علوم ادبی را بصورت خصوصی کمال نمود ھکذا تحصیلات علوم فلسفی را نزد پروفیسر آرنلد بہ پایۂ عالی رسانیدہ در گورنمنت کالج لاہور بہ معلّمی فلسفہ مستخدم گردید۔ پس در سال ۱۹۰۵ء عازم آروپا گردیدہ در المان تحصیلات خود را ادامہ دادہ، شہادت نامہ پی ایچ دی و لقب داکتری را حاصل کردہ بوطن خود مراجعت نمود۔

داکتر اقبال درفلسفہ قدیم وجدید و درمباحث الہیات وتاریخ ارتقاء وانحطاط اقوام وتشخیص امراض اجتماعی وعلاج وتداوی آن مہارت نامی داشت۔

خدمات:۔

معنی قومیت، وطنیت ،ملیت را در تالیفات خود روشن ساختہ زحمات تمدن غرب را با زلال تمدن مشرق آمیختہ زہر پرتوانوار قرآن اسرار عروج عالم متمدن را بہ عالم اسلام بصورت ارمغان سفر ورہ آورد خویش تقدیم نمود این نطاق معروف ومفکر مشہور شرق در شیوا بیان خود شہرت سزاواری را حاصل کردہ،زبور عجم ورموز خودی واسرار بیخودی، جاوید نامہ و رسالہ مسافر بزبانِ فارسی وترانہ ھای ملی خود را بزبان ہندی با بسیاری از آثار دیگر خویش یادگار گزاشت۔

قدردانی:۔

داکتر اقبال درحال حیات خویش از روی افکار وعلوم در مملکت پنہاور ہندارای اعتبار بزرگ در قلوب ادباء وارباب حل وعقد دول اسلامی صاحب محبت سرشاری بود۔

ضیاع این مشعل انوار علم وادب در ہر گوشہ از گوشہ ھائ عالم تاثرات اسف آوری را تولید نمودہ۔ داکتر سر محمد اقبال مرحوم بہ استقلال ملت افغان افتخاری نمود وہ بہ خیرخواہی افغانستان معروف بود بادشاہ افغانستان اعلی حضرت محمد نادرشاہ کبیر افغان رحمت اللہ علیہ ارادت مندہ ھای مخلصانہ داشت وبہ یادگار سفر افغانستان وافتخار ملاقات شاہ افغان بنام مسافر رسالہٴ تالیف نمودہ کہ احساسات محبت سرشار اورا نمودار میسازد۔

علامہ اقبال درحال ممات خویش ہمچو حال حیات او از طرف ملت قدر شناس ہند بہ کمال اجلال تجلیل دیدہ بعد از مراسم تجہیز وتکفین بمقابل مسجد شاہی لاہور بکمال احترام دفن گردیدہ ولی درحال اقبال سزاوار است کہ گفتہ آید۔

بعد از وفات مدفن ما در زمین مجو

درسینہ ھای مردم عارف مزار ماست (۳)

ترجمہ: شاعر اقبال، ادیب اقبال، حکیم اقبال، ڈاکٹر اقبال، علامہ اقبال نے مورخہ دوثور صوبہ پنجاب کے مرکزی شہر لاہور میں باسٹھ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔

انا للہِ و انا الیہِ راجعون۔

تحصیلات:۔

ڈاکٹر اقبال ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ شہر میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ چونکہ اقبال شعری طبیعت اور ادیبانہ ذوق رکھتے تھے اسی لئے اپنے استاد شمس العلماء جناب سید میر حسن سے ادبی علوم خصوصیت کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔

اس طرح پروفیسر آرنلڈ سے فلسفہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفہ کے استاد مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۵ء میں یورپ تشریف لے گئے جہاں جرمنی میں حصولِ علم کا سلسلہ جاری رکھا جہاں سے پی ایچ ڈی کر کے ڈاکٹریٹ کا اعزاز پا کر وطن واپس ہوئے۔

ڈاکٹر اقبال قدیم وجدید فلسفہ کے نکات الٰہیات، تاریخ کی ارتقاء اقوام کی تشخص اور اجتماعی امراض کے علاج اور تشخیص میں مکمل مہارت رکھتے تھے۔

خدمات:۔

قومیت وطنیت اور ملیت کے معنی پر اپنی تالیفات میں روشنی ڈالی۔ مغربی ثقافت کے نقائص مشرقی ثقافت کے لئے آفت قرار دیئے۔

قرآنی تعلیمات کے انوار اور اسرار کی روشنی میں عالمی ثقافتی ترقی کو اسلام کی صورت میں دیکھنے کی تلقین فرمائی۔ یہ عظیم شخصیت اور مشرق کا مشہور مفکر اپنی شعلۂ بیانی میں بھی یکتا تھا۔

زبورِ عجم، رموز خودی اور اسرار بیخودی، جاوید نامہ اور رسالہ مسافر فارسی زبان میں ہیں، اس کے علاوہ اردو میں بھی قومی ترانے اور دیگر آثار یادگار چھوڑے ہیں۔

قدردانی:۔

ڈاکٹر اقبال اپنی زندگی میں ہی اپنے افکار اور علوم کی وجہ سے تمام ہندوستان کے ارباب اختیار، خواص اور ادباء اور اسلامی زعماء کے دلوں میں نہایت قابلِ قدر مقام کے مالک تھے۔ علم و ادب کے میدان سے اس مشہور ہستی کی رحلت پر سارے جہان کے گوشے گوشے سے افسوس کا اظہار کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم افغان ملت کی آزادی پر فخر کرتے تھے۔ اور افغان دوستی میں مشہور تھے۔ افغانستان کے بادشاہ اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ کبیر سے نہایت عقیدت و نیازمندی تھی۔ افغانستان کے سفر اور افغان بادشاہ سے ملاقات کی یادگار میں رسالہ مسافر تالیف کیا جس

میں محبت سے بھرپور جذبات کا اظہار کیا گیا ہے۔

علامہ اقبال وفات کے بعد بھی ان کی زندگی کی طرح ہندوستان کی قدرشناس ملت کی جانب سے نہایت اعزاز کے ساتھ بادشاہی مسجد لاہور کے بالمقابل نہایت احترام کے ساتھ سپردِ خاک کئے گئے۔ ایسے میں اقبال یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں:

بعد از وفات مدفن ما در زمین مجو ے

در سینہ ھائی مردم عارف مزار ماست

اس خبر کے ساتھ کابل میں اقبال کی وفات کے بعد انجمن ادبی کابل کے تعزیتی جلسے کی روداد ہے جو تقاریب اقبال میں ملاحظہ ہو''انیس'' کی اس رپورٹ کے لب ولہجہ پر بھی علامہ اقبال کی عقیدت کا عنصر غالب ہے۔

''انیس'' کابل میں علامہ کی وفات کی یہ خبر بعد میں ''افغانستان و اقبال'' میں بھی شائی ہوئی ہے۔(۴)

جوزا ۱۷ ۱۳۱ ھ ش مئی جون ۱۹۳۸ء

حضرت علامہ کی وفات کے فوراً بعد مجلّہ کابل کا خصوصی اقبال نمبر شائع ہوا۔ اس نمبر کے ٹائٹل پر سفرِ افغانستان کے دوران کابل میں اتاری گئی حضرت علامہ کی تصویر شائع کی گئی ہے اور چہرے سے نہایت توانا صحت مند اور تروتازہ لگ رہے ہیں۔ ان کی یہ تصویر پاکستانی مطبوعات میں اب تک نہیں پہنچی۔

اس خصوصی نمبر میں درج ذیل مطالب شامل ہیں:

وفات داکتر اقبال شاعر و فیلسوف شہیر

بہ قلم سید قاسم رشتیا۔

خبر جگر خراشی کہ بشب اول ثور از ہند بدست آمد، حاکی از فوت داکتر سر محمد اقبال شاعر و فیلسوف بزرگ ہند بود کہ باثر مرض ضیق النفس بہ تاریخ مذکور در شہر لاہور بعمر شصت و سہ سالگی پدرود حیات گفت۔ (انا للّٰہِ و انا الیہِ راجعون)

مرحوم داکتر اقبال نہ تنہا یک ادیب و یک فیلسوف عالی مقام بود، بلکہ علاوہ بتمام معنی یک عالم عصری و در عین زمان از پیشوایان ملت ہند بشمار میرفت و از طرفی ہم علاقہ معرفی بہ افغانستان داشتہ، در تمام اشعار و آثار خود از ملت افغان ستایش و

بسی اندرزھای خویش را بہ افغانیان خطاب کردہ است۔

باوصف تمام اینہا طبیعی است کہ فقدان ہمچہ یک رجل نامور چہ اندازہ اسباتاثر ملت وحکومت افغانستان گردیدہ وقلوب ہمہ را داغدار ساختہ است۔خصوصا وزارت معارف وانجمن ادبی کہ روابط قدی تری بافقید مذکور داشت ازین سانحہ بیش از ہمہ متاثر وبجر دشنیدن خبر اسف انگیز ندبود بہ اظہار مراتب تالم عمیق خویش و ابراز ہمدردی بہ ملت ہند و بازماندگان آں مغفور پرداخت علاوہ برای آنکہ از شخصیت وخدمات ادبی واجتماعی داکتر اقبال مرحوم تذکاری بعمل آمدہ باشد بتاریخ پنجشنبہ ہشت ثور مجلس یادبود باشکوھای درسالون مقابل وزارت معارف ترتیب۔۔۔۔(۵)

ترجمہ: ''ہندوستان سے ثور کی یکم شب کو ایک رقت انگیز خبر موصول ہوئی وہ ہندوستان کے عظیم فلسفی شاعر داکتر سر محمد اقبال کی وفات کی خبر تھی جو متعلقہ تاریخ کو دمہ کی مرض سے لاہور میں تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔(انا للّٰہِ و انا الیہِ راجعون)

مرحوم ڈاکٹر اقبال نہ صرف ایک ادیب اور اعلیٰ درجے کے فلسفی تھے۔ بلکہ بحثیت مجموعی اپنے دور کے ایک بے بدل عالم تھے اور خاص کر ہندوستان کے صفِ اول کے رہنماؤں میں شمار ہوتے تھے۔افغانستان سے ایک خاص تعلق تھا ان کے اشعار میں افغان ملت کے لئے تحسین اور اپنے مخصوص انداز میں افغانوں کے لئے خطاب موجود ہے۔

ان تمام امور کی بنا پر یہ ایک فطری امر ہے کہ ایک ایسی عظیم ہستی کا ہم سے جدا ہونا افغان حکومت اور افغان ملت کے لئے کتنا باعث افسوس ہوگا۔ان کے مفارقت سے ہمارے دل داغدار ہوگئے۔خصوصاً افغانستان کے وزارت معارف اور انجمن ادبی کو مرحوم سے قریبی روابط تھیں۔ حضرت علامہ کے سانحہ ارتحال سے ناقابل تلافی صدمہ ہوا۔ دل کی گہرائیوں سے ملت ہند اور مرحوم کے پسماندگان سے دلی تعزیت کرتے ہیں۔اس کے علاوہ ہم نے حضرت علامہ کے شخصیت علمی وادبی خدمات کی اعتراف کے سلسلے میں ۸ ثور کو وزارت میں ایک پروگرام منعقد کرایا۔۔۔۔''

مجلّہ کابل نے حضرت علامہ کی تاریخ وفات یکم ثور لکھی ہے جبکہ انیس کابل اور اصلاح کابل اخبارات نے یہ تاریخ دو ثور تحریر کی ہے جبکہ ۲۱، اپریل کو ثور کی یکم تاریخ تھی۔

اس کے بعد کی رپورٹ تقاریب اقبال میں ملاحظہ ہو۔

سید قاسم رشتیا کی یہ فارسی تعزیتی تحریر ''افغانستان و اقبال''(۶) اور بعد میں ''سیر اقبال شناسی در افغانستان''(۷) میں بھی شائع ہوئی ہے۔

مئی جون ۱۹۳۸ء

مجلّہ کابل کے خصوصی اقبال نمبر میں مدیر عمومی انجمن ادبی کابل کے علی احمد خان کا مقالہ افغانستان و اقبال شائع ہوا ہے(۸) جس پر مقالات کے مباحث میں بحث ہوگی۔

احمد علی خاں درانی کا یہ مقالہ ''افغانستان و اقبال''(۹) اور ''سیر اقبال شناسی در افغانستان''(۱۰) میں بھی شائع ہوا ہے۔

مجلّہ کابل کے اقبال نمبر میں افغانستان کے ملک الشعراء قاری عبداللہ کا قصیدہ در مرثیہ وطن خواپروفیسور اقبال غفر اللہ شائع ہوا ہے۔(۱۱) جو قاری عبداللہ کی سوانح میں نقل کیا گیا ہے۔

قاری عبداللہ کا یہ کلام ''افغانستان و اقبال''(۱۲) اور ''سیر اقبال شناسی در افغانستان''(۱۳) میں بھی شائع ہوا ہے۔

متذکرہ بالا نمبر میں غلام جیلانی اعظمی کا مقالہ اقبال و افغانستان شائع ہوا ہے۔(۱۴) اس کے مشتمولات پر بھی مباحث مقالات میں بحث ہوگی۔

یہ مقالہ ''سیر اقبال شناسی در افغانستان''(۱۵) میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

مجلّہ کابل کے اس شمارے میں سرور خان گویا نے منتخبات اشعار اقبال پیش کئے ہیں۔(۱۶) یہ منتخب اشعار آپ نے کابل میں وزارتِ معارف کی جانب سے ۸ ثور / اپریل ۱۹۳۸ء منعقدہ تقریبِ اقبال میں سنائے تھے۔ یہ اشعار اختصار کے ساتھ ''افغانستان و اقبال''(۱۷) اور بعد میں ''سیر اقبال شناسی در افغانستان''(۱۸) میں بھی شائع ہوئے ہیں۔

مجلّہ کابل کے اس شمارے میں حضرت علامہ سے متعلق پہلا پشتو مرثیہ ''د اقبال پہ وفات'' از قیام الدین خادم شائع ہوا ہے۔(۱۹) جو خادم کے سوانح کے ساتھ شاملِ مقالہ ہے۔

حضرت علامہ سے متعلق گل باچا الفتؔ کا پشتو مرثیہ ''د اقبال ویر'' بھی اس خصوصی نمبر کی زینت ہے۔(۲۰) یہ مرثیہ بھی گل باچا الفتؔ کے سوانح کے ساتھ شاملِ مقالہ ہے۔

غلام دستگیر خان مہمند کا لکھا ہوا حضرت علامہ کا فارسی مرثیہ ''رثائی اقبال'' بھی اس نمبر میں شامل ہے۔(۲۱) جو مہمند کے سوانح میں نقل کیا گیا ہے۔

۱۳۱۷ھ ش/فروری مارچ ۱۹۳۹ء

مجلّہ کابل میں ''مجلس یار بود علامہ اقبال درمعرو علاقہ مندی انجمن ادبی آن'' کی رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ (۲۲)

یہ خبر بعد میں ''سیر اقبال شناسی درافغانستان'' میں بھی شائع ہوئی ہے۔ (۲۳)

میزن ۱۳۱۸ھ ش ستمبر اکتوبر ۱۹۳۹ء

مجلّہ کابل میں ڈاکٹر سید عابد حسین کے اردو مقالے کا فارسی ترجمہ جناب قیام الدین خادم نے ''خودی درنظر اقبال'' کے عنوان سے شائع کرایا۔ (۲۴)

یہ مقالہ بعد میں ''سیر اقبال شناسی درافغانستان'' میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ (۲۵)

دلو ۱۳۲۳ھ ش

۱۰ جدی ۱۳۲۳ھ ش (۱۹۴۴ء) استنبول سے حضرت علامہ کے سیاسی مرشد سید جمال الدین افغانی کا تابوت کابل لا کر یونیورسٹی کے احاطے میں دفن کیا گیا۔ (۲۶)

اسی مناسبت سے مجلّہ کابل سے خصوصی شمارہ شائع کرایا اس شمارے میں علامہ عبدالحیؒ حبیبی کی تین عدد پشتو رباعیات ''خپل اصل ته رجوع'' (اپنے اصل کی طرف رجوع) کے عنوان سے شائع ہوئیں ہیں۔ اس کے نیچے حضرت علامہ کے درج ذیل سات اشعار ''خطاب او قیانوس بہ قطرہ'' شائع ہوئے ہیں۔

ے تماشای شام و سحر دیدئی — چمن دیده ئی دشت و در دیده ئی
بہ برگ گیاہی بہ دوش سحاب — درخشیدی از پرتو آفتاب
گہی ہمدم تشنہ کامان راغ — گہی محرم سینہ چاکان باغ
گہی خفتہ درتاک و طاقت گداز — گہی خفتہ درخاک و بی سوز و ساز
زموج سبک سیر من زاده ئی — زمن زاده ئی درمن افتاده ئی
بیا سای درخلوت سینہ ام — چو جوہر وخش اندر آئینہ ام
گہر شو درآغوش قلزم بزی
فروزان تراز ماه و انجم بزی (۲۷)

یہ نظم ''سیر اقبال شناسی درافغانستان'' میں بھی شائع ہوا ہے۔ (۲۸)

۱۸۔ اسد ۱۳۲۴ھ ش

''الماس او سکور'' کے عنوان سے جناب محمد نسیم نوری نے حضرت علامہ کے کلام کا منظوم پشتو

ترجمہ قندھار کے اخبار ''طلوع افغان'' میں شائع کرایا ہے۔[۲۹]

۱۳۲۹ھ ش

عبدالرؤف بینوا نے خوشحال خان خٹک کی تعلیمات، سیاسی نظریات، پشتونوں کی سیاسی صورتحال اور دیگر فکری حوالوں سے ایک تحقیقی وتنقیدی کتاب مرتب کی جو ''خوشحال خان ختهك څه وائـــــی'' (خوشحال خٹک کیا کہتے ہیں) کے نام سے پہلی بار ۱۹۳۷ھ ش میں ہندوستان سے طبع ہوئی جو پاکستان میں بعض سیاسی وجوہات کی بنا پر یہاں سے کابل لے جاتے ہوئے نذرِ آتش کی گئی۔ بعد میں یہ کتاب ۱۳۲۹ھ ش میں کابل سے دوبارہ شائع ہوئی۔

اس کتاب میں خوشحال کے افکار کی پختگی اور ان کے نظریات کے استحکام کے طور پر جابجا اقبال کے کلام کے حوالے دیئے گئے ہیں جن سے عبدالرؤف بینوا کی اقبال شناسی اور حضرت علامہ کی افکار سے آشنائی کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر حضرت علامہ کے اشعار نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اقبال سرحد کے پشتونوں سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں:

ے ای زخود پوشیدہ خود را باز یاب — در مسلمانی حرامست این حجاب
رمز دین مصطفیٰ دانی کہ چیست ؟ — فاش دیدن خویش را شاہنشہی نیست
چیست دین؟ دریافتن اسرار خویش — زندگی مرگست بی دیدار خویش
بندۂ حق وارث پیغمبران — او نگنجد در جہاں دیگران
تا جہانی دیگری پیدا کند — این جہاں کہنہ را برہم زند
اندکی گم شو بہ قرآن و خبر — باز ای ناداں بخویش اندر نگر
درجہان آوارہ ئی بیچارہ ئی — وحدتی گم کردہ ئی صد پارہ ئی
بند غیر اللہ اندر پای تست — داغم از داغی کہ در سیمای تست
میر خیل از مکر پنہانی بترس — از ضیاع روح افغانی بترس
ز آتش مردان حق می سوزست — نکتہ ئی از پیر روم آموزست
رزق زحق جو مجو از زید و عمر — مستی از حق جو، مجو از بنگ و خمر
شکوہ کم کن از سپہر لاجورد — جز بہ گرد آفتاب خود مگرد
عالم موجود را اندازہ کن — در جہاں خود را بلند آوازہ کن
برگ و ساز کائنات ز وحدتست — اندریں عالم حیات از وحدا ست

درگذر از رنگ و بوهای کہن | پاک شو از آرزو ھائ کہن
پور آذر کعبہ را تعمیر کرد | از نگاہی خاک را اکسیر کرد
تو خودی اندر بدن تعمیر کن | مشت خاک خویش را اکسیر کن (۳۰)

اقبال خیبر کی بے مرکزیت پر یوں افسوس کرتا ہے:

خیبر از مردانِ حق بیگانہ نیست | دردل اوصد ہزار افسانہ ایست
جادہ کم دیدم از و پیچیدہ تر | یاوہ گرددرخم و پیچش نظر
سرزمینی کبک او شاہین مزاج | آہوی او گیرداز شیران خراج
لیکن از بی مرکزی آشفتہ روز | بی نظام و ناتمام و نیم سوز
فر بازان نیست در پرواز شان | از تذروان پست تر پروازان
آہ قومی بی تب و تاب حیات | روزگارش بی نصیب از واردات
آن یکی اندر سجوداین درقیام | کاروبارش چون صلوٰۃ بی امام
ریز ریز از سنگ او میخائی او | آہ از امروز بی فردای او (۳۱)

دوسرا دور: ۱۹۵۱ء ۱۳۳۰ھ ش ۱۳۱۷۲ھ ق
تا ۱۹۷۷ء ۱۳۵۶ھ ش

اس دور میں افغانستان میں اقبال شناسی کو زبردست ترقی حاصل ہوئی۔ اقبال پر پہلی باقاعدہ پشتو کتاب ''پښتانه د علامه اقبال په نظر کښې''(پشتون علامہ اقبال کی نظر میں) عبداللہ بختانی نے کابل سے شائع کرائی۔ افغانستان کے آریانا دائرۃ المعارف (پشتو ۔فارسی) میں حضرت علامہ کے فن وشخصیت پر ایک نہایت علمی وادبی مقالہ شائع ہوا۔

وقتاً فوقتاً افغانستان کے مختلف مجلّات، اخبارات اور دیگر مطبوعات میں حضرت علامہ کے اشعار شائع ہوتے رہے۔

کابل کے پاکستانی سفارتخانے میں تقاریب اقبال منعقد ہوئیں جن میں مختلف افغان سکالروں نے حضرت علامہ نے مختلف فکری گوشوں کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی۔ مختلف افغان شعراء نے فکری وفنی لحاظ سے حضرت علامہ کے اثرات قبول کئے۔

کابل میں خوشحال خان خٹک کے ۲۸۶ ویں اور ۲۹۰ یومِ وفات کی مناسبت سے دو بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد کئے گئے۔ جن میں مختلف سکالروں نے خوشحال اور اقبال کے مختلف مشترکہ نکات پر مقالات پیش کئے جن میں ان کے مختلف فکری جہتوں کی ہم آہنگی پر بحث کی گئی۔

کابل یونیورسٹی کے شعبۂ ادبیات کے غلام حسن مجددی کے مختلف مقالات حضرت علامہ سے متعلق شائع ہوئے۔

سردار داؤد خان نے منصب اقتدار سنبھالتے ہی حضرت علامہ کے اشعار کا حوالہ اپنے ابتدائی خطاب میں دے کر اقبال شناسی کا ثبوت دیا۔

افغانستان کے مشہور خطاط عزیز الدین وکیلی فوفلزئی نے حضرت علامہ کے کئی رباعیات و ابیات کو فنِ خطاطی کی زینت بخشی۔

حضرت علامہ کے صد سالہ جشنِ ولادت کے سلسلے میں افغانستان میں کئی تقاریب کا انعقاد کیا گیا۔ عبدالہادی داوی کا ''آثار اردوئی اقبال'' دو جلدوں میں فارسی میں شائع ہوئی۔ صدیق رھپو کی تالیف ''افغانستان و اقبال'' منظرِ عام پر آئی۔ سنائی غزنوی کی نو سو سالہ جشنِ ولادت کی تقریبات کے سلسلے میں ''از سنائی تا مولانا و اقبال'' شائع ہوئی۔

افغان شاعر ڈاکٹر محمد رحیم الہام نے حضرت علامہ کے مثنوی مسافر کا جواب تحریر کیا۔ جواب مسافرِ مختلف کتب میں اقبالیات کے منظوم پشتو تراجم کا تعارف کرایا گیا۔

اس دور کا تفصیلی تحقیقی جائزہ یوں ہے۔

۱۳۳۱ھ ش

کابل کے شعبہ مطبوعات میں اقبال کی سالگرہ کی تقریب ہوئی۔ اس تقریب میں دیگر امور کے ساتھ ساتھ محمد ابراہم خلیل نے فارسی میں حضرت علامہ کو فارسی منظوم خراج تحسین ''بیادِ علامہ محمد اقبال'' پیش کیا جو ابراہم خلیل کے سوانحی تذکرے میں نقل کیا گیا ہے۔ (۳۲)

۱۳۳۱ھ ش پشتون اقبال شناس عبداللہ بختانی کا پشتو مقالہ ''په ځان ویسا د علامه اقبال په نظر کښې'' جریدہ ''زیری'' کابل شمارہ ۲۹ - ۳۰ میں شائع ہوا۔ (۳۳)

۱۳۳۳ھ ش/۱۹۵۴ء

آریانا دائرۃ المعارف افغانستان کے جلد سوم میں ''اقبال'' کے عنوان سے علامہ کی فن و شخصیت پر ایک پرمغز علمی مقالہ شائع ہوا (۳۴)

یہ مقالہ بعد میں ''سیر اقبال شناسی در افغانستان'' میں شائع ہوا ہے۔ (۳۵)

۳۱ جوزا / ۱۳۳۴ھ ش

افغانستان کے پشتون اقبال شناس عبداللہ بختانی خدمتگار نے کابل میں اقبال سے متعلق اپنی تالیف ''پښتانه د علامه اقبال په نظر کښې'' (پشتون علامہ اقبال کی نظر میں) کا دیباچہ تحریر کیا۔ (۳۶)

اسد ۱۳۳۵ھ ش اگست ۱۹۵۶ء

انجمن آریانا دائرۃ المعارف افغانستان کی جانب سے آریانا دائرۃ المعارف فارسی کی جلد سوم (اسپ او کراین) شائع ہوئی جس میں حضرت علامہ کے فن و شخصیت سے متعلق ایک طویل مقالہ شائع ہوا۔ (۳۷)

۱۳۳۵ھ ش

افغانستان میں اقبال پر پہلی باقاعدہ کتاب ''پښتانه د علامه اقبال په نظر کښې'' (پشتون علامہ اقبال کے نظر میں) از عبداللہ بختانی پشتو ٹولنہ کابل کی جانب سے ۶۸ صفحات میں شائع ہوئی۔ (۳۸)

جوزا ۱۳۳۷ھ ش

انجمن آریانا دائرۃ المعارف افغانستان کی جانب سے آریانا دائرۃ المعارف پشتو کی جلد سوم شائع ہوئی۔ حضرت علامہ سے متعلق آریانا دائرۃ المعارف فارسی میں حضرت علامہ سے متعلق مقالہ کا پشتو ترجمہ شائع ہوا۔ (۳۹)

اول حمل ۱۳۳۸ھ ش ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ ش ۲۲ مارچ ۱۹۵۹ء

کابل سے شائع ہونے والے ماہانہ پیامِ حق کے صفحات پر حضرت علامہ کے درج ذیل ابیات شائع ہوئے:

ے این نکتہ کشایندۂ اسرار نہان است　　ملک است تن خاکی و دین روح روان است
تن زندہ و جان زندہ ز ربطِ تن و جان است　　با خرقہ و سجادہ و شمشیر و سنان خیز
از خواب گراں خواب گراں خواب گراں خیز
از خواب گراں خیز (۴۰)

ے برونِ آرز مسلمانان گریز اند مسلمانی　　مسلمانان روا دارند کافر ماجدائی ها (۴۱)

ے کہنہ را در شکن و باز بہ تعمیر خرام — ہر کہ در ورطہ ی 'لا' ماند بہ 'الا' نرسید
از کلیمی سبق آموز کہ دانائی فرنگ — جگر بحر شکافید و بہ سینا نرسید (۴۲)

۱۳۳۷ھ ش

پشتو ٹولنہ کابل کے زیر اہتمام راز محمد ویش کی تالیف ''پشتو کتابونہ'' شائع ہوئی۔ اس کتاب میں پشتو زبان میں مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ جس میں سیریل نمبر ۸۸ کے تحت عبداللہ بختانی کی کتاب ''پښتانه د علامه اقبال په نظر کښې'' متعارف کی گئی ہے۔ (۴۳)

اول ثور ۱۳۳۸ء ۱۴ شوال ھ ق ۲۲/ اپریل ۱۹۵۹ء

کابل کے مجلّہ پیامِ حق کے بیک ٹائٹل سے پہلے حضرت علامہ کے ذیل رباعیات طبع ہوئی ہیں۔

ے ز آب و گل خدا خوش پیکری ساخت — جہانی از ارم زیبا تری ساخت
ولی ساقی بہ آن آتش کہ دارد — ز خاک من جہان دیگری ساخت
نہاں در سینۂ ما عالمی ھست — بخاک ما دلی در دل غمی ھست
از آن صہبا کہ جان مابرافروخت — ہنوز اندر سبوی مانمی ھست (۴۴)

اول جوزا/ ۱۳۳۸ھ ش ۱۵ ذیقعدہ/ ۱۳۷۸ھ ق ۲۳ مئی ۱۹۵۹ء

کابل کے مجلّہ ''پیامِ حق'' کے مختلف صفحات پر حضرت علامہ کے ذیل رباعیات شائع ہوئی ہیں۔

ے تو می گوی کہ من ہستم خدا نیست — جہان آب و گل را منتہا نیست
ہنوز این راز بر من ناکشوداست — کہ چشم آنچہ بیند ہست یا نیست (۴۵)

ے برون از ورطۂ بود و عدم شو — فزون تر زین جہان کیف و کم شو
خودی تعمیر کن در پیکر خویش — چو ابراہیم معمار حرم شو (۴۶)

۱۳۳۹-۳۸ھ ش

''دافغانستان کالنی'' میں حبیب اللہ اولس یار کا ایک مقالہ معاصر افغانی ادب کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے اور مقالے میں عبدالرؤف بینوا کے تذکرے میں ان کے اقبال کے مثنوی مسافر کے منظوم پشتو ترجمے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خود ان کی اپنی

شاعری پر اقبال کے گہرے اثرات کا ذکر کیا گیا ہے۔

بینوا د هند دسترو لیکوالو په تیره بیا د ټاګور او اقبال د آثارو څخه
پوره متاثر دی د ټاګور د ګیتانجلی او د اقبال د مسافر دده ادبی
ترجمې دی

ترجمہ: ''بینوا ہندوستان کے لکھنے والوں خاص کر ٹیگور اور اقبال کے آثار سے خاصے متاثر ہیں۔ ٹیگور کی گیتا نجلی اور اقبال کے مسافر کے ادبی تراجم کیے ہیں۔''(۴۷)

اس سالنامہ کے مضمون میں قیام الدین خادم کے فن و شخصیت کے حوالے سے بھی اقبال کے تراجم اور خود خادم کے حضرت علامہ سے متاثر ہونے کا تذکرہ ملتا ہے۔

خادم هم د ټاګور او اقبال د آثارو ډیر سخت متاثر دی او ښائسته
زیاتی ترجمې هم ددوی د آثارو څخه کړی دی

ترجمہ: خادم بھی ٹیگور اور اقبال کے آثار سے بہت ہی زیادہ متاثر ہے ان کے آثار کے کئی تراجم کیے ہیں۔(۴۸)

۱۳۴۰ھ ش

نامور افغان اقبال شناس عبدالرؤف بینوا کی افغان معاصر اہل قلم ادبا و شعرا کی سوانحی تذکروں پر مشتمل تذکرہ ''اوسنی لیکوال'' کی پہلی جلد شائع ہوئی ہے اس تذکرہ میں ذیل حوالوں سے تذکرہ اقبال موجود ہے۔

☆ عبداللہ جان اسیر کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ آثار کے تعارف میں ''بال جبریل'' کے منظوم پشتو مطبوعہ ترجمے کا ذکر کیا گیا ہے۔(۴۹)

☆ عبداللہ بختانی کی مطبوعہ آثار کے تعارف میں ان کی تالیف ''پښتانه د علامه اقبال په نظر کښې'' کا ذکر ہوا ہے۔(۵۰)

☆ قیام الدین خادم کے سوانحی تذکرے میں ان کے افکار پر اقبال کے فلسفیانہ افکار کے اثرات کا تذکرہ کیا ہے۔(۵۱)

☆ راحت اللہ راحت زاخیلی کے سوانحی تذکرے میں زاخیلی کے علامہ کے شکوہ اور جواب شکوہ کے اولین منظوم پشتو ترجمے کا ذکر کیا گیا ہے(۵۲) اور ساتھ ہی زاخیلی کے ''افغان'' اقبال کی شہرت کا بھی ذکر کیا ہے۔(۵۳)

۱۳۴۳ھ ش

افغانستان کے نامور اقبال شناس شاعر خلیل اللہ خلیلی نے لاہور میں مزارِ اقبال پر حضرت علامہ کو فارسی میں منظوم خراجِ تحسین ''آموزگار بزرگ بر مزار اقبال'' کے عنوان سے پیش کیا ہے۔ اس نظم کو جناب خلیلی کے سوانح کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ (۵۴)

جون، جولائی ۱۹۶۵ء

کابل میں پاکستانی سفارتخانے میں منعقدہ یومِ اقبال کی تقریب میں کابل یونیورسٹی کے شعبہ ادبیات کے سربراہ پروفیسر غلام حسین مجددی کا فارسی مقالہ ''یاد بود علامہ اقبال'' کابل کے مجلّہ دوماہی ''ادب'' میں شائع ہوا۔ (۵۵)

جدی ۱۳۴۴ھ ش جنوری، فروری ۱۹۶۶ء

مجلّہ قندھار میں سڑبن کا ترجمہ شدہ مضمون ''قندھار او علامہ اقبال ''پشتو زبان میں شائع ہوا۔ (۵۶)

۱۳۴۴ھ ش

کابل کے مطبع معارف کی جانب سے عبدالرحمٰن پژواک کا فارسی شعری مجموعہ گلہائ اندیشہ شائع ہوا۔ اس کتاب کا دیباچہ ڈاکٹر روان فرہادی نے لکھا۔ اس دیباچے میں پژواک کی غزلیات سے فارسی مشاہیر اساتذہ رودکی، سعدی، دیوان شمس، حافظ اور صائب جبکہ قصیدوں اور مثنویوں سے فرخی، مولانا بلخی اور اقبال لاہوری کی یاد کو منسوب کیا گیا ہے۔ ''غزل پژواک یادی از رودکی، سعدی، دیوان شمس، حافظ و صائب مبدھہد قصیدہ و مثنوی او مانند فرشی، مولانا بلخی و اقبال لاہوریست'' (۵۷)

جوزا ۱۳۴۴ھ ش

مستقل ریاست قبائل افغانستان کی جانب سے خوشحال خاں خٹک کی فن و شخصیت پر گل پاچا الفت کی کتاب ''ملی متھر مان'' شائع ہوئی۔ اس کتاب میں خوشحال خاں خٹک کی شخصیت سے متعلق حضرت علامہ کے ذیل منظومات کا حوالہ دیا گیا ہے:

خوش سرود آں شاعر افغان شناس

آں حکیم

راز قومی

ھمت (۵۸)

سوموار۲۴ / اسد۱۳۴۵ھ ش ۱۵ / اگست ۱۹۶۶ء تا ہفتہ ۳۰ / اسد۱۳۴۵ھ ش بمطابق ۲۱ / اگست ۱۹۶۶ء

کابل میں پشتو ٹولنہ کے زیرِ اہتمام خوشحال خان خٹک کے ۲۸۶ ویں یومِ وفات کی مناسبت سے ایک بین الاقوامی سیمنار میں مختلف سکالروں نے وقتاً فوقتاً خوشحال اور اقبال کے فکری ہم آہنگی اور ان کے مشترک نکات پر گفتگو کی۔ (۵۹)

منگل ۲۵ اسد ۱۳۴۵ھ ش بمطابق ۱۶ / اگست ۱۹۶۶ء

سید رسول رسؔا نے خوشحال خان خٹک سے متعلق اس سیمنار میں مقالہ پیش کیا ''د خوشحال خان اسلامی کردار ''(خوشحال خان کا اسلامی کردار)۔

خوشحال خان کے کلام کی روشنی میں بہتر و اعلیٰ انسانی کردار کے حوالے سے اشعار اکٹھے کئے گئے ہیں۔ اس دوران جا بجا اقبال کے اشعار کے حوالے سے دئے گئے ہیں۔ اور بتایا گیا ہے کہ خوشحال کے اعلیٰ انسان کا کردار ہی اقبال کے مردِ مومن کا کردار ہے۔

ے ہاتھ ہے اللہ کا ، بندۂ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفرین ، کار کشا، کارساز
خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات ہر دو جہاں سے غنی، اس کا دلِ بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل اس کی ادا دلفریب اس کی نگاہ دلنواز
نرم دمِ گفتگو ، سے گرم دمِ جستجو رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاکباز (۶۰)

بدھ ۲۶ / اسد ۱۳۴۵ھ ش ۱۷ / اگست ۱۹۶۶ء

خوشحال خان کے سیمنار میں امیر حمزہ شینواری نے مقالہ پیش کیا عنوان تھا ''د خوشحال خان د فلسفی او تصوفی اشعارو خوا ''(خوشحال خان کے کا فلسفیانہ وصوفیانہ گوشہ) اس مقالے کے آغاز میں خوشحال خان خٹک کی شخصیت اور آفاقی حیثیت متعین کرتے ہوئے حضرت علامہ کا ذیل شعر پیش کیا ہے:

ے ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مقالے میں حضرت علامہ کے ان مطالعات کا ذکر کیا گیا ہے جو انہوں نے خوشحال خان خٹک سے متعلق کئے تھے۔ اور خان بابا کے افکار سے خودی کے فلسفے کا مرکزی خیال اخذ کیا۔

حضرت علامہ نے اپنے آثار میں خان بابا کے افکار محراب گل افغان کے نام سے بیان کئے اور ملی وحدت کا تصور پیش کیا۔ اقبال افغانوں سے اس لئے بھی محبت رکھتے تھے کہ اقبال کے خیال میں افغانوں سے اسلام کی سربلندی، احیاء اور ایشیاء کے امن کا تصور وابستہ ہے۔

ے آسیا یک پیکر آب و گل است　　　ملت افغان در آن پیکر دل است

اس مقالے میں امیر حمزہ شینواری نے جا بجا خوشحال اور اقبال کے افکار کی مماثلت کے حوالے دئے ہیں۔ مثلاً خوشحال فرماتے ہیں:

ے راشه عشقه راشه چي وربوز مې راته مات کړې

بیا نارسا عقل په تدبیر راغلې دی

ترجمہ: آجا اس کا منہ توڑ آج پھر ناقص عقل تدبیر لے کر آئی ہے۔

یہی مضمون علامہ کے اشعار میں بھی نمایاں ہے انھوں نے عشق کو عقل پر فوقیت دی ہے۔ اس مقالے کے دوران وجود کے حوالے سے حضرت علامہ کے خطبات کے اقتباس بھی پیش کئے گئے۔ (۶۱)

جمعہ ۲۸ / اسد ۱۳۴۵ھ ش بمطابق ۱۹ / اگست ۱۹۶۶ء:

خوشحال کے سیمینار میں انوارالحق گران نے ''خوشحال خان خٹک دا فغانی ملیت علمبردار'' کے عنوان سے پیش کیا۔ اس مقالے میں خوشحال خان خٹک کے توصیف و تعریف اور ان کے افکار کے تشہیر میں حضرت علامہ کے نظم کے ذیل ابیات کا حوالہ دیا گیا ہے:

ے قبائل ہوں ملت کی وحدت میں گم　　　کہ ہو نام افغانیوں کا بلند
محبت مجھے ان جوانوں سے ہے　　　ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند!
مغل سے کسی طرح کمتر نہیں　　　قہستان کا یہ بچۂ ارجمند
کہوں تجھ سے اے ہم نشیں دل کی بات　　　وہ مدفن ہے خوشحال خان کو پسند
اڑا کر نہ لائے جہاں باد کوہ　　　مغل شہسواروں کی گرد سمند (۶۲)

اسی سیشن میں عبداللہ بختانی نے ''خوشحال اور اقبال کے چند مشترک نکات'' کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔ اس مقالے کے مشمولات پر حصہ مقالات اقبال میں بحث کی جائے گی۔ (۶۳)

اسی روز پریشان خٹک نے ننگیالی خوشحال خان خٹک (غیرت مند خوشحال خان خٹک) کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔ جس میں حضرت علامہ کے درج ذیل اشعار خوشحال کے حضور پیش کئے

گئے:

ے خوش سرود آن شاعر افغان شناس　　آنکہ بیند باز گوید بی ہراس
آن حکیم ملت افغانیان　　آن طبیب علت افغانیان
راز قومی دید و بیبا کانہ گفت　　حرف حق با شوخی رندانہ گفت

آگے فرمایا:

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علامہ کو خوشحال بابا اس لئے بھی پسند تھا کہ خوشحال غیرت مند تھا۔ اور علامہ اقبال یہ چاہتے تھے۔ کہ پشتون اس غیرت مند ہیرو کو پہچانتے تب ہی تو ان سے یہ توقع رکھتے تھے۔

ے فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی　　یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی

اس مقالہ کے ایک ضمنی عنوان ''توحید کیا ہے'' میں بھی حضرت علامہ کا حوالہ دیا گیا۔

۔۔۔۔ یہ اوصاف درحقیقت الٰہی اوصاف میں، مردِ مومن کی مکمل شکل رسول اللہ ﷺ کی اپنی شخصیت ہے۔ اقبال کے مردِ مومن کا تصور بھی یہی ہے وہ مردِ مومن میں یہی صفات دیکھنا اور پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے اقبال کا مردِ مومن، مردِ آزاد، مردِ قلندر اور بندہ مولا صفات ہے۔ وہ نقشے کی محض ایک خیالی انسان کی طرح نہیں۔ بلکہ ایک عملی انسان ہے۔ اسلام نے ایسے افرد پیدا کئے ہیں اور ہمیشہ پیدا کرتا رہتا ہے۔ اقبال مردِ مومن کی شان یوں بیان کرتے ہیں:

ے ہاتھ ہے اللہ کا، بندۂ مومن کا ہاتھ　　غالب و کار آفریں، کار کشا، کارساز
خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات　　ہر دو جہاں سے غنی، اس کا دلِ بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل　　اس کی ادا دلفریب اس کی نگاہ دلنواز
نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو　　رزم یا بزم ہو، پاک دل و پاکباز [۶۴]

ہفتہ ۳۰ / اسد ۱۳۴۵ھ ش بمطابق ۲۰ / اگست ۱۹۶۶ء:

کابل میں خوشحال خان خٹک سے متعلق منعقدہ، بین الاقوامی سیمنار سے فضل احمد غازی نے خطاب کیا۔ اس خطاب میں پشتونوں کے وسیع و عریض خطے کے حوالے سے حضرت علامہ کا ذیل شعر پیش کیا۔

ے سرزمین کبک او شاہین مزاج　　آہوی او گیر داز شیران خراج

خطاب میں جا بجا حضرت علامہ کا تذکرہ کیا۔ فرمایا کہ اقبال کو خوشحال کی جوانمردی پسند تھی۔ اور پشتونوں سے بے پناہ عشق رکھتے تھے۔ یہی اقبال ہے جس نے خوشحال کے باز (شاہین) کا تصور مستعار لیا۔ فلسفۂ شاہین اور خودی جذبات کے ترجمان قرار دیئے۔ مشرق کے اس نابغہ پر آج اگر مسلم امہ کو فخر ہے تو دوسری طرف مشرق کا یہ ترجمان خوشحال بابا پر ناز کرتے ہیں۔۔۔''

خطاب میں جا بجا حضرت علامہ کے اشعار بھی پیش کئے گئے۔

؎ اگر یک قطرۂ خون داری اگر مشت و پرداری
بیامن باتو آموزم طریق شہبازی را

خوش سرود آں شاعر افغان شناس آنکہ بیند باز گوید بی ہراس
آن حکیم ملت افغانیان آن طبیب علت افغانیان
راز قومی دید و بیباکانہ گفت حرف حق با شوخی رندانہ گفت

خطاب کا اختتام بھی حضرت علامہ کے ذیل اشعار پر کیا۔

؎ جہاں میں اہلِ ایمان صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے، اُدھر نکلے، ادھر ڈوبے، اُدھر نکلے! (۶۵)

۱۳۴۵ھ ش / ۱۹۶۶ء

کابل میں خوشحال خان خٹک کے ۲۸۶ ویں یومِ وفات کی مناسبت سے منعقدہ بین الاقوامی سیمنار (اسد / اگست) میں پڑھے گئے۔ مقالات محمد اکبر معتمد کے زیر اہتمام پشتو ٹولنہ کابل نے ننگیالی پشتون کے عنوان سے شائع کئے۔ اس کتاب کے صفحات کی تعداد ۳۳۱ ہیں جبکہ جا بجا سیمنار کے بعض اہم تصاویر بھی شامل کئے گئے ہیں۔ مختلف مقالات میں حضرت علامہ کے فن و شخصیت سے متعلق نکات شائع ہوئے ہیں۔ جن کی تفصیل ترتیب سے شاملِ تحقیق کی گئی۔ (۶۶)

قوس جدی ۱۳۴۵ھ ش نومبر دسمبر ۱۹۴۴ء

انجمن تاریخ افغانستان کے زیر اہتمام شائع ہونے والی ''آریانا'' مجلّہ میں پوھاند علامہ عبدالحی حبیبی کی تالیف ''رہنمای تاریخ افغانستان'' کی ایک قسط شائع ہوئی ہے۔ اس میں افغانستان اور افغانوں سے متعلق شعر فارسی، اردو، عربی اور ترکی زبانوں لکھی گئی کتب کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان میں شامل افغانستان اور افغانوں سے متعلق مباحث کی نشاندہی کی گئی ہے۔

ان کتب کی فہرست میں حضرت علامہ سے متعلق ''اقبال نامہ'' (اردو) کا تعارف بھی کیا گیا

ہے۔ ''مجموعہ مکتوبات اقبال لاہوری شاعر معروف در دو جلد بزبان اردو طبع لاہور۔

دریں مجموعہ آراء علامہ اقبال راجع با افغانستان دولت افغان و رجال آن موجود است دربارہ اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ افغان در چند مکتوب ذکری دارد و در مکتوب ۸۷ ج ۲ ص ۲۳۱ رای او دربارہ سید جمال الدین افغان موجود است کہ بہ عقیدہ وی مستحق لقب مجدد درین عصر است۔''(۶۷)

اپریل ۱۹۶۷ء

کابل میں پاکستانی سفارتخانے میں منعقدہ یومِ اقبال کی تعزیت میں کابل یونیورسٹی کے شعبہ ادبیات کے سربراہ پروفیسر غلام حسن مجددی کا فارسی مقالہ اقبال ریویو لاہور میں شائع ہوا۔ اس تقریب کی صدارت مشہور افغان اقبال شناس استاد خلیل اللہ خلیلی نے کی تھی۔(۶۸)

کابل یونیورسٹی کے شعبہ ادبیات کے سربراہ پروفیسر غلام حسن مجددی کا مقالہ 'فلسفۂ اقبال' کابل کے دوماہی ''ادب'' میں شائع ہوا۔(۶۹)

۱۹۶۷ء اقبال کونسل کراچی کے زیرِ اہتمام یومِ اقبال کی مناسبت سے منعقدہ تاریخی سیمنار میں معروف افغان اقبال شناس سرور خان گویا نے اپنا مقالہ ''اقبال وافغانسان'' پیش کیا۔(۷۰)

ثور ۱۳۴۵ھ ش:

افغان اقبال شناس شاعر استاد خلیل اللہ خلیلی کو لاہور میں حضرت علامہ سے متعلق کانفرنس میں شرکت کی دعوت ملی مگر وہ دیدارِ حرمین شریفین کے لئے رختِ سفر باندھ چکے تھے۔ لہٰذا اپنی مشہور نظم ''کعبہ واقبال'' لاہور میں منتظمین کانفرنس کوارسال کی جو سوانح خلیلی کے ساتھ شامل مقالہ ہے۔(۷۱)

۱۲ ثور ۱۳۴۷ھ ش کابل کے ''انیس'' اور ''ھیواد'' اخبارات میں پاکستانی سفارت خانہ کابل میں منعقدہ علامہ کے ۳۱ ویں یومِ وفات کی مناسبت سے پشتو ٹولنہ کے مدیرِ اعلیٰ عبداللہ بختانی کی تقریر کا متن شائع ہوا۔(۷۲)

اسد ۱۳۴۷ھ ش:

عبدالرحمٰن پژواک کے فارسی شعری اثر ''گلھائ اندیشہ'' پر معروف افغان اقبال شناس سید خلیل اللہ ہاشمیان نے نقد لکھا۔ جو مجلّہ ''عرفان'' میں شائع ہوا۔ اس دیباچے میں پژواک کے مثنوی اور قصیدے پر اقبال کے اثرات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ادبی نقد میں جا

بجا پژواکؔ کے فکروفن پر حضرت علامہ کے اثرات کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۷۳)

۱۳۴۷ھ ش:

جناب سیلاب صافی نے خیبر سے متعلق مختلف پشتون شعراء کے منظومات کو یکجا کر کے دولتی مطبع کابل سے شائع کرایا۔اس کتاب کے آغاز میں خیبر سے متعلق حضرت علامہ کے درج ذیل اشعار شامل کیئے گئے:

ے خیبر از مردان حق بیگانہ نیست   دردل او صد ہزار افسانہ ایست
جادہ کم دیدم از و پیچیدہ تر   یا وہ گردد درخم و پیچش نظر
سبزہ در دامان کہسارش مجوی   از ضمیرش برنیاید رنگ و بوی
سرزین کبک روشاہین مزاج   آہوی او گیرداز شیران خراج
درفضائش جرہ بازان تیز چنگ   لرزہ برتن ازنہیب شان پلنگ (۷۴)

منگل ۲۷ / اسد ۱۳۴۹ھ ش بمطابق ۱۸ / اگست ۱۹۷۱ء تا ۳۰ / اسد ۱۳۴۹ھ ش بمطابق ۲۱ / اگست ۱۹۷۱ء:

خوشحال خان خٹک کے ۲۹۰ ویں یومِ وفات کی مناسبت سے ایک بین الاقوامی سیمنار کا انعقاد کیا گیا۔خوشحال سے متعلق مقالات میں جا بجا حضرت علامہ کا تذکرہ کیا گیا۔ (۷۵)

جمعرات ۲۹ / اسد ۱۳۴۹ھ ش بمطابق ۲۰ / اگست ۱۹۷۱ء:

سلطان محمد صابرؔ نے کابل میں خوشحال خان خٹک سے متعلق منعقدہ سیمینار میں ''خوشحال خان خٹک اور انسانی کرامت'' کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔اس مقالے میں مختلف حوالوں سے حضرت علامہ اقبال کا درج ذیل شعر پیش کیا گیا:

ے تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے   ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات!

جفا کشی اور جہدِ مسلسل کے سلسلے میں اقبال نطشے سے سخت متاثر ہے چنانچہ اقبال شاہین کی زبانی کہتے ہیں:

ے ہے شباب اپنے لہو کی آگ میں جینے کا نام   سخت کوشی سے ہے تلخ زندگانی انگبین

اقبال پیر رومی اور مرید ھندی کے مکالمے میں پیر رومی سے پوچھتے ہیں۔

ے کاروبارِ خسروی یا راہبی ؟   کیا ہے آخر غایت دین نبیؐ ؟

پیر رومیؒ جواب دیتے ہیں:

ے مصلحت دردین ماجنگ وشکوہ　　　مصلحت د ر د ین عیسیٰ خا ر و کو ہ

مغل سیم و زر کے بدلے پشتونوں کو زیر کرنا چاہتے تھے۔ اسی مطلب کی مناسبت سے خوشحال کے ابیات کا حوالہ دیا۔ اس کے بعد اپنی مادی مفادات کے نقائص کو اقبال کے درج ذیل ابیات کی روشنی میں بیان فرمایا:

ے دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامان موت
فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم؟

ے اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

اپنی مادی نقائص سے نجات اور ان پر غلبہ پانے کے لئے خودی کا ہونا ازحد ضروری ہے۔

ے خودی کو نہ دے سیم وزر کے عوض　　　نہیں شعلہ دیتے شرر کے عوض (۷۶)

اسی روز امیر حمزہ شینواری نے بھی اپنا مقالہ ''د خوشحال په شاعرۍ کښې باز او باتور'' (خوشحال کی شاعری میں باز اور بہادر کا تذکرہ) پیش کیا۔ اس مقالے میں اقبال اور خوشحال کے بعض مشترک نکات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ (۷۷)

بدھ ۲۸/ اسد ۱۳۴۹ھ ش ۱۹/ اگست ۱۹۷۱ء:

خوشحال خان کے سیمنار میں فضل احمد غازی کا مقالہ ''خوشحال خان خټک د خپلو افکارو په هنداره کښې'' (خوشحال خان خٹک اپنے افکار کے آئینے میں) پیش ہوا۔ اس میں علامہ کا درج ذیل شعر پڑھا گیا:

ے نگاہِ عشق دل زندہ کی تلاش میں ہے　شکار مردہ سزاوار شہباز نہیں

خوشحال خان سے متعلق حضرت علامہ کے فارسی تعریفی ابیات کے علاوہ حضرت علامہ اور خوشحال کے مشترک نکات پر بحث کی گئی۔ (۷۸)

میزان ۱۳۵۰ھ ش

مجلّہ ''لمر'' نے حکمت زندگی کے عنوان سے خط سکنہ کی خوبصورت خطاطی میں حضرت علامہ کے ذیل ابیات شائع کیے ہیں:

شنیدم شبی در کتب خانہ من　　　بہ پروانہ می گفت کرم کتابی
بہ اوراق سینائیش گرفتم　　　کی دیدم از نسخہ فاریابی

نضھمین ام حکمت زندگی جاں تیرہ روزم زبی آفتابی
نگو گفت پروانہ ی نسیم سوزی کہ ایں نکتہ را در کتابی نیابی
تپش میکند زندہ تر زندگی را تپش می دہد بال و پر زندگی را (۷۹)

حمل ۱۳۵۱ھ ش صفر ۱۳۹۲ھ اپریل ۱۹۷۲ء:

کابل کے مجلّہ ''اوقاف'' میں میلاد مبارک ﷺ کی مناسبت سے محمد انور جانبازؔ کا مقالہ ''طلوع حقیقت یاد میلاد یا ارزشتیرین عنصر ہستی'' شائع ہوا۔ اس مقالے کے آغاز میں حضرت علامہ کی درج ذیل رباعی دی گئی ہے:

؎ نعرہ زد عشق کہ خونین جگری پیدا شد حسن لرزید کہ صاحب نظری پیدا شد
خبری رفت زگردوں بہ شبستان ازل حذرای پردہ گیان پردہ دری پیدا شد (۸۰)

اس مقالے کا اختتام بھی حضرت علامہ کے اس شعر پر ہوا ہے:

؎ ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست بحر و بر در گوشۂ دامان اوست (۸۱)

یکم سنبلہ ۱۳۵۲ھ ش:

افغانستان کے سابق صدر سردار محمد داؤد خان نے منصب اقتدار سنبھالتے ہی ریڈیو اور ٹی وی پر قوم سے خطاب کیا۔ اس خطاب کا اختتام حضرت علامہ کے ''ارمغانِ حجاز'' کے ذیل شعر پر کیا گیا:

؎ مذہب زندہ دلان خواب پریشانی نیست
از ہمین خاک جہان دگری ساختن است (۸۲)

افغانستان کے معروف خطاط عزیز الدین وکیلی فوفلزئی خطاط ہفت قلمی نے حضرت علامہ کے ارمغان حجاز کی درج ذیل رباعی کی خطاطی کی:

؎ مرا از منطق آید بوی خامے دلیل او دلیلِ ناتمامے
برویم بستہ درہا را کشاید دوبیت از پیرومی یاز جامی (۸۳)

سنبلہ ۱۳۵۳ھ ش افغان اقبال شناس عبداللہ بختانی خدمتگار نے کابل میں علامہ کی مدح و تضمین پر ایک طویل فارسی نظم ''بہ استقبال اقبال'' تحریر کی۔ (۸۴)

میزان ۱۳۵۴ھ ش:

عزیز الدین وکیلی فوفلزائی خطاط ہفت قلمی افغانستان نے چار راہی کابل میں قندھار سے

متعلق حضرت علامہ کے ذیل چار اشعار خطِ شکستہ میں خطاطی کیئے:

ے قندھار آن کشور مینو سواد　　اہلِ دل را خاکِ او خاکِ مراد

کوی آن شہراست مارکوی دوست　　ساربان بربند محمل سوی دوست

خرقہ آن برزخ لایبغیان　　دیدمش در رنکتہ لی خرقتان

آمد از پیراہن او بوے او　　داد مارا نعرہ اللہ ہو (۸۵)

جناب وکیلی کی جانب سے درج ذیل اشعار کی خطاطی بھی میزان ۱۳۵۴ھ ش میں عمل میں آئی۔

ے عمرھا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات　　تا ز بزم عشق یک دانائی راز آید بیرون

طرح نو می افگند اندر ضمیر کائنات　　نالہ ہا کز سینۂ اہل نیاز آید بیرون (۸۶)

۱۳۵۴ھ ش:

جناب وکیلی فوفلزائی نے درج ذیل رباعی کی خطاطی کی:

ے مسلمان آں فقیر کج کلاہی　　رمید از سینۂ اوسوز آہی

دلش نالد چرا نالد نداند　　نگاہے یا رسول اللہ نگاہی (۸۷)

میزان ۱۳۵۴ھ ش:

جناب وکیلی فوفلزائی نے حضرت علامہ کی درج ذیل رباعی و اشعار خطاطی کیئے:

ے عارف بوجود خود چو بینا گردد　　ہر چیز دلش خواست میھا گردد

دریاب حباب را در بحر وجود　　پرداخت چو مل زخوش دریا گردد (۸۸)

ے سحر می گفت بلبل باغبان را　　درین گل جز نہال غم نگیرد

بہ پیری میرسد خار بیابان　　ولی گل چون جوان گردد بمیرد (۸۹)

۱۳۵۴ھ ش:

افغانستان میں عالمی ادارہ تحقیقات پشتو کے زیر اہتمام پشتو تحقیقات کے حوالے سے ایک بین الاقوامی سیمینار منعقد ہوا۔ اس سیمینار میں پشتو زبان و ادب کے حوالے سے مختلف سکالروں نے گراں قدر علمی و ادبی اور تحقیقی مقالات پیش کیئے۔ ان مقالات میں ایک افغان سکالر خاتون وسیمہ حکیمی نے ''نازوانا'' سے متعلق مقالہ پیش کیا۔

نازوانا (دادی نازو) سلطان ملخی کی صاحبزادی تھی۔ سلطان ملخی کے سلطنت کا قلمرو غزنی سے جلدک تک پھیلا ہوا تھا۔ نازوانا کی پیدائش ۱۰۶۱ھ ق بمقام تازی کلات سے مشرقی جانب ہوئی۔ (۹۰)

آپ کا بیٹا حاجی میرویس خان نیکہ افغانستان کی تحریک آزادی کا ہیرو ثابت ہوا اور افغانستان کو ۱۱۱۹ھ ق میں ایرانیوں کے تسلط سے آزاد کرایا۔ (۹۱)

نازوانا افغان تاریخ میں ایک مدبر خاتون کی حیثیت سے مشہور ہے۔ آپ ایک کہنہ مشق شاعرہ تھیں لیکن افسوس کہ آپ کی صرف ایک ہی رباعی پٹہ خزانہ میں محفوظ ہے۔ باقی کلام ابھی تک جہاں علم وادب سے طاق اخفا میں اوجھل ہے۔ وسیمہ حکیمی نے نازوانا کے اس رباعی کا حوالہ دیا ہے۔

ے سحر گاه وه د نرگس لیمه لانده
ځاځکی څاځکی ی د سترګو څڅیده
ما وئیل څه دی ښکلی ګله ولی ژاړې
ده وئیل ژوندمی دې یوه خوله خندیده

فارسی ترجمہ پٹہ خزانہ نے یوں کیا ہے:

ے سحر گہ چشم نرگس تربود قطرہ قطرہ از چشمش میچکید
گفتمش چیست اے گل زیبا چرا میگری گفت زندگانی من یکدھن خندہ است (۹۲)

وسیمہ نے اس ناقابلِ فراموش فلسفہ کو بیسیوں صدی میں اقبال کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ جو کہ صرف اور صرف نازوانا سے اقبال کی توارد فکری کے طور پر تخلیق ہوئی ہے۔ اقبال اسی مفہوم کو یوں ادا کرتے ہیں:

ے شبی زار نالید ابر بھار کہ این زندگی گریہ پیھم است
درخشید برق سبک سیر وگفت خطا کردہ ئی خندۂ یکدم است
ندانم بہ گلشن کہ برداین خبر سخنہا میان گل وشبنم است (۹۳)

۱۳۵۴ھ ۱۹۷۵ء:

رابندر ناتھ ٹیگور کے مشہور نوبل انعام یافتہ گیتانجلی کا پشتو ترجمہ عبدالرؤف بینوا نے دولتی مطبع کابل سے شائع کرایا۔ اس کتاب کا تفصیلی علمی دیباچہ عبدالشکور رشاد نے تحریر کیا ہے۔ جس

میں بینوا کے آثار واور تصانیف کے سلسلے میں ان کے پردیس کا درج ذیل انداز سے ذکر کیا ہے:

یہ علامہ اقبال لاہوری ۱۲۹۱ھ ق-۱۳۵۸ھ ق کے مسافر نامی منظوم کتاب کا منظوم پشتو ترجمہ ہے جو ۱۳۲۱ھ ش کے روزنامہ انیس کے مختلف شماروں میں شائع ہو چکا ہے۔ (۹۴)

میزان ۱۳۵۶ھ ش ۷۷-۱۹ء:

افغانستان میں حکیم سنائی غزنوی کے نوصد سالہ جشنِ ولادت کی تقریبات کے سلسلے میں مختلف اداروں نے خصوصی اشاعتوں کا اہتمام کیا۔ اس سلسلے میں نشریات پوہنځی ادبیات پوہنتون کابل نے ایک کتاب از سنائی تا مولانا و اقبال بھی شائع کی۔ (۹۵)

میزان قوس ۱۳۵۶ھ ش ۷۷-۱۹ء:

مجلّہ ''آریانا'' میں علامہ سے متعلق ڈاکٹر روان فرہادی کا مقالہ ''معنی نزد علامہ اقبال'' شائع ہوا۔ (۹۶) یہ مقالہ بعد میں علامہ اقبال در ادب فارسی و فرہنگ افغانستان میں بھی شائع ہوا۔ (۹۷)

میزان قوس ۱۳۵۶ھ ش۔ ۷۷-۱۹ء:

حضرت علامہ کے صد سالہ جشن ولادت کی مناسبت سے افغانستان میں منعقدہ تقریبات کے سلسلے میں ریڈیو افغانستان کابل کے ہال میں ایک تقریبِ منعقد ہوئی اس میں کابل یونیورسٹی کے سابق رئیس عبدالسلام عظیمی کا نشر کردہ مقالہ ''اقبال شخصیتی علمی ادبی وفکری جهان'' مجلّہ ادب میں شائع ہوا۔ (۹۸)

بعد میں یہ مقالہ ''علامہ اقبال در ادب فارسی و فرہنگ افغانستان'' میں بھی شائع ہوا۔ (۹۹)

۱۱ قوس ۱۳۵۶ھ ش:

افغانستان کے وزیرِ اطلاعات پوہاند دکتور نوین نے صدیق رھپو کی تالیف افغانستان و اقبال کے تذکرہ کے عنوان سے تعارفی کلمات تحریر کئے۔ (۱۰۰)

۱۲ قوس ۱۳۵۶ھ ش ۷۷-۱۹ء:

افغانستان کے معروف ہفت قلمی خطاط جناب عزیز الدین وکیلی فوفلزائی نے کابل میں حضرت علامہ کے صد سالہ جشنِ ولادت کی تقریبات کے سلسلے میں خطاطی کے مختلف اسلوبوں میں حضرت علامہ کی درج ذیل رباعیات وابیات خطاطی کئے:

قبای زندگانی چاک تا کی چو موران آشیان درخاک تا کی

به پرواز آو شاہینی بیاموز تلاش دانه در خاشاک تا کی (۱۰۱)

اہل حق رازندگی از قوت است قوت ہر ملت از جمعیت است (۱۰۲)

ے رای بی قوت ہمه مکر وفسوں قوت بی رای جہل است وجنون

ے جہان ماکه نابود است بودش زیان تو ام ہمی زاید بسودش

کہن رانوکن و طرح دگرریز دلِ ما برتابد دیر و زودش (۱۰۳)

ے دلا رمز حیات از غنچه دریاب حقیقت درمجازش بی حجاب است

زخاک تیره میروید ولیکن نگاہش بر شعاع آفتاب است (۱۰۴)

ان اشعار کے درمیان میں مندرجہ بالا رباعی بھی خطِ شکستہ سے تحریر کی گئی ہے:

ے اقبال زصورت چو بمعنی پرداخت وآن پر او بدیدۂ حقیقت شناخت

پس آئینہ زفکر خود تعبیر کرد وآن صورت ومعنی اندرآن طاہر ساخت (۱۰۵)

ے جہاں مشکل گل ودل حاصل اوست ہمین یک قطرۂ خون مشکل اوست

نگاہ ما دربین افتادہ ورنہ جہاں ہر کسی اندر دل اوست (۱۰۶)

قوس ۱۳۵۶ھ ش ۱۹۷۷ء:

حضرت علامہ کے صد سالہ جشنِ ولادت کی تقریبات کے سلسلے میں افغانستان میں وزارت اطلاعات کلتور کے مؤسسہ انتشارات بیہقی کی جانب سے عبدالہادی داوی کے آثار اردوی اقبال کی جلد اول ودوم شائع ہوئی جس میں بانگِ درا اور دیگر آثار کے مشمولات پر بحث کے علاوہ ان کے اردو کلام کا منظوم فارسی ترجمہ کیا گیا ہے۔(۱۰۷)

قوس ۱۳۵۶ھ ش نومبر دسمبر ۱۹۷۷ء:

لاہور میں حضرت علامہ کے صد سالہ جشنِ ولادت کی مناسبت سے منعقدہ بین الاقوامی کانفرنس میں افغانستان کے صدر محمد داؤد خان کا پیغام افغان وفد نے پڑھ کر سنایا تھا اس کا متن مجلّہ کابل میں شائع ہوا:

خوشحاله یم چې د ختيز او اسلامي نړۍ د نوميالي پوه مفكر شاعر او اديب علامه محمد اقبال د زېږيدنې د سلم كال د يادوُنې غونډې په مناسبت خپل صميمانه نكات څرګندوم۔

علامه اقبال بې له شکه یو بشر دوست او پاك سرشت شخصیت دې چې زمانه ي کله کله د انسانیت نړۍ ته سوغات ورکوی۔ هغه مشهور فلیسوف همدا رنګه خپل قیمتي آثار د انساني اندیښو او ثقافت شتمنی ته وقف کړل۔ زمونږه هواد افغانستان سره ي خاصه مینه ځرګندوله دخپلو خوندورو شعرونو یوه برخه ي زمونږ خلکو ته یادګار پرېښوله۔ زمونږ د هیواد خلك د ختیز دغه پیاوړی بچی ته چې زمونږ د لویانو لکه حکیم سنائی۔ غزنوی، مولانا جلال الدین بلخی د فکر او اندېښنې له زیرمو څخه ي زیاته ګټه اخستې د هغوی ارزښتناکی ښودنې ی د خپل ژور فکر او لطیف احساس سره یو ځای کړې دی به درنه ستر ګه ګوری۔

د نیکو هیلو په ځرګندولو سره د هغو یو پوهانو له پاره چې په دې علمي غونډه کښې ي ګډون کړې دې بری غواړم۔''(۱۰۸)

ترجمہ: ''خوش ہوں کہ مشرق اور اسلامی دنیا کے مشہور و معروف دانا مفکر شاعر اور ادیب علامہ محمد اقبال کے صد سالہ جشنِ ولادت کے اعترافی سیمنار کو اپنے پرخلوص نکات پیش کر رہا ہوں۔

علامہ اقبال بلاشبہ ایک بشر دوست اور پاک سرشت شخصیت کے مالک تھے جو زمانہ کبھی عالمِ انسانیت کو بطور تحفہ عطا کر دیتا ہے۔ اس مشہور فلسفی نے اسی طرح کے قیمتی افکار انسانی وجدان اور ثقافتی سرمائے کو عطا کئے۔ ہماری سرزمین افغانستان سے خصوصی عشق رکھتے تھے۔ اور اپنے شیرین اشعار کا ایک حصہ ہمارے لئے یادگار چھوڑا ہے۔

ہمارے مملکت کے افراد مشرق کے اس عظیم فرزند کو جنھوں نے ہمارے اسلاف حکیم سنائی، غزنوی اور مولانا جلال الدین بلخی کے افکار و عقائد سے استفادہ کر کے اپنے گرانقدر تعلیمات کو اپنے افکار اور لطیف احساسات کے ساتھ یکجا کر کے پیش کئے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

نیک جذبات کے اظہار کے ساتھ ان تمام اہلِ قلم حضرت کے لئے جو اس علمی سیمنار میں شریک ہیں، کامیابی کا خواہاں ہوں۔''

۱۳۵۶ھ ش ۱۹۷۷ء:

افغانستان میں حضرت علامہ کے صد سالہ جشنِ ولادت کی مناسبت سے فارسی میں صدیق رھپو کی تالیف افغانستان و اقبال ایک سو دس صفحات میں شائع ہوئی۔ (۱۰۹)

۱۳۵۶ھ ش ۱۹۷۷ء:

پنجاب یونیورسٹی لاہور کی جانب سے منعقدہ اقبال سے متعلق کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے افغانستان کے مشہور و معروف اقبال شناس استاد خلیل اللہ خلیلی کو دعوت نامہ موصول ہوا۔ مگر حکومتِ وقت کی جانب سے اجازت نہ ملنے کے باعث وہ اس تقریب میں شرکت کرنے سے قاصر رہے۔ لہٰذا متعلقہ کانفرنس کو جناب خلیلی نے اپنی منظوم تہنیت ''بہ پیشگاہ علامہ دکتور محمد اقبال لاہوری'' ارسال کی (۱۱۰) جسے سوانح خلیلی کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔

میزان قوس ۱۳۵۶ھ ش ۱۹۷۷ء:

مجلّہ ادب کابل (سال ۲۵ شمارہ ۳) میں عبدالحیٔ حبیبی کا مقالہ خودی و بیخودی داندیشۂ اقبال شائع ہوا۔ (۱۱۱)

اسد ۱۳۵۶ھ ش:

افغانستان کے ماہنامہ ''نبی'' میں آقائی حیدری وجودی کا مقالہ ''جلوہ سبز آزادی در بندگی نامہ علامہ اقبال'' شائع ہوا۔

یہ مقالہ بعد میں ''علامہ اقبال درادب فارسی و فرہنگ افغانستان'' میں بھی شائع ہوا۔ (۱۱۲)

۱۳۵۶ھ ش ۱۹۷۷ء:

افغانستان میں جمہوریت کی چوتھی سالگرہ کے جشن کی مناسبت سے عبدالکریم پتنگ کے زیرِ اہتمام پشتو ٹولنہ کابل کا ایک تاریخچہ شائع ہوا۔ جس میں اس مشہور و معروف علمی و ادبی ادارے کے تاریخچہ کے علاوہ اس ادارے کی اکیڈیمک حیثیت، لائحہ عمل، تشکیلات، تدریسات، نشریات، کتب اور منتظمین و اراکین سے متعلق بنیادی تحقیقات شائع ہوتی ہیں۔

اس ادارے کی جانب سے شائع شدہ کتب کے ۱۹ویں نمبر پر حضرت علامہ کے متعلق افغانستان میں پشتو میں پہلی باقاعدہ شائع شدہ کتاب ''پستانہ د علامہ اقبال پہ نظر کی'' کا ذکر آیا ہے جو عبداللہ بختانی نے پشتو ٹولنہ کابل سے ۱۳۳۵ھ ش میں شائع کرایا۔ (۱۱۳)

۱۳۵۶ھ ش ۱۹۷۷ء:

افغانستان میں متاخر دو صدیوں میں پشتو کے مطبوعہ کتب سے متعلق ایک سیمنار منعقد ہوا تھا۔اس سیمنار کی مناسبت سے حبیب اللہ رفیع نے ''پشتو کتاب شود'' (پشتو معارف کتاب) مرتب کر کے بیہقی کتاب موسسہ کی جانب سے شائع کی۔اس کتاب میں پشتو کے ۱۵۵۸ شائع شدہ کتب کا اختصار کے ساتھ تعارف شائع کیا گیا ہے۔جدید تحقیقی اصولوں کی روشنی میں آثار کا تعارف ان کے مؤلفین، مصنفین یا مرتبین کے تخلص کے الفبائی ترتیب سے دیا گیا ہے۔اس میں حضرت علامہ کے بعض پشتو منظوم تراجم کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ان تراجم کی تفصیل مترجمین کے ترتیب سے یہاں شامل کرنا ناگزیر ہے۔پہلے کتاب کا سلسلہ نمبر پھر مترجم کا تخلص اس کے بعد نام اور پھر کتاب کا نام اور شائع کردہ ادارے کا نام، سنِ اشاعت، سائز، صفحات، پریس وغیرہ کی تفصیل درج ہے۔

۴۸۔ آثر عبدالحلیم مترجم بالِ جبریل شاعر علامہ اقبال
لاہور، اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈیمی پشاور ۱۹۶۷ء ۹+ ۲۲۴ = ۲۳۳
۱۴ x ۲۲ شاہین پریس پشاور۔(۱۱۴)

۴۳۹۔ حمزہ شینواری مترجم ارمغانِ حجاز شاعر علامہ اقبال
لاہور اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈیمی پشاور ۱۹۶۴ء ۱۱ + ۲۸۰ = ۲۹۱
۱۴ x ۲۲ شاہین پریس پشاور۔(۱۱۵)

۴۴۲۔ حمزہ شینواری مترجم جاوید نامہ شاعر علامہ اقبال
لاہور اکادمی بوساطت پشتو اکیڈیمی پشاور سن ندارد = ۲۵۰
۱۵ x ۲۳ پبلک آرٹ پریس پشاور۔(۱۱۶)

۵۵۷۔راحت زاخیلی راحت اللہ مترجم بانگِ درا شاعر علامہ اقبال
اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈیمی پشاور ۱۹۶۳ء = ۳۳۶
۱۴ x ۲۲ پبلک آرٹ پریس پشاور۔(۱۱۷)

۵۶۱۔راحت زاخیلی راحت اللہ مترجم شکوہ و جوابِ شکوہ شاعر علامہ اقبال

یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور سن ندارد = ۲۹
۱۲ x ۱۷ منظورِ عام پریس پشاور۔ (۱۱۸)

۶۹۱۔ سمندر خان سمندر مترجم اسرارِ خودی شاعر علامہ اقبال
کراچی پاکستان پبلیکیشنز کراچی ۱۹۵۴ء = ۲۳۷
۱۲ x ۱۸ ہیرالڈ پریس کراچی۔ (۱۱۹)

۱۰۴۱۔ کاکاخیل تقویم الحق مترجم پس چہ باید کرد مع مسافر شاعر علامہ اقبال
اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈیمی پشاور ۱۹۶۹ء ۸ + ۷۱ = ۷۹
۱۴ x ۲۲ شاہین پریس پشاور۔ (۱۲۰)

۱۰۴۳۔ کاکاخیل تقویم الحق مترجم زبورِ عجم شاعر علامہ اقبال
اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈیمی پشاور ۱۹۶۱ء ۲۲ + ۲۰۸ = ۲۳۰
۱۵ x ۲۲ مطبع پشاور یونیورسٹی پریس۔ (۱۲۱)

۱۳۴۶۔ مینوش شیر محمد مترجم پیامِ مشرق شاعر علامہ اقبال
اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈیمی پشاور ۱۹۶۳ء ۸۴ + ۱۴ + ۲۱۲ = ۳۶۲
۱۵ x ۲۲ پبلک آرٹ پریس پشاور۔ (۱۲۲)

۱۳۴۷۔ مینوش شیر محمد مترجم ضربِ کلیم شاعر علامہ اقبال
یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور سن ندارد = ۱۵۲
۱۲ x ۱۸ (۱۲۳)

۱۳۵۶ھ ش ۱۹۷۷ء:

افغانستان کے پشتون اقبال شناس حبیب اللہ رفیع نے پشتو کے مطبوعہ کتب کی ایک طویل فہرست مرتب کی۔ جو کہ پشتو ٹولنہ کابل کی جانب سے پښتو پانگہ کے نام سے دو جلدوں میں

شائع ہوئی۔ دوسری جلد میں حضرت علامہ کے آثار کے منظوم پشتو تراجم کا تعارف یوں پیش کیا گیا ہے۔ تعارف کی ترتیب یوں ہے۔ کتاب کا سلسلہ نمبر (کتاب کا نام)۔ مؤلف۔ مترجم۔ ناشر۔ سنِ اشاعت۔ سائز۔ صفحات اور موضوع کا مختصر تعارف۔

۵۲۱۔ارمغانِ حجاز علامہ اقبال پشتو مترجم امیر حمزہ شینواری

ناشر اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈیمی پشاور سنِ اشاعت ۱۹۶۴ء شاہین پرنٹنگ پریس

سائز ۱۴ x ۲۳ سنٹی میٹر صفحات ۱۱ + ۲۸۰ = ۲۹۱

موضوع۔ علامہ اقبال کے ارمغانِ حجاز کا منظوم پشتو ترجمہ جو میٹھے رواں انداز میں ہوا ہے۔[۱۲۴]

۵۲۳۔اسرار خودی شاعر علامہ اقبال پشتو مترجم سمندر خان سمندر

ناشر پاکستان پبلیکیشنز کراچی ۱۹۵۴ء ہیرالڈ پریس کراچی

سائز ۱۲ x ۱۸ سنٹی میٹر صفحات ۲۲۷

موضوع علامہ اقبال کی مشہور اسرار خودی کا منظوم پشتو ترجمہ جو پورے ادبی انداز سے انجام پذیر ہوا ہے۔[۱۲۵]

۵۶۷۔بالِ جبریل شاعر علامہ اقبال مترجم قاضی عبدالحلیم اثر

ناشر اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈیمی پشاور نومبر ۱۹۶۷ء شاہین پرنٹنگ پریس پشاور

سائز ۱۴ x ۲۲ سنٹی میٹر صفحات ۹ + ۲۲۴ = ۲۳۳

موضوع۔ علامہ اقبال کے منظوم اثر بالِ جبریل کا منظوم پشتو ترجمہ۔[۱۲۶]

۵۶۹۔بانگِ درا شاعر علامہ اقبال مترجم سید راحت زاخیلی

ناشر اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈیمی پشاور ۱۹۶۳ء پبلک آرٹ پریس پشاور

سائز ۱۴ x ۲۲ سنٹی میٹر صفحات ۴ + ۲۷ + ۳۳۶ = ۳۶۷

موضوع۔ اقبال کے بانگِ درا کا شیرین سادہ منظوم پشتو ترجمہ۔[۱۲۷]

۵۹۱۔پس چہ باید کرد مع مسافر شاعر علامہ اقبال مترجم سید تقویم الحق

کاکاخیل

ناشر اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈیمی پشاور ۱۹۶۹ء شاہین پرنٹنگ پریس پشاور

سائز ۱۴ x ۲۲ سنٹی میٹر صفحات ۸ + ۷۱ = ۷۹

موضوع۔ علامہ اقبال کے مشہور مثنوی پس چه باید کرد اے اقوام مشرق اور مسافر کا منظوم پشتو ترجمہ۔ (۱۲۸)

۵۹۶۔ پښتانه د علامه اقبال په نظر کښې مؤلف عبداللہ بختانی

ناشر۔ پشتو ٹولنہ کابل ۱۳۳۵ھ ش

سائز ۱۶ x ۲۳

موضوع۔ اس رسالے میں علامہ اقبال کے تعارف کے علاوہ وہ اشعار پیش کئے گئے ہیں جو انہوں نے پشتون مشاہیر کی مدح میں کہے تھے۔ اس رسالے کے مضامین درج ذیل ہیں:

علامہ اقبال کون تھا۔ اقبال کے نظریات۔ مغرب پر تنقید۔ مشرق کو خطاب۔ پشتونوں کو خطاب۔ سفر افغانستان۔ پشتون مشاہیر اور آخر میں اقبال افغان شعراء کی نظر میں۔ (۱۲۹)

۶۳۲۔ پیامِ مشرق شاعر علامہ اقبال مترجم شیر محمد مینوشؔ

ناشر اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈیمی پشاور نومبر ۱۹۲۳ء پبلک آرٹ پریس پشاور

سائز ۱۵ x ۲۱ سنٹی میٹر صفحات ۱۴ + ۱۴ + ۲۶۴ = ۲۹۲

موضوع علامہ اقبال کے پیامِ مشرق کا منظوم پشتو ترجمہ۔ (۱۳۰)

۲۷۵۔ جاوید نامہ شاعر علامہ اقبال پشتو ترجمہ امیر حمزہ شینواری

ناشر اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈیمی پشاور جولائی ۱۹۶۷ء پبلک آرٹ پریس پشاور

سائز ۱۵ x ۲۲ صفحات ۴ + ۲۴۶ = ۲۵۰

موضوع علامہ اقبال کی جاوید نامہ کا منظوم پشتو ترجمہ۔ (۱۳۱)

۹۸۹۔ رموزِ بیخودی شاعر علامہ اقبال مترجم سمندر خان سمندرؔ

ناشر پاکستان پبلیکیشنز کراچی ہیرالڈ پریس کراچی

سائز ۱۲ x ۱۸ سنٹی میٹر صفحات ۲۰۲

موضوع۔علامہ اقبال کے رموزِ بیخودی کا منظوم پشتو ترجمہ۔ (۱۳۲)

۱۰۰۳۔زبورِ عجم شاعر علامہ اقبال مترجم سید تقویم الحق کا کاخیل

ناشر اقبال اکادمی بوساطت پشتو اکیڈیمی ۱۹٦۱ء پشاور یونیورسٹی پریس

سائز ۱۵ x ۲۲ سنٹی میٹر صفحات ۲۲ + ۲۰۸ = ۲۳۰

موضوع۔علامہ اقبال کے زبورِ عجم کا منظوم پشتو ترجمہ۔ (۱۳۳)

۱۰۸٦۔ضربِ کلیم شاعر علامہ اقبال مترجم شیر محمد مینوش

ناشر یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور سن ندارد

سائز ۱۲ x ۱۸ سنٹی میٹر صفحات ۱۵۲

موضوع۔علامہ اقبال کے ضربِ کلیم کا منظوم پشتو ترجمہ نہایت بھاری ہے جس میں روانی کی کمی پائی جاتی ہے۔ (۱۳۴)

۱۱۰۳۔علامہ اقبال مؤلف عبدالرحمان بیتاب

ناشر۔شجاعت پبلشرز مقام و سن اشاعت تعمیر پرنٹنگ پریس ۱۹٦٦ء

سائز ۱۲x۱۸ سنٹی میٹر صفحات ۹٦۔

موضوع۔علامہ اقبال کے حالات زندگی اور خیالات پر بحث کی گئی ہے۔عنوانات ذیل ہیں۔اقبال کی پیدائش۔تعلیم و تربیت۔اقبال اور اسلام۔نظریہ ادب۔خودی اور زندگی۔موت اور حیات۔سیاسیات۔معاشرہ کا حل۔انسان کامل۔اسلامی حکومت۔آزادی قومیت۔عورت۔مغربی تہذیب۔پشتون اور اقبال۔عملی زندگی اور سفر افغانستان (۱۳۵)

۵ دسمبر ۱۹۷۷ء:

حضرت علامہ اقبال کے صد سالہ جشنِ ولادت کے بین الاقوامی کانگریس میں افغان اقبال شناس ڈاکٹر محمد رحیم الہام نے حضرت علامہ اقبال کے مثنوی مسافر کے جواب میں جواب مسافر پیش کیا۔ (۱۳٦)

یہ جواب جناب ڈاکٹر الہام کے سوانح کے ساتھ شامل مقالہ ہے۔

جدی ۱۳۵٦ھ ش دسمبر جنوری ۸ - ۱۹۷۷ء:

مجلّہ کابل میں حضرت علامہ سے متعلق جناب سوبمن کا پشتو مقالہ د ختیځ ستر شاعر (

مشرق کا عظیم شاعر) شائع ہوا۔ (۱۳۷)

تیسرا دور: ۱۹۷۸ء ۱۳۵۷ھ ش تا ۲۰۱۰ء ۱۳۸۹ھ ش ۱۴۳۰ھ ق

افغانستان میں کمیونسٹ انقلاب برپا ہوا، سمرقند و بخارا کو روند ڈالنے والوں نے کابل و غزنین پر چڑھائی کی۔ سویت یونین کی جارحیت کے خلاف اعلانِ جہاد کیا گیا۔ مختلف جہادی تنظیموں نے مختلف نشریاتی مطبوعات کا اجراء کیا۔ ان آثار رسائل، اخبارات اور جرائد میں شوقِ شہادت، جذبۂ جہاد، شانِ مومن، انسانی کرامت، عالمگیریت اسلام اور ایمان کی شان وشوکت وغیرہ سے متعلق حضرت علامہ کے افکار وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے۔

حضرت علامہ کے فکروفن کے حوالے سے مختلف مقالات شائع ہوتے رہے۔ افغان جہاد کے دوران تمام جہادی مطبوعات پر حضرت علامہ کے فکروفن کا پرتو جلوہ گر رہا۔

افغانستان میں بھی مختلف مطبوعات میں حضرت علامہ سے متعلق مواد شائع ہوتا رہا۔ اس دور کا تفصیلی تحقیقی جائزہ یوں ہے۔

۱۳۵۷ھ ش:

کابل کے اکادمی علوم کی جانب سے پشتون شعرا کا تذکرہ ''پشتانہ شعرا'' جلد چہارم (مرتب سرمحقق عبداللہ بختانی خدمتگار) شائع ہوا۔ اس میں ذیل اقبالیاتی حوالے موجود ہیں۔

- ابوسعید فضل احمد غرکی فن وشخصیت کے حوالے سے علامہ کا تذکرہ۔

''غرنے، پشتونوں کی شان میں ایک قصیدہ لکھا اور علامہ کی خدمت میں پیش کیا۔ علامہ نے اس قصیدے کی انگریزی ترجمے کا اصلاح خود اپنے دست مبارک سے فرمایا۔ (۱۳۸)

- راحت اللہ راحت زاخیلی کے تذکرے میں ان کی شکوہ اور جواب شکوہ کے منظوم پشتو تراجم کا ذکر آیا ہے۔ (۱۳۹)

۱۳۵۸ھ ش:

خوشحال خان خٹک کی وفات کے تین سو سال پورے ہونے کی مناسبت سے کالمی خوشحالی کانفرنس کے لئے محمد ابراہیم ستوری اور احمد ضیا مدرسی کا مرتب کردہ خوشحال شناسی کا ایک اہم منبع ''خوشحال خاں خٹک دمطبوعاتو پہ هنداره کی'' جلد دوم شائع ہوا۔ اس کتاب میں بھی ذیل اقبالیاتی حوالے موجود ہیں۔

☆پښتانه د علامه اقبال په نظر کښې مرتب عبداللہ بختانی۔کتاب میں تذکرہ خوشحال خان (۱۴۰)

☆دخوشحال اود اقبال داشعاروخی مشترکی خواوی۔عبداللہ بختانی۔مطبوعہ ننگیالی پشتون میں تذکرہ خوشحال خان (۱۴۱)

☆دخوشحال پہ شاعری کی باز اور اقبال کے شاہین کے تصورات (از امیر حمزہ شنواری مطبوعہ توریالی پشتون) کا تذکرہ (۱۴۲)

☆خوشحال واقبال۔میر عبدالصمد۔خوشحال اور اقبال کا مفصل تذکرہ (۱۴۳)

☆باز پہ خوشحالیات اواقبالیات کی (خوشحالیات اور اقبالیات میں باز (شاہین) کا تذکرہ مقالہ دوست محمد خان کامل مومند (۱۴۴)

☆خوشحال خان خٹک حیات حالات اور شاعری سے متعلق سید رسول رسا کا مقالہ اس میں بال جبریل میں خوشحال خاں خٹک کی وصیت بھی نقل کی گئی ہے۔ (۱۴۵)

۱۳۵۸ - ۱۳۵۹ھ ش:

افغانستان کالنی (سالنامہ) میں عبدالہادی داوؔی کا سوانحی تذکرہ شائع ہوا جس میں ان کی فارسی نظم ''خطاب بہ اقبال'' بھی شائع ہوئی ہے جو داوؔی کے سوانح کے ساتھ شامل مقالہ ہے۔ (۱۴٦)

دلوحوت ۱۳۵۹ھ ش:

ماہنامہ شفق (جریدہ حزب اسلامی افغانستان) میں حضرت علامہ کی ایک رباعی اور ذیل اشعار شائع ہوئے:

ے خدا آن ملتی را سروری داد — کہ تقدیرش بدست خویش بنوشت
بہ آن ملت سرو کاری ندارد — کہ دہقانش برائی دیگران کشت (۱۴۷)

غلامی

ے آدم از بی بصری بندگی آدم کرد — گوہری داشت ولی نذر قباد و جم کرد
یعنی ازخوی غلامی زسگاں خوارتر است — من ندیدم کہ سگی پیش سگی سرخم کرد (۱۴۸)

ے میا رابزم برساحل کہ آنجا — نوائی زندگانے نرم خیز است
بہ دریا غلت و باموجش درآویز — حیات جاودان اندر ستیز است (۱۴۹)

اسد ۱۳۵۹ھ ش:

عبدالباری شہرت ننگیال نے افغانستان میں روسی انقلاب کے بعد اپنا ایک پشتو شعری مجموعہ د افغـان مـجاہد آواز شائع کرایا۔ایک رباعی میں مزار اقبال پر حضرت علامہ کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

ے چې خاوند د ژور فکرولوړ خیال دی
فلسفي شاعر دانا د ژوند په حال دی
خود به اوسی لاهور لوړ سر هسکه غاړه
چې روزلی ی نامتو ادیب اقبال دی (۱۵۰)

ترجمہ: گہرے تفکر اور بلند خیالات رکھنے والا ہے یہ فلسفی شاعر رموزِ زندگی کا دانائے راز ہے۔ لاہور یقیناً اپنا سر بلند رکھنے کا حقدار ہے جس نے مشہور زمانہ ادیب اقبال کو پروان چڑھایا ہے۔

حمل ثور ۱۳۶۰ھ ش:

ماہنامہ ''شفق'' میں حضرت علامہ کے درج ذیل اشعار شائع ہوئے:

ے زندگی در صدف خویش گہر ساختن است   در دل شعلہ فرو رفتن ونگداختن است
عشق ازیں گنبد در بستہ بیرون تاختن است   شیشہ ماہ ز طاق فلک انداختن است (۱۵۱)

جوزا سرطان ۱۳۶۰ھ ش:

ماہنامہ ''شفق'' میں حضرت علامہ کی درج ذیل رباعی شائع ہوئی:

ے ساحل افتادہ ای گفت بسی زیستم   آہ نہ معلوم شد ہیچ کہ من چیستم
موج زخود رفتہ ای تیز خرامید و گفت   ہستم اگر می روم گر نہ روم نیستم (۱۵۲)

میزان ۱۳۶۰ھ ش:

ماہنامہ ''دشہید زیری'' (نوید شہید) میں حضرت علامہ کے ذیل اشعار شائع ہوئے:

ے بگو شم آمد از خاک مزاری   کہ در زیر زمین ہم می توان زیست
نفس دارد و لیکن جان ندارد   کسی کو بر مراد دیگران زیست (۱۵۳)

میزان عقرب ۱۳۶۰ھ ش:

ماہنامہ ''سیمائی شہید'' حضرت علامہ کی درج ذیل رباعی و اشعار شائع ہوئے:

ے زندگی در صدف خویش گہری ساختن است   در دل شعلہ فرو رفتن ونگداختن است

عشق ازیں گنبد در بستہ بیرون تاختن است — شیشہ ماہ ز طاق فلک انداختن است

ے بگوشم آمد از خاک مزاری — کہ در زیرِ زمین ہم میتوان زیست
نفس دارد و لیکن جان ندارد — ی کو برمزار دیگران زیست (۱۵۴)

قوس جدی ۱۳۶۰ھ ش:

ماہنامہ ''شفق'' میں حضرت علامہ کی درج ذیل رباعیات شائع ہوئیں:

ے مسلمان فاقہ مست و ژندہ پوش است — ز کارش جبرائیل اندر خروش است
بیا نقش دیگر ملت بریزم — کہ این ملت جہان را بارِ دوش است (۱۵۵)

ے نوا از سینۂ مرغ چمن برد — ز خون لالہ آں سوز کہن برد
بہ این مکتب، بہ این دانش چہ نازی — کہ نان در کف نداد و جان زتن برد (۱۵۶)

قوس ۱۳۶۰ھ ش

افغان مجاہدین کے جریدہ ''میثاق خون'' میں ڈاکٹر حق شناس کا مقالہ ''اقبال اور افغانستان'' شائع ہوا۔ (۱۵۷)

یہ مقالہ بعد میں ''سیر اقبال شناسی در افغانستان'' میں بھی شائع ہوا۔ (۱۵۸)

صفر ربیع الاول ۱۴۰۲ھ ق:

حضرت علامہ کی ذیل رباعی ''شہید زیری'' میں شائع ہوئی:

ے برون از سینہ کش تکبیرِ خود را — بخاک خویش زن اکسیر خود را
خودی را گیر و محکم گیر و خوش زی — مدہ در دست کس تقدیر خود را (۱۵۹)

۱۹۸۲ء:

افغانستان کی جمعیت اسلامی کی جانب سے استاد خلیل اللہ خلیلی کا حضرت علامہ اقبال سے متعلق منثور و منظوم اثر یارِ آشنا شائع ہوا۔ (۱۶۰)

دسمبر ۱۹۸۲ء:

افغان اقبال شناس پشتو شاعر حبیب اللہ رفیع کی پشتو نظم د آسیا زړه (قلبِ آسیا) شائع ہوئی۔ جس میں حضرت علامہ کو تحسین پیش کیا گیا۔ (۱۶۱)

عقرب ۱۳۶۱ھ ش محرم الحرام ۱۴۰۲ھ ق:

مجلّہ ''شہید پیغام'' میں حضرت علامہ کی درج ذیل رباعی شائع ہوئی:

ے مسلمانے کہ داندرمز دین را نساید پیش غیر اللہ جبین را
اگر گردون بہ کام او نگردد بکام خود بگر داندز مین را (۱۶۲)

دلو۱۳۶۱ھ ش:

مجلّہ ''شہید پیغام'' میں حضرت علامہ کے درج ذیل ابیات بعنوان ''از پیغام مصطفیٰ آگاہ شو'' شائع ہوئے ہیں:

ے اے کہ در یوزہ ی منصب کنی صورت طفلان زنی مرکب زنی
فطرتی کو بر فلک بند د نظر پست می گرددز احسان دگر
گرچہ باشی تنگ روز و تنگ بخت دررۂ سیل بلا افگندہ رخت
رزق خویش از نعمت دیگر مجو موج آب از چشمۂ خاور مجو

ے مسلم استی بی نیاز از غیر شو اہلِ عالم را سراپا خیر شو
رزق خود را از کف و نان مگیر یوسف استی خویش راارزان مگیر
پشت پا زن لخت کیکاوس را سر بدہ از کف مدہ ناموس را
از پیام مصطفیٰ آگاہ شو فارغ از ارباب غیر اللہ شو
عشق را آتش زن اندیشہ کن روبحق می باش و شیری بیشہ کن
خوف حق عنوان ایمان است وبس خوف غیراز شرک پنہاں است وبس
فارغ از اندیشۂ اغیار شو
قوت خوابیدہ ئ بیدار شو (۱۶۳)

جنوری ۱۹۸۳ء ربیع الاول ۱۴۰۳ھ ق:

ماہنامہ ''ہجرت'' میں افغان مجاہدین کی ایک تصویر شائع ہوئی ہے۔ جس میں وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور اس تصویر کے کیپشن میں حضرت علامہ کا یہ شعر درج کیا گیا ہے۔

ے آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز قبلہ رو ہو گئے زمین بوس ہوئی قوم حجاز (۱۶۴)

شعبان ۱۴۰۳ھ ق:

جناب ف م فائض نے افغانستان میں روسی مداخلت کے بعد افغانوں کو اپنی بقا و سالمیت کے لئے اس جنگ میں غافل نہ رہنے کی تلقین کی ہے اور ''حل سیاسی یا حیلۂ سیاسی'' کے عنوان سے اپنے ایک مقالے میں اپنے موضوع کی دلیل و اثبات میں حضرت علامہ کا حوالہ دیا

ہے۔

''۔۔۔۔۔اگر باز غفلت نمائیم آئندہ اش ہلاکت بار از وضعی خواہد بود کہ در آن بسر میبریم و آنگہ دیگر موقع نخواہد بود تا سہل انگاریہای مانی را جبران کنم ہم اکنون فرصتی است کہ بناید آنداز دست داد و بناپر درراز جہاد و مبازرہ احساس خستگی کینم کہ بقول اقبال ''حیات جاوداں اندر ستیز است'' باید دانست کہ در عقب سکوں مرگ است و در عقب ستیز حیات جاوید۔۔۔۔''(۱۶۵)

۱۳۶۲ھ ش:

امیر کروڑ سوری کے بارہ سو پچاس ویں سالگرہ (۱۵۴ - ۱۴۰۴ھ ق) کی مناسبت سے پشتو ٹولنہ کابل نے عبدالرؤف بینؔوا کی ایک تحقیقی کتاب آریای فارسی اور پشتو مرثیے شائع کرائی ہے۔اس کتاب کے مدون و مرتب حضرت محمد ویاؔڑ نے کتاب کے محقق عبدالرؤف بینوا کے آثار و تالیفات کا ذکر کیا گیا ہے جو ''انیس'' اخبار کابل کے ۱۳۲۱ھ ش کے مختلف شماروں میں پردیس کے نام سے شائع ہوا ہے۔(۱۶۶)

اسد ۱۳۶۳ھ ش:

سہ ماہی ''سپیدی'' کے شمارہ اول میں بیک ٹائٹل سے پہلے حضرت علامہ کا کلام شائع ہوا ہے:

جنگ است ہنوز

ے لالہ ی این چمن آلودہ رنگ است ہنوز سپر از دست مینداز کہ جنگ است ہنوز
فتنہ ی را کہ دو صد فتنہ بآغوش بود دختری ہست کہ در عہد فرنگ است ہنوز
ای کہ آسودہ نشینی لب ساحل برخیز کہ ترا کار بہ گرداب نہنگ است ہنوز
از سر تیشہ گذشتن زخردمندی نیست ای بسا لعل کہ اندر دل سنگ است ہنوز
باش تا پردہ گشایم ز مقام دگری چہ دہم شرح نواہا کہ بہ چنگ است ہنوز
نقش پرداز جہان چون بہ جنونم نگریست
گفت ویرانہ بہ سودائی تو تنگ است ہنوز (۱۶۷)

عقرب ۱۳۶۳ھ ش:

سہ ماہی ''سپیدی'' کے سال اول شمارہ چار کے بیک ٹائٹل سے پہلے حضرت علامہ کی فارسی''

دعا'' شائع ہوئی ہے:

ے یارب درون سینہ دل باخبرہ بدہ　　در بادہ نشہ رانگرم آن نظر بدہ
این بندۂ اکہ بانفس دیگران نہ زیست　　یک آہ خانہ زاد مثال سحر بدہ
سلیم، مرا بجوی تنک مایہ ئی مپیچ　　جولا نگہے بوادی وکوہ و کمر بدہ
سازی اگر حریف یم بیکران مرا　　بااضطراب موج سکون گہر بدہ
شاہین من بعید پلنگان گذاشتی　　ہمت بلند و چنگل ازین تیز تر بدہ
رفتم کہ طائران حرم راکن شکار　　تیری کہ نافگندہ فتدکار گر بدہ
خاکم بہ نور نغمہ داوٗد برفروز
ہر ذرۂ مراپروبال شرر بدہ [۱۶۸]

فروری، مارچ ۱۹۸۴ء:

ماہنامہ ''ہجرت'' میں حضرت علامہ کے درج ذیل اشعار شائع ہوئے:

ے یہ بندگی خدائی، وہ بندگی گدائی　　یا بندۂ خدا بن یا بندۂ زمانہ
غافل نہ ہو خودی سے کر اپنی پاسبانی　　شاید کسی حرم کا تو بھی ہو آستانہ! [۱۶۹]

جوزا/ ۱۳۶۴ھ ش جون ۱۹۸۵ء:

سہ ماہی ''سپیدی'' سال اول شمارہ ۱۱ میں ''انداز'' کے عنوان سے حضرت علامہ کے درج ذیل دوابیات شائع ہوئے:

ے زپیری یاد دارم این دوانداز　　نباید جز بجان خویشتن زیست
گریز از تپش آن مرد فرودست　　کہ جان خود گرو کرد وبہ تن زیست [۱۷۰]

سرطان ۱۳۶۴ھ ش جولائی ۱۹۸۵ء:

افغان جہاد کے دوران مجاہدین کا ایک ماہنامہ جریدہ'' قلب آسیا'' کے نام سے شائع ہوتا رہا۔اس جریدے کا شمارہ پنجاوہشتم میرے سامنے ہے۔جریدہ کے نام کے بالکل ساتھ ہی حضرت علامہ کے درج ذیل اشعار کندہ ہیں:

ے آسیا یک پیکر آب وگل است　　ملت افغان درآن پیکر دل است
از فساد او فساد آسیا　　در گشاد او گشاد آسیا [۱۷۱]

جوزا سرطان ۱۳۶۵ھ ش:

مجلّہ ''شفق'' کے مختلف صفحات پر حضرت علامہ کے درج ذیل اشعار و رباعیات شائع ہوئے:

ے جوہر ما بامقامی بستہ نیست　　بادہ ی تندش بہ جامی بستہ نیست
قلب ما از ہند و روم و شام نیست　　مرز و بوم او بجز اسلام نیست (۱۷۲)

ے بیا ساقی نقاب از رخ برافگن　　چکید از چشم من خون دل من
بہ آن لحنی کہ نی شرقی نہ غربی است　　نوای از مقام لاتخف زن (۱۷۳)

ے تن مرد مسلمان پایدار است　　بنای پیکر او استوار است
طبیب نکتہ رس دیداز نگاہش　　خودی اندر وجودش رعشہ دار است (۱۷۴)

ے ہنوز اندر جہان آدم غلام است　　نظامش خام و کارش ناتمام است
غلام فقیر آن گیتی پناہم　　کہ در دینش ملوکیت حرام است (۱۷۵)

ے مسلمانی غم دل در خریدن　　جو سیماب از تپ یاران تپیدن
حضور ملت از خود درگذشتن　　دگر بانگ انا الملت کشیدن (۱۷۶)

۱۳۶۵ھ ش:

زرین انخورؔ نے افغانستان کی صحافت کی پیشرود افغانستان د ژور نالیزم مخکشان دولتی مطبع کابل سے شائع کرائی۔ اس کتاب میں دیگر مشاہیر کے علاوہ عبدالہادی داویؔ کی صحافتی خدمات کا تذکرہ موجود ہے اور ان کے مشہور و معروف اثر آثار اردوی اقبال سے متعلق درج ذیل عبارت درج کی گئی ہے:

استاد عبدالہادی داوی د شرق د لوئ شاعر او مسلمان فیلسوف علامہ داکتر اقبال لہ آثارو سرہ زیاتہ د زړہ مینہ لرلہ۔ د ہغہ پہ ځینو شعری آثارو کښې ددغې مینې ځرګندونہ او اغیزی راځرګندیږی پہ دې لړ کښې ہغہ غو ښتل چې د علامہ داکتر اقبال لاہوری آثار لہ اردو ځخہ پہ فارسی راوژباړې ددې سلسلې دوہ ټوکہ یې پہ ۱۳۵۵ ھ ش کال کښې د اطلاعاتو او کلتور د وزارت د بیہقی د کتاب چاپولو د موسسہ لہ خوا چاپ شوی دی۔ نور ټوکونہ نہ دی خپارہ

شوی ـ (۱۷۷)

ترجمہ: استاد عبدالہادی داوی کا مشرق کے عظیم مسلمان فلسفی شاعر علامہ ڈاکٹر اقبال کے آثار کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ ان کے بعض آثار میں اقبال سے اسی تعلق کا پرتو جلوہ گر ہے اس سلسلے میں وہ چاہتے تھے کہ علامہ اقبال لاہوری کے اردو آثار کے فارسی میں تراجم کریں۔ اسی سلسلے کی دو جلدیں ۱۳۵۵ھ ش میں اطلاعات کلتور وزارت کے بیہقی نشراتی ادارہ کی جانب سے شائع ہوئیں۔ جبکہ باقی جلدیں تشنۂ اشاعت ہیں۔''

۱۳۶۵ھ ش:

مجلّہ ''شفق''، سال دوم شمارہ اول و دوم میں حضرت علامہ کی درج ذیل رباعیات و اشعار شائع ہوئے ہیں:

ـ مسلمان گرچہ بی خیل وسپاہی است ضمیر او ضمیر پادشاہی است
اگر اورا مقامش باز بخشند جمال او جلال بی پناہی است

ـ مومنان را تیغ با قرآن بس است تربت مارا ہمین سامان بس است
گرتو می خواہی مسلمان زیستن نیست ممکن جزبہ قرآن زیستن

ـ خلافت برمقام ماگواہی است حرام است آنچہ برما بادشاہی است
ملوکیت ہمہ مکر است و نیرنگ خلافت حفظ ناموس الہی است (۱۷۸)

۱۳۶۵ھ ش:

وزارت اقوام وقبائل افغانستان کے ریاست فرہنگ ونشریات نے پشتو زبان میں سرفراز خان خٹک کا خوشحال نامہ شائع کیا۔ اس کتاب کی تدوین وتحقیق اور تعلیقات جناب زلمی ھیواد مل نے کی ہے۔ اس میں تقریباً ساڑھے چار صفحات پر مشتمل ایک عنوان ''خوشحال اور اقبال'' ہے۔

اس کے مطابق خوشحال کی اصطلاح ''ننگیالی'' کے تحت انسان کامل کا جو تصور اقبال نے پیش کیا ہے اس نظریے کو المانی حکیم نطشہ (۱۸۴۴ء-۱۹۰۰ء) نے فوق البشر اور خود ارادیت کا نظریہ وضع کیا اس کے بعد ہندی حکیم اقبال نے مرد مومن اور نظریہ خودی کے اختراعات کیے ہیں۔ اس نظریے کے بانی خوشحال خاں خٹک ہے اور اقبال ہی نے خوشحال خاں خٹک کے باز سے شاہین کا تصور اخذ کیا ہے۔ (۱۷۹)

حمل ثور ۱۳۶۶ھ ش اپریل مئی ۱۹۸۷ء:

مجلّہ ''قلم''، میں حبیب اللہ رفیع نے مشہور و معروف افغان اقبال شناس استاد خلیل اللہ خلیلی کی وفات کے مناسبت سے ایک طویل مقالہ تحریر کیا ہے۔ اس مقالہ میں استاد خلیل اللہ خلیلی آثار و تراجم کے تعارف کے سلسلے میں دیار آشنا (علامہ اقبال بہ افغانستان) کا ذکر کیا ہے۔ (۱۸۰)

اس طرح ملت کی بیداری میں استا خلیلی کو اقبال کی راہ کا راہی بتایا گیا ہے۔ (۱۸۱)

جوزا سرطان ۱۳۶۶ھ ش شوال ۱۴۰۷ھ ق:

مجلّہ میثاق خون میں نایل لاجوربشہری کا مقالہ امروز برای فردا شائع ہوا ہے اس میں مستقبل کے حوالے سے اقبال اور خواجہ حافظ شیرازی کے افکار سے متعلق بحث کی گی ہے۔ (۱۸۲)

یہ مقالہ بعد میں ''سیر اقبال شناسی در افغانستان'' میں بھی شائع ہوا۔ (۱۸۳)

عقرب ۱۳۶۶ھ ش اکتوبر نومبر ۱۹۸۷ء:

مجلّہ ''قلم''، میں افغانستان کے معروف اقبال شناس داکتر سید خلیل اللہ ہاشمیان نے یومِ اقبال کی مناسبت سے ''بزرگداشت اقبال بزرگ'' کے عنوان سے علامہ کے فکر و فن پر ایک نہایت پر مغز اور طویل مقالہ شائع کرایا ہے۔ (۱۸۴)

یہ مقالہ بعد میں ''سیر اقبال شناسی در افغانستان'' میں بھی شائع ہوا۔ (۱۸۵)

۱۳۶۶ھ ش:

کابل میں حضرت علامہ کے کلام کا منظوم پشتو مترجم بابائے پشتو غزل امیر حمزہ شنواری کا اسی سالہ جشن ولادت منایا گیا۔ اسی مناسبت سے کابل میں ایک علمی سیمینار منعقد ہوا۔ جس میں مختلف مقالات پیش کیے گئے۔ فارسی میں کاندیدا کارمسین میر حسین شاہ نے ''محمد اقبال اور حمزہ'' کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔ یہ مقالہ بعد میں اس سیمینار کے مشمولات پر مشتمل مجموعہ ''حمزہ یاد'' میں شائع ہوا۔ (۱۸۶)

۱۸ عقرب ۱۳۶۶ھ ش:

افغان ''اخبار شہادت'' کے صفحہ چار پر حضرت علامہ کی ایک بڑی تصویر ذیل نوٹ اور ان کے ذیل کلام کے ساتھ شائع ہوئی ہے:

بہ مناسبت تجلیل از روز تولد علامہ اقبال شاعر و فیلسوف نامدار جہان اسلام

امروز درست در برابر روز تولدی علامہ اقبال فیلسوف و شاعر نامدار جہان اسلام و

شبه جزیرهٔ هند قرار داریم۔ بزرگداشت از تولد علامه اقبال ای بخش ماموریت مان را تشکیل می دهد که در دشوار ترین، لحظات مبارزه و تلاش انقلابی ملت خود به آن توجه باید کرد ادبیات معاصر اسلامی و روند کنون فلسفهٔ اسلام نسبت به هر زمان دلگیر نیاز دارد تا شعر و اندیشه های این بزرگ مرد دنیای اسلام را با سروده های انقلابی و اندیشه های توحیدی راهبان این نسل و نسل های دلگیری پیوندن دهیم۔ اینک بخاطر یاد بود علامه اقبال یکی از اشعاره ی را انتخاب نموده یم که خدمت خوانندگان عزیز تقدیم می گردد۔

نغمه ام از زخمه بی پرواستم — من نوای شاعر فرد استم
عصر من دانندهٔ بی اسرار نیست — یوسف من بهر این بازار نیست
ناامیدستم زیاران قدیم — طور من سوزد که مے آید کلیم
قلزم یاران چو شبنم بی خروش — شبنم من مثل یم طوفان بدوش
نغمه ی من از جهان دیگر است — این جرس را کاروان دیگر است
ای بسا شاعر که بعد از مرگ زاد — چشم خو بر بست و چشم ما گشاد
رخت باز از نیستی بیرون کشید — چوں گل از خاک مزار خود دمید
کاروان ها گرچه زین صحرا گذشت — مثل گام ناقه کم غوغا گذشت
عاشقم فریاد ایمان من است — شور حشر از پیش خیزان من است
نغمه ام نغمه ام زاندازهٔ تار است بیش — من نترسم از شکست عود خویش
قطرهٔ از سیلاب من بیگانه به — قلزم از آشوب او دیوانه به
در نمے گنجد بجو عمان من — بحر ها باپے طوفان من
غنچه کز بالیدگی گلشن نشد — در خور ابر بهار من نشد
برقها خوابیده در جهان من است — کوه و صحرا باب جولان من است
پنجه کن با بحرم از صحراستی — برق من درگیر اگر سیناستی
چشمهٔ حیوان براتم کرده اند — محرم راز حیاتم کرده اند
زره از سوز نوایم زنده گشت — پر گشود و کرمک تابنده گشت
هیچکس رازی که من گویم نگفت — همچو فکر من درمعنیٰ نسفت

سر عیش جاودان خواہی بیا   ہم زمین ہم آسمان خواہی بیا
پیر گردون بامن این اسرار گفت
از ندیمان رازها نتوان نہفت (۱۸۷)

۱۳۶۶ھ ش:

ن لا جور پنجشیری نے امروز براہ فردا کے عنوان سے ایک کتابچہ لکھا جو جمعیت اسلامی افغانستان کی جانب سے شائع ہوا۔ اس کتابچہ میں خواجہ حافظ شیرازی اور اقبال لاہوری کے افکار کی روشنی میں مستقبل کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔ (۱۸۸)

حمل تا سنبلہ ۱۳۶۷ھ ش اپریل، جولائی ۱۹۸۸ء:

مجلّہ ''قلم'' کے بیک ٹائٹل کے پشت پر ''فالِ قلم'' کے طور پر حضرت علامہ کا کلام شائع ہوا ہے۔

جنگ است ہنوز

لالۂ این چمن آلودۂ رنگ است ہنوز   سپر از دست میندازکہ جنگ است ہنوز
ای کہ آسودہ نشینی لب ساحل برخیز   کہ ترا کار بہ گرداب و نهنگ است ہنوز
از سر تیشہ گذشتن زخردمندی نیست   ای بسا لعل کہ اندر دل سنگ است ہنوز
باش تا پردہ گشایم زمقام دگری   چہ دھم شرح نوا ها کہ بچنگ است ہنوز
نقش پرداز جہان چون بجنونم نگریست
گفت ویرانہ بہ سودائی تو تنگ است ہنوز (۱۸۹)

دلو حوت ۱۳۶۷ھ ش فروری، مارچ ۱۹۸۹ء:

مجلّہ ''قلم'' کے اس شمارے میں بھی قلم کا فال حضرت علامہ کا کلام ہے:

زخاک خویش طلب آتشی کہ پیدا نیست   تجلی دگری درخور تقاضا نیست
نظر بخویش چنان بستہ ام کہ جلوۂ دوست   جہان گرفت و مرا فرصت تماشا نیست
بملک جم ندھم مصرع نظیری را   کسی کہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست
ز قید و صید نهنگان حکایتی آور   مگو کہ زورق ما روشناس دریا نیست
مرید ہمت آن رہروم کہ پا نگذاشت
بہ جادۂی کہ در و کوہ و دشت صحرا نیست (۱۹۰)

۱۳۶۷ھ ش:

کابل میں عالمی ادارہ تحقیقات پشتو کے قیام کی دسویں سالگرہ کی مناسبت سے پشتو تحقیقات کے حوالے سے سیمنار ہوا تھا۔ پښتو څېړنې کے عنوان سے اس سیمنار کے مقالات کے مجموعے کی پہلی جلد شائع ہوئی۔ مرتب محقق شہزادہ زیارن ومطبوعہ افغانستان کا اکادمی علوم ہے۔ اس میں ایک مقالہ محقق عبدالجبار نادر کا ''پشتانه د بهر نیو له نظر'' (پشتون بیرون زعماء کی نظر میں) شامل ہے۔ اس مقالے میں موصوف نے حضرت علامہ کی مثنوی مسافر سے چند اشعار کا حوالہ لیا ہے جو انہوں نے پشتونوں کے دشت وکوہسار کو سراہتے ہوئے کہتے ہیں:

خیبر از مردان حق بیگانہ نیست   در دل او صد ہزار افسانھا ایست

سرزمینی کبک و شاہین مزاج   آہوی او گیرداز شیران خراج

درفضائش جره بازان تیز جنگ   لرزه برتن از نہیب شان پلنگ (۱۹۱)

جوزا سرطان ۱۳۶۸ھ ش جون جولائی ۱۹۸۹ء:

مجلّہ ''قلم'' میں عبدالرؤف نوشہروی کا مقالہ ''اتحاد بین المسلمین وقت کی اہم ضرورت'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ جو حضرت علامہ کے اشعار وافکار کی بنیاد پر ترتیب دیا گیا ہے۔ (۱۹۲)

اسد سنبلہ ۱۳۶۸ھ ش اگست ستمبر ۱۹۸۹ء:

افغان مجلّہ ''قلم'' میں افغان جہاد کے حوالے سے راقم الحروف (عبدالرؤف رفیقی) کا مکتوب شائع ہوا ہے۔ جس میں حضرت علامہ کے افکار کی روشنی میں افغان جہاد کو تحسین پیش کیا گیا ہے۔ اور حضرت علامہ کا درج ذیل شعر نقل کیا ہے:

لاہور و دہلی جن کے دم سے ہم پہلو ہوئے   اے اقبال وہ بلبل بھی آج خاموش ہیں (۱۹۳)

۲۸ حوت ۱۳۶۸ھ ش:

افغانستان کے ایک ریٹائرڈ فوجی آفیسر ار کانحرب ڈگروال متقاعد عبدالحنان مینہ پال نے تپش قلب آسیا افغانستان در آزمون بزرگ کے نام سے ایک کتاب تحریر کی۔ جو بعد میں دانش کتاب خانہ قصہ خوانی پشاور کی جانب سے ۱۳۷۷ھ ش میں طبع ہوئی۔ کتاب کے آغاز میں مؤلف کی ایک خوبصورت تصویر اور اس کے بعد مکمل صفحے پر حضرت علامہ کے درج ذیل اشعار طبع ہوئے ہیں:

آسیا یک پیکر آب و گل است   ملت افغان درآن پیکر دل است

از فساد او فساد آسیا　　در گشاد او گشاد آسیا
تادل آزاد است آزاد است تن　　ورنہ کاہی دررہ باد است تن
ہمچوتن پابند آئین است دل　　مردہ ازکین زنداز دین است دل
قوت دین از مقام وحدت است
وحدت از مشہود گرددملت است (۱۹۴)

۱۳۶۸ھ ش نومبر ۱۹۸۹ء:

افغان اقبال شناس عبدالباری شہرت ننگیالؔ نے افغان جہاد سے متعلق اردو اشعار و منظومات یکجا کر کے خون کی پکار کے عنوان سے شائع کرائی ہے۔اس کتاب کے بیک ٹائٹل پر بائیں جانب حضرت علامہ کی تصویراوپر شاہین اور دائیں جانب درج ذیل اشعار شائع ہوئے ہیں:

آسیا یک پیکر آب وگل است　　ملت افغان درآن پیکر دل است
از فساد او فساد آسیا　　در گشاد او گشاد آسیا
تادل آزاداست آزاداست تن　　ورنہ کاہی دررہ باد است تن (۱۹۵)

عقرب قوس ۱۳۶۹ھ ش:

مجلّہ ''قلم'' میں قاضی محمد صدیق صادقؔ نے مرحوم گل باچا الفتؔ اور ان کے نظریات کے حوالے سے ایک مقالہ تحریر کیا ہے۔اس مقالے میں الفتؔ کی تالیفات کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے الفتؔ کے نظریات کو اقبال کے نظریات سے معادل گردانا ہے۔

ترجمہ: ''ایک بلند نظر شخصیت کے مالک جن کے بلند خیالات اور گہرے افکار نے زندگی کے نشیب وفراز کا احاطہ کیا ہے ان کے ہر جملہ، ہر حرف، ہر کلمہ یا ہر شعر پر کتابیں رقم کی جاسکتی ہیں ایسی شخصیت کا تذکرہ ایک مقالے یا مجلّے میں کرنا ان کے حیات وطرز تفکر پر لکھنا یقیناً قابلِ جرأت اقدام ہے۔کیونکہ اگر ان کے اشعار کا علامہ اقبال کے فارسی اشعار سے موازنہ کیا جائے تو بالکل ان کے ساتھ معادل کلیات کی ترتیب اور لطافت زماں ومکان کی مطابقت میں کبھی بھی ان کے افکار سے کم نہ ہونگے۔

یہاں مرحوم علامہ اقبال اور مرحوم الفتؔ صاحب کا ایک ایک شعر نقل کیا جاتا ہے۔علامہ اقبال فرماتے ہیں:

؎ عمرہا درکعبہ و بتخانہ می نالہ حیات تا ز بزم عشق یک دانائی راز آید بیرون

اور یہی مقصد مرحوم الفت نے نابغۂ مشرق سید جمال الدین افغانی سے متعلق مدح میں یوں ادا فرمایا ہے:

؎ د قدرت د کار خانو نه کله کله

په جهان پيدا يو بل رنګه بشر شي

ترجمہ: قدرت کے کارخانے سے کبھی کبھی اسرارِ جہان میں ایک منفرد قسم کا بشر پیدا ہوجاتا ہے۔(۱۹۶)

۱۳۶۹ھ ش:

حبیب اللہ رفیع نے افغان جہاد کے دوران شائع شدہ ادبی کتب کا تعارف ''دوژمو بھیر'' (کاروانِ مہک) شائع کیا جس میں ۱۶۸ کتب متعارف کے گئے ہیں ان میں درج ذیل دو کتابیں حضرت علامہ سے متعلق ہیں:

۱۔ امروز زدای برای فردا از لاجور پنشہری

یہ کتاب افغانستان کی جماعتِ اسلامی کی جانب سے ۱۳۶۶ھ ش کو شائع ہوئی۔ اس میں مستقبل کے بارے میں فلسفیانہ اور ادبی بحث موجود ہے۔ مستقبل کے بارے میں خواجہ حافظ شیرازی اور اقبال لاہوری کے افکار و نظریات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایک مترقی و کامیاب مستقبل کے لئے جہدِ مسلسل کو شرط قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مستقبل سے خوش بینی منسوب کی گئی ہے۔(۱۹۷)

۲۔ یار آشنا از استاد خلیل اللہ خلیلی

جمعیت اسلامی افغانستان علمی و مشاورتی انجمن کی جانب سے استاد خلیل اللہ خلیلی کا منظوم و منثور اثر ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب اسی صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں حضرت علامہ کی یاد اور ان کے فن و شخصیت سے متعلق نکات بیان کئے گئے ہیں۔(۱۹۸)

۱۳۶۹ھ ش:

مجلّہ ''قلم'' میں زلمی ھیوادمل نے حضرت علامہ کے مقالے (*Khushal Khan Khattak the Afghan Warrior Poet*) مطبوعہ (*Islamic Culture*) حیدر آباد دکن جولائی ۱۹۲۸ء کے حوالے سے تحقیقی مقالہ ''د علامه اقبال لاهوری مقاله

افغان جنگیالی شاعر'' شائع ہوا۔[۱۹۹]

۱۳۶۹ھ ش:

مشہور افغان محقق زلمی ھیوادمل نے سر محقق Great Researcher کے عہدے کے لئے اپنا تحقیقی مقالہ'' په هند کښې د پښتو ژبې او ادبیاتو دودی او ایجادپړاؤنه'' (ہندوستان میں پشتو زبان وادب کے ارتقائی مراحل) تحریر کیا۔ اس مقالے میں حضرت علامہ کو ہندوستان میں خوشحال شناسی کا سب سے پہلا سکالر قرار دیا ہے۔ خوشحال سے متعلق علامہ کے ذیل اشعار بھی شاملِ مقالہ کئے ہیں۔

خوش سرود آن شاعر افغان شناس	آنکه بیند باز گوید بے ہراس
آن حکیم ملت افغانیان	آن طبیب علتِ افغانیان
راز قومی دید و بیبا کانہ گفت	حرف حق با شوخی رندانہ گفت
''اشتری باید اگر افغان حر	با یراق و ساز و بار انبار در
ہمت دونش از آن انبار در	می شود خوشنود با زنگ شتر''

منقولہ بالا اشعار کے آخری دو اشعار کو خوشحال خان خٹک کے ذیل پشتو اشعار کا ترجمہ قرار دیا گیا ہے:

اوس له باره په خپل کور کې ورغلی
په ولجه داوس د غاړې د جرس دی

خوشحال خان خٹک سے متعلق حضرت علامہ کے انگریزی مقالے (*Khushal Khan Khattak the Afghan Warrior Poet*) مطبوعہ اسلامک کلچر حیدر آباد دکن جولائی ۱۹۲۸ء کے مشمولات کا نہایت تفصیلی و تحقیقی انداز سے جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اقبال کے شاہین کے تصور کا منبع فکرِ خوشحال کو قرار دیا گیا ہے۔ اس مقالے کے پشتو تراجم پر بھی بحث کی گئی ہے۔[۲۰۰]

اسد سنبلہ ۱۳۷۰ھ ش:

افغان جریدہ ''منبع الجہاد'' میں جناب محمد عالم ایزدیار نے فارسی میں ''بخشی از یك بخش پربار تاریخ هندوستان برنقشِ مسلمانان درتحولات تاریخی و سیاسی هند'' کے عنوان سے ہندوستان کی تاریخی وسیاسی تبدیلیوں میں مسلمانوں کے کردار

کے حوالے سے بحث کی ہے۔اس مقالے میں تشکیل جشنِ آزادی ہند کے ضمنی عنوان میں لکھتے ہیں:

''ابتداء رہبران مسلمانان و ہندو ھا متحداً حزب کانگریس را برای رہبری جنبش آزادی ہند تشکیل دا ند شخصیت ہائ مسلمان کہ رہبری جنبش ہند را بہ عہدہ داشتہ عبارت بودند از محمد علی جناح، شوکت علی، سر سید احمد خان، نواب محسن، سلطان محمد، عبدالغفار خان، علامہ اقبال لاہوری وغیرہ اما بعد از یکیہ گاندھی در راس حزب کانگریس قرار گرفت بنابر سیاست ہائ طلباء و انصاری ایکہ داشت مسلمانان حزب کانگریس را ترک و دست بہ تاسیس حزب جدید بنام مسلم لیگ زدند۔''

ترجمہ: شروع میں مسلمان لیڈروں نے ہندو رہنماؤں کے ساتھ مل کر آزادی ہند کے لئے مشترکہ سیاسی جماعت کانگریس بنائی جس میں مشہور مسلمان لیڈروں میں محمد علی جناح، شوکت علی، سر سید احمد خان، نواب محسن، سلطان محمد، عبدالغفار خان، علامہ اقبال لاہوری وغیرہ شامل تھے۔ جنہوں نے ہندوستان کی آزادی کے لئے جدوجہد کی۔لیکن بعد میں گاندھی جی کے رویے اور سیاست میں جانبداری کے باعث مسلمانوں نے کانگریس کو خیر آباد کہہ کر اپنی ایک جدا سیاسی پارٹی مسلم لیگ کی بنیاد ڈالی۔''(۲۰۱)

میزان ۱۳۷۰ھ ش ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ ق:

افغان جریدہ ''منبع الجہاد'' میں حضرت علامہ کی درج ذیل رباعی شائع ہوئی:

مسلمانے کہ داند رمز دین را ۔۔۔ نسا ید پیش غیراللہ جبین را
اگر گردوں بہ کام اونگردد ۔۔۔ بہ کام خود بگرداند زمین را (۲۰۲)

۱۰ میزان ۱۳۷۰ھ ش ۲/ اکتوبر ۱۹۹۱ء:

جریدہ ''د جہاد ہندارہ'' میں حضرت علامہ کے درج ذیل اشعار شائع ہوئے:

میارا بزم بر ساحل کا نجا ۔۔۔ نوائی زندگانے نرم خیز است
بہ دریا غلط و باموجش درآویز ۔۔۔ کہ حیات جاودان اندر ستیز است

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست ۔۔۔ بحر و بر در گوشۂ دامان اوست
سوز صدیق ؓ و علیؓ از حق طلب ۔۔۔ ذرہ عشق نبی ﷺ از حق طلب (۲۰۳)

یکم عقرب ۱۳۷۰ھ ش ۲۳/ اکتوبر ۱۹۹۱ء:

جریدہ ''د جہاد ہندارہ'' میں حضرت علامہ کی درج ذیل رباعی شائع ہوئی:

؎ قبای زندگانی چاک تا کی چو موران آشیان درخاک تا کی
بہ پرواز آ و شاہینی بیاموز تلاشی داند درخاشاک تا کی (۲۰۴)

عقرب قوس ۱۳۷۰ھ ش:

منبع الجہاد کے اگلے شمارے میں بھی حضرت علامہ کی مندرجہ بالا رباعی شائع ہوئی۔ (۲۰۵)

دلو حوت ۱۳۷۰ھ ش فروری مارچ ۱۹۹۲ء:

مجلّہ قلم میں افکارِ اقبال کی روشنی میں احمد جان امینؔی کا فارسی زبان میں نہایت علمی و ادبی مقالہ ''افغانستان در آئینۂ قرآن'' شائع ہوا۔ (۲۰۶)

یہ مقالہ بعد میں ''سیر اقبال شناسی در افغانستان'' میں بھی شائع ہوا ہے۔ (۲۰۷)

۲۸ قوس ۱۳۷۱ھ ش / ۱۹ دسمبر ۱۹۹۲ء پشتون افغان اقبال شناس شاعر سر محقق عبداللہ بختانی خدمتگار نے خیر خانہ کابل میں دنیا کی بے ثباتی پر ایک طویل پشتو نظم ''دغم زخم'' تحریر کی۔ اس نظم میں مشاہیر پشتو و فارسی شعراء کے مرثیے بھی کہے گئے ہیں۔ جبکہ علامہ کے درج ذیل اشعار کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں۔

؎ سحر می گفت بلبل باغبان را درین گل جز نھال غم نہ گیرد
بہ پیری می رسد خار بیابان ولی گل چون جوان گردد بمیرد (۲۰۸)

جولائی اگست ۱۹۹۴ء:

افغان اہل قلم تنظیم (The Writers Union of Free Afghanistan - WUFA) کی جانب سے (The WUFA) کے نام سے انگریزی میں اس کا دوماہی جرنل شائع ہوا۔ اس کے سال اول شمارہ اول جولائی اگست ۱۹۹۴ء کے بیک ٹائٹل پر حضرت علامہ کے درج ذیل اشعار انگریزی ترجمے کے ساتھ شائع ہوئے:

؎ آسیا یک پیکر آب و گل است
ملت افغان درآن پیکر دل است
از فساد او فساد آسیا
در گشاد او گشاد اسیا

Asia is comparable to a living body. The heart that beat inside the body is the nation of Afghanistans. The destruction

of Afghans would be destruction of Asia and in thier progress and propentylies well being of Asia. (۲۰۹)

۱۳۷۲ھ ش:

جریدہ ''مجاہد'' میں آقای حیدری وجودی کا مقالہ ''اسرار خودی و رموز بیخودی از ایدگاہ اقبال'' شائع ہوا۔ (۲۱۰)

یہ مقالہ بعد میں ''علامہ اقبال در ادب فارسی و فرہنگ افغانستان'' میں بھی شائع ہوا۔ (۲۱۱)

۱۳۷۳ھ ش ۱۹۹۴ء:

زلمی ھیوادمل کی پشتو تحقیقی کتاب ''په هند کښې د پښتو ژبې او ادبیاتو دودی او ایجاد پړاؤنه'' (ہندوستان میں پشتو زبان و ادب کے ارتقائی مراحل) شائع ہوئی۔ خوشحال خان خٹک سے متعلق حضرت علامہ کے نظریات اور خوشحال سے متعلق ان کے مقالے پر بحث کی گئی ہے۔ (۲۱۲)

سرطان ۱۳۷۵ھ ش جولائی ۱۹۹۶ء:

مجلّہ ''افغانستان'' میں سید سلیمان ندوؔی کے سیرِ افغانستان کے پشتو ترجمے کی ایک قسط از شہرت ننگیاؔل شائع ہوئی۔ جو سفرِ افغانستان میں حضرت علامہ کے ہمرکاب تھے۔ (۲۱۳)

۱۱ جدی ۱۳۷۵ھ ش:

حضرت علامہ کے مثنوی ''مسافر'' کے جواب میں افغان اقبال شناس ڈاکٹر محمد رحیم الہاؔم نے جواب مسافر شائع کرائی۔ (۲۱۴) جو جناب الہاؔم کے سوانح کے ساتھ شاملِ مقالہ ہے۔

۱۱ جدی ۱۳۷۵ھ ش:

حضرت علامہ سے لاہور میں ملاقات کی یادوں کے سلسلے میں حضرت علامہ کے کابل میں میزبان انجمن ادبی کے ممبر سید قاسم رشتیاؔ کا مقالہ ''ساعتی در خدمت علامہ اقبال'' شائع ہوا۔ (۲۱۵)

یہ مقالہ بعد میں ''سیر اقبال شناسی در افغانستان'' میں بھی شائع ہوا۔ (۲۱۶)

۲۰ نومبر ۱۹۹۶ء پشتون اقبال شناس شاعر عبداللہ بختانی خدمتگار نے ننگرہار بختان میں پشتو شاعر غلام رحمٰن جرار کا پشتو مرثیہ تحریر کیا جس میں علامہ کے حوالے کے ساتھ درج ذیل اشعار کا منظوم پشتو ترجمہ کیا۔

؎ چو رخت خویش بربستم ازین خاک　　همه گفتند با ما آشنا بود

ولیکن کس ندانست این مسافر　　چہ گفت و باکہ گفت و از کجا بود

منظوم پشتو ترجمہ:

ے لـــــہ دې مينې چې ي وترلـــــه كړه
ټولو وې زمونږ عزيزاو ګران آشنا و
خوځوك پوه نه شو چې دغه مسافر
څه وئيل چاتې وئيل د كومې خواو (۲۱۷)

۱۰ جدی ۱۳۷۶ھ ش:

معروف افغان اقبال شناس سر محقق عبداللہ بختانی خدمتگار کا فاسی زبان میں آسیـــــا گـذر گاہ و نظر گاہ علامہ اقبال شائع ہوئی۔ (۲۱۸) یہ مقالہ بعد میں ''سیر اقبال شناسی در افغانستان'' میں بھی شائع ہوا۔ (۲۱۹)

۱۳۷۶ھ ش:

م۔ لمر احسان کی تالیف ''افغانستان از زبان علامہ اقبال'' مرکز نشرات اسلامی صبور پشاور کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ (۲۲۰)

۱۳۷۶ھ ش:

پوھیالی اسماعیل یونؔ نے کابل یونیورسٹی کے شعبہ زبان و ادبیات کے گولڈن جوبلی ۱۳۲۳ھ ش ۱۳۷۳ھ ش) کی مناسبت سے اس ادارے کے مطبوعہ آثار اساتذہ، فارغ التحصیل افراد، اور یہاں کے لکھے گئے مختلف تحقیقی مقالوں (ایم اے لیول) کا تذکرہ ''پښتو کتـــاب ښود'' شائع کیا۔ اس کتاب میں عبدالروف بینؔوا کے تعارف کے دوران ان کے آثار و مطبوعات کے سلسلے میں حضرت علامہ کی مثنوی مسافر کا تذکرہ کیا ہے۔ جس کا منظوم پشتو ترجمہ جناب بینؔوا نے ''پردیس'' کے نام سے کیا تھا اور کابل کے اخبار انیس کے ۱۳۲۱ھ ش کے مختلف شماروں میں قسطوں میں شائع ہوتا رہا۔ (۲۲۱)

یکم سرطان ۱۳۷۷ھ ش ۲۷ صفر ۱۴۱۹ھ ق ۲۲ جون ۱۹۹۸ء:

جریدہ ''ادب و معرفت'' میں پشتو میں رحمان بابا، خوشحال خان خٹک، حمید بابا اور احمد شاہ بابا کے اشعار شائع ہوئے ہیں جبکہ فارسی میں سعدیؔ شیرازی، حکیم سنائی، غزنوی اور حضرت علامہ اقبال کا درج ذیل شعر شائع ہوا ہے۔

؎ حفظِ قرآن عظیم آئین تست   حرفِ حق رافاش گفتن دین تست (۲۲۲)

(علامہ اقبال)

یکم اسد ۱۳۷۷ھ ش ۲۹ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ ق ۲۳ جولائی ۱۹۹۸ء:

افغان اقبال شناس احمد ضمیم قندھاری کے زیرِ ادارت چلنے والے جریدے ''ادب و معرفت''میں پشتو و فارسی مشاہیر اساتذہ شعراء کے چیدہ چیدہ ابیات شائع ہوئے ہیں۔ پشتو میں رحمان بابا، خوشحال خان خٹک، کاظم خان شیدا، مرزا خان انصاری، شمس الدین کاکڑ جبکہ فارسی میں حکیم سنائی غزنوی، نظامی عروضی گنجوی، مرزا عبدالقادر بیدل، مولانا روم اور دانائے راز اقبال لاہوری کے ابیات شامل ہیں۔ حضرت علامہ کا درج ذیل شعر ہے:

؎ ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست   بحر و بر در گوشۂ دامان است (۲۲۳)

یکم سنبلہ ۱۳۷۷ھ ش جمادالاول ۱۴۱۹ھ ق ۲۳ / اگست ۱۹۹۸ء:

جریدہ ادب و معرفت:

فارسی شعراء کے چیدہ چیدہ ابیات شائع ہوئے۔ سنائی ،غزنوی، شاہ شرف قلندر، نظامی عروضی، دانائے راز علامہ اقبال، مولانا بلخی، سعدی شیرازی۔ حضرت علامہ کا درج ذیل بیت ہے:

؎ جنگ مومن چیست ہجرت سوئے دوست   ترکِ عالم اختیار کوی دوست (۲۲۴)

یکم میزان ۱۳۷۷ھ ش ۲ جمادی الاول ۱۴۱۹ھ ق ۲۳ ستمبر ۱۹۹۸ء:

جریدہ ''ادب و معرفت'' کے پہلے ہی صفحے پر حکیم غزنوی، نظامی گنجوی، سعدی شیرازی اور دانائے راز علامہ مشرق اقبال کے ابیات شائع ہوئے ہیں:

؎ جنگ شاہان جنگ غارت گری است   جنگِ مومن سنتِ پیغمبری است (۲۲۵)

عقرب ۱۳۷۷ھ ز:

جریدہ ''ادب و معرفت'' میں حضرت علامہ کا درج ذیل شعر شائع ہوا ہے:

؎ نوجوانی راچو بینم بی ادب   روزِ من تاریک مگیر دد چو شب (۲۲۶)

۱۳۷۷ھ ش:

افغانستان کے فوجی آفیسر ار کانحرب ڈگروال متقاعد عبدالحنان مینہ پال کی کتاب ''تپش قلب آسیا افغانستان در آزمون بزرگ کاریخ'' پشاور کے دانش کتابخانہ کی جانب سے شائع ہوئی۔ ٹائٹل کے بعد مؤلف کی ایک خوبصورت تصویر اور اس کے ایک مکمل صفحے پر اقبال

کے درج ذیل کے اشعار شائع ہوئے:

ے
آسیا یک پیکر آب و گل است ‌ ‌ ‌ ملت افغان درآن پیکر دل است
از فساد او فساد آسیا ‌ ‌ ‌ در گشاد او گشاد آسیا
تادل آزاد است آزاد است تن ‌ ‌ ‌ ورنہ کاہی درره باد است تن
ہمچوتن پابند آئین است دل ‌ ‌ ‌ مرده ازکین زنده از دین است دل
قوت دین از مقام وحدت است
وحدت ار مشہور دگردد ملت است (۲۲۷)

۱۳۷۸ھ ش:

افغان اقبال شناس سید اسماعیل اکبر کا مقالہ ''سھم افغانستان در اقبال شناسی''، مجلّہ دانش میں شائع ہوا۔ (۲۲۸)

۱۳۷۸ھ ش:

افغانستان کے مشہور و معروف اقبال شناس افغان شاعر استاد خلیل اللہ خلیلی کی کلیات شائع ہوئی ان میں حضرت علامہ کو فارسی میں مختلف چھ منظومات کے تحت منظوم خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے۔ (۲۲۹)

۹ سنبلہ ۱۳۷۹ھ ش ۳۱/ اگست ۲۰۰۰ء:

ہفت روزہ ''افغانان'' میں حضرت علامہ کی درج ذیل نظم الحذر منت غیر الحذر شائع ہوتی ہے:

ے
ای فراہم کرده از شیران خراج ‌ ‌ ‌ گشتہ ئی روبہ مزاج از احتیاج
خستگی ھای توازناداری است ‌ ‌ ‌ اصل درد توہمین بیماری است
می رباید رفعت از فکر بلند ‌ ‌ ‌ می کشد شمع خیال ارجمند
از خم ہستی می گلفام گیر ‌ ‌ ‌ نقدخود ازکیسہ ی راایام گیر
خود فرود آ از شتر مثل عمرؓ ‌ ‌ ‌ الحذر ازمنت غیر الحذر
تا بکے دریوزه ی منصب کنی ‌ ‌ ‌ صورت طفلان زنی مرکب کنی
فطرتی کو برفلک بند د نظر ‌ ‌ ‌ بست می گردد زاحسان دیگر
مشت خاک خویش راازہم مپاش ‌ ‌ ‌ مثل مہ رزق خویش ازپہلوتراش

گرچہ باشی تنگ روزہ تنگ بخت　　در رہ سیل بلا افگندہ رخت
رزق خویش از نعمت دیگر مجوی　　موج آب از چشمۂ خاور مجو
ہمت از حق خواہ و با گردون ستیز　　آبروی ملت بیضا مریز
وای برمنت پذیر خوان غیر　　گردنش خم گشتہ ی احسان غیر
چون حباب از غیرت مردانہ باش
ہم بہ بحر ند رنگون پیمانہ باش (۲۳۰)

۲۴عقرب ۱۳۷۹ھ ش:

ہفت روزہ ''افغانان'' میں حضرت علامہ کی تصویر کے ساتھ درج ذیل اشعار شائع ہوئے:

شعلۂ آشفتہ

چون چراغ سوزم درخیابان شما　　ای جوانان عجم جانِ من و جان شما
غوطہ ھا زد درضمیر زندگی اندیشہ ام　　تابدست آوردہ ام افکار پنہان شما
مہرومہ دیدم نگاہم برتراز پروین گذشت　　ریختم طرح حرم در کافرستان شما
تا سنانش تیز تر گردد فرو پیچیدمش　　شعلہ ئی آشفتہ بود اندر بیابان شما
فکر نگینم کند نذر تہی دستان شرق　　پارۂ لعلی کہ دارم از بدخشان شما
میرسد مردی کہ زنجیر غلامان بشکند　　دیدہ ام ارزون دیوار زندان شما
حلقۂ گرد من زنیدای پیکر آں آب و گل
آتشی در سینہ دارم از نیاکان شما (۲۳۱)

۱۳۷۹ھ ش ۲۰۰۰ء:

مرکز تحقیقات علامہ حبیبیؒ کی جانب سے ادارہ خدمات کلتوری افغانستان پشاور نے علامہ عبدالحئی حبیبیؒ قندھاری کا منظوم فارسی اثر دردِ دل و پیامِ عصر شائع کیا۔اس کتاب کے حصہ اول میں بھی حضرت علامہ کے بعض تضمینوں پر اشعار لکھے گئے ہیں۔اور جابجا حضرت علامہ کے حوالے دیئے گئے ہیں۔جبکہ حصہ دوم حضرت علامہ اقبال کے شعری اسلوب میں لکھے گئے فارسی اشعار کا مجموعہ ہے۔اس حصے میں جابجا حضرت علامہ کا حوالے دینے کے علاوہ ان کو دو منظوم خراج تحسین بھی پیش کئے گئے ہیں۔ (۲۳۲)

۱۳۸۰ھ ش:

عبداللہ بختانی کی ایک کتاب ''خوشحال خان او یو خو نور فرھنگیالی پښتانه'' شائع ہوئی۔ اس کتاب میں خوشحال خان خٹک کے افکار کی ترجمانی کے سلسلے میں حضرت علامہ کے ان اشعار کا حوالہ دیا گیا ہے:

ے
قبائل ہوں ملت کے وحدت میں گم — کہ ہو نام افغانیوں کا بلند
محبت مجھے ان جوانوں سے ہے — ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند!
مغل سے کسی طرح کمتر نہیں — کوہستان کا یہ بچۂ ارجمند
کہوں تجھ سے کیا ہم نشین دل کی بات — وہ مدفن ہے خوشحال خان کو پسند
اڑا کر نہ لائے جہاں بادِ کوہ — مغل شہسواروں کا گرد سمند (۲۳۳)

اسی عنوان کے تحت خوشحال خان سے متعلق بالِ جبریل کے ذیل اشعار نقل کئے ہیں:

ے
خوش سرود آن شاعر افغان شناس — آنکہ بیند باز گوید بے ہراس
آں حکیم ملت افغانیان — آن طبیب علت افغانیان
راز قومی دید و بیبا کانہ گفت — حرف حق با شوخی رندانہ گفت
اشتری یابد اگر افغان حر — با یراق و ساز و با انبار در
ہمت دونش از آن انبار در — می شو خوشنو د با زنگ شتر (۲۳۴)

متذکرہ بالا کتاب میں جناب بختانی کا پہلے سے مطبوعہ مقالہ ''د خوشحال او اقبال د اشعارو ځنی مشترکی خواوی'' (خوشحال اور اقبال کے اشعار کے چند مشترک نکات) بھی شامل کیا گیا ہے۔ (۲۳۵)

۱۳۸۰ھ ش ۲۰۰۱ء:

قندھار کے شعرا سے متعلق صالح محمد صالح نے ایک تذکرہ دار غند د شیو ژبه شائع کرایا۔ اس میں احمد صمیم کے سوانحی تذکرے میں ان کے کلام پر اقبال کے اثرات کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۲۳۶)

۱۳۸۰ھ ش افغان سکالر عبداللہ بختانی کے حیات و خدمات سے متعلق لال باچا ازمون کی مرتب کردہ ''رښتینی خدمتگار'' شائع ہوئی۔ اس میں جناب بختانی کے علمی خدمات کے حوالے سے جابجا ان کے اقبالیاتی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ (۲۳۷)

حمل ثور ۱۳۸۱ھ ش اپریل مئی ۲۰۰۲ء:

افغان مجلّہ بیان کے ٹائٹل پر سابق افغان بادشاہ ظاہر شاہ کی ایک خوبصورت رنگین تصویر اور بیک ٹائٹل پر نالہَ ابلیس حضرت علامہ کی نظم شائع ہوئی ہے۔

ای خداوند صواب و ناصواب | من شدم از صحبت آدم خراب
ہیچ گہ از حکم من سر بر نتافت | چشم از خود بست و خود را در نیافت
خاکش از ذوق ''ابا'' بیگانہ ئی | از شرار کبر یا بیگانہ ئی
صید خود صیاد را گوید بگیر | الامان از بندۂ فرمان پذیر
از چنین صیدی مرا آزاد کن | طاعت دیروزۂ من یاد کن
پست از و آن ہمت والای من | وای من، ای وای من، ای وای من
فطرت او خام و عزم او ضعیف | تاب یک ضربم نیارد این حریف
بندۂ صاحب نظر باید مرا | یک حریف پختہ تر باید مرا
لعبت آب و گل از من باز گیر | من نیاید کودکی از مرد پیر
ابنِ آدم چیست یک مشت خس است | مشت خس را یک شرار از من بس است
اندرین عالم اگر جز خس نبود | این قدر آتش مرا دادن چہ سود
شیشہ را بگداختن عاری بود | سنگ را بگداختن کاری بود
آنچنان تنگ از فتوحات آمدم | پیش تو بہر مکافات آمدم
منکر خود از تو میخواہم بدہ | سوی آن مرد خدا راہم بدہ
بندہ ئی باید کہ پیچید گردنم | لرزہ انداز د نگاہش در تنم
آن کہ گوید ''از حضور من برو'' | آن کہ پیش او نیرزم با دو جو

ای خدا یک زندہ مرد حق پرست
لذتی شاید کہ یابم در شکست (۲۳۸)

جدی ۱۳۸۱ھ ش:

افغان اقبال شناس سر محقق عبداللہ بختانی خدمتگار کے پشتو فارسی اور عربی مرثیوں پر مشتمل مجموعہ ''ویرنی'' شائع ہوا۔ اس میں جا بجا حضرت علامہ کے اشعار اور حوالے دیئے گئے ہیں۔ (۲۳۹)

جدی ۱۳۸۱ھ ش:

سرمحقق عبداللہ بختانی کا فارسی مجموعہ کلام ترنم دل کے نام سے شائع ہوا۔اس میں علامہ سے متعلق طویل فارسی نظم ''بہ استقبال اقبال'' شائع ہوئی ہے۔ (۲۴۰)

۱۳۸۱ھ ش ۲۰۰۳ء:

عبدالرؤف رفیقی نے ڈاکٹریٹ کے لیے اپنا مقالہ ''افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت'' علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کو پیش کر دیا۔

۸ ثور ۱۳۸۳ھ ش:

افغان شاعر رحمت اللہ منطقی نے علامہ کو ''چو بحر بیکراں'' کے عنوان سے منظوم فارسی خراج تحسین پیش کیا۔ (۲۴۱)

۱۳ ثور ۱۳۸۳ھ ش:

مشہور افغان شاعر میر بھار واصفی نے حضرت علامہ کو ''ب علامہ اقبال لاہوری'' کے عنوان سے منظوم فارسی خراج تحسین پیش کیا۔ (۲۴۲)

۲۰ ثور ۱۳۸۳ھ ش:

افغان شاعر غلام ربانی ادیب نے کابل میں حضرت علامہ کو منظوم خراج تحسین پیش کیا۔ (۲۴۳)

۱۵ حمل ۱۳۸۳ھ ش:

عزیز اللہ مجددی افغان شاعر نے علامہ کے حضور کابل میں منظوم خراج تحسین پیش کیا۔

۱۳۸۳ھ ش ۲۰۰۴ء:

اقبال اکیڈمی پاکستان لاہور کی جانب سے عبدالرؤف رفیقی کا مرتب کردہ ''سیر اقبال شناسی در افغانستان'' شائع ہوئی۔

۱۳۸۳ھ ش ۲۰۰۴ء:

اسد اللہ محقق نے اپنا مقالہ ''علامہ اقبال در ادب فارسی و فرہنگ افغانستان'' ڈاکٹریٹ کے لیے پیش کر دیا۔

۱۳۸۳ھ ش ۲۰۰۵ء:

ڈاکٹر عبدالرؤف رفیقی کو ''افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت'' پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی۔

۱۳۸۴ھ ش ۲۰۰۵ء:

ڈاکٹر اسد اللہ محقق کا مقالہ برائے ڈاکٹریٹ ''علامہ اقبال در ادب فارسی و فرہنگ افغانستان''، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد کی جانب سے شائع ہوا۔

۱۳۸۹ھ ش:

کابل کے انجمن حمایت از انکشاف اجتماعی (مطبعہ فجر موسسہ نشراتی صبا؛ کی جانب سے ڈاکٹر سعید کی ''اکسیر خودی جوھر پیام علامہ اقبال'' ۱۷۶ صفحات پر شائع ہوئی۔

سرطان ۱۳۸۹ھ ش جون ۲۰۱۰ء:

خلیل اللہ خلیلی کی نگارش یار آشنا (پیوند علامہ اقبال با افغانستان) عارف نوشاہی کی پیشگفتار اور حواشی کے ساتھ کتابخانہ استاد خلیل اللہ خلیلی انستیوت شرق شناسی و میراث خطی اکادمی علوم جمہوری تاجیکستان دوشنبہ کی جانب سے دوبارہ ۱۵۰ صفحات پر شائع ہوئی۔

مآخذات باب سوم:۔

۱۔ اخبار ''اصلاح'' کابل یکشنبہ ۴ ثور ۱۳۱۷ھ ش
۲۔ افغانستان و اقبال، ص ۷۳ تا ۷۶
۳۔ اخبار ''انیس'' کابل چارشنبہ ۱۴ ثور ۱۳۱۷ھ ش
۴۔ افغانستان و اقبال، ص ۷۱ تا ۷۳
۵۔ مجلّہ ''کابل'' مئی جون ۱۹۳۸ء ص۔ ۷۸
۶۔ افغانستان و اقبال، ص ۵۰-۵۱
۷۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۵۹
۸۔ مجلّہ کابل مئی جون ۱۹۳۸ء، ص ۷۹ تا ۸۲
۹۔ افغانستان و اقبال، ص ۵۲ تا ۶۰
۱۰۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۶۰ تا ۶۶
۱۱۔ مجلّہ ''کابل'' مئی جون ۱۹۳۸ء ص۔ ۹۴
۱۲۔ افغانستان و اقبال، ص ۶۱-۶۲
۱۳۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۲۲۷-۲۲۸

۱۴۔ افغانستان واقبال، ص۶۴-۶۸

۱۵۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص۶۷-۷۳

۱۶۔ مجلّہ کابل مئی جون ۱۹۳۸ء، ص۹۲

۱۷۔ افغانستان واقبال، ص۶۹-۷۰

۱۸۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص۷۳-۸۶

۱۹۔ مجلّہ کابل مئی جون ۱۹۳۸ء، ص۹۴

۲۰۔ ایضاً ص۔۹۳

۲۱۔ ایضاً ص۔۹۳

۲۲۔ مجلّہ کابل شمارہ ۱۲ حوت ۱۳۱۷ھ ش

۲۳۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص۸۶

۲۴۔ مجلّہ ''کابل'' ستمبر اکتوبر ۱۹۳۹ء ص۔ ۲۲ تا ۴۰

۲۵۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص۸۷ تا ۱۱۹

۲۶۔ دافغانستان پېښليك ص۔۲۸۶

۲۷۔ مجلّہ ''کابل'' دلو ۱۳۲۳ھ ش ص۔آخر

۲۸۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص۱۲۰

۲۹۔ مجلّہ کندھار ۳۰ جولائی ۱۹۴۵ء، ص۲۲

۳۰۔ خوشحال خان ختك څه وائي ص۔۴۹ - ۵۰

۳۱۔ امان افغان شمارہ ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۷

۳۲۔ پښتانه د علامه اقبال په نظر کښې ص۔۶۷

۳۳۔ رشتيني خدمتگار، ص۔۱۳۶

۳۴۔ آریانا دائرہ المعارف جلد ۳، ص۲۷۲-۲۸۱

۳۵۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص۱۲۱-۱۴۳

۳۶۔ پښتانه د علامه اقبال په نظر کښې، ص۔الف، ب

۳۷۔ آریانا دائرۃ المعارف (فارسی) جلد ۳، ص۔۶۷۲ تا ۶۸۱

۳۸۔ پښتانه د علامه اقبال په نظر کښې، ص۔ ۱۳۳۵ھ ش

۳۹۔ آریانا دائرة المعارف (پشتو) جلد ۳، ص۔۹۱۴ تا ۹۲۳

۴۰۔ ''پیامِ حق'' شمارہ اول یکم حمل ۱۳۳۸ھ ش ۲۲ مارچ ۱۹۵۹ء ص۔۳

۴۱۔ ایضاً ص۔۳۳

۴۲۔ ایضاً ص۔۳۳

۴۳۔ پشتو کتاب شود، ص۳۵

۴۴ ''پیامِ حق'' شمارہ دوم،۲۲/ اپریل ۱۹۵۹ء،ص۔ بیک ٹائٹل سے پہلے
۴۵ ''پیامِ حق'' شمارہ سوم،۲۳ مئی ۱۹۵۹ء،ص۔۴۶
۴۶ ''پیامِ حق'' شمارہ سوم،۲۳ مئی ۱۹۵۹ء،ص۔۶۰
۴۷ دا فغانستان کالنی،۳۸ - ۱۳۳۹ھ ش،ص۔۴۶۱
۴۸ ایضاً ص۔۴۶۱
۴۹ اوسنی لیکوال جلد ا ص ۶۱
۵۰ ایضاً،ص ۱۱۷
۵۱ ایضاً،ص ۲۹۱
۵۲ ایضاً،ص ۴۲۲
۵۳ ایضاً،ص ۴۲۲
۵۴ کلیات خلیل اللّٰہ خلیلی ،ص۔۱۵۳ - ۱۵۴
۵۵ اقبال ممدوح عالم،ص۔۲۸۸
۵۶ مجلّہ ''قندھار'' جنوری فروری ۱۹۶۶ء،ص۔۶ - ۷
۵۷ مجلّہ ''عرفان'' کابل،۵/ اسد ۱۳۴۷ھ ش،ص۔
۵۸ ملی قھرمان،ص ۱۱
۵۹ ننگیالی پښتون،ص۔الف،ب
۶۰ ایضاً ص۔۱۳۸ - ۱۳۹
۶۱ ایضاً ص۔۱۴۴
۶۲ ننگیالی پښتون،ص۔۱۶۷
۶۳ ایضاً ص۔۴۶ تا ۶۶
۶۴ ایضاً ص۔۲۳۸
۶۵ ایضاً ص۔۲۸۵
۶۶ ایضاً ص۔۴
۶۷ مجلّہ آریانا دورہ ۲۴ شمارہ مسلسل ۲۶۸،ص ۶۴۰
۶۸ اقبال ریویو اپریل،۱۹۶۷ء،ص۔۱۶۵
۶۹ اقبال ممدوح عالم،ص۔۲۸۸
۷۰ مقالات یومِ اقبال،ص۔۲۷ - ۳۱
۷۱ کلیات خلیل اللہ خلیلی،ص۔۱۸۲ - ۱۸۳
۷۲ رشتینی خدمتگار،ص۔۱۲۳
۷۳ مجلّہ ''عرفان'' کابل ۵/ اسد ۱۳۴۷ھ ش ص۔

۷۴ خیبر،ص۔ابتدائی
۷۵ توریالی پښتون،ص۔۲
۷۶ توریالی پښتون،ص۔۴۶ ۔۴۷، ۵۰ ۔۵۱
۷۷ ایضاً ص۔۱۶۵ ۔ ۱۶۸
۷۸ ایضاً ص۔۱۸۵ ۔ ۱۸۹ ۔ ۱۹۰
۷۹ مجلّہ ''لمر'' کابل میزان ۱۳۵۰ھ ش ص۱۳
۸۰ مجلّہ ''اوقاف''، کابل، اپریل ۱۹۷۲ء،ص۔۳
۸۱ ایضاً ص۔۵
۸۲ د افغانستان کالنی،۵۲ ۔ ۱۹۵۳ھ ش،ص۔ ز
۸۳ افغانستان و اقبال،ص۔۱۸
۸۴ ترنم دل،ص۔۶۹ تا ۷۲
۸۵ افغانستان و اقبال،ص۔ملحقہ ۲۸
۸۶ ایضاً ص۔ملحقہ ۱۷
۸۷ ایضاً ص۔ملحقہ ۶۷
۸۸ افغانستان و اقبال،ص۔ملحقہ ۵۶
۸۹ ایضاً ص۔ملحقہ ۶۶
۹۰ پته خزانه،ص۔۱۷۵
۹۱ پښتو ځیړنې،ص۔۳۸۸
۹۲ پته خزانه،ص۔۱۸۰
۹۳ پښتو ځیړنی،ص۔۳۸۹
۹۴ گیتانجلی،ص۔۹۷
۹۵ کلیات اشعار حکیم سنائی غزنویؒ ص۔ بیک ٹائٹل
۹۶ مجلّہ آریانا کابل میزان قوس ۱۳۵۶ھ ش
۹۷ علامہ اقبال درادب فارسی وفرهنگ افغانستان،ص ۲۲۶ تا ۲۵۵
۹۸ مجلّہ ''ادب'' کابل میزان قوس ۱۳۵۶ھ ش
۹۹ علامہ اقبال درادب فارسی وفرهنگ افغانستان،ص ۲۱۷۔۲۱۹
۱۰۰ افغانستان و اقبال،ص۔آغاز
۱۰۱ ایضاً ص۔ملحقہ د
۱۰۲ افغانستان و اقبال،ص۔۲
۱۰۳ ایضاً ص۔۶

۱۰۴؎ ایضاً ص۔۱۰
۱۰۵؎ ایضاً ص۔۳۴
۱۰۶؎ ایضاً ص۔۳۸
۱۰۷؎ آثار اردوی اقبال،جلد۲،ص۔۲
۱۰۸؎ مجلّہ ''کابل''نومبر دسمبر ۱۹۷۷ء،ص۔۱
۱۰۹؎ افغانستان و اقبال،۱۳۵۶ھ ش
۱۱۰؎ کلیات استاد خلیل الله خلیلی،ص۔۵۰ - ۵۲
۱۱۱؎ ماہنامہ پشتو پشاور،ستمبر۱۹۸۴ء،ص۔۲۷
۱۱۲؎ علامہ اقبال درادب فارسی وفرہنگ افغانستان،ص۲۸۹-۲۹۷
۱۱۳؎ د پښتوټولنی تاریخچه،ص۔۲۴
۱۱۴؎ پښتو کتاب ښود،ص۔۱۴
۱۱۵؎ ایضاً ص۔۸۹
۱۱۶؎ ایضاً ص۔۹۰
۱۱۷؎ ایضاً ص۔۱۱۵
۱۱۸؎ ایضاً ص۔۱۱۶
۱۱۹؎ پښتو کتاب ښود،ص۔۱۳۷
۱۲۰؎ ایضاً ص۔۱۹۵
۱۲۱؎ ایضاً ص۔۱۹۶
۱۲۲؎ ایضاً ص۔۲۳۹
۱۲۳؎ ایضاً ص۔۲۳۹
۱۲۴؎ پښتو پانگه،جلد۲،ص۔۳۲۱
۱۲۵؎ پښتو پانگه،ص۔۳۲۲
۱۲۶؎ ایضاً ص۔۳۴۶
۱۲۷؎ ایضاً ص۔۳۴۷
۱۲۸؎ ایضاً ص۔۳۵۹
۱۲۹؎ ایضاً ص۔۳۶۲
۱۳۰؎ ایضاً ص۔۳۸۴
۱۳۱؎ ایضاً ص۔۴۰۹
۱۳۲؎ ایضاً ص۔۵۹۶
۱۳۳؎ ایضاً ص۔۶۰۵

۱۳۴۔ ایضاً ص۔۶۵۶

۱۳۵۔ ایضاً،ص۶۶۵-۶۶۶

۱۳۶۔ ہفت روزہ ''وفا''،۱۱جدی۱۳۸۵ھ ش

۱۳۷۔ مجلّہ ''کابل''،دسمبر جنوری ۸ - ۱۹۷۷ء ص۔۱ تا ۴

۱۳۸۔ پشتانہ شعرا جلد۴،ص۳۱۸-۳۱۹

۱۳۹۔ ایضاً،ص۱۲۵۳

۱۴۰۔ خوشحال خان خٹک ومطبوعاتو پہ ھندارہ کی جلد۲،ص۲۲۹

۱۴۱۔ ایضاً،ص۲۳۰

۱۴۲۔ ایضاً،ص۲۶۰

۱۴۳۔ ایضاً،ص۳۳۱

۱۴۴۔ ایضاً،ص۲۴۶

۱۴۵۔ ایضاً،ص۳۶۲

۱۴۶۔ سالنامہ ''کابل''۵۸ - ۱۳۵۹ھ ش،ص۔۱۰۰۸

۱۴۷۔ ماہنامہ ''شفق''دلوحوت۱۳۵۹ھ ش

۱۴۸۔ ایضاً ص۔۵۰

۱۴۹۔ ایضاً ص۔۵۳

۱۵۰۔ د افغان مجاهد آواز،ص۔۳۶

۱۵۱۔ ماہنامہ ''شفق''،حمل ثور۱۳۶۰ھ ش،ص۔۳۶

۱۵۲۔ ماہنامہ ''شفق''،جوزا سرطان۱۳۶۰ھ ش،ص۔۳۷

۱۵۳۔ ماہنامہ ''د شهید زیرې''،یکم میزان۱۳۶۰ھ ش،ص۔۴۲

۱۵۴۔ ماہنامہ ''سیمائی شہید''،میزان عقرب۱۳۶۰ھ ش،ص۔۴۹

۱۵۵۔ ماہنامہ ''شفق''قوس جدی۱۳۶۰ھ ش،ص۔۶۲

۱۵۶۔ ماہنامہ ''شفق''قوس جدی۱۳۶۰ھ ش،ص۔۷۷

۱۵۷۔ یثاق خون قوس۱۳۶۰ھ ش،ص۱۷تا۲۲

۱۵۸۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان،ص۱۶۹تا۱۷۰

۱۵۹۔ ماہنامہ ''د شهید زیرې''،صفر المظفر ربیع الاول۱۴۰۲ھ ق،ص۔۲۶

۱۶۰۔ د ورمو بھیر،ص۔۸۷

۱۶۱۔ ماہنامہ ''پشتو''پشاور،دسمبر۱۹۸۲ء،ص۔۷

۱۶۲۔ ماہنامہ ''د شهید پیغام''،عقرب۱۳۶۱ھ ش،ص۔۳۴

۱۶۳۔ ماہنامہ ''د شهید پیغام''،دلو۱۳۶۱ھ ش،ص۔۴۴

۱۶۴۔ ماہنامہ ''ہجرت''، جنوری ۱۹۸۳ء، ص۔۹
۱۶۵۔ ماہنامہ ''د شہید پیغام''، شعبان ۱۴۰۳ھق، ص۔۴ تا ۹
۱۶۶۔ آریائی فارسی پشتو ویریٔ، ص۔۲۸
۱۶۷۔ ماہنامہ ''سپیدې''، یکم اسد ۱۳۶۳ھش، ص۔ بیک ٹائٹل سے پہلے
۱۶۸۔ ماہنامہ ''سپیدې''، چہارم عقرب ۱۳۶۳ھش، ص۔ بیک ٹائٹل سے پہلے
۱۶۹۔ ماہنامہ ''ہجرت''، فروری مارچ ۱۹۸۴ء، ص۔۱۱
۱۷۰۔ ماہنامہ ''سپیدې''، جون ۱۹۸۵ء، ص۔۶۰
۱۷۱۔ قلب آسیا (اخبار)، سرطان ۱۳۶۴ھش
۱۷۲۔ ماہنامہ ''شفق''، جوزا سرطان ۱۳۶۵ھش، ص۔۵۱
۱۷۳۔ ایضاً ص۔۷۸
۱۷۴۔ ماہنامہ ''شفق''، جوزا سرطان ۱۳۶۵ھش، ص۔۸۱
۱۷۵۔ ایضاً ص۔۸۶
۱۷۶۔ ایضاً ص۔۱۰۰
۱۷۷۔ د افغانستان د ژور نالیزم مخکشان، ص۔۷۵
۱۷۸۔ مجلّہ ''شفق'' سال دوم، شمارہ اول دوم ۱۳۶۵ھش، ص۔۸۶
۱۷۹۔ د حمزہ بابا یاد، ص ۶ تا ۲۸
۱۸۰۔ مجلّہ ''قلم'' اپریل مئی ۱۹۸۷ء، ص۔۶۹
۱۸۱۔ مجلّہ ''قلم'' اپریل مئی ۱۹۸۷ء، ص۔۷۱
۱۸۲۔ مجلّہ ''میثاق خون''، جوزا سرطان ۱۳۶۶ھش، ص۔۱۸ تا ۲۴
۱۸۳۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۱۹۵ تا ۲۰۶
۱۸۴۔ مجلّہ ''قلم''، عقرب ۱۳۶۶ھش، ص۔۴۸ تا ۷۲
۱۸۵۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان، ص ۱۷۹ تا ۱۹۴
۱۸۶۔ د حمزہ بابا یاد، ص ۶۔۲۸
۱۸۷۔ اخبار ''شہادت''، ۱۸ عقرب ۱۳۶۶ھش، ص۔۴
۱۸۸۔ د وږمو بہیر، ص۔۹
۱۸۹۔ مجلّہ ''قلم''، اپریل جولائی ۱۹۸۸ء، ص۔ بیک ٹائٹل
۱۹۰۔ مجلّہ ''قلم''، فروری مارچ ۱۹۸۹ء، ص۔ بیک ٹائٹل
۱۹۱۔ پښتو څیړنې، جلد اول، ص۔۲۷۸
۱۹۲۔ مجلّہ ''قلم''، جون جولائی ۱۹۸۹ء، ص۔۱۱ تا ۱۴
۱۹۳۔ مجلّہ ''قلم''، اگست ستمبر ۱۹۸۹ء، ص۔۱۱۴

۱۹۴۔ تپش قلب آسیا افغانستان دا آزمون بزرگ تاریخ،ص۔آغاز

۱۹۵۔ خون کی پکار،ص۔بیک ٹائٹل

۱۹۶۔ مجلّہ ''قلم''،عقرب قوس ۱۳۶۹ھ ش،ص۔۱۴۹ - ۱۵۰

۱۹۷۔ د ورمو بهیر،ص۔۹

۱۹۸۔ ایضاً ص۔۸۷

۱۹۹۔ په هند کښې د پښتو ژبې دودی او ایجاد پړاؤنه،ص۔۶۲۲

۲۰۰۔ په هند کښې د پښتو ژبې دودی او ایجاد پړاؤنه،ص۔۵۱۱ - ۵۱۳

۲۰۱۔ مجلّہ ''منبع الجهاد''،اسد سنبلہ ۱۳۷۰ھ ش،ص۔۸ -۱۰

۲۰۲۔ مجلّہ ''منبع الجهاد''،میزان ۱۳۷۰ھ ش،ص۔۵۰

۲۰۳۔ د ''جهاد هنداره'' (اخبار)،۱۰میزان ۱۳۷۰ھ ش،ص۔۴

۲۰۴۔ د ''جهاد هنداره'' (اخبار)،یکم عقرب ۱۳۷۰ھ ش۴

۲۰۵۔ مجلّہ ''منبع الجهاد''،عقرب قوس ۱۳۷۰ھ ش،ص۔۵۳

۲۰۶۔ مجلّہ ''قلم''،دلو حوت ۱۳۷۰ھ ش،ص۔۲۲ تا ۳۰

۲۰۷۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان،ص ۲۰۷-۲۱۳

۲۰۸۔ ویړنی،ص۔۴۲ تا ۵۳

۲۰۹۔ The WUFa،جولائی اگست ۱۹۹۴ء،ص۔بیک ٹائٹل

۲۱۰۔ علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان،ص ۹۷۷

۲۱۱۔ ایضاً،ص ۲۷۷تا۲۸۹

۲۱۲۔ په هند کښې د پښتو ژبې او ادبیاتو د ایجاد او دودی پړاؤنه،ص۔۵۱۱ - ۵۱۳

۲۱۳۔ مجلّہ ''افغانستان''،سرطان ۱۳۷۵ھ ش،ص۔۷۸ - ۸۰

۲۱۴۔ هفت روزہ ''وفا''،۱۱جدی ۱۳۷۵ھ ش

۲۱۵۔ ایضاً

۲۱۶۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان،ص ۲۱۴-۲۱۶

۲۱۷۔ ویړنی،ص۔۵۸ تا ۶۷

۲۱۸۔ هفت روزہ ''وفا''،۱۱جدی ۱۳۷۶ھ ش

۲۱۹۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان،ص ۲۱۷تا۲۲۲

۲۲۰۔ علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان،ص ۳۳۸

۲۲۱۔ پښتو کتاب ښود،ص۔۱۶

۲۲۲۔ ''ادب''،جریدہ،کابل،۲۲جون ۱۹۹۸ء،ص۔۱

۲۲۳۔ ایضاً،۲۳جولائی ۱۹۹۸ء،ص۔۱

۲۲۴ ایضاً،۲۳/اگست ۱۹۹۸ء،ص۔۱
۲۲۵ ایضاً،۲۳ستمبر۱۹۹۸ء،ص۔۱
۲۲۶ ایضاً،۲۳اکتوبر۱۹۹۸ء،ص۔۱
۲۲۷ تپش قلب آسیا افغانستان درآزمون بزرگ تاریخ ،ص۔۹
۲۲۸ مجلّہ دانش شمارہ۵۸-۱۳۵۷ھ ش ص۱۳۰-۱۳۸
۲۲۹ کلیات خلیل اللہ خلیلی،ص۔
۲۳۰ ہفت روزہ ''افغانان''،۹ - ۶ /۱۳۷۹ھ ش،ص۔۴
۲۳۱ ایضاً،۲۴عقرب۱۳۷۹ھ ش،ص۔۴
۲۳۲ دردِ دل و پیامِ عصر،ص۔
۲۳۳ خوشحال خان ختك او یو څو نور فرهنگیال پښتانه ، ص۔ ۲۴
۲۳۴ ایضاً ص۔۲۶
۲۳۵ خوشحال خان ختك او یو څو نور فرهنگیال پښتانه ،ص۔۲۷ تا ۶۰
۲۳۶ د ارغند د څیو ژبه،ص۔۱۹
۲۳۷ رشتيني خدمتگار،ص۔۱۵ - ۵۱، ۵۳ - ۱۲۳ - ۱۳۶
۲۳۸ مجلّہ ''بیان''،اپریل مئی۲۰۰۲ء،ص۔بیک ٹائٹل
۲۳۹ ویرنی،ص۔۵۳ - ۶۰
۲۴۰ ترنم دل،ص۔۶۹ - ۷۲
۲۴۱ علامہ اقبال درادب فارسی وفرهنگ افغانستان،ص۱۹۱
۲۴۲ ایضاً ص۱۸۸-۱۸۹
۲۴۳ ایضاً ص۱۹۰

✪✪✪✪✪

باب چہارم

افغانستان کے پشتون اقبال شناس

احمد صمیم

احمد صمیم افغانستان کے تاریخ ساز خطہ قندھار شہر کے ناحیہ اول میں حاجی عبدالغفور خروٹی کے گھر ۱۳۳۳ھ ش میں پیدا ہوئے۔ قندھار کے دارالمعلمین سے گریجویشن کر کے ۱۳۶۵ھ ش میں افغانستان میں انقلاب کے باعث پاکستان ہجرت کی۔ کوئٹہ میں ہجرت کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے اور علم وادب کی آبیاری سے وابستہ رہے۔ جو ۸ ثور ۱۳۷۸ھ ش تک جاری رہا۔ (۱)

آپ کے والد ماجد حاجی عبدالغفور خروٹی پشتو کے لکھنے والوں میں سے تھے۔ قندھار میں جب انجمن ادبی کی تاسیس ہوئی تو خروٹی صاحب اس انجمن کے بانی اراکین میں سے تھے۔ (۲) یکم نومبر ۱۹۳۳ء کو جب حضرت علامہ سفرِ افغانستان کے دوران قندھار پہنچے وہاں کے زعماء اور ادبی شخصیات سے ملاقاتیں کیں انجمن ادبی کے کلیدی اور بینادی ممبر ہونے کے ناطے عین ممکن ہے کہ عبدالغفور خروٹی نے بھی حضرت علامہ سے ملاقات کی ہو۔

احمد صمیم مذہبی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم سے بھی بہرہ مند ہیں۔ آپ قندھاری مکتبِ فکر (School of Thought) کے نمائندہ شاعر ہیں۔ پہلے رومانیت اور موسیقیت کا شکار تھے۔ بعد میں حضرت علامہ کے فکری اثرات نے احمد صمیم کے فکری قبلہ کو درست کر کے انہیں مقصدیت سے آشنا کیا ہے۔ پہلی ملاقات میں انہوں نے مجھ سے پوچھا تھا کہ شعراء میں کس شاعر سے سب سے زیادہ متاثر ہوں۔ میں نے جب اقبال کا نام لیا تو چونک گئے اور کہا کہ اس خطے میں آپ پہلے پشتون شاعر ہیں جو اقبال سے متاثر ہیں چونکہ صمیم صاحب پہلے سے بعض محدود قوم پرست شعراء کے ڈسے ہوئے تھے اسی لئے ایک آفاقی شاعر سے متاثر ہونا ان کے لئے باعثِ حیرت تھا۔ (۳)

دوسری طرف میرے لئے یہ بات بھی باعثِ حیرت تھی کہ یہ قندھاری شاعر تو فنافی الاقبال ہیں۔ میں نے اقبال کے منظوم پشتو تراجم اور دورانِ گفتگو ہر دوسری بات پر اقبال کے کسی نہ کسی

شعر کا حوالہ دینا اور اقبال کی عالمگیر اسلامی وحدت کی تڑپ ان کے سینے میں کوٹ کوٹ کر بھری پائی ۔رومانیت سے یکسر نکل کر مقصدیت اور عین اسلامی اقدار سے بھرپور شاعری پر اقبال کے اثرات ان کے اندر آب وتاب سے چمکتے ہیں۔

راقم الحروف کے نام ایک مکتوب میں اقبال سے اپنے تعلق کے بارے میں وہ تحریر کرتے ہیں:

> قریباً بیس سال پہلے (قندھار میں) میرے ایک استاد حاجی فضل محمد شیؔوا صاحب نے اقبال کا ''پیامِ مشرق'' دکھایا اور لالۂ طور کے چند رباعیات سبقاً پڑھائے۔ کبھی کبھی تو پڑھاتے ہوئے رو پڑتے تھے۔ اور مجھے فرماتے کہ غزالیؒ اور رومیؒ کے بعد کسی نے بھی قلب اور روح سے متعلق اتنے عمیق حقائق منکشف نہیں کئے جتنا اقبال نے اس بارے میں سیر کیا ہے۔۔۔ وہ مجھے کہتے کہ یہ کتنی عظیم شخصیت ہیں ان کی پیروی کرو۔ ان جیسا گفتار نہ کسی نے کیا ہے اور نہ کوئی کرے گا اور یہ کوئی بشری کام نہیں۔

ے تل تاثیرات اخلاقی تر ہر څه لوړ وګڼه
ژبه او دود د قومیت واړه تری ښکته وګڼه[۴]

ترجمہ: ''اخلاقی اقدار و تاثیرات کو ہر چیز سے عظیم تر سمجھ زبان او قومیت سارے ان سے کمتر ہیں۔''

یہ شعر شیؔوا صاحب مرحوم کا تھا جو انہوں نے حضرت علامہ کی درج ذیل رباعی کے زیرِ اثر لکھا تھا:

ے نہ افغانم و نہ ترک و نہ تتاریم مسلمانم و ما از یک شاخساریم
تمیز رنگ و بو بر ما حرام است کہ ما پروردہ یک نو بہاریم

جناب احمد صمیمؔ اپنے اس مکتوب میں مزید لکھتے ہیں:

> اس بار میں نے اقبال کے فارسی آثار پر طائرانہ نگاہ ڈالی اور کچھ نہیں پایا۔ دوسری بار پھر پندرہ سال پہلے قندھار میں اقبال کے فارسی آثار ہاتھ آئے۔ سوچا کہ ایک بار پھر پڑھوں۔ شیؔوا صاحب محض ان کے شاق تو نہیں تھے۔ اس بار پھر ان کے تمام فارسی آثار کا دقیق مطالعہ کیا۔ اس مرتبہ صرف حقیقتِ قرآن اور حقانیت لا الہ

ہاتھ آئے۔اس سے بڑھ کر کچھ نہیں سیکھا۔تیسری بار جب میں بارہ سال قبل پاکستان آ کر مہاجر ہوا تو اس باران کے اردو و فارسی آثار کا عمیق مطالعہ کیا اور ذیل نتائج اخذ کئے:

- اقبال جمال افغانی اور جلال رومی کا مجموعہ ہیں۔
- اقبال ایک عظیم متصوف اور عاشق رسول ﷺ ہیں۔ظاہراً شیو کرتے تھے لیکن باطن میں وہ بایزید ہیں۔(۵)

جناب احمد صمیم اپنے فکر پر حضرت علامہ کے اثرات سے متعلق مزید لکھتے ہیں:

''اقبال صاحب کو ایک بار میں نے خواب میں دیکھا تو میں نے انہیں ایک شعر سنایا انہوں نے تشویق اور نوازش کے ساتھ میرے سر پر ہاتھ پھیر دیا تب میں نے کہا:

ے د لاهور اقبال به وائی مولانا ته به په روغبړ کښې
چې دا هم دی زمونږ همرازه په کو څو د معرفت کښې (۶)

ترجمہ: لاہور کا اقبال مولانا بلخی کو مصافحہ میں میرا تعارف کراتے ہوئے کہے گا کہ یہ صاحب بھی معرفت کی گلیوں میں ہمارا ہمراز ہے۔

جناب صالح محمد احمد صمیم کے فکر و فن کے خدوخال سے متعلق لکھتے ہیں کہ

صمیم کی شاعری کا فکری حصہ غنی اور ان کا شاعرانہ بغاوت نہایت متاثر کن ہے۔ آپ کا ہر شعر ایک مستقل درد اور کرب کے اظہار کا آئینہ دار ہے جن کو رحمان بابا، سعدی شیرازی، گل باچا الفت اور اقبال لاہوری کے کلام کے اثرات نے مزید رعنائی عطا کی ہے۔(۷)

احمد صمیم صاحب نے ہجرت کے دوران ایک جریدے ''ادب و معرفت'' کا اجراء کیا تھا۔ جس کے بارہ شمارے شائع ہوئے۔ہر شمارے کی سرورق پر پشتو و فارسی کے اساتذہ شعراء کے کلام کے چیدہ چیدہ اشعار شائع کرتے تھے۔اس سلسلے میں تقریباً ہر شمارے میں حضرت علامہ کے ابیات ادب و معرفت کے سرورق کی زینت بنے ہیں۔تفصیل افغانستان میں اقبال شناسی کی ارتقاء کے باب میں شاملِ مقالہ ہے۔

جناب احمد صمیم کے انتقادی و اجتماعی اشعار کا پہلا مجموعہ ''د شاعر فریاد ''۱۳۷۴ھ ش

میں شائع ہوا۔اس مجموعے میں جا بجا حضرت علامہ کے گہرے فکری اثرات احمد صمیم نے قبول کئے ہیں خصوصاً نمونہ خلافت، نوای شہدی، یہ تو وہی قوم ہے وغیرہ پر حضرت علامہ کے فکری اثرات نمایاں ہیں۔ (۸)

احمد علی خان درانی

شہزادہ احمد علی خان درانی کا شمار افغانستان میں اقبال شناسی کے عناصر خمسہ میں ہوتا ہے۔ آپ اسلامیہ کالج لاہور کے تعلیم یافتہ اور سیکرٹریٹ افغانستان کے ایک معزز عہدیدار تھے۔آپ انجمن ادبی کابل کے سیکرٹری اور روح رواں تھے۔ (۹)

عین ممکن ہے کہ شہزادہ احمد علی خان درانی کی حضرت علامہ سے شناسائی اسلامیہ کالج لاہور کے زمانے سے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی حوالے سے حضرت علامہ کے حلقۂ تلامذہ میں رہے ہوں۔آپ نے انجمن ادبی کابل میں ایک نئی روح پھونکی تھی اور اس وجہ سے اس انجمن نے بڑھ چڑھ کر علمی و ادبی سرگرمیوں میں حصہ لیا تھا۔ ویسے بھی اس انجمن کی رکنیت ایک شاہی اعزاز ہے۔ ہر رکن کو سلطنت کی طرف سے علمی وظیفہ ملتا ہے۔ تاکہ وہ علم و فن اور شعر و سخن کی خدمت آزادی اور خوش دلی کے ساتھ انجام دے سکے۔ یہاں تک کہ سرکاری ملازمین بھی جب اس انجمن کی رکنیت سے سرفراز ہوتے ہیں تو ان کو تنخواہ کے علاوہ وظیفہ کی رقم الگ ملتی ہے۔ (۱۰)

سرور خان گویا کے بعد افغانستان میں اقبال پر دوسری تحریر ہمیں سردار احمد علی خان کی ملتی ہے۔ یہ تحریر مجلّہ کابل میں جون ۱۹۳۲ء میں ''علامہ اقبال'' کے عنوان سے شائع ہوئی تھی جس میں حضرت علامہ کے سوانح کے ساتھ ساتھ ان کے فکر و فن پر دقیق انداز میں خیال افشانی کی گئی ہے۔ (۱۱)

اکتوبر ۱۹۳۳ء میں جب حضرت علامہ اعلیحضرت محمد نادر شاہ غازی کی دعوت پر افغانستان کی سیاحت کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ تو کابل میں انجمن ادبی کابل کی ایک شاندار ضیافت میں حضرت علامہ سے سردار احمد علی خان درانی کی ملاقات بھی ہوئی تھی۔اس انجمن نے مہمانوں کے اعزاز میں ۲۸ / اکتوبر ۱۹۳۲ء کو شب ساڑھے سات بجے کابل ہوٹل میں ایک شاندار ضیافت کا اہتمام کیا تھا گویا کابل میں سردار احمد علی خان درانی کو حضرت علامہ کی میزبانی کا شرف بھی حاصل

رہا۔ (۱۲)

حضرت علامہ کی وفات پر انجمن ادبی کابل کے زیرِ اہتمام اپریل ۱۹۳۸ء کے اواخر میں جو تعزیتی تقریب ہوئی تھی۔ اس میں بھی سردار احمد علی خان درانی نے بحیثیت مدیر انجمن ادبی کابل حضرت علامہ کی شخصیت سے متعلق خطاب کیا تھا۔ (۱۳)

حضرت علامہ کے فکر وفن اور عالمی آفاقی شخصیت سے متعلق احمد علی خان درانی کا یہ خطاب مجلّہ کابل کے خصوصی اقبال نمبر مئی/ جون ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔ (۱۴) اس مقالے کے مشمولات پر افغانستان میں مقالاتِ اقبال کے مشمولات پر بحث ہوگی۔

حبیب اللہ رفیع

جناب حبیب اللہ رفیع مولانا نصر اللہ نقشبندی کے فرزند ار جمند ۱۳۶۴ھ ش میں عید الفطر کے دوسرے روز صوبہ وردگ کے سید آباد ضلع کے گلی آبدرہ میں پیدا ہوئے۔ نسلاً وردگ (میر خیل) ہیں اور والد عالم دین اور طریقۂ نقشبندیہ کے صوفی تھے۔ جو بقولِ حبیب اللہ رفیع پشتو اور فارسی کے شاعر بھی ہیں۔

رفیع بچپن میں یتیم ہوگئے اور چچا نے پرورش کی۔ ۱۳۳۳ھ ش کو کابل کے دار العلوم میں تحصیلات کا آغاز کیا۔ مشہور علماء مثلاً شیخ الحدیث مولوی یار محمد مرحوم، شہید مولوی عبد الرب احدی وردگ مرحوم، الحاج حبیب اللہ خلاند مرحوم، مولوی عبد الحمید طیب مرحوم، شہید مولوی عبد السلیم فرقانی مرحوم، ملا اختر محمد مرحوم، ملا فیض محمد عبد السلام اور مولوی سخی داد فائز سے مختلف علوم پڑھے۔ ۱۳۳۹ھ ش میں جب اصول پڑھ رہے تھے اور دار العلوم کے امتحان میں ناکام ہوئے تو بسلسلۂ ملازمت تعلیم کو خیر باد کہا اور ملازمت سے وابستہ ہوئے۔ (۱۵)

۱۳۳۴ھ ش میں باقاعدہ شاعری کا آغاز کیا۔ ادارہ تالیف اور تاریخ کے شعبوں میں ملازمتوں سے وابستہ رہے۔ افغانستان کے تاریخ ٹولنہ میں پشتونوں کی علمی شخصیت عبد الحیٔ حبیبی سے ملاقات ہوئی ان سے فیض یاب ہوتے رہے۔

عرفان، پوہنہ اور آریانا مجلّات اور تاریخ کے شعبے کے نشریات کے مہتمم رہے۔ دو سال تک ریڈیو افغانستان کابل کے پشتو شعبے سے بھی منسلک رہے۔ بقولِ بینوا ''آپ پشتو و فارسی دونوں

زبانوں میں لکھتے ہیں۔عربی سے کئی تراجم کئے۔پشتو شعر وادب اور پشتون فولکلور سے خاصی شغف رکھتے ہیں۔"(۱۶)

۱۳۵۱ھ ش میں جب وزارت اطلاعات وکلتور نے ادارہ فولکلور وادب قائم کیا۔تو رفیع کو فولکلور مجلّے کا مسول مدیر مقرر کیا گیا۔۱۳۵۷ھ ش میں افغانستان میں کیمونسٹ انقلاب کے بعد کئی صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑا۔۱۳۵۸ھ ش میں انقلاب کو ناکام بنانے کی کوشش کے بعد جرم میں جیل بھیج دیئے گئے۔۱۳۶۱ھ ش میں پشاور ہجرت کی۔

۱۹۸۴ء میں راقم الحروف کی رفیع صاحب سے علمی، ادبی اور تحقیقی تعلقات قائم ہوئے۔ ۱۳۶۵ھ ش میں پشاور میں ادارہ تحقیقات جہاد کی بنیاد رکھی مجلّہ قلم کا اجراء کیا۔

جناب رفیع کے آثار ومطبوعات کی تفصیل بڑی طویل ہے۔مختلف علمی ادبی موضوعات پر تحقیقات کئے ہیں۔جن میں ابھی تک تقریباً سو سے زائد زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔رفیع صاحب نے پانچ سو سے زائد مقالا جات لکھے ہیں جن میں زیادہ تر شائع ہو چکے ہیں۔۱۳۵۹ھ ش میں سعودی عرب سعادت حج حاصل کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔۱۳۶۵ھ ش میں کچھ عرصہ کے لئے ریڈیو مصر کے پشتو شعبہ سے منسلک ہوئے۔

جناب حبیب اللہ رفیع پشتو اور فارسی میں شاعری کرتے ہیں۔آپ کی کئی منظومات وقتاً فوقتاً اخبارت ورسائل میں شائع ہوتی رہی ہیں۔اس کے علاوہ آپ کے کئی شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔بعض مجموعوں میں پشتو کلام کے ساتھ ساتھ فارسی کلام بھی شامل ہے۔

رفیع معاصر ادبیات کے پیچ وخم سے آشنا عالمی ادب کے تخلیقی رُخ سے باخبر بااستعداد ادیب وشاعر ہیں۔ان کی تخلیقی قوتیں انہوں نے ملی ودینی نظریئے کے تحت صرف کی ہیں۔رفیع افغانستان میں اقبال شناسی میں بھی کردار ادا کر رہے ہیں۔آپ کے مجموعی فکر وفن پر حضرت علامہ کے اثرات نمایاں ہیں۔آپ نے نہ صرف اقبال کے اثرات قبول کئے ہیں بلکہ بعض اوقات تو اقبال سے ماخوذ شاعری بھی کرتے ہیں۔ایک قطعہ میں اقبال سے مخاطب ہوتے ہیں کہ تو نے جلال الدین رومی بلخی سے جلال لیا۔فکری جمال جمال الدین افغانی سے حاصل کیا۔نبضِ ملت کا رمز خوشحال خان خٹک سے لیا تب تیری قسمت کا ستارہ اقبال چمکا۔

چې روسی جلال دې بیا موندله جلاله[۱]
چې فکری جمال دې واخیست له جماله[۲]
چې دې نبض د ملت زده کړله خوشحاله[۳]
د اقبال ستوری دې وځلید اقباله[۴](۱۷)

حبیب اللہ رفیع کی ایک نظم "د آسیا زړه" (قلب آسیا) حضرت علامہ کے درج ذیل بیت کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے:

؎ آسیا یک پیکر آب و گل است   ملت افغان در آن پیکر دل است

اس نظم کا اھدا ابھی حضرت علامہ کے نام سے کیا گیا ہے۔

؎ لـه غـورز نگه لـویـدلـی ویـنـه نـه ده
پـه دنیـا کښې چې وی زړه نـو هـمدا زړه دې
دآسیـا د ژونـدون مـزی پـرې تړلـی
دافـغـان ښکلی هیـواد آسیـازړه دې
لا تـر اوسـه هیـچـا نـه دی لړزولـی
پـه دې زړه کښې د غیرت ویـنـه چلیږی
نـه لـه چـا څخه ډاریږی نـه لـرزیږی
د غیـرت میـدان چې ویـنـی لامستیږی
د پـردو د کـکـرو دانـی دل شـوې
اوړه شـوی دی پـه دې زړه دآسیـا
چې راغـلـی بیرتـه نـه دی څنې تـلـلی
دانې هـم دونی پـایږی پـه آسیا کښې
آسیا تـش کالبوت د خاورو اوبو نه دې

۱؎ جلال سے مراد جلال الدین بلخی رومی۔
۲؎ جمال دے مراد مشرق کا نابغہ جمال الدین افغانی
۳؎ خوشحال سے مراد صاحب سیف وقلم خوشحال خان خٹک
۴؎ اقبال، حضرت علامہ اقبال

خـو دا زړه دې وربخښلی چې ی سـاه ده
د خپلواك ژوندون نصيحت د ې پيرزو كر
پـه رشـتـيا چې پـه د ې زړه د آسـيا ده [۱۸]

ترجمہ: ان کے خون میں جوش وجذبہ ابھی تک باقی ہے۔ دنیا میں اگر کوئی دل ہے تو وہ یہی ہے۔ ایشیا کی زندگی کے تانے بانے انہی کے مرہونِ منت ہیں۔ افغانوں کی حسین مملکت ایشیا کا دل ہے۔ ابھی تک کسی نے اس میں ہنگامہ برپا نہیں کیا۔ کیونکہ اس دل میں غیرت کا خون دوڑ رہا ہے۔ نہ کسی سے ڈرتا ہے نہ لرزتا ہے۔ میدانِ غیرت جب دیکھتا ہے تو مزید مست ہو جاتا ہے۔ غیروں کے سروں کے یہاں ڈھیر لگ گئے ہیں۔ وہ اسی قلبِ آسیا میں نیست ونابود ہو گئے ہیں۔ ایشیا فقط آب وگل کا بت نہیں ہے یہ تو قلب ہے جس سے روح عطا ہوتی ہے۔ آزاد اور خودمختار زیست کا منبع ہے اور یہ حقیقت ہے کہ یہ ایشیا کی زندگی کا دل ہے۔

خلیل اللہ خلیلی

استاد خلیل اللہ خلیلی کا شمار افغانستان کے ان چند معروف علمی ہستیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے افغانستان کے لئے بالخصوص اور عالمِ انسانیت کے لئے بالعموم گرانقدر علمی وادبی خدمات انجام دیئے ہیں اور زندگی بھر جستجوئے فکر اور تلاشِ تفہیم میں مصروفِ عمل رہے۔

آپ شوال ۱۳۲۵ھ ق / نومبر ۱۹۰۷ء میں کابل کے باغِ جہاں آرا میں میرزا محمد حسین کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ نسلاً پشتونوں کے مشہور قبیلے صافی سے تعلق رکھتے تھے۔ والدہ کا تعلق کوہستان (پروان) کے خوانین کے گھرانے سے تھا جو عبدالرحیم خان نائب سالار ہرات وزیرِ فوائدِ عامہ اور معاون صدارت عظمیٰ کی بیٹی تھی۔ [۱۹]

سات سال کی عمر میں والدہ وفات پا گئی۔ گیارہ سال کی عمر میں غازی امان اللہ خان کے حکم پر آپ کے والد کو قتل کر دیا گیا۔ حکومت نے جائیدادیں ضبط کیں۔ خلیلی عرصہ تین سال تک کابل و کوہستان میں نہایت دربدری کے عالم میں حکومت کے زیرِ عتاب رہے۔ اسی وجہ سے باقاعدہ تعلیم سے محروم رہے۔ اس کے باوجود خلیلی نے مشہور ومعروف معاصر اساتذہ سے تفسیر، منطق، فقہ، حدیث اور ادبی علوم پڑھیں۔ [۲۰]

ابتداء ہی سے شعر و ادب اور عرفان سے تعلق پیدا ہوا تھا۔ کیونکہ والد ماجد نے انہیں سب سے پہلے مثنوی معنوی اور دیگر عارفوں سے شناسائی کی طرف مائل کیا تھا۔ چنانچہ تدریس کے شعبے سے منسلک ہوئے۔ مختلف مدارس میں پڑھاتے رہے۔ غازی امان اللہ خان ہی کے دور میں وزارت مالیہ میں محاسب مقرر ہوئے۔ سقوی انقلاب کے دوران آپ مزار شریف کے گورنر اور مستوفی تھے۔ محمد ہاشم خان کی صدارت کے دوران ۱۹۴۵ء میں قندھار آئے۔ اور قند سازی کے ایک کارخانے میں خدمات انجام دیتے رہے۔ دوبارہ کابل آنے پر کابل یونیورسٹی کے استاد اور معاون مقرر ہوئے۔ (۲۱)

۱۹۴۹ء میں شاہ محمود خان کے کابینہ کے منشی بنائے گئے۔

۱۹۵۰ء میں وزیرِ مطبوعات بنے۔ ۱۹۵۳ء کے بعد جھبہ ملی کی تاسیس کی۔

حجاز، عراق، شام، بحرین، کویت، اردن، قطر اور ابوظہبی میں افغانستان کے سفیر رہے۔ واپسی پر کابل یونیورسٹی میں ادبیات کے استاد رہے۔

افغانستان میں انقلاب ثور کے فوراً بعد جب آپ عراق میں افغانستان کے سفیر تھے استعفیٰ دے کر افغنستان کے جہادی کارواں کے راہی بنے۔

آپ کے علمی و ادبی خدمات کی اعتراف میں آپ کئی ملکی و غیر ملکی علمی و ادبی عہدوں اور اعزازات سے نوازے گئے۔ نشانِ اول معارف افغانستان سے لیا۔ اور فرانس کے جنرل ڈوگل کی جانب سے نشانِ اکیڈیمک ملا۔ ایشیا اور افریقہ کے بین الاقوامی اہلِ قلم تنظیم کے ممبر رہے۔ اکیڈیمی تاریخ افغانستان کے اعزازی رکن رہے۔ (۲۲)

استاد خلیل اللہ خلیلی نے کئی علمی و ادبی کانفرنسوں میں شرکت کی تھی جن میں بعض ذیل ہیں:

۱۔ رودکی کانفرنس منعقدہ تاجکستان
۲۔ محمد فضولی کانفرنس منعقدہ باکو
۳۔ بوعلی کانفرنس منعقدہ سوربون
۴۔ علمی کانفرنس منعقدہ علی گڑھ
۵۔ اہلِ قلم کانفرنس برائے ایشیا و آفریقہ منعقدہ تاشقند
۶۔ ایشیائی و یورپی اہلِ قلم کانفرنس (دوبار)
۷۔ جامی کانفرنس

۸۔ کانفرنس تحلیل از مولوی منعقدہ قونیہ (تین بار)

۹۔ اسلامی وزرائے خارجہ کانفرنس منعقدہ جدہ، استنبول و لیبیا [۲۳]

ان کانفرنسوں میں استاد خلیلی نے مختلف علمی وادبی مقالات وخطبات کے علاوہ منظومات بھی پیش کیں۔

جناب خلیل اللہ خلیلی نے اسلام آباد کے علی میڈیکل سنٹر میں مختصر علالت کے بعد ۱۴/ اردہشت ۱۳۶۶ھ ش / ۴مئی ۱۹۸۷ء میں ۸۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ پشاور کے رحمان بابا قبرستان میں دفن ہوئے۔ [۲۴]

استاد خلیل اللہ خلیلی کے اثار وتالیفات کی فہرست طویل ہے جن میں بعض کا مختصر تعارف ذیل ہے:

الف: پشتو

زرین گوربت ،مطبوعہ وزارت اطلاعات وفرہنگ جمہوری افغانستان اس کتاب کا فارسی ترجمہ عقاب زریں کے نام سے ۱۳۵۳ھ ش / ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا۔

ب: عربی

۱۔ ابنِ بطوطه فی افغانستان ۔۶۶ صفحات کا یہ رسالہ ابنِ بطوطہ کے سفرنامے کا وہ حصہ ہے جو افغانستان سے متعلق ہے۔ یہاں کے تاریخی جغرافیائی اہمیت سے متعلق استاد خلیلی نے ۱۹۷۱ء میں بغداد سے اس وقت شائع کرایا جب آپ عراق اورکویت میں افغانستا کے سفیر تھے۔

۲۔ ہرات تاریخہا آثار ہا و رجالہا ۔ہرات کے تاریخ آثارو شخصیات سے متعلق خلیلی کی یہ کتاب قبل از اسلام اور بعد از اسلام کے ادوار پر محیط ہے۔۱۹۷۴ء میں بغداد سے طبع ہوئی۔

ج: فارسی (نثر)

۱۔ سلطنت غزنویان ۔غزنوی دور کے تاریخی اسناد مسکوکات تصاویر وغیرہ کی مدد سے مرتب کیا گیا۔ یہ اثر ۱۳۳۳ھ ش میں انجمن تاریخ افغانستان کی طرف سے شائع ہوئی۔

۲۔ آثار ہرات ۔ہرات کے تاریخی آثار سے متعلق یہ اثر تین جلدوں پر

مشتمل ہے۔ جلد اول ۱۳۰۹ھ ش ۱۹۵ صفحات۔ جلد دوم ۱۳۰۹ھ ش ۳۱۵ صفحات۔ جلد سوم ۱۳۵۰ھ ق / ۱۳۱۰ھ ش ۲۸۱ صفحات۔

۳۔ احوال و آثار حکیم سنائی غزنوی ۔مطبوعہ ۱۳۵۶ھ ش صفحات ۲۳۲ وزارت فرہنگ افغانستان۔

۴۔ فیض قدس۔ میرزا عبدالقادر بیدلؔ کے احوال و آثار سے متعلق ۱۰۲ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۱۳۳۴ھ ش میں شائع ہوئی۔

۵۔ نی نامہ ۔مولانا چرخی کے نی نامہ پر استاد خلیلی نے حاشیہ و تعلیقات لکھے۔۷۳-۱۹۷۲ء میں انجمن تاریخ افغانستان کی جانب سے ۱۹۰ صفحات پر مشتمل کتاب شائع ہوئی۔

۶۔ عیار از خراسان ۔(افغانستان کے امیر حبیب اللہ ملقب بہ خادم دین رسول ﷺ مشہور بہ بچہ سقہ سے متعلق) ۱۹۸۰ء میں نیوجرسی امریکہ سے شائع ہوئی۔

۷۔ یار آشنا ۔علامہ اقبال سے متعلق کتاب ۱۴۰۲ھ ق / ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی۔ اس میں اقبال کے سفرِ افغانستان سے متعلق یادداشت اقبال کے چند منظومات اور استاد کا منظوم خراجِ تحسین شامل ہے۔ اس میں استاد خلیلی کی اقبال سے ملاقات کا ذکر بھی موجود ہے۔

۸۔ قہرستان کوہستان ۔(نائب سالار عبدالرحیم خان کی خدمات) ۱۹۸۴ء اسلام آباد

۹۔ مادراز خون فرزندمی گزرد (فارسی داستان) ۱۳۶۵ھ ش ۱۹۸۶ء[۲۵]

استاد خلیل اللہ خلیلی کے دیگر آثار و تالیفات درج ذیل ہیں:

۱۔ یمگان ۔شرح آرامگاہ ناصر خسرو مطبوعہ کابل

۲۔ داستان زمرد خونین

۳۔ از بلخ تا قونیه

۴۔ شرح دیوان سنائی مطبوعه کابل و ترکی

۵۔ آرامگاہ بابر (کابل میں مغل سلاطین کے آثار کی شرح)

۶۔ قرأت فارسی برائی صنوف یازدہ و دوازدہ

۷۔ کتابہای نوریان ۔سفرنامہ ایران

۸۔ قرآن کریم کے ۱۳ پاروں کا فارسی ترجمہ مشہور بہ تفسیر کابل

۹۔ دوشنبہ نامہ

۱۰۔ مراسلات زندگانی در اوستا

۱۱۔ رویت ہا وروایت ہا

۱۲۔ بلخ در ادب عربی

۱۳۔ بوزید بلخی و سفر افغانستان

۱۴۔ از محمود تا محمود

۱۵۔ درویشان چرخان (فارسی ترجمہ)

۱۶۔ نیا شین

۱۷۔ مسجد جامع ہرات

۱۸۔ پنجشیر و قہرماں سعود

۱۹۔ ماتمسرا

۲۰۔ تخستن تجاوز روسیہ دا افغانستان

۲۱۔ ایاز از نگاہ صاحبدلان

۲۲۔ ناہید و دختران قہرمان کابل[۲۶]

آپ کے منظوم آثار میں آپ کا دیوان سب سے زیادہ مشہور ہے۔اولین شعری مجموعہ کابل سے ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔اس سے پہلے ایک اور شعری مجموعہ ۱۹۵۵ء / ۱۳۳۴ھ ش میں کابل سے شائع ہو چکا تھا۔۱۹۶۱ء میں کابل سے رباعیات اور شعری مجموعہ ۵۱۰ صفحات پر شائع ہوا تھا۔

یہ تمام مجموعے ''دیوان اول استاد خلیلی'' کے نام سے ۱۹۶۲ء میں تہران سے بھی شائع ہوئے۔استاد خلیلی کے فن سے متعلق معاصرین استادانِ سخن کے زرین آرا اور تقریضات شامل ہیں جن میں استاد سرور خان گویا اعتمادی، استاد صلاح الدین سلجوقی گل باچا الفت اور عبدالرحمٰن پژواک نے استاد خلیلی کے فن کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ افغان

دانشوروں کے علاوہ ایرانی مدبروں بدیع الزمان فروز انفر، استاد سعید نفیسی ، دکتور رضا زادہ شفق، دکتور لطف علی صورت گر، حبیب یغمائی اور نوح سمنانی وغیرہ کے آرا موجود ہیں۔

ہجرت کے بعد دیگر مطبوعہ آثار درج ذیل ہیں:

یاد گلگون کفنان، گزیده آثار تا گور از گیتانجلی و داستان کابل والا، زمزم اشک، از سجاده تا شمشیر، فرهاد، اشک ها و خون ها، شب هائی آوارگی، غوث الاعظم ، شیخ الاسلام صاحب مبارک ثکاب۔[۲۷]

استاد خلیل اللہ خلیلی معتقد اقبال تھے۔آپ نے حضرت علامہ کو پڑھا خوب سمجھا۔علامہ کے صحبت بابرکت سے فیض یاب ہوئے۔[۲۸] اسی بناء پر علامہ کے فلسفہ اور نظریہ سے بے حد متاثر تھے۔اقبال کے فلسفۂ خودی کے قائل اور ملتِ اسلامیہ کی نشأۃِ ثانیہ کے لئے ان کی گراں قدر خدمات کے معترف تھے۔چنانچہ جابجا منظوم خراجِ تحسین پیش کر کے قلبی تسکین پائی۔

استاد خلیلی افغانستان کے پہلے فارسی شاعر ہیں جنہوں نے حضرت علامہ کے حضور سب سے زیادہ خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

کابل کے پاکستانی سفارتخانے میں حضرت علامہ کی ستائیسویں برسی کے موقع پر جو تقریب منعقد ہوئی تھی اس کی صدارت استاد خلیل اللہ خلیلی نے کی تھی۔[۲۹] اس تقریب کے لئے پاکستانی سفارتخانے کے جناب خلیلی کا انتخاب حضرت علامہ سے ان کے لگاؤ کا بین ثبوت ہے۔

آپ نے ۱۳۴۳ھ ش میں لاہور میں حضرت علامہ کے مزار پر حاضری دی دل سوختہ کو ''آموزگار بزرگ'' کے ابیات سے تسکین بخشی۔

ے

ای که مارا گرش چشم عقاب آموختی — دیدۂ دیدار خود را از چه خواب آموختی
شام جمعی را نمودی از فروغ فیض روز — تیره شب را روز کردن ز آفتاب آموختی
خفتگا ن را با صریر شعلۂ انگیز قلم — صد تکان دادی و چندین انقلاب آموختی
گردن اصرار در یوغ اسارت بود خم — بند بگستن به مردم از رقاب آموختی
زندگی گفتی خط فاصل بود با بندگی — این دلیل قاطع از فصل الخطاب آموختی
هر سؤالی را که مشکل بود بر عقل سلیم — از دبستان دل آنرا صد جواب آموختی
با رسوز بیخودی را از خودی آمیختی — مشت خاک مرده دا رفتار آب آموختی
کاروان در راه و منزل دور و دشمن در کمین — رهروان شرق را درس شتاب آموختی

عقل را رہ شوق را جان قلب را ذوق حضور — این بہ درواماندگان را فتح باب آموختی
خواجہ را گفتی تو شد بعد ازیں خون فقیر — بینوا را راہ و رسم اعتصاب آموختی
آہ از آن ملت کہ باشد یاس دراہش حجاب — ایں امید قوم تو رفع حجاب آموختی
مولوی در گوش جانب گفت رازی بس بزرگ — زان معلم معنی ام الکتاب آموختی
ملت تو حید را از مکر دنیای فرنگ — حرف حرف و فصل فصل و باب باب آموختی

در کہن تاریخ شوق انگیختی شور نوین
شوکت پارینہ را عہد شباب آموختی (۳۰)

ثور ۱۳۴۵ھ ش میں لاہور کے دانشوروں کی جانب سے حضرت علامہ سے منسوب پروگراموں کے سلسلے میں جناب خلیل اللہ خلیلی کو دعوت دی گئی لیکن عین اسی وقت آپ حرمین شریفین کے دیدار کے لئے رختِ سفر باندھ چکے تھے۔ چنانچہ ''کعبہ واقبال'' کے عنوان سے درج ذیل نظم کے ذریعے اپنی معذرت دائر کی:

ے
شوکت پارینہ را عہد شباب آموختی — وی مجمع دوستان اقبال
بودیم بہ آرزو کہ اماں — آییم بہ آستان اقبال
صدبومہ زنیم از سرشوق — برخاک سپھر شان اقبال
اسرارخودی زسر بخوانیم — درنامۂ جاوداں اقبال
جوئیم رموز بیخودی را — باردگر از زبان اقبال
راز دل درد مند گویم — بامردم راز دان اقبال
بینم کہ باز شہر لاہور — گردید مدیحہ خوان اقبال
بینم کہ باز آن کھن شہر — ناز دبہ دل جوان اقبال
گویم پیام از سنای — ہر روز بہ گوش جان اقبال
خوانیم زمولوی سخن ھا — تا مست شود روان اقبال

بودیم بدین امید شادان
کامد خبری زکشور جان

گفتند حرم درش گشاده　　بر خلق صلای عام داده
لیلای سیاه پوش کعبه　　از چهره نقاب برگشاده
آنجا کہ ہنرار ماه و خورشید　　سر بر در ہزش نہادہ
آنجا کہ امین وحی جبریل　　دربان صفت از ادب ستاده
آنجا کہ کلاه فخر شاہان　　برخاک نیاز او فتادہ
برگردن سرکشان گیتی　　بنھادہ شکوہ وی تلادہ
بر پایۂ آستانہ آں　　کردہ فلک از ادب و سادہ
آن مہد مہین کہ خاک پایش　　رشک مہ و آفتاب زادہ
یعنی کہ جمال نور احمد　　زین طور جلال جلوه داده

زین قلہ ھای فخر و اقبال
بگرفتہ جہان جان تہ بال
این مژدہ چو آفتاب یکبار　　تابید بہ کلبۂ دل تار
ہم حافظہ رخت بست و ہم ہوش　　ہم دست فتاد وھم دل ازکار
عشق آمد و شد بہ یک تجلی　　سلطان قلمرو دل زار
احرام حریم شوق بستیم　　پرواز کنان بوی دلدار
ماندیم رُخ نیاز بر در　　سودیم سر ادب بہ دیوار
پروانہ صفت طواف کردیم　　برشمع برین خانۂ یار
این عذر من ار بہ خاک اقبال　　ای باخبران کنید تذکار
از تربت او صدا برآید　　کاحسنت بہ این خجتہ کردار
چون یافت خلیل بتگر ما　　درکوی خلیل بت شکن بار
این خلعت تو مبارکش باد
وین تاج طراز تارکش باد (۳۱)

۱۳۵۶ھ ش / ۱۹۷۷ء میں پنجاب یونیورسٹی نے حضرت علامہ کی صد سالہ جشن ولادت کی تقریبات کی مناسبت سے منعقدہ پروگرم کی دعوت ارسال کی لیکن استاد خلیل اللہ خلیلی کو حکومتِ

افغانستان کی جانب سے اس سیمنار میں شرکت کی اجازت نہ ملی چنانچہ جناب خلیلی نے پنجاب یونیورسٹی کو حضرت علامہ کے حضور اپنی تہنیت ''بہ پیشگاہ علامہ محمد اقبال لاہوری'' کے عنوان سے ارسال کی۔

باد آبان آمد و آورد باخود مشک ناب　　خوش بخند الی صبحدم خرم بتاب ای آفتاب
قاصد آمد نامۂ لاہور دارد در بغل　　نامۂ اینک نغمۂ فردوس دارد در خطاب
نامۂ شوق است باید برسر چشمش نہاد　　قاصد یار است از من بوسہ خواہد بی حساب
شہر لاہور است شہر دوستان از باستان　　دوستان را یاد کردن نبود از صواب
داستان غزنہ و لاہور بس دلکش بود　　ای حریف نکتۂ دان از حرف حق ابرو متاب
این دو شہر سالخورد از خرد سالی بودہ اند　　چوں دو حرف از یک عبارت چوں دو باب از یک کتاب
قاصد آمد خواند برگوش دلم پیغام جان　　عاشق لب تشنہ را داد از نوید وصل آب
گفت آنجا انجمن برپا نمودہ اہل دل　　انجمن با انجمن تابان ز جمع شیخ و شاب
گفت بربالین قالین است روشن شمع فیض　　ماہ وانجم دوروی پروانہ سان در پیچ و تاب
چون کشد منت زنور شمع بالین کسی　　کز دل روشن برآوردہ ہزاران آفتاب
درسیہ عصری کہ شد درپردہ لیلای سخن　　شاہد معنی بہ رخ افگنداز دہشت نقاب
کعبۂ حق پایمال لشکر دجال شد　　لانۂ طاووس دین شد جای پرواز عذاب
درسیہ عصری کہ استعمار شد درشرق و غرب　　برہمہ گردن فرازان جہان مالک رتاب
خاصہ برآزاد مردان دیار مصطفٰی　　قافلۂ سالار اُمی حامل ام الکتاب
شہسواران عجم راتیغ ہمت شد زکف　　پاسداران حرم راچشم غیرت شد بخواب
روز میدان بود اما جنگجو یان خفتہ خوش　　وقت جولان بود اما بال و پربستہ عقاب
مغزہای اہل فکر آشفتہ اندر جزو بحث　　لفظ ہا جای معانی قشر ہا جای لباب
باز ماند از اوج مؤمن باپرو بال یقین　　شد فرو آسیمہ سرباپای شک در منجلاب
راہزن شد میر شب تار اجگر شد تاجور　　خانۂ خلق خدا از جورانیاں شد خراب
آن ذریوبی خبر این نا خدای بی خدا　　کرد از خون ستمکش جام عشرت پر شراب
اختلاف اہل قدرت کرد یکبارہ تباہ　　خرمن این را در آتش حاصل آنرا درآب
سود خوار سنگدل زاشک یتیم بیگناہ　　بست خلخال نگار خویش رالعل مذاب

بیوهٔ فرزند مرده جان سپرد از فرط جوع — خواجه راخوناب اشکش زینت زین ورکاب
درسیه عصری که در اکلیل فرما ندار هند — داندهای اشک می تابید چون درخوشاب
(بانو گیتی) زنخوت داشت برسر کوه نور — مهر را یکدم نبود از کشور حکمش غیاب
درچنین عصر سیه تابید ناگه اختری — نور افشان از ورای ظلمت چندین حجاب
اختره (اقبال) مؤمن جلوه افز اشد زشرق — کز فروغش دیده و دل جاودان شد بهره یاب
برگرامی نامهٔ وی ثبت آثار عمر — برنگارین خاتم وی نقش نام بوتراب
نعره زد کای ملت افسرده تاکی خواب ناز — صبح شد برپای شود دردهر افگن انقلاب
گردن آزادگان راتیغ بهتر جای طوق — مردحق راسرفرازی باشد از دار و طناب
درمسلمانی غلامی نیست فرمانش بدر — درمسلمانی اسارت نیست زنجیرش بتاب
قفل راشکن که فرمان خدا دردست تست — بندرا بگل که مومن رابنا شد بند و باب
ای علم دارحرم راه کجا داری به پیش — زمزم این جائشتة تاکه می روی جویای آب
چون توی معمار فطرت خود جهان خویش ساز — از بهشت اجنبی الاجتناب الاجتناب
از شکوهٔ نعرهٔ وی چاک شد حبیب سحر — هم جرس جنبید وهم موکب روان شد باشتاب
نعرهٔ ای توفنده طوفانی که لرز اندزمین — نعره ی برق جهانسوزی که بشگافد سحاب
واعظ از میدان مسلمان رابه خلوت داده راه — رندما بردش به میدان ماز چون عهد شباب
گفت مومن رابو دراه حق فخر از جهاد — داغ خون برسینه اش بهتر بود ازلعل ناب
ای مجدد ! ای زتو آرایش کاخ کهن — ای معلم ای زتو روشن چراغ جدوناب
ای بلال قرن ماخاموش گردیدی چرا — لب گشا یکدم که جان آمد بلب از اضطراب
بانگ لااله برکش تا بلرزد کاخها — روی این فرش رمادی زیر این نیلی قباب
ای خلیل حق نواں کش که از تائید آن — جان بتنگر سوز داز غم پیکر وی از عذاب
حرف زن تعلیم ده تدبیر کن تکبیر گو — ای جبینت صبح امت صبح شد یکدم بتاب
دیده بگشا تاز تاثیر نگاه نافذت — دیوعصر ما گریزد همچو شیطان از شهاب
برده راشو جنون آموز کز فریاد وی — خواجه راچتر مرصع پوچ گردد چون حباب
عشق راباز دگر افروز درقندیل دل — تانماید رهبر و ماراحقیقت از سراب
نوجوان عصر را آموز اسرار خودی — تاستاند جام از جم تیغ از افراسیاب

تا شناسہ مہرۂ بازیگران دھررا مہرہ ما از مھر برکف مارھا زیر ثیاب
مشت خاری داشتم کردم نثار روضہ ات
مشت خادم را بہ لطف خویش کن بویا گلاب (۳۲)

اس کے علاوہ کلیات خلیل اللہ خلیلی کے حصہ مثنویات میں ہمیں ایک مثنوی حضرت علامہ کے حضور ملتی ہے جس کا عنوان ہے ''دمی اقبال''۔اس مثنوی میں حضرت علامہ کے سفرِ افغانستان کے موقع پر اپنی ملاقات کی یادداشتوں کو محفوظ کیا ہے۔

یاد ایامی کہ با شعر و کتاب آشنا گشتم در آغاز شباب
بستہ بودم با سخن پیوند نو دادہ بودم دل بہ مھوش درگرو
مشق می کردم غزلھای دری بال افشان ھمچو پرواز پری
درجوانی شعر قصان می شود پایکوبان دست افشان می شود
با جوانی شعر چو یکجا شود مست و شورانگیز و جان افزا شود
بود عصری برگریزان وخزان شھر کابل رشک گلزار جنان
نور خورشیدش زھر روزی فزون آسمانش صاف ونغز و نیلگون
آرمیدی دردل تالاب ھا ہمچو آیینہ فروزان آب ھا
بادھا لیش در کمال اعتدال مشک افشان ازجنوب و از شمال
برگھا را کیمیا ساز خزان کردہ با ذرات طلا زرفشان
بانم بابر شاہ با ذوق مغل زر بہ بار آوردہ جاں خار وگل
من درین فرخندہ روز دلنواز گشتم از بخت ھمایون سرفراز
حکم شداز سوی دولت ناگھان تا بہ باغ آیم بہ نام میزبان
بارصیقان وگر شامل شوم ھمدم مردان صاحبدل شوم
میھمانان وار دبستان شدند درسرای خویشتن میھمان شدن
سید والا سلیمان زمان عالم دین عارف ھندوستان
واں دگر سرراس مسعود شھیر از علوم شرقی و غربی خبیر
درمیانہ حضرت اقبال بود آفتاب شعرر اتمثال بود
ازجنبش نور قرآن آشکار وزلقای وی خزان ما بھار

با سنائی کرده ساغرها نگون در بساط لای خواران جنون
عارف راز آشنائی مولوی عصر حاضر را چراغ معنوی
شرق را خلاق غیرت خامه اش درس امت جاودانی نامه اش
آنکه بعد از کشور پاک حجاز با در و دیوار افغان گفت راز
دیده در چشم عقاب خشمگین ملت کهسار را نقش جبین
آسیا را خوانده نقش آب و گل گفته افغان راداران پیکر چوں دل
هر سه تن بستند صف بر قبر شاه شاه خفته بی خبر در خوابگاه
مشت خاک وی نهای در جوف سنگ نی نوای نغمه نی شهپر جنگ
نی بساط خسروی نی تخت عاج نماز کوه نور برقی نی زتاج
زایران دست دعا افراشتند عرضه کردند آنچه در دل داشتند
منظر خورشید و لوان خزان صفحه سیما بگون آسمان
زایران را جذب سوی خویش کرد خاکیان را آسمان اندیش کرد
مهر را دیدند پویا سوی شام می نهد لرزان به بام چرخ گام
می رود تا بوسه های آخرین کوهساران را گزارد بر جبین
باغ مانند بهشت آراسته برگ برگش شسته و پیراسته
گفت سید این مناظر این جمال این بهشت روح بخش بی مثال
قلب با بر را به خود تسخیر کرد شاه را بر دست و پا زنجیر کرد
زان جهت فرمود کز هندوستان جا دهندش در دل این بوستان
شاعر آزادهٔ بالغ نظر از رموز حال و ماضی باخبر
سبز گون سیمای وی شد لاله گون جوش زد در رگ رگ وی موج خون
خامه را بگرفت بر جای عصا خاصه ای جادوکش معجز نما
اهل دل را خامه جای اژدهاست حرف حق برهان مردان خداست
گاه چشمش بود سوی آسمان بر فضای نیلگون بیکران
گاه سوی قله های برف پوش محمل خورشید شان بر روی دوش
گاه سوی کابل جنت نظیر مولد آزادگان شیر گیر

گاه سوی تربت خاموش شاه　　جای مسند سنگ گورش تکیه گاه
خامه با انگشت وی همکار بود　　آسمان پرواز و اختر بار بود
راه خود را به قلم اظهار کرد　　قول سید را به شهرا نگار کرد
این غزل روشنگر سیمای ماست
ماضی ما حال ما فردای ماست (۳۳)

اس طرح ایک اور چھوٹی سی مثنوی حضرت علامہ کے حضور ہے جس کا عنوان ہے:

برآرامگاہ عارف مشرق علامہ اقبال لاہوری

تربت اقبال را کردم طواف　　دولتی دیدم درانجا بی خلاف
دیدۂ بیدار از اندر منام　　دان دوستی تیغ خفتہ درنیام
مشت خاکش بردہ برگدوں سبق　　تابدار ہر زرہ اش انوار حق
آسمان برخاک او پیرایہ ای　　''آفتابی درمیان سایہ ای''
خلوت آرای رموز بیخودی　　محرم اسرار آیات خودی
تا بہ حشر او سینۂ آگاہ او　　بشنوی فریا الا اللہ او
زندہ ازوی رسم وراہ معنوی　　روشن ازوی خانقاہ مولوی
از سنائی سوزھا درسینہ اش　　وزنی بلخی نوادر نغمہ اش
این نواھا ازنوای کبریاست　　کاروان خفتہ را بانگ دراست
این نوابیرون امداز نای عشق　　ویں گہرہا زایہ دریای عشق
ز سبوی بادہ نوشان فرنگ　　از غریو نعرہ وحدت سنگ
نعرۂ او دردل ما کار کرد　　خفتگان شرق رابیدار کرد
برمزارش بودلوحی تابدار　　یادگار سرزمین کوہسار
دردل آن سنگ ازافکار وی
باز خواندم بہترین اشعار وی (۳۴)

استاد خلیل اللہ خلیلی کی کلیات کے حصہ غزلیات میں ایک غزل موجود ہے جس کا عنوان ہے''''غزل حکیم شرق علامہ اقبال''۔ یہ غزل خلیلی نے حضرت علامہ کی تضمین پر لکھی ہے جو ''مسافر'' میں ''برمزارِ شہنشاہِ بابر خلد آشیانی'' کے عنوان سے موجود ہے۔ خلیلی کی غزل یہ ہے:

؎ بیا کہ ساز فرنگ از نوا بر افتاد است — درون پردۂ او نغمہ نیست فریاد است
زمانہ کہنہ بتان راہزار بار آراست — من از حرم نگذشتم کہ پختہ بنیاد است
درفش ملت عثمانیان دوبارہ بلند — چہ گویمت کہ بہ تیموریان چہ افتاد است
خوشانصیب کہ خاک تو آرمید اینجا — کہ این زمین ز طلسم فرنگ آزاد است
ہزار مرتبہ کابل نکوتر از دھلی است — ''کہ آن عجوزہ عروس ہزار داماد است''
درون دیدہ نگہ دارم اشک خویش را — کہ من فقیرم راین دولت خداداست

اگر چہ پیر حرم درد لا الہ دارد
کجا نگاہ کہ برندہ تر ز پولاد است (۳۵)

استاد خلیل اللہ خلیلی نے مندرجہ بالا منظومات میں حضرت علامہ کو عارف شرق، حکیم شرق وغیرہ کے خطابات دیئے ہیں۔ اور حضرت علامہ کے فن وشخصیت سے متاثر ہو کر ایک مستقل کتاب یار آشنا لکھی۔ یہ منظوم ومنثور کتاب افغانستان کی جمعیت اسلامی کی علمی ومشاورتی انجمن کی جانب سے ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی کتاب اسی (۸۰) صفحات پر مشتمل ہے اور حضرت علامہ کی یاد ،ان کی فن وشخصیت سے متعلق متعدد نکات پر بحث کی گئی ہے۔ (۳۶)

اس کتاب کا نام حبیب اللہ رفیع نے ایک اور مقالے دیار آشنا لکھا ہے جو علامہ اقبال اور افغانستان سے متعلق ہے۔ (۳۷) جبکہ اسی مقالے میں استاد خلیل اللہ خلیلی کو ملت کی بیداری کے سلسلے میں اقبال کی راہ کا راہی قرار دیا ہے۔ (۳۸)

حضرت علامہ نے سفرِ افغانستان کے دوران نومبر ۱۹۳۳ء میں غزنی میں حضرت حکیم سنائی غزنوی کے مشہور ومعروف قصیدہ کے بحر وردیف میں ایک اور نظم تخلیق کی۔ جو بالِ جبریل میں شائع ہوئی۔ حکیم سنائی غزنوی کے قصیدے کا مطلع درج ذیل ہے:

؎ مکن در جسم و جان منزل کہ این دونیست وآن والا
قدم زین ہر دو بیرون نہ نہ این جا باش نی آنجا

اور حضرت علامہ کی اردو نظم درج ذیل ہے:

سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا — غلط تھا اے جنوں شاید ترا اندازۂ صحرا!
خودی سے اس طلسم رنگ و بو کو توڑ سکتے ہیں — یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا، نہ میں سمجھا
نگہ پیدا کر اے غافل تجلی عین فطرت ہے — کہ اپنی موج سے بیگانہ رہ سکتا نہیں دریا

رقابت علم و عرفان میں غلط بینی ہے منبر کی — کہ وہ حلاج کی سولی کو سمجھا ہے رقیب اپنا
نہ کر تقلید اے جبریل میرے جذب و مستی کی — تن آساں عرشیوں کو ذکر و تسبیح و طواف اولیٰ
بہت دیکھے ہیں میں نے مغرب و مشرق کے میخانے — یہاں ساقی نہیں پیدا، وہاں بے ذوق ہے صہبا!
نہ ایران میں رہے باقی، نہ توراں میں رہے باقی — وہ بندے فقر تھا جن کا ہلاکِ قیصر و کسریٰ
یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے — گلیم بوذرؓ و دلقِ اویسؓ و چادر زہراؓ؟
حضورِ حق میں اسرافیل نے میری شکایت کی — یہ بندہ وقت سے پہلے قیامت نہ کر دے برپا
ندا آئی کہ آشوب قیامت سے یہ کیا کم ہے — ''گرفتہ چینیاں احرام و مکی خفتہ در بطحا!
لبالب شیشۂ تہذیب حاضر ہے مے 'لا' سے — مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانہ 'الا'
دبا رکھا ہے اس کو زخمہ ور کی تیز دستی نے — بہت نیچے سروں میں ہے ابھی یورپ کا واویلا
اسی دریا سے اُٹھی ہے وہ موج تند جولاں بھی — نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا

غلامی کیا ہے؟ ذوق حسن و زیبائی سے محرومی — جسے زیبا کہیں آزاد بندے، ہے وہی زیبا!
بھروسہ کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر — کہ دنیا میں فقط مردانِ حُر کی آنکھ ہے بینا!
وہی ہے صاحبِ امروز جس نے اپنی ہمت سے — زمانہ کے سمندر سے نکالا گوہرِ فردا
فرنگی شیشہ گر کے فن سے پتھر ہو گئے پانی — مری اکسیر نے شیشے کو بخشی سختیٔ خارا!
رہے ہیں اور ہیں فرعون میری گھات میں اب تک — مگر کیا غم کہ میری آستین میں ہے یدِ بیضا!
وہ چنگاری خس و خاشاک سے کس طرح دب جائے — جسے حق نے کیا ہو نیستاں کے واسطے پیدا!
محبت خویشتن بینی، محبت خویشتن داری — محبت آستانِ قیصر و کسریٰ سے بے پروا
عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نخچیر ہو جائیں — ''کہ بر فتراک صاحب دولتے بستم سرِ خود را''
وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے — غبار راہ کو بخشا فروغِ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر — وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ!

سنائیؔ کے ادب سے میں نے غواصی نہ کی ورنہ
ابھی اس بحر میں ہیں لاکھوں لولوے لالا (۳۹)

جناب خلیل اللہ خلیلی نے اس منظومے کا یوں فارسی منظوم ترجمہ کیا:

نگنجد وسعت سودای من در پہنہ دنیا — خطا بود ای جنون شاہد تر اندازہ صحرا

شکستِ این طلسم رنگ و بورا از خودی می جوی — کہ این توحید بودا ما نکردش فہم عقل ما
نگاہی کن تو ای غافل تجلی نیست جز فطرت — کہ دریا نیست غیر از موج نبود موج جز دریا
چہ چوب دار حلاج و چہ چوب پایہ منبر — خلاف علم و عرفان از غلط بینی شدہ بیدار
تو ای روح القدس از جذبۂ مستاں مکن تقلید — تن آسان عرشیا نرا ذکر و تسبیح و طواف اولیٰ
بسا میخانہ ہا دیدم من اندر مغرب و مشرق — درین جا بزم بی ساقی، در انجا بادہ نا گیرد
نہ در ایران اثر پیدا نہ در توران نشان باقی — ـــــــــــــــــــــــ قیصر و کسریٰ
ببین شیخ حرم گیرد فروشد مال خود سازد — گلیم بو ذرؓ و دلق اویسؓ و چادر زہراؓ
بہ یزدان کرد اسرافیل شکوہ کای خدا ترسم — قیامت بیشتر از وقت گردد در جہان برپا
ندا آمد کز آشوب قیامت کی بود کمتر — ''گرفتہ چینیان احرام و مکی خفتہ در بطحا
لبالب جام تہذیب زمان از بادہ 'لاٗ بشد — نبا شد در کف ساقی مگر پیمانہ 'الاٗ
چو سرکش موجہا کز قلب این دریا برون تازہ — کند کاخ نہنگان رابیک جنبش تہ و بالا
غلامی چیست محرومی ز ذوق حسن و زیبائی — بود زیبا اگر آزاد مردی گویدش زیبا
غلامان رابصیرت قابل باور نمی باشد — بجز آزادہ در دنیا ندارد دیدہ بینا
زمامِ حال در دست کسی باشد کہ از ہمت — زدریای زمانہ بازگیرد گوہر فردا
فرنگ از شیشہ سازی سنگ خارا را نماید آب — بخشد کیمیای من بہ شیشہ سختی خارا
ندارم غم اگر فرعون باشد درکمین من — چومن در آستین خویشتن دارم یدِ بیضا
چہ ممکن کاین خس و خاشاک برقی را کند خاموش — کہ از بہر نیستانش نمودہ وسعت حق پیدا
محبت خویشتن بینی محبت خویشتن داری — محبت زاستان قیصر و کسریٰ ست بے پروا
عجب نبود اگر پروین ومہ گر دد شکارِ من — کہ بر فتراک صاحب دولتی بستم سرخودرا
شناساں سُبل ُختم رُسل مولای کل ذاتی — کہ خاک راہ رابخشد فروغ وادی سینا
بچشم عشق و مستی اوست ہم آغاز ہم انجام — بود قرآن بود فرقان بود یٰسین بود طٰہٰ

زغواصی مر پاس سنائی بازمی دارد
وگرنہ اندرین بحرست چندین لولوی لالا (۴۰)

اقبال سے متعلق منظومات اور تراجم کے علاوہ جناب خلیلی کی شاعری میں جا بجا حضرت علامہ کا تذکرہ ملتا ہے۔۱۹۸۳ء میں اسلام آباد میں جناب خلیلی کے اعزاز میں منعقدہ ایک تقریب

میں آپ نے نظم ''سفیرِ ماتم'' سنائی۔ اس نظم میں افغانستان میں خونی انقلاب اور اپنی دربدری او مہاجرت کے دردانگیز جذبات کو دردانگیز انداز میں بیان فرمایا۔ یہاں بھی علامہ کا ذکر ہے۔

ے بندۂ حق در جہان آزادہ است — مست وی فارغ زجام وبادہ است
خواستم تا اندرین شام سیاہ — سایۂ اقبال را سازم پناہ (۴۱)
گویمیش کابل بخون گلگون شدہ — پرچم اقبال آن واژون شدہ
زادگاہ مولوی را آب برد — کعبہ العشاق را سیلاب برد
شہر غزنی جلوہ گاہ علم وفن — مسند محمود شاہ بت شکن
در شرار ظلم دشمن درگرفت — منبر تو حیرت کافر گرفت
''سید السادات مخدوم امم — خود بلاھو راست خفتہ در حرم (۴۲)
کابل و لاہور باہم تو امند — این دولت غمگساران ہمند
این دوگلشن خوردہ از یک چشمہ آب — ہر دور روشن گشتہ از یک آفتاب
دوری از یاران گناہی بودہ است — سخت مضحک اشتباہی بودہ است
اینک این آوارگان بیگناہ — غیر ازین کشور کجا جوئندہ را (۴۳)
سرزمین پاک باما آشناست — این نظر با ترجمان راز ماست
ہر نگہ این جا زبان الفتاست — ہرلب این جا بازگوی وحدست
من عیان بینم بہ برق ہر نگاہ — پرتوی از آفتاب لا الہ
تا سحر می آیدم جا بگوش — نغمۂ توحید از بانگ سروش
می سراید از زبان حال تان — درد ما را حضرت اقبال تان
می شود از تربت باکش بلند — نعرہ شیری کہ افتادہ بہ بند
ز ملتی آوارہ کوہ و دمن — در رگ او خون شیران موجزن
آسیا یک پیکر آب وگل است — ملت افغان درآن پیکر دل است (۴۴)

سید السادات ومخدوم امم القبی است کہ دکتر علامہ اقبال بہ علی بن عثمان ہجویری غزنوی صاحب کشف المحجوب دادہ۔

سرورخان گویا

میری تحقیق کے مطابق سرور خان گویاؔ کو افغانستان کے دوسرے افغان اقبال شناس سکالر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ بقولِ ڈاکٹر محمد ریاض مرحوم:

افغانستان کے فضلاء کے ساتھ اقبال کے ذاتی مراسم بھی خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ ڈاکٹر صلاح الدین سلجوقیؔ اور سرور خان گویاؔ ان کے احباب میں شامل تھے اور دونوں مرحومین کا سارا افغانستان ارادت منداور معتقد ہے۔ (۴۵)

افغانستان میں اقبال کے فن و شخصیت سے متعلق عبدالہادی داویؔ کے بعد پہلی تحریر ہی سرور خان گویاؔ کی ملتی ہے۔ جو کہ ''دکتر اقبال'' کے عنوان سے مجلّہ کابل میں مارچ ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی۔ (۴۶)

حضرت علامہ اوران کے رفقائے سفر کے لئے سفرِ افغانستان کے دوران آپ ہی حکومتِ افغانستان کی جانب سے ان فضلاء کے پروٹوکول آفیسر تھے۔

کابل کے شاہی مہمان خانہ ''باغ'' کے پھاٹک پر وہ صاحب ملے جو ہم نووارد مہمانوں کی خاطر مدارت اور دیکھ بھال کے لئے مقرر تھے ان کا نام سرور خان اور گویاؔ تخلص۔ (۴۷)

آپ اس تمام سفر میں حضرت علامہ کے ہمرکاب رہے کابل کے بعد غزنین کے پر کیف روحانی اسرار سے بھرپور سفر میں ہمرکاب ہونے کا اعزاز حاصل رہا۔ (۴۸)

قندھار کے تاریخی شہر اور زیارتِ خرقہ آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دوران بھی سرور خان گویاؔ ساتھ تھے۔ افغان قہرمان اور فاتح پانی پت احمد شاہ ابدالیؔ کے مزار پر حاضری کے وقت بھی شریکِ سفر رہے۔ تا آنکہ افغانستان کے آخری بارڈر بابِ چمن تک گویاؔ نے ساتھ دیا۔ یوں حضرت علامہ کے ساتھ قربت اور جستجوئے آگہی کا یہ سفر اختتام پذیر ہوا۔ ملتِ اسلامیہ کے عظیم فلسفی، شاعرِ مشرق اور افغانوں کے عظیم محسن سے فرقت کا احساس ان کے لئے ایک ناقابلِ برداشت المیے کے برابر تھا۔ اس لمحے کو سید سلیمان ندویؔ نے تاابد یوں محفوظ کیا ہے۔

اب ہم افغانستان کی آخری سرحد میں تھے۔ اور اپنے میزبانوں سے شاید ہمیشہ کیلئے جدا ہو رہے تھے۔ ایک اسلامی حکومت کے روح افزا مناظر کی سیر ابھی دل بھر کرنے بھی نہ پائے تھے کہ موسمِ بہار آخر ہو گیا۔ قلعہ کے تمام آفیسر اور عملہ نے

رخصتاً ہاتھ ملائے۔ رفیقِ سفر سرور خان گویاؔ جو اتنے دنوں تک جلوت وخلوت میں ساتھ رہے تھے ہم کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ اور ہم ان کو تک رہے تھے۔

ع روئے گل سیر نہ دیدم و بہار آخر شد

بے چارہ گویاؔ قفس کی طرح ابھی تک افغانستان سے باہر نہیں گیا ہے۔ اور باہر کی دنیا کو صرف کتابوں کی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ اس سرحد کے پاس پہنچ کر پھڑک کر رہ گیا۔ زبانِ حال یہ کہہ رہی تھی۔

ع اگر یک سرِ موئے برتر پرم فروغ تجلی سوزد پرم

سب سے زیادہ ۔۔۔۔ افغانستان کا چہکتا بلبل گویاؔ اس وقت خاموش تھا اور مصافحہ و معانقہ کے بعد باہم مکاتیب و مراسلت کے وعدہ پر ہماری چند روزہ ملاقات ختم ہوگئی۔ موٹروں نے آگے کو حرکت کی اور چند منٹ کے اندر افغانستان کی سرحد کو پھاند کر انگریزی علاقہ میں داخل ہو گئے۔ (۴۹)

تو گویا جناب گویاؔ صاحب کو اپنے آئیڈیل اقبال سے خلوت وجلوت میں ساتھ رہنے کا اعزاز حاصل رہا۔ تصورات وخیالات میں آئیڈیلائز (Idealized) کرنے والے ممدوح سے براہِ راست استفادہ کرنے کا موقع ملا۔ ان کو سمجھنے اور ان کی عالمی آفاقی شخصیت سے براہِ راست مستفید ہونے کا موقع ملا جس کی بدولت گویاؔ کو حضرت علامہ سے خلوص و نیاز کا عطیہ ان کی زندگی ہی میں نصیب ہوا۔

مجلّہ کابل کے قدیم شماروں میں حضرت علامہ کے حیات میں ہی حضرت علامہ کے فکروفن پر جناب سرور خان گویا کی کئی تحریرات ملتی ہیں۔ انجمن ادبی کابل کی جانب سے مثنوی مسافر پر تقریظ شائع کی۔ (۵۰)

ڈاکٹر محمد ریاض مرحوم لکھتے ہیں: ''اقبال افغانوں کی نظر میں رومیؔ، سعدیؔ، حافظؔ اور بیدلؔ کے بعد فارسی کے پانچویں بڑے شاعر ہیں۔ (۵۱)

ڈاکٹر صاحب اس بات کی توثیق میں سرور خان گویاؔ مرحوم ہی کے تاثرات کا حوالہ دیتے ہیں:

یکی از فضائل عمدہ و بزرگ علامہ ممدوح کہ ما را بہ مدحش اختیاری نماید، این است

کہ وی فضل و استعداد خود را مخصوص بہ ہند نساختہ بلکہ از جملہ فضلا و خدام بین الملل اسلام بشمار می رود۔ این فاضلِ شہید یک سوز حقیقی ہموارہ برای معارف گذشتہ و عظمت رفتہ اسلام دستہ و با تمام قومی و موجودیت خود در صدر رہنمونی و سنجیدن جادہ ھا برای عورت ترقی و عظمت اسلام می باشد۔ (۵۲)

ڈاکٹر ریاض مرحوم نے اپنی تحریر میں اس اقتباس کا حوالہ مجلّہ کابل میں صفحہ نمبر ۸۴ لکھا ہے جو کہ صحیح نہیں۔ درست صفحہ نمبر ۸۵ ہے۔ (۵۳)

۲۱ / اپریل ۱۹۳۸ء کو حضرت علامہ کی وفات کے بعد اپریل ہی کے آواخر میں کابل میں انجمن ادبی کی جانب سے تعزیتی تقریب میں سرور خان گویاؔ ہی نے نظامت کے فرائض سرانجام دیئے تھے جس میں حضرت علامہ کا سوانحی تذکرہ گویاؔ نے پیش کیا تھا۔ (۵۴)

جبکہ اسی محفل میں سرور خان گویاؔ نے حضرت علامہ کی فارسی منتخبات ترنم سے سنا کر محفل کو پر کیف بنا دیا تھا۔ (۵۵)

اسی محفل کی روداد اور سرور خان گویاؔ کی طرف سے حضرت علامہ کی انہی سنائی گئی منتخبات کو مجلّہ کابل نے اہتمام کے ساتھ شائع کیا۔ (۵۶)

اسی موقع پر میں انتہائی افسوس کا اظہار کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جو کہ نہ صرف علمی دیانت کا تقاضا ہے بلکہ تحقیقی اصولوں کے تحت اس کا اعتراف کرنا میرے لئے ناگزیر ہے کہ میں حضرت علامہ کے اس بڑے افغان اقبال شناس کا مستقل سوانحی تذکرہ حاصل کرنے سے محروم رہا۔ افغانستان میں جاری پچیس سالہ خانہ جنگی، کتب خانوں کی آتشزدگی اور بربادی کی وجہ سے بعض مآخذات تک رسائی ممکن نہ ہو سکی۔ تلاشِ بسیار کے باوجود گویاؔ کی سوانحی مواد کا ملنا ناممکن رہا۔

البتہ جناب گویاؔ کی علمی شخصیت کو مردم شناس سید سلیمان ندویؔ نے یک نگاہِ طائرانہ میں یوں محفوظ کیا ہے:

> ان کا نام سرور خان اور گویاؔ تخلص ہے۔ یہ امیر عبدالرحمٰن مرحوم کے زمانے کے مشہور سردار عبدالقدوس خان کے پوتے ہیں۔ پچیس تیس کے درمیان عمر ہوگی۔ یہ فارسی کے علاوہ عربی اور انگریزی بھی جانتے ہیں۔ شعر و شاعری کا بہت اعلیٰ مذاق رکھتے ہیں۔ فارسی میں کم کوئی اچھا شعر ہوگا جو ان کو یاد نہ ہو۔ شعر العجم اور میرزا مظہر کے ''خریطۂ جواہر'' کے تمام منتخب اشعار ان کی نوک زبان ہیں۔ اندازہ

ہے کہ پچیس تیس ہزار شعران کو یاد ہوں گے۔ اخلاقِ پسندیدہ اطوار شائستہ، ذہن رسا، مذاق عالی، تذکروں کے حافظ اور قلمی کتابوں کے جویا، فارسی تحریر کا سلیقہ بہت خاصہ رکھتے ہیں۔ کابل کی شاہی انجمن ادبی (جس کو رائل اکادمی کہنا چاہیئے اور جس کو موجودہ حکومت نے قائم کیا ہے) کے رکنِ رکین ہیں۔ رسالہ ''کابل'' میں ان کے مضامین چھپا کرتے ہیں۔ (۵۷)

سرور خان گویا نے ۱۹۶۷ء میں جس وقت وہ افغانستان میں مشیرِ تعلیم کے عہدے پر فائز تھے اقبال کونسل کراچی کے زیرِ اہتمام تقریب یومِ اقبال میں شرکت کی تھی۔ اس تقریب میں آپ نے مقالہ ''اقبال اور افغانستان'' پیش کیا تھا۔ بالخصوص حضرت علامہ کے سفرِ افغانستان کے دوران اپنی ذاتی یادداشتوں کے ذریعے حضرت علامہ سے متعلق یادوں کو نہ صرف تازہ کیا بلکہ ہمیشہ کے لئے محفوظ بھی کیا۔ (۵۸)

یہ مقالہ فارسی میں ''علامہ اقبال در ادب فارسی و فرہنگ افغانستان'' میں بھی شائع ہوا ہے۔ (۵۹)

گویا مرحوم کی صحیح تاریخ وفات کا پتہ نہیں چل سکا البتہ اقبال ممدوح عالم مطبوعہ باراول نومبر ۱۹۷۸ء میں استادِ محترم مرحوم ڈاکٹر محمد ریاض کے مقالے ''افغانستان اور ایران میں اقبال پر مقالات و کتب'' میں جناب گویا کو مرحوم لکھا گیا ہے۔ (۶۰) جس سے پتہ چلتا ہے کہ جناب گویا ۱۹۷۸ء سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔

افغانستان میں اقبال شناسی کے علاوہ بھی جناب سرور خان گویا کی کئی علمی و ادبی خدمات ہیں۔ جن کا یہاں مختصر تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں۔

آپ نے شبلی نعمانی کی شعر العجم حصہ سوم (از فغانی تا ابوطالب کلیم) کا فارسی ترجمہ کیا۔ جو کابل کے انجمن ادبی کی جانب سے ۱۳۱۵ھ ش کو ۱۵۲ صفحات پر مطبع عمومی کابل سے شائع ہوئی۔ (۶۱)

اس با قاعدہ اشاعت سے قبل مجلّہ کابل کے مختلف شماروں میں متذکرہ اثر قسط وار شائع ہوتا رہا۔

- آخرین دره شاعری فارسی دلو ۱۳۱۳ھ ش (۶۲)
- از فغانی تا ابو طالب کلیم حوت ۱۳۱۳ھ ش (۶۳)

- فغانی، شیرازی حمل ۱۳۲۴ھ ش [۶۴]
- ملك الشعراء فیضی جوزا/ ۱۳۱۴ھ ش [۶۵]
- ملك الشعراء شاهجهان جوزا/ ۱۳۱۵ھ ش [۶۶]

سرور خان گویا کا دوسرا اثر ''آیدات نفیسہ ہرات'' انجمن تاریخ افغانستان کی جانب سے ۱۳۲۶ھ ش میں شائع ہوا۔ جبکہ اس کی دوسری اشاعت مولانا جامی کی ساڑھے پانچ سوسالہ جشنِ ولادت کی مناسبت سے کابل کے انجمن جامی کی جانب سے ۱۳۴۳ھ ش میں مطبع معارف کی جانب سے ہوئی۔ [۶۷]

عبدالباری شہرت ننگیال

الحاج عبدالباری شہرت ننگیال ۱۳۳۷ھ ش افغانستان کے میں ولایت وردگ کے چک ضلع کے قریہ بمبئ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم یہیں حاصل کرنے کے بعد کابل کے امام ابوحنیفہ مدرسہ میں داخل ہوئے۔ ۱۳۵۶ھ ش میں انٹرمیڈیٹ کرنے کے بعد افغانستان میں کمیونسٹ انقلاب برپا ہوا۔ چنانچہ پاکستان ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ یہاں پشاور میں جمعیت اسلامی افغانستان کے نشریاتی شعبے سے منسلک ہوئے اور جریدہ ''مجاہد'' کے رائٹر منتخب ہوئے۔ مجاہد تنظیموں کے اتحاد کے بعد ''قیامِ حق'' مجلّہ کے مدیر مقرر ہوئے۔ اس کے بعد ''مجاہد'' جریدہ اور ''بصیرت'' کے مسؤل مدیر بنے۔ [۶۸]

۱۳۶۸ھ ش میں صوبہ پکتیا کے مجاہد کمانڈر جلال الدین حقانی کے فرہنگی کمیٹی کے چیف مقرر ہوئے۔ ''جہاد'' اخبار، دجہاد ہنداره (آئینہ جہاد) اور منبع الجہاد پشتو، اردو، فارسی اور عربی مجلّات کے مدیر مقرر کئے گئے۔ کئی سال تک یہاں خدمات انجام دیتے رہے، اس دوران اسلام آباد میں قائم جہادی ثقافتی شوریٰ اور مرکز تحقیقات افغانستان سے بھی وابستہ رہے۔

ننگیال صاحب سے راقم الحروف کی کوئٹہ اور پشاور میں کئی بار ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ آپ ایک مستعد لکھاری ہیں کئی مجلّات کے علاوہ اخبارات (افغان مجاہد، مجاد اولس، شہادت، سهار، اور وحدت وغیرہ) میں مقالات اور کالم چھپتے رہے ہیں۔

آپ بیک وقت عربی فارسی اردو اور پشتو میں لکھتے رہے ہیں۔ آپ کے مطبوعہ آثار و

تالیفات کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ په افغانستان کښې د کمونستانو قدرت ته رسېدل۔
۲۔ دا فغان مجاهد آواز (شعری مجموعہ)۔
۳۔ د افغانستان سیاسی احزاب۔
۴۔ د مجاهد پیغام (شعری مجموعہ)۔
۵۔ په افغانستان کښې روان سیاسی جهاد۔
۶۔ دوی مشاعری۔
۷۔ جراید غیر دولتی افغانستان۔
۸۔ خبرې (شعری مجموعہ)۔
۹۔ شارقی د خپلو انقلابی لیکنوپه رنړا کښې
۱۰۔ د کیځ یاد۔
۱۱۔ احدی و احدیت په لار د ابدیت په لور۔
۱۲۔ به یاد سخن آفرین د سخنور بزرگ استاد خلیلی ۔
۱۳۔ اسناد تاریخی افغانستان ۔
۱۴۔ جهادی فتویٰ ګانې۔
۱۵۔ او هغوی چې مرګ ی نه شی وژلای۔
۱۶۔ سنګرداران قلم۔
۱۷۔ معرفی جرائد و مجلات مقاومت۔
۱۸۔ هلته چې تاریخ تکراریږی۔
۱۹۔ مزلونه او منزلونه (شعری مجموعہ)۔
۲۰۔ داور ترانې د ژوند شعر ونه۔
۲۱۔ تیارې لارې رڼې کړښې۔
۲۲۔ وینه په قلم کښې (تذکرہ) ۸۱۰ **صفحات**۔
۲۳۔ کارتون سخن میګوید۔
۲۴۔ او ګولۍ وچلیدې۔

۲۵۔ دا ورځې او دا يادونه۔
۲۶۔ قهرمان شهيد عزيز الرحمان الفتؔ۔
۲۷۔ خوست د آزادۍ په لمر خرک کښې۔
۲۸۔ د تاريخ په سپيده داغ کښې۔
۲۹۔ نه هيريدونکې چهرې۔
۳۰۔ تاريخي معرکې ستره فتح۔
۳۱۔ خون کی پکار۔
۳۲۔ نبوی ليکونه۔
۳۳۔ د دوزخونو په لمبو کښې سوځېدلی جنت۔
۳۴۔ گنگ سخنگو۔
۳۵۔ اسناد و نامه های تاريخی افغانستان۔
۳۶۔ ترهيدلی خاطری نا آشنا حقيقتونه۔
۳۷۔ ستوری ولويدل۔
۳۸۔ کابل د زيړو گلوباغ وو۔
۳۹۔ ما لا گل بوئ کړې نه و وبهار تېرشو (ترجمہ)۔
۴۰۔ اسلامی قانون جوړونه۔
۴۱۔ د مرگ په وزرو۔ (۶۹)

شہرت ننگیال کے فکر وفن پر حضرت علامہ کے افکار کا پرتو جلوہ گر ہے۔ آپ کی عمومی شہ پاروں پر حضرت علامہ کے گہرے اثرات کا غالب ہونا آپ کے اقبال سے قلبی لگاؤ کا بین ثبوت ہے۔ آپ کی شاعری ایمان جذبے اور جہاد کی شاعری ہے اور شاعری میں جابجا حضرت علامہ کی تراکیب کا استعمال کیا ہے۔ افغان جہاد سے متعلق اردو اشعار و منظومات کو یکجا کر کے ننگیال نے ''خون کی پکار'' کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کے بیک ٹائٹل پر حضر علامہ کی تصویر اور عقاب کے ساتھ ذیل ابیات شائع کئے ہیں:

؎ آسیا یک پیکر آب وگل است ملت افغان در آن پیکر دل است
از فساد او فساد آسیا در گشاد او گشاد آسیا

تا دل آزاد است آزاد است تن ورنہ کاہی دررہ باد است تن (۷۰)

شہرت ننگیال نے سید سلیمان ندوی کا سفرنامہ سیرِ افغانستان پشتو میں ترجمہ کیا ہے جو قسط وار مجلّہ ''افغانستان'' میں شائع ہوتا رہا۔ جا بجا حضرت علامہ کا ذکر موجود ہے۔ (۷۱)

آپ نے لاہور میں حضرت علامہ کے مزار پر حاضری دی اور پشتو میں یوں خراجِ تحسین پیش کیا:

چې خاوند د ژور فکر او لوړ خیال دی
فلسفي شاعر دانا د ژوند په حال دی
خو د به اوسي لاهور لوړ سر هسکه غاړې
چې روزلی ئې نامتو ادیب اقبال دی (۷۲)

ترجمہ: جو گہرے فکر اور بلند خیالات کا مالک ہے وہ فلسفی شاعر اور رمزِ حیات کا دانا ہے۔ لاہور یقیناً فخر سے بلند سر رکھنے کا حقدار ہے جس نے معروف ادیب اقبال کو پیدا کیا۔

عبدالحئی حبیبیؔ

پشتو زبان و ادب اور تاریخ اس حوالے سے نہایت خوش قسمت ہے کہ علامہ حبیبیؔ جیسے نابغہ روزگار شخصیت اس کے حصے میں آئی۔ آپ کے رشحاتِ قلم اور تحقیقاتِ علمی ہمیشہ پشتو ادب کے بنیادی مأخذات کے طور پر یادگار رہیں گے۔

علامہ حبیبیؔ کا تعلق قندھار کے علمی و ادبی گھرانے سے رہا۔ آپ ملا عبدالحق اخوندزادہ بن مولوی عبدالرحیم بن علامہ مولوی حبیب اللہ کاکڑ مشہور بہ محقق کندھاری بن ملا فیض اللہ بن ملا بابڑ کے گھر کندھار کے کوچہ بامیزی بروزِ پنجشنبہ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ ق ثور ۱۲۸۹ھ ش / مئی ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ (۷۳)

بچپن ہی میں والد دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ میراث میں حبیبیؔ صاحب کو کچھ کتابیں اور بعض رسائل و مجلّات کے کلیکشن ملے۔ (۷۴) حبیبیؔ صاحب کا سوانحی تذکرہ تقویمی لحاظ سے کچھ یوں ہے:

۱۲۹۹ھ ش / ۱۹۲۰ء کندھار کے شالیمار مکتب میں داخلہ لیا۔

۱۳۰۴ھ ش / ۱۹۲۵ء کندھار کے شالیمار سکول سے فارغ ہوئے۔

۱۳۰۴ھ ش سے ۱۳۰۶ھ ش / ۱۹۲۸ء تک قندھار کے پرائمری سکول میں پڑھاتے رہے جبکہ اس دوران خود بھی شہر کی بڑی بڑی مساجد میں حصولِ علم میں مصروف رہے۔ مولوی عبدالواسع سے مبادیات، صرف ونحو، عربی، ریاضی و ہیئت، اصول وقواعد فقہ عروض فصاحت و بلاغت پڑھے۔ مشہورِ عالم دین ابوالوفا کندھاری (جو مدرسہ نظامیہ دکن کے فارغ تھے اور فقہ والہیات کے مانے ہوئے استاد تھے) کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہوئے۔ سراج الاخبار افغانیہ (کابل) حبل المتین (کلکتہ) اور علامہ محمود طرزی کی تصنیفات وتالیفات، حافظ شیرازی، سعدی، جلال الدین بلخی رومی وغیرہ کا مطالعہ کیا۔ ایرانی دانشوروں سید حسن تقی زادہ، علامہ میرزا محمد قزوینی، سید کاظم، ایرانشہر سید محمد علی جمالزادہ وغیرہ۔ مصری دانشوروں جرجی زیدان اور ہندی علماء شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی کے علمی وادبی خدمات سے مستفید ہوتے رہے۔[۷۵]

۱۳۰۶ھ ش سے ۱۳۱۰ھ ش / ۱۹۳۱	تک جریدہ ''طلوع افغان'' قندھار کے مدیر معاون رہے۔
۱۳۱۰ھ ش / ۱۹۳۱ء تا ۱۳۳۹ھ ش / ۱۹۴۰ء	اس جریدے کے مسؤول مدیر رہے۔
۱۳۱۹ھ ش / ۱۹۴۰ء تا ۱۳۲۰ھ ش / ۱۹۴۱ء	پشتو ٹولنہ کے رئیس اور مطبوعات کے مستقل ریاست کے معاون رہے۔
۱۳۲۰ھ ش / ۱۹۴۱ء تا ۱۳۲۳ھ ش / ۱۹۴۴ء	وزارت معارف کے مشاور رہے۔
۱۳۲۳ھ ش / ۱۹۴۴ تا ۱۳۲۵ھ ش / ۱۹۴۶ء	کابل یونیورسٹی کی دانشکدہ ادبیات کے سربراہ رہے اس کے ساتھ ساتھ پشتو ادب اور تاریخ کے استاد اور پشتو ٹولنہ کے صدر رہے۔
۱۳۲۵ھ ش / ۱۹۴۶ء تا ۱۳۲۶ھ ش / ۱۹۴۷ء	کندھار کے معارف کے رئیس اور تاریخ کے استاد رہے۔
۱۳۲۶ھ ش / ۱۹۴۷ء	چمن میں افغان وکیل التجار رہے۔
۱۳۲۷ھ ش / ۱۹۴۸ء تا ۱۳۳۰ھ ش / ۱۹۵۲ء	افغانستان کی ملی شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ممبر رہے۔

۱۳۳۰ھش / ۱۹۵۲ء تا ۱۳۴۱ھش / ۱۹۶۲ء	افغان حکومت سے سیاسی اختلافات کی بناء پر پاکستان میں سیاسی جلاوطن رہے۔
۱۶سنبلہ ۱۳۴۱ھش / ۱۹۶۲ء	دوبارہ عازم وطن ہوئے۔
۱۳۴۴ھش / ۱۹۶۶ء	کابل یونیورسٹی میں پوھاند کے اعلیٰ علمی رتبے تک پہنچ گئے۔
۱۳۴۵ھش / ۱۹۶۶ء	افغانستان کے انجمن تاریخ کے رئیس رہے۔
۱۳۵۱ھش / ۱۹۶۷ء	صدرِ اعظم افغانستان کے فرہنگی مشاور رہے۔ اس کے بعد کئی عرصے تک پوھنځی ادبیات پشتو ادب و تاریخ کے استاد رہے۔ اس دوران زیادہ عرصے تک شعبہ پشتو ادبیات کے سربراہ رہے۔
۱۳۵۸ھش / ۱۹۸۰ء	افغانستان کی اکیڈیمی علوم میں پشتو ادبیات کے علمی رکن بنے۔ اس کے بعد مختلف علمی وادبی حیثیتوں سے خدمات انجام دیتے رہے۔
۲۰ثور۱۳۶۳ھش / ۱۹۸۴ء	علم وادب کا یہ درخشندہ آفتاب غروب ہوا اوراگلے روز شہدائے صالحین کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ (۷۶)

علامہ عبدالحیٔ حبیبی نے کئی ملکی و عالمی نوعیت کے کانفرنسوں، سیمناروں اور مباحثوں و مذاکروں میں مختلف حیثیتوں سے شرکت کی ہے۔خود علمی وادبی جواہر ریزے سمیٹے اور دوسروں کو چشمہ علم وعرفان سے فیض یاب کیا۔ان کانفرنسوں کا مختصر تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں:

۱۔ مراسم بسیت وپنجمین سال بیانگذاری تاشکند یونیورسٹی ۱۳۲۵ھش

۲۔ ہیئت کلتوری افغانی، دہلی ۱۳۲۶ھش

۳۔ اورینٹل کانفرنس (Oriental Conference) لاہور ۱۳۳۶ھ ش

۴۔ اجتماع یادبود خواجہ عبداللہ انصاری کابل ۱۳۴۱ھ ش

۵۔ مجلس یادبود وگرامیداشت مولانا عبدالرحمٰن جامی، دوشنبہ تاجکستان ۱۳۴۳ھ ش

۶۔ کنفرانس ایرانشناسی، تہران ۱۳۴۵ھ ش

۷۔ سیمینار ترجمہ، کابل ۱۳۴۵ھ ش

۸۔ کنفرانس کوشانیان شناسی، دوشنبہ تاجکستان ۱۳۴۷ھ ش

۹۔ کنفرانس وسیع نسخ خطی، کابل ۱۳۴۶ھ ش

۱۰۔ سمپوزیم ہنر عہد تیموریان، سمرقند ازبکستان ۱۳۴۸ھ ش

۱۱۔ گردہم آیی بزرگداشت خواجہ رشید الدین فضل اللہ وزیر، تہران وتبریز ۱۳۴۸ھ ش

۱۲۔ سیمنار کوشانیان، کابل ۱۳۴۹ھ ش

۱۳۔ مجلس ہزارہ شیخ طوسی، مشہد یونیورسٹی ۱۳۴۹ھ ش

۱۴۔ کنفرانس ہزارہ ابوریحان البیرونی، دہلی ۱۹۷۱ء / ۱۳۵۰ھ ش

۱۵۔ سیمنار فتح پور سیکری، آگرہ ہندوستان ۱۳۵۱ھ ش

۱۶۔ گردہم آی فسیح وبزرگ بہ مناسبت تجلیل ہزارۂ البیرونی، کابل ۱۳۵۲ھ ش

۱۷۔ مراسم یادوبود مولوی جلال الدین بلخی، کابل ۱۳۵۳ھ ش

۱۸۔ محفل گرامیداشت بایزید روشان، کابل ۱۳۵۳ھ ش

۱۹۔ جلسۂ بزرگداشت وتجلیل از شخصیت امیر خسرو، کابل ۱۹۷۵ء / ۱۳۵۳ھ ش

۲۰۔ مراسم تجلیل از شخصیت فرہنگی ابونصر فارابی، کابل ۱۹۷۵ء / ۱۳۵۴ھ ش

۲۱۔ کنفرانس یونیسکو در بارہ السنہ وادبیات کشورھای آسیای میانہ، تہران ۱۳۵۴ھ ش

۲۲۔ کنفرانس ہزارہ دقیقی بلخی، کابل ۱۹۷۵ء / ۱۳۵۴ھ ش

۲۳۔ مراسم تجلیل وگرامیداشت امیر خسرو، دہلی ۱۹۷۵ء / ۱۳۵۴ھ ش

۲۴۔ سیمنار تحقیقات بین المللی پشتو، کابل ۱۹۷۵ء / ۱۳۵۴ھ ش

۲۵۔ گردہم آی ہزارہ مین سالگرہ تولد خواجہ عبداللہ انصاری، کابل ۱۳۵۵ھ ش

۲۶۔ مراسم تجلیل از شخصیت نخبہ وبرگزیدہ افغان سید جمال الدین افغانی، کابل ۱۳۵۵ھ ش

۲۷۔ سیمنار آثار چاپ شدہ پشتو در دو قرن آخر، کابل ۱۳۵۶ھ ش

۲۸۔ مجلس بزرگداشت نہصد مین سال تولد سنائی غزنوی، کابل ۱۳۵۶ھ ش

۲۹۔ محفل تحقیقات دربارہ کوشانیان در کابل ۱۳۵۷ھ ش

۳۰۔ کنفرانس تجلیل از شخصیت علمی و فرہنگی کشور این سینا در کابل ۱۳۵۹ھ ش

۳۱۔ جلسہ بزرگداشت میا فقیر اللہ جلال آبادی، کابل ۱۳۵۹ھ ش

۳۲۔ کنفرانس یونیسکو، بلگراد ۱۳۵۹ھ ش

۳۳۔ سیمنار سوم خوشحال خان خٹک، کابل ۱۳۵۸ھ ش

۳۴۔ سیمنار ۲۲۰ من سالمرگ میاں فقیر اللہ جلال آبادی، کابل ۱۳۵۹ھ ش

۳۵۔ گردہم آی بزرگ درخصوصی تاریخ و تمدن آسیای میانہ دوشنبہ تاجکستان ۱۳۶۱ھ ش

۳۶۔ مجمع بزرگ و وسیع کوشانیان، کابل ۱۳۶۱ھ ش

۳۷۔ سیمنار ادبیات انقلابی، کابل ۱۳۶۲ھ ش

۳۸۔ سیمنار دز رغونی یاد، کابل ۱۳۶۲ھ ش (۷۷)

جناب عبدالحئ حبیبیؔ زندگی بھر مختلف علمی ادبی و تحقیقی موضوعات پر لکھتے رہے۔ ان کے ایک معاصر ادیب جناب عبدالرؤف بینواؔ ان کی جامع شخصیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> جناب حبیبیؔ کو فارسی اور پشتو کے علاوہ عربی، اردو اور انگریزی پر بھی پوری قدرت حاصل ہے۔ کافی مطالعہ رکھتے ہیں اور خصوصاً ان کا افغانی و اسلامی تاریخ اور پشتو زبان و ادب کے حوالے سے مطالعہ غنی ہے۔ (۷۸)

ان کے ایک اور معاصر افغان ادیب و شاعر عبداللہ بختانیؔ بھی ان کی جامع شخصیت اور علمی تحقیقات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> آخر دم تک پشتو فارسی اور اردو زبان و ادبیات و تاریخ پر افغانستان ہندوستان اور ایران کے حوالے سے تحقیق کرتے رہے۔ ان ممالک سے متعلق ادبی و تاریخی مشاہیر کے نسخہ جات کو متعارف کراتے رہے۔ (۷۹)

جناب عبدالحئ حبیبیؔ کے آثار و تالیفات کی فہرست کافی طویل ہے اور اگر پوری فہرست دی جائے تو تحقیقی اصولوں کی بنیاد پر موضوع سے ہٹ کر بے جا طوالت واقع ہو جائے گی۔ البتہ ہارون خیل نے حضرت علامہ کے ۱۱۸ آثار و تالیفات مطبوعہ و غیر مطبوعہ کی تفصیل درج کی ہے۔ موضوعاتی اعتبار سے آثار کی تعداد درج ذیل ہے:

الف: ادبیات وزبان شناسی (پشتو وفارسی)

تعداد آثار ۳۵ عدد

ب: تاریخ وجغرافیائی تاریخی (پشتو فارسی)

تعداد آثار ۳۷ عدد

ج: تصحیحات مقالات، حواشی، تراجم، تعلیقات وترتیب ہا (پشتو وفارسی)

تعداد آثار ۲۱ عدد

د: علمی واجتماعی (پشتو وفارسی)

تعداد آثار ۱۰ عدد

ھ: آثار غیر مطبوعہ (پشتو وفارسی)

تعداد آثار ۱۵ عدد (۸۰)

یہ آثار ایران افغانستان ہندوستان اور پاکستان میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں۔ آپ کی خدمات کے اعتراف میں راقم الحروف نے چمن پاکستان میں حبیبی اکیڈیمی قائم کی ہے اور افغانستان کے اہلِ قلم حضرات نے ادارہ تحقیقات حبیبی بنایا ہے جو آپ کے آثار وتالیفات کو شائع کرائے گی اور آپ کی تحریرات پر مزید تحقیقات کرائے گی۔

حبیبی کو جہاں قدرت نے دیگر علمی فیاضیوں سے نوازا تھا وہاں اقبال شناسی بھی ان کے حصے میں آئی تھی۔ آپ کو حضرت علامہ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل تھا۔ سفرِ افغانستان کے دوران جب حضرت علامہ قندھار پہنچے تھے وہاں ان کے ساتھ ملاقات کرنے والوں میں جناب حبیبی بھی شامل تھے۔

یکم نومبر ۱۹۳۳ء کو اس ملاقات کے احوال ملاحظہ ہو حضرت علامہ کے ہمرکاب سید سلیمان ندوی کے قلم سے

> ہم لوگوں کے پہنچنے کے بعد شہر کے کچھ ممتاز اصحاب ملنے آئے جن میں قابل ذکر دو صاحب ہیں۔ وزارت خارجہ افغانستان کے نمائندہ متعینہ قندھار اور یہاں کے انجمن ادبی کے ناظم اور پشتو رسالہ طلوع افغان کے اڈیٹر عبدالحئ خان۔ وزارت خارجیہ کے یہ نمائندے پہلے ترکی کی افغان سفارت میں کسی عہدہ پر رہ چکے ہیں۔ اوراب یہاں متعین ہیں۔ عبدالحئ خان ہندوستان میں شاید سندھ اور بندر کراچی

میں کچھ دنوں مقیم رہے ہیں۔ اردو خاصی بولتے ہیں وہ اس تحریک کے کہ افغانوں کی قومی زبان پشتو کو ترقی دے کر یہاں کی تعلیمی و علمی سرکاری زبان بنائی جائے، علمبردار ہیں۔ انہوں نے آتے ہی ڈاکٹر اقبال سے اسی موضوع پر گفتگو شروع کی۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب میں زبانوں کی نشوونما اور ترقی پر اصولی بحث فرمائی اور اس بات پر زور دیا کہ زبان ایک قوم کے مختلف افراد کی باہم پیوستگی کا سب سے ضروری اور مؤثر ذریعہ ہے۔ لیکن اگر اس تحریک سے قوم کے افراد کے درمیان اتحاد کے بجائے اختلاف رونما ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ پیوستگی کا پیغام ہونے کی جگہ نزاعات اور اختلافات کا ترانۂ جنگ ہے۔ (۸۱)

مجلّہ کابل ۲۱ جنوری ۱۹۳۴ء کے شمارے میں جناب عبدالحئ حبیبی کی ایک طویل فارسی نظم ''قطرات سرشک در بارگاہ محمود وسنائی'' شائع ہوئی ہے۔ اسلوبی لحاظ سے مثنوی بحر میں اس نظم کا منبع وماً خذ حضرت علامہ کی مثنوی ''مسافر'' کو قرار دیا جا سکتا ہے جبکہ فکری و معنوی اعتبار سے حضرت علامہ کے اسرار و رموز کا پرتو اس نظم میں جلوہ گر ہے۔ چنانچہ اس بات کا اشارہ خود حبیبی صاحب نے اس نظم کے بعض اشعار کے فٹ نوٹ میں کیا ہے۔ اس بیت

ے
خیز و اندر گردش آور جام عشق در قہستان تازہ کن پیغام عشق

کے نیچے اس بیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

''ابیا تکیہ بعد ازیں در بین این علامت'' ''گرفتہ شدہ تضمین است از کلام حضرت علامہ دکتور اقبال شاعر اسلامی ہند''(۸۲)

چنانچہ بقیہ نظم میں قوسین کے تحت درج ذیل ابیات کہے گئے ہیں:

ے
''باز این اوراق را شیرازہ کن باز آئین محبت تازہ کن
یارب آن آشکی کہ باشد دلفروز بی قرار و مضطر و آرام سوز''
''کارمش در باغ و روید آتشی از قبای لالہ شوید آتشی''
''من شنیدم ستم ز نباض حیات ''اختلاف تست مقراض حیات''
''از یک آئینی مسلمان زندہ است پیکر ملت زقرآن زندہ است''
شعلۂ وحدت بکوشش برفروز ''رند کی خود را دریں آتش بسوز''
ای امانت دار تہذیب کہن پشت پا بر مسلک آبا مزن''

مسلم استی دل با کلیمی مبند　　گم مشواندر جہان چون وچند''
سیر دل کن ھای کہ در پنہاں دل　　می شودگم این شراری آب وگل'' (۸۳)

اس نظم میں فکری وابستگی کے علاوہ ویسے بھی مجموعی طور پر قوسین میں مندرجہ ابیات کے علاوہ بھی جا بجا اقبالیاتی تراکیب کا استعمال کیا گیا ہے۔

ے　تیغ ''لا'' را از نیا مشن آختی　　آشکارا رمز ''الا'' ساختی
مسلم از تو''قاہری'' آموختہ　　ہم زفیضت ''دلبری'' اندوختہ
''قاہری بادلبری'' آئین تو　　زادعقبٰی از جہاد تمکین تو (۸۴)
زندگانی رابقا از کوشش است　　رمز وسیر زندگانی کوشش است
ے　رمز وسیر زندگانی کوشش است　　واقف اسرار الا اللہ شو'' (۸۵)

۱۹۵۱ء میں جب علامہ حبیبؔی افغانستان کے شاہی خاندان سے اختلاف اور اپنے سیاسی عزائم کی بنیاد پر سردار شاہ محمود خان کے دورۂ صدارت کے دوران پاکستان مہاجر ہوئے تو پشاور میں رہنے لگے تھے چونکہ اس وقت ویش زلمیان کی تحریک شروع ہوئی تھی اور افغانستان میں اخبارات کو بند کردیا گیا تھا۔ پارلیمنٹ کے نویں دورے کے لئے کابل کے عوامی نمائندے ڈاکٹر عبدالرحمٰن محمودی کو گرفتار کرلیا گیا تھا اور قندھار کے عوامی نمائندے علامہ عبدالحئ حبیبؔی چمن کے راستے افغانستان سے جلاوطن ہوکر پشاور آئے تھے اسی لئے آپ نے پشاور میں ایک سیاسی تنظیم ''آزاد افغانستان'' کی بنیاد ڈالی یہاں سے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ایک پندرہ روزہ جریدے ''آزاد افغانستان'' کا اجرا کیا۔ اخبار کے عنوان کے ساتھ حضرت علامہ کا یہ شعر کندہ ہوتا تھا:

ے　آسیا یک پیکر آب وگل است　　ملت افغان درآن پیکر دل است (۸۶)

اگرچہ علامہ حبیبؔی اپنی تحقیقی تحریرات سے بہت کم فرصت پاتے تھے۔ لہٰذا ان کی تخلیقات کی تعداد بہت کم ملتی ہے۔ فارسی شاعری کیساتھ ساتھ ان کی پشتو شاعری پر بھی حضرت علامہ کے فکری اثرات نمایاں ہیں۔

جدی ۱۳۲۳ھ ش ۱۹۴۴ء میں جب استنبول سے علامہ سید جمال الدین افغانی کا جسدِ خاکی لاکر کابل یونیورسٹی کے احاطے میں دفن کردیا گیا تھا تو اسی مناسبت سے مجلّہ کابل نے ایک خصوصی شمارہ جاری کیا تھا اس میں بیک ٹائٹل پر علامہ حبیبؔی کی درج ذیل تین رباعیات شائع ہوئی تھیں۔

خپل اصل ته رجوع

ے ملت دریاب دې فردئ قطره ده   له دې قطرې نه جوړه د جله ده
قطره چې بېله شی له دریا به   تل ي دې لوری ته تلوسه ده

ترجمہ: ملت دریا ہے اور فرد قطرہ۔ انہی قطرات سے دجلہ بنتا ہے۔ جب قطرہ دریا سے جدا ہوتا ہے۔ پھر بھی انہیں ہمیشہ واپس دریا سے الحاق کی جستجو رہتی ہے۔

ے داوبو څاڅکی له بحره بیل شو
فضا ته ولاړی بیرته راکیل شو
بیلتون ی ولید په غرودرو کښې
تیز شو هم توی شوخرو شانه سیل شو

ترجمہ: پانی قطرہ بحر سے جدا ہوتی ہے فضا میں جا کر واپس آجاتی ہے۔ دشت و کوہسار میں فرقت کی بے تابیاں جھیلیں بحر سے مل کر تند و تیز ہوجاتا ہے۔

ے چی بیرته راغی د دریاب مل شو
په سینه کی ګډ شو په سیند کی حل شو
بیائ ځای ورکړه پخپله غیژ کی
راستون شو بیرشو اصل ته خپل شو (۸۷)

ترجمہ: بحر سے جدا قطرہ جب دوبارہ دریا سے ملا اور دریا سے مل کر اس میں حل ہوا دریا نے اسے آغوش میں جگہ دی گویا اس نے اصل کو رجوع کیا۔

حضرت علامہ کے مشہور و معروف فلسفہ فرد و ملت کے مفاہم و مباحث کے اثرات متذکرہ بالا رباعیات میں عیاں ہیں۔ انہی رباعیات کے نیچے حضرت علامہ کے درج ذیل اشعار ''خطاب بہ اوقیانوس'' شائع ہوئے ہیں۔ جو کہ موضوعی و معنوی لحاظ سے علامہ حبیبی کے فکری منبع کا اعتراف ہے۔

ے تماشای شام و سحر دیدہ ئی   چمن دیدہ ئی دشت و در دیدہ ئی
بہ برگ گیاہی بدوش سحاب   درخشیدی از پرتو آفتاب
گہی ہمدم کامان راغ   گہی محروم سینہ چاکان باغ
گہی خفتہ درتاک وطاقت گداز   گہی خفتہ درخاک و بی سوز و ساز
زموج سبک سیر من زادہ ئی   زمن زادہ ئی در من افتادہ ئی

بیا سای درخلوت سینه ام چو جوہر درخش اندر آئینہ ام
گہر شو در آغوش قلزم بزی
فروزاں تر از ماہ وانجم بزی (۸۸)

۱۳۵۶ھ ش ۱۹۷۷ء میں حضرت علامہ کی صد سالہ جشنِ ولادت کی مناسبت سے کابل میں حبیبؔی صاحب کا مقالہ ''خودی وبیخودی در اندیشہ اقبال'' شائع ہوا۔(۸۹)

حال ہی میں ۱۳۷۹ھ ش ۲۰۰۰ء افغانوں نے علامہ حبیبؔی کے نام سے ایک تحقیقاتی اشاعتی مرکز ''دعلامہ حبیبؔی دحیرونو مرکز'' (مرکز تحقیقات علامہ حبیبی) قائم کیا ہے۔اس ادارے کی جانب سے پہلی کتاب علامہ حبیبی کا منظوم فارسی اثر ''درددل وپیامِ عصر'' شائع ہوا۔(۲۰۰۰ء میں) اس کتاب کے دو حصے ہیں۔حصہ اول ''درددل'' جو حبیبؔی صاحب نے ۱۳۱۶ھ ش میں تخلیق کیا ہے اور حصہ دوم ''پیامِ عصر'' حبیبؔی صاحب نے ۱۳۲۰ھ ش / ۱۹۴۱ء میں تخلیق کیا ہے۔

اس کتاب کی اشاعت کے بعد ہم پر یہ حقیقت برملا منکشف ہوئی کہ علامہ حبیبؔی نے حضرت علامہ کی فن وشخصیت کا کتنا اثر قبول کیا ہے۔ذرا ملاحظہ ہو ادارہ تحقیقات علامہ حبیبؔی کی جانب سے اس کتاب سے متعلق چند تعارفی کلمات:

''ددې اثر لومړی برخه د مولانا جلال الدین بلخي د مثنوی په بحر کښې ویل شوی او ځاې په ځاې د مثنوی تضمینونه لری۔ او د مثنوی سلاست او صلابت په بشپړه قوت سره ساتی۔ دویمه برخه ی د هند د انقلابی شاعر علامه اقبال د شعری ټوټو په بنه ده۔ د موضوع له ا ړخه رشتینی اسلامی سیاست شرح کوی ۔ او د علامه سید جمال الدین افغانیؒ د هغه اسلامی نظام بنه روښانوی چې باید د تمدن ټول وسائل دداسې نظام په خدمت کښې وګومارل شی اوله کورنی استبداد او زبیشاك او بیرونی شکیلاك او استعمار سره مبارزه وشی''(۹۰)

ترجمہ: اس اثر کا حصہ اول مولانا جلال الدین رومی بلخی کی مثنوی کی بحر میں کہی گئی ہے۔اور جابجا مثنوی کی تضمین پر اشعار لکھے گئے ہیں۔مثنوی کی سلاست اور صلابت پوری آب وتاب کے ساتھ اس میں جلوہ گر ہے۔جبکہ حصہ دوم ہندوستان کے مشہور انقلابی شاعر علامہ اقبال کے اشعار کی طرز پر ہے۔ جو موضوع کی اعتبار سے اسلامی سیاست کی تشریح ہے اور علامہ سید جمال الدین افغانی

کے اس اسلامی نظام کے خدوخال کو واضح کرتا ہے جس کے تحت تمدن کے تمام وسائل ایک مربوط نظام کے تابع ہونے چاہے۔ اندرونی استبداد اور بیرونی استعمار کے خلاف نبرد آزما ہونا چاہیئے۔''

کتاب کے حصہ اول میں عشق و عقل کے عنوان سے ایک طویل نظم شامل ہے۔ مختلف مشاہیر کی تضمینوں سے آراستہ ہے۔ مثلاً پہلے حصے میں امام رازی کے اس بیت کی تضمین ہے:

؎ ''نهاية إقدام العقول عقال　　وغاية سعى العالمين ضلال

دلم نستفد من بحثنا طول عمرنا　　سوى ان جمعنا فيه قيل و قال'' (۹۱)

(امام رازی)

پھر حضرت رومی کی درج ذیل تضمین کا حوالہ ہے:

؎ آموزم عقل در اندیش را　　بعد ازین دیوانہ سازم خویش را

ہست دیوانہ کہ دیوانہ نشد　　ایں عسس را دید و درخانہ نشد (۹۲)

(مولانا رومی)

متعلقہ موضوع پر مزید اکیس اشعار حضرت علامہ کے درج ذیل بیت کے حوالے اور تضمین پر لکھی گئی ہے۔

؎ ہیچ قومی زیر چرخ لاجورد　　بی جنون ذوفنون کاری نکرد (۹۳)

(علامہ اقبال)

اس حصے میں ایک اور نظم ''در بیان آنکہ حق ہموارہ در کثرت نیست'' آیا ہے۔ اس میں بھی اقبال کے مصرع کی تضمین شامل ہے:

؎ می فریبد مشرقی را ازفسوں　　از تمدن گوید و علم و فنون

لیک این بجز دھانا بدرگ است　　''مشک ایں سوداگر از ناف سگ است

(مصرع دوم تضمین است از کلام علامہ اقبال مرحوم) (۹۴)

''ملت افغان'' کے عنوان سے ایک دلچسپ نظم حصہ اول کی زینت بنی ہوئی ہے۔ نظم کے پہلے چوتھائی میں حضرت علامہ کے منظوم قول کو یوں منظوم رمز میں ادا فرمایا ہے:

؎ آنکہ داند مرد مانش مرو راد　　آفرین بروی ہمی یزدان کناد

شاعر مشرق ادیب نامور　　اینچنین فرمود نکتہ چون گہر

آسیا یک پیکر آب و گل است

کشور افغان در آں پیکر دل است

در میان آسیا قومی است حر　　قلب او از مہر یزدان است پر (۹۵)

نظم ''اشک'' میں اقبال کی تراکیب تیغ ''لا'' اور ''رمز الا'' اور ''دلبری و قاہری'' کو کتنے دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے:

ے　آنکہ برق تیغ او پرتو فگند　　تیرگی برداز جہان پر گزند

تیغ ''لا'' از نیامش آموختہ　　آشکار را رمز'' الا'' ساختہ

مسلم از ''او قاہری'' آموختہ　　''دلبری'' ھم زاو اندوختہ

''قاہری با دلبری'' آئین وی　　مسند شرع نبی تمکین وی (۹۶)

کتاب کا حصہ دوم ''پیامِ عصر'' ہے جو کہ ۵ حمل ۱۳۳۰ھ ش / ۱۹۵۱ء میں کہی گئی نظموں پر مشتمل ہے۔اس حصے میں کئی دلچسپ منظومات شامل ہیں۔کتاب زندگانی، جوان مشرق، دخت مشرق، نظام نو، سیپارہ اہرمن، الہام سروش، شاعر نو، پیامِ عصر ہنر روشن، پیامِ ابدالی، امام مشرق و شاعر مشرق، مبادیٔ ثلاثہ، وحدتِ اسلامی، جنگ بہ استعمار مغرب' جنگ با استبداد علامہ اقبال مرحوم اور خطاب بہ مسلمان۔

نظام نو میں اقبال کے مصرعوں کو حوالے کے ساتھ اپنے کلام میں پرو دیا گیا ہے۔

ے　تنازع را اساس زندگی گفت (۱)　　چنین از پیر مغرب من شنیدم

''نشستم با خردمند فرنگی (۲)　　ازاں بی سوزتر روزی ندیدم'' (۹۷)

''شاعر نو'' کو خطاب کرتے ہوئے علامہ حبیبیؒ انہیں علامہ اقبال، قاضی نذر الاسلام اور رحمان بابا سے الہام حاصل کرنے کی تلقین کرتا ہے:

ے　ز اقبال و نذر و فکر رحمان (۳)　　بگیر الہام نوای نغمہ پرداز

ز ترکان عرب خوش نغمہ ای چند　　حجازی را سرا در لمن شیراز (۹۸)

اس کتاب میں امام مشرق و شاعر مشرق سید جمال الدین افغانیؒ و علامہ اقبال مرحوم شامل ہیں۔ذیل میں نقل کیا جاتا ہے جبکہ حضرت علامہ اقبال کے عنوان سے الگ نظم کی نقل بھی ضروری

۱۔　اشارہ بہ نظریہ نشو و ارتقائی داروین انگلیسی

۲۔　بہ تغیر کم از علامہ اقبال

۳۔　اقبال شاعر بزرگ اردو و فارسی و قاضی نذر الاسلام شاعر بزرگ بنگالی و رحمان بابا شاعر بزرگ پشتو۔

سمجھتا ہوں تا کہ افغانستان کے اقبال شناسی میں علامہ حبیبی کے خدمات کو بقائے دوام نصیب ہو۔

امام مشرق وشاعر مشرق

(سید جمال الدین افغانی وعلامہ اقبال مرحوم)

فراوان خفت مرد مشرقی زاد   نکرد از مجد دور رفتگان یاد
فروغِ شعلۂ دل باز افسرد   بقید بندگی آزادہ افتاد
نیامد از نجف آوای حیدرؓ   نگفت اسرارِ بلخی راکسی باز
زردشت خاوران و زطور سینا   نیامد بال شہبازی بہ پرواز
زدل آن جوشش وسوز کہن رفت   تب وتاب از روان انجمن رفت
نوای بلبلان گردید خامش   ازان صرصر کہ بالای چمن رفت
نگون شد پرچم ترک دلاور   ستم افسرد روح ترکیا نرا
شرار جور قاجاری بہ ایران   سراپا سوخت آں مرز یلانرا
نمیدانم چہ آمد بر خراسان   بہ مرز سور آن شاہان جفا رفت
چگویم از دم افسوں افرنگ   ہمو ماراز خود بیگانہ تر ساخت
زخود وا رفتگان وادئ جہل   بنادانی عدو را راہبر ساخت
چمن افسرد و بلبل گشت خامش   خزان آمد کنون آنجا گلی نیست
تہی شد آن قدح بشکست ساغر   بہ بزم اندرھما نا قلقلی نیست
نماند آن شور و ذوق آن درد جاوید   نخیزد آہ گرم از سینۂ سرد
بنالم از فسوں غرب تنہا   کہ با من ہرچہ کرد آن آشنا کرد
زدست شاہ و میر افغان و نالہ   فروان تاخت این قوم جفا کار
چو شد شرقی اسیر قید شاہان   غلامی را و مردان را کند خوار
نہ بد در شرق یک مرد ل آگاہ   کہ خیزد بر خلاف جور شاہان
سراید پیش ما مزمار نہضت   فروزد شعلۂ فرنیاکان
برآمد یک شہواری ز افغان   جمال افزود مشرق راز نورش
عصائی وی طلسم سحر غربی   بخاک افگند با افسون وزورش

ندائی قم از وشد وزنده ازنو　　به شرقی داد درس مجد و رفعت
بکاخ شاه و میر آتش درافگند　　نوایش سوزناک ودل پرالفت
زتاثیر نوایش واژگونه　　فتاد آئین استبداد و بیداد
زبطن مام مشرق سالها بعد　　چنین فرخ اثر نیکو سپر زاد
شکست از ضرب او اصنام واهام　　وجودیش جامدان رامرگ نوبود
بایران و بمصر و ترک وافغان　　ندای قم از و هر خفته بشنود
رضا و کامل وزغلول وعبده　　از وخواندند درس زندگانی
کهن فکر ملوکیت از وخوار　　ندایش انقلاب آوردانی
هما نافکراین مرد فداکار　　بمشرق روشنی داد وضیاداد
یکی مرد غیور و راد وآزاد　　به ندرت همچووی اندر جهان زاد
روان روشن دلی پردرد و دانش　　پیام انقلاب آورد مارا
نوایش محشر خوابیدگان بود　　ازاں مرگی امیر وکد خدارا (۹۹)

علامه اقبال

ے پس از چندی چو سید از جهان رفت　　در آمد بر افق رخشنده خورشید
برهمن زادهٔ رمز آشنائی(۱)　　فراز چرخِ چوں اختر بتابید
بر آمد مرد دانائی زکشمیر(۲)　　دلش گرم و روانش شعله انگیز
پیامی داد مشرق را سراز نو　　''که ای شرقی زخواب ژرف برخیز''
زاسرار خودی درس بماداد(۳)　　رموز زندگی را کرد افشاء
زبورش نغمهٔ داود بودی　　درایش کاروان را کرد احیاء
نمیدانم چی مشوری دردلش بود؟　　سرودی نغمه ها درنامی رومی

۱۔ مقصد از سید جمال الدین افغانست در بیت دوم تلمیح است بایں مصراع علامه اقبال ''برهمن زاده رمز آشنای روم وتبریز است''۔
۲۔ کشمیر مسکن اجداد برهمن علامه اقبال بود۔
۳۔ پیام مشرق واسرار خودی ورموز بیخودی وزبورِ عجم آثار علامه مرحوم۔

نیا ید بعد از و دانای رازی[۱] کز و بازار عشق آید بگرمی
بما اسرار عشق جاودان گفت زدل گفت از مقام روح وجان گفت
شب تاریک مارانور افزود ازین گیتی سرودواز آن جھاں گفت
فقیری بدولی دانائی رازی دل درسینہ‌ش پردردوشوری
نگاہش تیز بین و فکر صائب بکاخ انجماد ازوی فتوری
خود آگہ مردحق بین کہ وی داد نکو درس خودی مرشر قیانرا
بائیں و ثقافت پای بندی از و رونق فزودی این و آنرا
الا باد صبا از مادرودی رساں برمرقدش درخاک لاہور
دیار عشق جلابی و مسعود[۲] خدایا باد چشم بد آزان دور (۱۰۰)

عبدالرحمٰن پژواکؔ

پشتو ادب کی مشہور شخصیت ہیں۔ نام عبدالرحمٰن تخلص پژواکؔ ہے۔آپ کے والد کا نام قاضی عبداللہ خان ہے۔آپ غزنی میں ۱۲۹۷ھ ش میں پیدا ہوئے۔

جب آپ کی عمر دو برس ہوئی تو آپ کے والد صاحب کابل میں قاضی مقرر ہوئے۔اور آپ کو کابل بلایا گیا۔ابتدائی تعلیم ننگرہار کے سرخ رود گاؤں باغوانی میں اپنے والد سے حاصل کی۔پرمطلع دانش میں دوسری جماعت تک پڑھا۔تیسری جماعت خوگیانی کے کژہ نامی مقام سے پاس کی۔والد کے بلانے پر کابل میں اندرابی سکول میں چوتھی جماعت میں داخلہ لیا۔وہاں سے فراغت کے بعد حبیبؔی سکول سے وابستہ رہے۔بارہویں تک حبیبیہ لیسہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد طبی کالج کابل میں داخل کئے گئے۔عدمِ دلچسپی کی بناء پر دو سال کے بعد وہاں سے نکلے۔والد کا انتقال ہوا مجبوراً سلسلہ تعلیم کو خیر باد کہنا پڑا۔

کابل میں انجمن ادبی کے شعبہ تاریخ میں انگریزی زبان کے مترجم مقرر ہوئے ،جب مطبوعات کا مستقل ریاست تشکیل پایا۔تو وہاں سے وابستہ ہوئے۔اصلاح اخبار کابل کے مسؤل

۱۔ تلمیح از یک شعر علامہ اقبال۔
۲۔ علی جلابی غزنوی مشہور بہ داتا گنج بخش ومزارش در لاہور است و سعود سعد سلمان۔

مدیر مقرر ہوئے۔اس کے علاوہ افغانستان کے سرکاری اطلاعاتی ادارے باختر اژانس کے مدیر اعلیٰ کا منصب عطا ہوا۔ کچھ عرصے کے بعد پشتو ٹولنہ کے مدیر اعلیٰ اور پھر ریاست مطبوعات کے نشریات کے مدیر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ اس عہدے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لندن میں افغانستان کے سفارتخانے میں سیکنڈ سیکریٹری کی حیثیت سے تعینات ہوئے اور وہاں پریس اتاشی کا عہدہ سنبھالا۔

مجموعی طور پر اقوام متحدہ کی جانب سے منعقدہ بین الاقوامی اجلاس میں جناب پژواک ہی افغانستان کی نمائندگی کرتے ہوئے ۱۹۵۴ء میں وزارت خارجہ سے منسلک ہوئے۔اس کے بعد اقوامِ متحدہ میں افغانستان کے نمائندے کی حیثیت سے تعیناتی عمل میں آئی۔

جناب پژواک پشتو اور فارسی میں نئے افکار سے آشنا شاعر اور ادیب تھے خاص کر فارسی شاعری کے حوالے سے کہا جاسکتا ہے کہ ان کا شمار فارسی کے درجہ اول کے شعراء میں ہوتا ہے۔(۱۰۱)

جناب پژواک کے مطبوعہ آثار کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ کلیمه داره روپی پشتوڈرامه مطبوعه پشتوٹولنه کابل۔
۲۔ افسانه های مردم۔فارسی میں ملی افسانے مطبوعہ ریڈیو افغانستان کابل۔
۳۔ آریانا انگریزی مطبوعہ لندن۔
۴۔ پشتونستان انگریزی مطبوعہ لندن۔
۵۔ زورِ افغانستان انگریزی مطبوعہ لندن۔
۶۔ د پښتونستان ورځ انگریزی مطبوعہ لندن۔
۷۔ د پښتونستان مسئله انگریزی مطبوعہ لندن۔
۸۔ پیشوا۔خلیل جبران کے پیامبر کا فارسی ترجمہ۔
۹۔ باغبان۔ٹیگور کا فارسی ترجمہ۔(۱۰۲)

جناب پژواک کا شمار افغانستان کے اقبال شناسوں میں ہوتا ہے آپ کی شاعری پر اقبال کے فکر وفن کے گہرے نقوش ثبت ہوچکے ہیں اس کا پرتو آپ کی فارسی شاعری کے مجموعے گلہائے اندیشه میں نمایاں ہیں۔یہ مجموعہ ۱۳۴۴ھ ش میں مطبع معارف کابل کی جانب سے شائع ہوا ہے۔اس مجموعے پر معروف افغان اقبال شناس سید خلیل اللہ ہاشمیان نے ادبی نقد لکھا

ہے جو افغانستان میں عرفان مجلّہ کے خصوصی شمارے میں شائع ہو چکا ہے۔ (۱۰۳)

اس کتاب کے دیباچے میں ڈاکٹر روان فرہادی نے پژواک کی غزلیات، قصائد اور مثنویوں میں اساتذہ فارسی شعراء کے یاد کو پایا ہے۔ ان اساتذہ کی قطار میں حضرت علامہ اقبال بھی نمایاں ہیں۔ ملاحظہ ہو ڈاکٹر روان فرہادی کے تاثرات:

غزل پژواک یاد از رودکی، سعدی، دیوان شمس، حافظ و صائب میدھد وقصیده ومثنوی او مانند فرخی و مولانای بلخیؒ و اقبال لاهوریست ---

جناب ہاشمیان نے اس ادبی نقد میں جابجا پژواک کے فکر و فن پر حضرت علامہ کے حوالے سے تذکرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ویادرین مثنوی که درمقاسیه شرق وغرب از اقبال نیز جلوتر رفته است کلمات هر کدام مروارید وار تلالؤ دارد۔

زساحل سوی دریاره بریدم — درآن دریا بی هنگامه دیدم
بدریا گرشوی باری زساحل — شگفتی دریں آب و گل
چه گویم زاں محیط بی کرانه — گروگانش دل من جاودانه
لبوجش برفنون قوت و زور — به قلبش درجنون جذبه و شور
به شور وشوق ومستی چون دل بود — چو دل اورانه پیدا ساحل بود
روان برآب هائی او سفینه — چو لغزان مهره ای برآبگینه
زعکس اختران از هر کناره — شده آغوش اوپر از ستاره
زانجم دامنش چون چرخ اختره — برش پراز فراوان درو گوهر
گهی آئینه آرایش شید — دگر گه جلوگاه نور ناهید
زماه نویدست او سواره — زروشن کوکبانش گوشواره

جمال دختران آسمانی
درو تابان چورح شادمانی (۱۰۴)

ایک اور مقام پر ہاشمیان صاحب پژواک کے کلام کی روشنی میں حضرت علامہ اور پژواک کے دردوں کو مشترک بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

”درچکامه مقاسیه شرق وغرب که قسمتی ازاں نقل میشود جهان بینی و دردی که شاعر از پهنائی

شرق دارد پدیدار است پژواک نیز مانند اقبال بدبختی مردم این سامان رابدوستی تشخیص نموده است۔''

ے
زمغرب سوی خاور شد خیالم　　دگرگوں گشت زیں اندیشہ حالم
گراں اندیشہائی شرق چون خاک　　سبک اندیشہ ہائی غرب وچالاک
مثال شرق چوں کوہ گرانست　　محیط غرب چوں بحرروان ست
مثال این وآن چوں بحروساحل　　چوساحل ماندہ برجامشرق کاہل
کہ ماہ ونور بیانید وبتابند　　بہ قلب کوہسارش رہ نیابند
چودریا غرب مگیر ددشتابان　　سرراہ مہ وخورشید تابان
کہ دریا بدفروغ زندگی را　　بشوید ننگ برجاماندگی را
سبک روح وسبک پرواز چوں باد　　سبک خیز وسبک جولانی وآزاد
دل شرقی دل است اما فسردہ　　فروہاشمع آزادیش مردہ
زبانش بستہ وروحش اسیر است
زبرجاماند گیہا ناگزیر است (۱۰۵)

عبدالرؤف بینؔوا

عبدالرؤف بینؔوا کا شمار پشتو شعروادب کے عناصر خمسہ میں ہوتا ہے۔آپ مفتی عبداللہ علیزئی ولدعبدالحق علیزئی کے گھر واقع کوچہ سیدحسن نزدخرقہ مبارکہ شہرقندھار۱۲۹۲ھ ش میں پیداہوئے۔ گھریلوتعلیم کے علاوہ کئی علوم پڑھے۔پشتو کے علاوہ فارسی،اردواورعربی پرعبورحاصل تھا جبکہ تحریرات پشتواورفارسی میں موجودہیں۔

۱۳۱۸ھ ش میں پشتوٹولنہ سے منسلک ہوئے۔

۱۳۲۳ھ ش میں پشتوٹولنہ کابل کے سربراہ منتخب ہوئے۔

۱۳۲۷ھ ش پشتوٹولنہ کےصدراورتاحیات ممبر۔کابل یونیورسٹی کےلسانیات وادبیات کے پشتو شعبہ کےاستاد کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔

۱۳۳۰ھ ش تا۱۳۳۲ھ ش مطبوعات کے مستقل ریاست میں مدیررہے۔

۱۳۳۴ھ ش ریڈیو افغانستان کے رئیس بنے۔

۱۳۴۰ھ ش مصر میں افغان سفارتخانے کے کلچرل اتاشی بنے۔

۱۳۴۳ھ ش دہلی میں افغان سفارتخانے کے پریس مشاور بنے۔

۱۳۴۵ھ ش افغانستان کے وزیر اطلاعات و کلچر منتخب ہوئے۔

۱۳۵۵ھ ش مرکز تحقیقات پشتو کے مشیر رہے۔

۱۳۵۷ھ ش افغانستان کی اکیڈیمی علوم سے وابستہ رہے۔

۱۳۵۸ھ ش صدر افغانستان کے فرہنگی مشیر بنے۔

۱۳۵۹ھ ش لیبیا میں افغانستان کے سفیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔[۱۰۶]

۱۳۶۳ھ ش سفارت چھوڑ کر امریکہ مہاجر ہوئے۔

۱۳۶۳-۱۰-۱۴ بمطابق ۴ جنوری ۱۹۸۵ء نیویارک میں وفات پائی اور نیوجرسی میں سپرد خاک ہوئے۔

استاد بینوا پشتو و فارسی میں لکھتے تھے۔ جبکہ اردو و عربی سے تراجم کئے ہیں۔ مختلف علمی و ادبی اور تحقیقی موضوعات پر تقریباً پانچ سو مقالات تحریر کر چکے تھے۔[۱۰۷]

جناب عبدالرؤف بینوا کے مطبوعہ آثار و تالیفات کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ اوسنی لیکوال، مطبوعہ جلد اول ۱۳۴۰ھ ش، جلد دوم ۱۳۴۱ھ ش، جلد سوم ۱۳۴۶ھ ش۔ مجموعی صفحات ۱۵۰۹ پشتو زبان کے ۲۲۹ شعراء و ادباء کا تعارف۔

۲۔ د افغانستان نومیالی، مطبوعہ جلد اول و دوم ۱۳۵۳ھ ش سوم ۱۳۵۶ھ ش چہارم ۱۳۶۳ھ ش۔ افغانستان کے مشاہیر کا تعارف اور ان کے کارنامے۔

۳۔ ہوتکی ھا، مطبوعہ انجمن تاریخ کابل ۱۳۳۵ھ ش صفحات ۱۷۷۔

۴۔ پریشانه افکار۔ پشتو شعری مجموعہ پشتو ٹولنہ کابل ۱۳۳۵ھ ش۔

۵۔ پشتونستان۔ ریاست مستقل مطبوعات کابل ۱۳۳۰ھ ش۔

۶۔ لنډۍ۔ پشتو لنڈی فارسی اور انگریزی تراجم کے ساتھ کابل ۱۳۳۷ھ ش۔

۷۔ د زړه خواله۔ کابل ۱۳۴۵ھ ش۔

۸۔ پښتو ښیرني۔ پشتو ٹولنہ کابل ۱۳۲۶ھ ش۔

۹۔ خوشحال خان خټك څه وائي۔ ۱۳۲۷ھ ش محمدی چاپخانہ بمبی۔

۱۰۔ پردیس۔حضرت علامہ کی مثنوی مسافر کا منظوم پشتو ترجمہ ۱۳۲۱ھ ش انیس اخبار کابل۔
۱۱۔ د کاظم خان شیدا دیوان۔پشتو ٹولنہ کابل ۱۳۳۳ھ ش۔
۱۲۔ د رحمان بابا دیوان۔پشتو ٹولنہ کابل ۱۳۲۸ھ ش۔
۱۳۔ باچا خان۔فارغ بخاری کے اردو اثر کا پشتو ترجمہ ۱۳۳۸ھ ش انیس اخبار کابل۔
۱۴۔ د لسم ټولگی پشتو قرأت۔وزارت تعلیم کابل ۱۳۴۴ھ ش۔
۱۵۔ پشتو کلی۔پشتو ٹولنہ کابل ۱۳۲۰ھ ش۔
۱۶۔ نظری به پشتونستان فارسی۔کابل ۱۳۲۹ھ ش۔
۱۷۔ خوشحال او پسرلی۔کابل ۱۳۳۷ھ ش۔
۱۸۔ د گیتا نجلی ژباړه۔پوہنٔی ادبیات کابل ۱۳۵۴ھ ش۔
۱۹۔ **افغانستان الیوم** (عربی) ۱۳۴۲ھ ش قاہرہ۔
۲۰۔ **اربعین حقیقة عن افغانستان** ۔قاہرہ ۱۳۴۳ھ ش۔
۲۱۔ آثار افغانستان۔قاہرہ ۱۳۴۲ھ ش۔
۲۲۔ **هدية العام الحديد**۔قاہرہ ۱۹۶۶ء۔
۲۳۔ **المراة الافغانيه**۔قاہرہ ۱۹۶۴ء۔
۲۴۔ آشیانه عقاب۔فارسی تاریخی ڈرامہ۔
۲۵۔ لیڈران امروز پشتونستان۔کابل ۱۳۳۱ھ ش۔
۲۶۔ برگ سبز۔فارسی فکاہی۔
۲۷۔ د چین سفر۔محررہ ۱۳۳۶ھ ش غیر مطبوعہ۔
۲۸۔ خوشحال خان از زبان خوشحال خان فارسی انیس اخبار کابل۔
۲۹۔ د پیر محمد کاکړ دیوان۔پشتو ٹولنہ کابل ۱۳۲۵ھ ش۔
۳۰۔ چند آہنگ ملی۔کابل ۱۳۲۵ھ ش۔
۳۱۔ ادبی فنون۔پشتو ٹولنہ کابل ۱۳۲۶ھ ش۔
۳۲۔ ویش زلمیان۔پشتو ٹولنہ کابل ۱۳۲۶ھ ش۔
۳۳۔ پښتو د شاهانو په دربار کښې۔کابل ۱۳۲۲ھ ش۔
۳۴۔ پښتنې میرمنې۔ریاست مطبوعات کابل ۱۳۲۳ھ ش۔

۳۵۔ د ہوتکو پہ دورہ کښې پښتو۔کابل۱۳۲۴ھ ش۔

۳۶۔ میرویس نیکہ۔پشتوٹولنہ کابل۱۳۲۵ھ ش۔

۳۷۔ د غنمو وږی ۔پشتوٹولنہ کابل۱۳۲۵ھ ش۔

۳۸۔ پښتو روزنہ۔کابل۱۳۵۷ھ ش۔

۳۹۔ پښتو لنډۍ۔کابل۱۳۵۸ھ ش۔

۴۰۔ پښتو متلونہ۔عالمی مرکز تحقیقات پشتو۱۳۵۸ھ ش۔

۴۱۔ دا فغانستان تاریخی پیښې۔جلداول۱۳۵۶ھ ش جلددوم۱۳۵۸ھ ش۔

۴۲۔ آریائ پارسی پښتو ویرنی۔پشتوٹولنہ کابل۱۳۶۲ھ ش۔

۴۳۔ د ہسك پیغلہ۔انجمن نوسیندکان افغانستان۱۳۶۷ھ ش۔

۴۴۔ زوړ ګنګهار۔کابل۱۳۶۷ھ ش۔

۴۵۔ د افغانستان لنډ تاریخ ۔عبدالحئ حبیبیؔ کے تاریخ مختصرافغانستان کے دونوں جلدوں کا ترجمہ۔

۴۶۔ د بیناؔ شعری کلیات۔صحاف نشراتی موسسہ کوئٹہ۱۳۷۸ھ ش۔

بیناؔ کے غیر مطبوعہ آثار درج ذیل ہیں:

۱۔ خوږہ ژبہ۔

۲۔ د پښتو د لرغونی او اوسنی ادب منتخبات۔

۳۔ د جامی کتابښود۔

۴۔ ادبی وړانګې۔

۵۔ پښتونخوا (تیرہ ہزار لغات)۔

۶۔ کچکول ۔

۷۔ عربی پشتو فرہنگ۔[۱۰۸]

عبدالرؤف بیناؔ کے اشعار وافکار پر جابجا حضرت علامہ کے گہرے اثرات دیکھنے کو ملتے ہیں۔حضرت علامہ سے فکری ومعنوی ہم آہنگی اوران کی سوچ سے یکسانیت کی بنیاد پر حضرت علامہ سے کافی شغف رکھتے تھے۔

حبیب اللہ اولس یاؔر کے ایک مقالے ''معاصر افغانی ادب'' میں یہ حوالہ یوں دیا گیا ہے:

بینواؔ د ہند د سترو لیکوالو په تیره بیا د ټاګور او اقبال د آثارو څخه پوره متاثر دې۔ دټاګور د ګیتانجلی او د اقبال ''مسافر'' دده ادبی ترجمې دی۔ (۱۰۹)

ترجمہ: ''بینوؔا ہندوستان کے لکھنے والوں خاص کر ٹیگور اور اقبال کے آثار سے خاصے متاثر ہیں۔ ٹیگور کے گیتا نجلی اور اقبال کے مسافر کے ادبی تراجم کئے ہیں''۔

حضرت علامہ کی فارسی مثنوی مسافر کا منظوم پشتو ترجمہ کر کے بینوؔا نے افغانستان میں اقبال شناسی کی راہ کو مزید ہموار کر دیا۔ آپ کا یہ اثر قسط وار کابل کے انیس اخبار میں شائع ہوتا رہا۔ البتہ با قاعدہ طور پر تشنہ طبع رہا۔

سر محقق عبداللہ بختانی خدمتگار

عبداللہ بختاؔنی کا نام نامی پشتو ادب میں تحقیق کے حوالے سے معتبر ہے۔ آپ ننگرہار کے علاقے سرخ رود کے قریب بختان میں ۱۳۰۵ھ ش میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام ملا آغا جان تھا۔ ابتدائی تعلیم پشتو فارسی اور عربی ننگرہار کے مدارس سے حاصل کی۔ ۱۳۲۵ھ ش میں ننگرہار کی وزارتِ تعلیم سے منسلک ہوئے۔ ۱۳۳۱ھ ش میں پشتو ٹولنہ کابل کے رکن منتخب ہوئے اور پشتو هفت روزہ ''زیری'' کے مدیر مقرر ہوئے۔

۱۳۳۶ھ ش میں ''ننگرہار'' مجلّہ کے مدیر بنے اور ۱۳۳۸ھ ش میں مطبوعات کے مستقل ریاست کے رکن بنے۔ (۱۱۰) سوانحی تفصیلات مزید معلوم نہیں ہو سکے البتہ افغانستان میں کمیونسٹ انقلاب کے بعد کچھ عرصہ کے لئے پاکستان مہاجر ہو کر پشاور میں رہتے تھے۔ اب پھر عازم وطن ہو کر ننگرہار میں رہتے ہیں۔

مارچ ۲۰۰۳ء کے اوائل میں میرے محقق دوست میاں وکیل شاہ فقیر خیل کے گھر آئے تھے ساول ڈھیر مردان تو راقم الحروف نے ان سے فون پر ان کی اقبال شناسی کے حوالے سے گفتگو کی۔

آپ پشتو و فارسی میں نظم و نثر لکھتے ہیں۔ (۱۱۱)

آپ کے درج ذیل آثار و تالیفات ہمارے علم میں آئے ہیں:

۱۔ شعر و ادب۔مطبوعہ کابل۱۳۳۲ھ ش۔

۲۔ پشتنی خویونہ۔مطبوعہ کابل۱۳۳۷ھ ش۔

۳۔ دزڑہ راز (پشتو شعری مجموعہ)۔کابل۱۳۳۵ھ ش۔

۴۔ پشتانہ د علامہ اقبال پہ نظر کی۔کابل۱۳۳۵ھ ش۔

۵۔ عبدالرحیم رحیمی۔مطبوعہ کابل۱۳۳۵ھ ش۔

۶۔ خوڑی ترخی۔بعض حصے مجلد کابل میں شائع ہوئے ہیں۔

۷۔ شرنگ۔مطبوعہ۱۳۴۶ھ ش۔

۸۔ مصائب الدخان عربی سے پشتو ترجمہ

۹۔ سید ملنگ ڈرامہ

۱۰۔ خوڑی نغمی۔ملنگ جان مرحوم کے دیوان کا تدوین۱۳۳۵ھ ش۔

۱۱۔ پشتانہ شعراء جلد۵۔مطبوعہ کابل۱۳۵۷ ھ ش۔

۱۲۔ پشتانہ شعراء جلد۶۔مطبوعہ کابل۱۳۶۷ھ ش۔

۱۳۔ تور بریش۔مطبوعہ کابل۱۳۴۷ھ ش۔

۱۴۔ د پشتو پت۔مطبوعہ کابل۱۳۵۲ھ ش۔

۱۵۔ راز۔مطبوعہ کابل۱۳۴۲ھ ش۔

۱۶۔ مرغلری۔مطبوعہ کابل۱۳۵۱ھ ش۔

۱۷۔ کلید افغانی از پادری ہیوز۔[۱۱۲]

۱۸۔ خوشحال خان خٹك او یو حو نور فرہنگیال پشتانہ ۱۳۸۰ھ ش۔

۱۹۔ د باچا خان لیکونہ جلد اول۱۳۶۳ھ ش۔

۲۰۔ فراقنامہ

۲۱۔ ترنم دل ۔جدی۱۳۸۱ھ ش۔

۲۲۔ ویرنی ۔جدی۱۳۸۱ھ ش۔

۲۳۔ شمس الدین قلعٹکی ۔جدی۱۳۸۱ھ ش۔

جناب عبداللہ بختانی وہ پہلے افغان اقبال شناس ہیں جنہوں نے پہلی مرتبہ افغانستان میں (پشتو زبان) میں اقبال کے فکروفن پر مستقل کتاب لکھی۔پښتانه د علامہ اقبال پہ

نظر کبنې (پشتون علامہ اقبال کے نظر میں) یہ کتاب ۱۳۳۵ھ ش کو کابل کے پشتو ٹولنہ کی جانب سے شائع ہوئی۔اس کتاب پر افغانستان میں اقبالیاتی کتب میں مفصل تحقیق کی ہے۔

جناب بختانی نے خوشحال خان خٹک اور حضرت علامہ اقبال کے بعض مشترک فکری نکات پر ایک طویل اور عالمانہ مقالہ تحریر کیا۔ جو خوشحال خان خٹک سے متعلق کابل میں منعقدہ سیمنار ۱۳۴۵ھ ش میں سنایا گیا۔ (۱۱۳)

اس مقالے پر ''افغانستان میں مقالاتِ اقبال کے مشمولات'' میں تفصیلی بحث کی جائے گی۔

حال ہی میں (۱۳۸۰ھ ش) جناب بختانی کی ایک اور کتاب ''خوشحال خان او یوحونور فرہنگیال خٹک'' شائع ہوئی۔اس کتاب میں وہی مقالہ خوشحال خان خٹک اور اقبال کے افکار کا تقابلی جائزہ شامل کیا گیا ہے۔ (۱۱۴)

اس کتاب میں خوشحال خان خٹک کے سوانحی نوٹ میں بھی حضرت علامہ کے پانچ اردو اشعار اور خوشحال خان سے متعلق ''بالِ جبریل'' کے پانچ فارسی اشعار اور بالِ جبریل کے حاشیے میں درج حضرت علامہ کا خوشحال کے تراجم سے متعلق یادداشت کا ترجمہ شامل ہے۔ (۱۱۵)

۱۹۷۲ء کو یونیسکو نے کتاب کا بین الاقوامی سال قرار دیا تھا۔اسی مناسبت سے حمل ۱۳۵۱ھ ش میں جناب بختانی کا فارسی شعری مجموعہ ابر بہار بھی شائع ہوا۔اس شعری مجموعے پر افغانستان کے مختلف نقادوں نے تحریرات شائع کیں۔افغانستان کے اقبال شناس ادیب وشاعر قیام الدین خادم نے بھی ابر بہار پر اپنا نقد تحریر کیا۔اور بختانی کے فکر پر حضرت علامہ کے پرتو کا جلوہ دیکھا۔

ما چی د بختانی فارسی اشعار ولوستل ڈیر کرتہ بہ می د استاد علامہ اقبال اشعار خاطری تہ راتلل۔ (۱۱۶)

ترجمہ: میں جب کبھی بختانی کے فارسی اشعار پڑھتا تو حضرت علامہ اقبال کے اشعار اور یادیں میرے ذہن میں آتے۔

بہ موج بحر حوادث چہ غوطہ ھا خوردم
بہ آرزوی نجاتی کہ مدعای من است
بہ زاہدان زمان نیست اعتماد مرا

مرید خویش شدم عشق رھنمای من است

نی خبر گشتم از عصر جدید
نی عمل بر نص قرآن کردہ ایم
با ہمہ تن پروری و تنبلی
کسر شان نام افغان کردہ ایم(۱۱۷)

ترنم دل جناب بختانی کا دوسرا فارسی شعری مجموعہ ہے جو حال ہی میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ اس مجموعے کی شاعری پر حضرت علامہ کے فکری اثرات نہایت نمایاں ہیں۔ حتیٰ کہ مختلف نظموں کے عنوانات ہی فکرِ اقبال کے پرتو کا جلوہ گر ہیں۔ راز دل، نوای من، چہ کردہ ایم، شاعر و بلبل، باغبان در گوشم خفت، بعد ازیں، زبانِ عشق، ای صبا، داستان زندگی، ترنم دل، صدای دل، انتشاش و انقلاب، داغ نو، الٰہی خلق خود را خود نگہ دار۔

جناب بختانی نے حضرت علامہ کی تضمین پر ''ترنم دل'' میں ''بہ استقبال اقبال'' کے عنوان سے نظم میں حضرت علامہ کو تحسین بھی پیش کی ہے اور ان کے افکار کی مدح سرائی بھی کی ہے۔

''بہ استقبال اقبال''

معنی سربستہ ای دارم بہ دل	گوہر ناسفتہ ای دارم بہ دل
گفتہ را گر باز میگویم رواست	مطلب ناگفتہ ای گر مدعا است
شاعر افغان شناس زندہ دل *	از دم او زندہ صد ہا مردہ دل
آنکہ بابا گفت پاکستان ورا	مرحبا ھا گفتہ افغانان ورا
حضرت اقبال مرد خوش مقال	''زندہ از گفتار او سنگ و سفال''(۱)
شاعر خوش مشرب و صاحب دلی	گفتہ با صاحب دلان راز دلی
از تہ دل گفت و در دل کار کرد	درد دل را وہ چہ خوش اظہار کرد
بحر الفاظ و معانی ''زندہ رود''(۲)	حرف دل از دل بگفت و خوش سرود

* علامہ اقبال شاعر مشہور پشتون خوشحال خان خٹک را شاعر افغان شناس خواندہ است

۱ علامہ اقبال در وصف سید جمال الدین افغانی سرودہ
سید السادات مولانا جمال   زندہ از گفتار او سنگ و سفال

۲ علامہ اقبال در جاوید نامہ در ضمن سفر شاعرانہ بہ افلاک خود را بنام (زندہ رود) نامیدہ است

(آسیا یک پیکر آب و گل است
ملت افغان درآں پیکر دل است
از کشاد او کشاد آسیا
در فساد او فساد آسیا
تا دل آزاد است آزاد است تن
ورنہ خاکی دررۂ باد است تن)

بشنو از من نغمۂ اقبال را — یک کمی بگذار قیل و قال را
یک دمی خاموش و راز دل شنو — راز آں صاحب دل از بیدل شنو
زندگیٔ تن ز کار دل بود — رنج تن رنج و غبار دل بود
سکتۂ دل ختم دوران حیات — درحقیقت قطع شریان حیات
دل اگر زخمی بود تن بی سبب — می شود دررنج و دردوتاب وتب
اندگی دل را بہ دل نزدیک کن — دقتی در نکتۂ باریک کن
یاد داری آنکہ درایام یار — ما را استعمار و استثمار مار
حملہ ھا بر پیکر مشرق نمود — جامہ را جامہ دان از ما ربود
نان ربود و جامۂ ما را برید — جامہ ما را بگذار حلق ما برید
گوشت ما را خورد وضربت رو پنہاں — تا رسیدہ کاردھا براستخوان
کاردھا در پیکر ما کارکرد — قلب ما را استعمار کرد
شب چو آخر شد سر ما روز شد — بخت ما در تیرگی پیروز شد
آسیا از خواب خوش بیدار شد — ہم رہا از ظلم استعمار شد
رفت استعمار و قلب ما تپید — نیم زندہ نیم مردہ می جہید
داغ زخم تیغ استعمار ماند — زہر قاتل از ہاں مار ماند
قلب مشرق پارہ پارہ شد چنین — پیکر آب وگلشن زار وحزین
تا بہ کی با زخم قلب آسیا — ملت اقبال ہیچ بی اعتنا
ای صبا از ما بگو اقبال را — ترجمان غیرت خوشحال را
روح تو خوشنود و قبرت مرغزار — بر مزارت لالہ ھا گلھا نثار

شاد باش آرام وفارغ باش بی غم و بی غصه خود خوشحال باش
خودتو گفتی رقوم افغان غیور جان او برمحنت پیهم صبور
خاکش از مردان حق بیگانه نیست
درضمیر صد هزار افسانه ایست
سرزمین کبک او شاهین مزاج
آهوی او گیرد از شیران خراج
درفضایش جره بازان تیز چنگ
لرزه برتن از نهیب شان پلنگ
دربلوچستان بلوچان شجاع پشتونستان در نبرد و در دفاع
آسیا با قلب خود درارتباط می گزار مرهمش با احتیاط
می کند پیوند قلب ریش را می زداید زهر مار ونیش را
آسیا دانسته سرکار را درک کرده رمز این اشعار را
(آسیا یک پیکر آب وگل است
ملت افغان درآں پیکر دل است
از کشاد او کشاد آسیا
در فساد او فساد آسیا
تادل آزاد است آزاد است تن
ورنہ خاکی دررۂ باد ست تن) (۱۱۸)

(کابل سنبلہ۱۳۵۳ھ ش)

جناب عبداللہ بختانی کا حضرت علامہ پر ایک اور فارسی مقالہ شائع ہوا ''قلب آسیا گزرگاہ و نظرگاہ علامہ اقبال'' جونہایت علمی انداز سے مرتب کیا گیا ہے۔اس پر مشمولات مقالات میں بحث کی گئی ہے۔ (۱۱۹)

عبدالہادی داوی پریشان

عبدالہادی داویؔ امیر حبیب اللہ کے زمانے سے افغانستان کے معروف لکھیاری رہے ہیں۔[۱۲۰] آپ کا تخلص پریشانؔ اور پشتون قبیلہ داوی سے تعلق ہے۔ والد کا نام عبدالاحد خان تھا جو قندھار کے مشہور اطباء میں سے تھے جن کو امیر عبدالرحمٰن خان نے کابل بلا کر اطباء میں شامل کیا تھا۔[۱۲۱]

آپ کابل کے باغ علی مردان میں ۱۳۱۳ھ ق / ۱۴ جمادالاول / ۱۲۷۲ھ ش / ۱۸۹۵ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۲۷۹ھ ش کابل کے حبیبیہ لیسہ میں داخل ہوئے اور ۱۲۹۰ھ ش میں یہاں سے سند فراغت عطا ہوئی۔ یہاں آپ مولوی عبدالرب اور مولوی محمد آصف سے پڑھے جن کی خصوصی توجہ سے آپ کی سیاسی فکر کو تقویت نصیب ہوئی۔ اس کے علاوہ یہاں پر فارسی کے اساتذہ ملک الشعراء ،قاری عبداللہ اور عبدالغفور ندیم کی صحبتوں میں ادبی ذوق کو جلا نصیب ہوئی۔ مولوی محمد ظفر اور مولوی محمد حسین خان نے آپ کے سیاسی اور مجموعی ذوق کو پروان چڑھایا۔ اور اردو زبان سے آشنا کروایا۔

۱۲۹۰ھ ش میں علامہ محمود طرزی کے بلانے پر ''سراج الاخبار'' افغانیہ کے ادارہ میں محرر مقرر ہوئے۔ یہاں آپ نے ترکی زبان علی آفندی جو کہ کابل میں حربیہ شعبے کے مدیر تھے سے سیکھی۔ عربی صرف ونحو تو طالب علمی میں پڑھی تھی لیکن شام اور مصر کی جدید عربی سے جناب محمود طرزی کے ذریعے جو کہ عربی کے دانشور تھے سے آشنائی حاصل کی۔[۱۲۲]

۱۲۹۶ھ ش میں امیر حبیب اللہ خان پر کسی نے قاتلانہ حملہ کیا۔ داوی اس پاداش میں سات مہینے تک جیل بھیج دیئے گئے۔ آپ نظر بند ہی تھے کہ امیر حبیب اللہ خان ایک اور قاتلانہ حملے میں مارے گئے۔ اس دوران آپ کے والد صاحب بھی دارِفانی سے کوچ کر گئے۔ جیل سے رہائی کے بعد ''سراج الاخبار افغانیہ'' جس کا نام اس وقت ''امان افغان'' رکھا گیا کے مسؤل مدیر مقرر ہوئے۔

۱۳۰۰ھ ش میں وزارت خارجہ میں ہندوستان اور یورپی شعبے کے مدیر مقرر ہوئے۔ اس دوران افغانستان کے مستقل آزادی اور خودمختاری کے لئے علامہ محمود طرزی کی قیادت میں ایک وفد برطانیہ بھیج دیا گیا تھا اس وفد میں عبدالہادی داوی بھی شامل تھے۔

۱۳۰۱ھ ش میں خارجہ امور میں مشاور دوم کی حیثیت سے مقرر ہوئے۔

۱۳۰۲ھ ش میں افغان حکومت کی جانب سے بخارا میں سفیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۰ء کے آواخر تک وہیں رہے افغان اور برطانوی حکومتوں کی مذاکرات کے نتیجے میں انگریزوں نے افغانستان

کی آزاد حیثیت تسلیم کر لی۔ تو ۱۳۰۲ھ ش میں عبدالہادی داوی افغانستان کے سب سے پہلے مختار وزیر کی حیثیت سے لندن میں تعینات ہوئے۔ (۱۲۳)

۱۳۰۵ھ ش میں وہاں سے مستعفی ہونے کے بعد افغانستان کے وزیرِ تجارت کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ اس دوران افغانستان میں بچہ سقہ کا انقلاب برپا ہوا۔ داوی کچھ عرصے کے لئے جیل بھیج دئے گئے۔ رہائی کے بعد حکومت سے مقابلہ کرنے کے لئے قندھار، قلات اور شاہ جوی تک گئے لیکن نامساعد حالات سے مایوسی کے بعد بمبئی چلے گئے۔ اقتصادی بحران کی وجہ سے کراچی آئے۔ افغان ملت کے لئے سیاسی سرگرمیوں میں اضافہ کیا لاہور سے ''افغانستان'' کے نام سے ایک فارسی جریدہ جاری کیا۔

۱۳۰۸ھ ش میں نادر شاہ کی حکومت کی بحالی کے بعد آپ کو کابل بلا کر جرمنی میں افغانی وزیرِ مختار مقرر کیا گیا۔ ایک سال وہاں رہنے کے بعد حج کی سعادت بھی حاصل کی اور واپس وطن آئے۔

۱۳۰۸ھ ش انجمن ادبی کے اعزازی رکن منتخب ہوئے۔

۱۳۱۲ھ ش نادر شاہ کی شہادت کا واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ داوی تیرہ سال تک جیل کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ (۱۲۴)

۲۵ قوس ۱۳۲۵ھ ش میں رہائی ملی۔

۱۳۲۷ھ ش میں ظاہر شاہ کے دربار سے منسلک ہوئے۔

۱۳۲۸ھ ش میں دہ سبز کے عوام کی جانب سے ملی شوریٰ (پارلیمنٹ) کے رکن منتخب ہوئے۔ اور وہاں نمائندگانِ شوریٰ کی جانب سے ملی شوریٰ کے رئیس منتخب ہوئے۔

۱۳۳۲ھ ش میں افغانستان کے سفیر کی حیثیت سے مصر تشریف لے گئے۔

۱۳۳۴ھ ش میں افغان سفیر کی حیثیت سے انڈونیشا تبادلہ ہوا۔ چار سال وہاں رہنے کے بعد خرابی صحت کی بناء پر واپس وطن آئے۔ (۱۲۵)

۱۳۴۴ھ ش کابل جرگہ مشران میں سینیٹر اور پھر اس جرگہ کے رئیس منتخب ہوئے۔ جہاں چار سال تک خدمات انجام دئے۔ جسمانی معذوری لاحق ہوگئی۔ قوت سامعہ جواب دے گئی۔ تحریر اور اشاروں سے آپ کے ساتھ باتیں ہوا کرتی تھیں۔

۱۳۶۰ھ ش میں ضعف و معذوری کے باوجود پلار وطنہ ملی جبہ کے کانفرنس میں شرکت کی۔

۲۷ / اسد۱۳۶۱ھ ش / ۱۴۰۲ھ ق / ۱۹۸۲ءکوکابل میں وفات پائی۔اور اگلے روز پورے اعزاز کے ساتھ شہدائے صالحین کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ (۱۲۶)

عبدالہادی داوی کی شخصیت پشتو و فارسی ادبیات میں ایک قابلِ قدر حیثیت رکھتی تھی۔ لاہور سے افغانستان مجلّے کا اجراء کیااوراسی نام سے مصر سے عربی مجلّے کا اجراء بھی کیا۔آپ پشتو و فارسی کے مقتدر ادیب وشاعر تھے۔آپ نے سینکڑوں موضوعات پر مقالات لکھیں۔مقالہ نگاری کے علاوہ کئی مستقل آثاروتالیفات بھی یادگار ہیں۔

۱۔ زما پاک رسول ﷺ (اردو کے ''پیغمبر اسلام'' ازعبدالحمید قریشی کا پشتو ترجمہ) مطبوعہ لاہور۱۳۳۸ھ ش۔

۲۔ تجارت ماباس ۔س۔س۔ر۔فارسی مطبع انیس کابل۱۹۲۲ء۔

۳۔ غیاصه۔منظوم پشتو۱۳۶۵ھ ق۔

۴۔ گلخانه بامجموعه پریشان ۔شعری مجموعہ جس میں بعض متاخرین اور متقد میں شعراء کا کلام بھی شامل ہے۔

۵۔ نغمه۔شعری مجموعہ۔

۶۔ اجال وطن۔افغانستان کے بعض مشاہیرادباءوشعراء کا تذکرہ۔

۷۔ لالی ریخته۔شاعرِ مشرق حضرت علامہ کے اردواشعار کا منظوم فارسی ترجمہ۔

۸۔ آثار اردوی اقبال۔۲ جلد مطبوعہ کابل۔ (۱۲۷)

جناب عبدالہادی داوی وہ پہلے افغان اقبال شناس تھے جنہوں حضرت علامہ پر فارسی میں افغانستان میں سب سے پہلے باقاعدہ کتابیں لکھیں۔اقبال شناسی کے سلسلے میں آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔آپ نے حضرت علامہ کے اردواشعار کے منظوم فارسی تراجم کئے ہیں۔ جابجاحاشیہ وتشریح بھی رقم کی ہے۔اوران کاوشوں کی دوجلدیں آثار اردوی اقبال ابھی تک زیورِطبع سے آراستہ ہوچکی ہیں۔جن پر افغانستان میں کتابیات اقبال کے باب میں بحث کی گئی ہے۔البتہ لالی ریخته کے طباعت یاغیرمطبوعہ ہونے کا حوالہ نہیں ملا۔آپ کے بیاض میں حضرت علامہ کے نام منظوم فارسی خراج تحسین محفوظ ہے:

''خطاب بہ اقبال''

ے صبا بگوی به اقبال خوش بیان از من — کلام تست کے سرتا به پائی آن اثر است
صدای زندگی از سرزمین مرده خوش است — که ناله های اسیران زسوزش جگر است
عجب نباشد اگر سرزده است از ظلمات — که آب چشمه حیوان و کوکب سحر است
چگونه ظلمت آفاق را سخن ندارد — که نه سپیده مجزا ''امید'' منفجر است
چرا خراب نسازد چگونه درند هه — چوسیل تند و چو صهبای ناب شعله ور است
چرا زمین دل آسیا نخند اند — کذاب دیده ابر بهار پاکتر است
جذور جامعه را آب مید هد جودت — هم آن فروغ گرانمایه را سروثمر است
شعار نظم تو تریاق سم استعمار — نظام نثر تو اسهام ظلم را سپر است
چو تیشه تو زبان اشنای کوهسار است — به گوش کاهن ما نیز گرم و پرشر است
تو به تو به این ملت بلند خیال — زروشنای قلب و زپا کی گهر است
خطا به تو به عنوان ''ای جوان عجم'' — بهشت گوش پریشان سرمه بصر است
دل و دماغ منور کجاست تا داند
چه تپش گوی صادق چه کشف معتبر است (۱۲۸)

عزیزالدین وکیلی پوپلزائی

افغانستان کا مشہور خطاط، مؤرخ، انشاء پرداز عزیز الدین وکیلی کا تعلق قندھار کے مشہور پوپلزائی گھرانے سے ہے۔ آپ فارسی کے کہنہ مشق شاعر ہیں۔ آپ کی تفصیلی سوانحی معلومات حاصل نہ ہوسکیں۔ البتہ افغانستان میں کمیونسٹ انقلاب ۱۹۷۸ء کے بعد ہجرت کر کے ہندوستان چلے گئے۔ آج کل دہلی میں ہجرت کی تلخیوں سے نبرد آزما ہیں۔ آپ افغانستان میں ایک مستند محقق کے طور پر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ آپ کے شائع شدہ بعض آثار و تالیفات کی تفصیل ذیل ہے:

۱۔ درة الزمان فی تاریخ شاه زمان۔ مطبع دولتی کابل ۱۳۳۵ھ ش صفحات ۴۶۸۔
۲۔ احمد شاه درانی جلد ۱۔ مطبع دولتی کابل ۱۳۵۹ھ ش صفحات ۶۸۴۔
۳۔ تیمور شاه درانی جلد ۱۔ انجمن تاریخ کابل طبع دوم ۱۳۴۶ھ ش صفحات ۳۱۲۔
۴۔ تیمور شاه درانی جلد ۲۔ انجمن تاریخ کابل طبع دوم ۱۳۴۶ھ ش صفحات ۴۱۵۔

۱۹۷۷ء میں حضرت علامہ کی صد سالہ جشنِ ولادت کے سلسلے میں آپ نے حضرت علامہ کے کئی اشعار و رباعیات کی خطاطی کر کے افغانستان کے اقبال شناسوں میں ممتاز مقام حاصل کیا۔ یہ نمونے دیگر آثار کے علاوہ صدیق رھپو کے ''افغانستان و اقبال'' میں بھی شائع ہوئے ہیں۔ [۱۲۹] عزیز الدین وکیلی پوپلزائی کے خطاطی کردہ حضرت علامہ کے یہ مختلف نمونے شاملِ مقالہ ہیں۔

غلام دستگیر خان مہمند

غلام دستگیر خان کا تعلق پشتون قبیلہ مہمند سے ہے۔ آپ بھی افغانستان کے ایک مقتدر اقبال شناس ہیں۔ حضرت علامہ کی وفات کے بعد مجلّہ کابل کے خصوصی شمارہ مئی/ جون ۱۹۳۸ء میں آپ کا ایک فارسی مرثیہ شائع ہو چکا ہے۔ جس میں آپ نے حضرت علامہ کے درِ فرقت کو نہایت درد انگیز انداز میں بیان کیا ہے۔ جبکہ غلام دستگیر خان کے دیگر سوانحی تفصیلات تلاشِ بسیار کے باوجود دستیاب نہ ہو سکے۔

رثای اقبال

ے چیست این شور و شر مردم و آواز و خروش — کہ رسد دمبدم از غمکدۂ ہند بگوش
نالہ و شور و فغانی کہ بر داز سرھوش — شنود گوش دل این واقعہ از بانگ سروش
می ندانی کہ بہ ھند این چہ خروش و زاریست
شیون مرگ سر اقبال بعالم طاریست
شاعر ہند ز دہر عدم آباد برفت — رخت بستہ و با خاطر ناشاد برفت
تا کہ از بزم سخن نامور استاد برفت — ساز عشرت ہمہ رایک و بہ یک ازیاد برفت
نہ مسلمان بہ غمش ماتم و شیون دارد
سینۂ چاک ببین گبر و برہمن دارد
شاعری ہمچو سر اقبال بہ دنیا کم بود — سخنانش بدل خستہ دلان مرھم بود
طبع او صاف ز آئینہ و جام جم بود — دیدہ اش از غم ابنای وطن پرنم بود
روز و شب فکر بہ بہبود مسلمان می داشت

خانۂ قلب پراز جوھرایمان می داشت

کرد باطرزغزل تازہ روان سعدی ا زسخن لطف بہ بخشید بیا ن رومی

ما ند بنیا دسخن خو بتر ا ز فر دوسی گوی سبقت بر بوداز شعرای نامی

روح دانتی شدی مبھوت ازان فکر رساش

خاست ازمرقد گویتی بہ فضا مدح وثناش

رفت آن قافلہ سالار ادب قافلہ ماند خاک غم رفتن او برسر گیتی افشاند

اشہب مرگ بر انگیخت وتند برآند چشم پوشید ا زیں غمکدہ ویرنماند

پس از ین چشم نہ بیند رخ اقبال دگر

نکتہ گو ہر گفتا رشو د ابدال دگر

مردعارف چورود دولت پائیندہ ازوست ہم دراقلیم سخن خاطرھا زندہ ازوست

شمع عرفان بجہان روشن وتابندہ ازوست گوہرفیض بہرجای پراکندہ ازوست

صاحب فیض دلا مردم فرخندہ بود

کشت روشان ثمر وحاصل آئیندہ بود

وزفکرت وازعقل رسای اقبال آوخ ازشیوہ وازحسن ادای اقبال

حیف ازطبع گہر ریز وصفائی اقبال می سزد نوحہ نمائیم برای اقبال

حیف دانا کہ رود زود تر از دیر فنا

نشود زود نظیرش بجہان ہم پیدا (۱۳۰)

قیام الدین خادم

قیام الدین نام خادم تخلص ملا حسام الدین کے فرزند اور ملا علی گل کے پوتے ۱۳۲۵ھش کے میں پیدا ہوئے۔ اور ۵ شوال ۱۳۹۹ھق بروز سوموار ۵ سنبلہ ۱۳۵۸ھش بمطابق ۲۱/ اگست ۱۹۷۹ء کو کابل کے علی آباد ہسپتال میں وفات پائی۔ ننگرہار کے کامہ میں اپنے آبائی گاؤں میں سپردِ خاک ہوئے۔ نسلاً زاخیل مومند تھے اور کونڑ کے اخوندزادہ خاندان سے تعلق تھا۔ یہ خاندان دینی علماء اور دانشوروں کا خاندان ہے۔ (۱۳۱)

ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی ،قرآن شریف اور فارسی ادبیات بھی انہیں سے پڑھے ۔ پھر کونڑ بوڈیانی ، کامہ نعمان ، لڑ ، موڑی ، چپرہار ، کنڈی باغ ، آگام ، خوگیانی ، ارغنج ، کیلفو حصارک ، حصار شاہی ، کابل ، پشاور ، ملاکنڈ ، دہلی اور لودھیانہ کے دینی و مذہبی حلقوں اور مدارس سے مروجہ علوم صرف ، نحو ، منطق ، کلام ، حکمت ، فقہ ، تفسیر ، حدیث ، مناظرہ ، اصولِ فقہ ، یونانی طب اور دیگر علوم سیکھے ۔ درج بالا مقامات میں حصولِ علم کے لئے مولانا نے پندرہ سال کا عرصہ گزارا ۔ کچھ عرصے تک جلال آباد میں تدریس کے شعبے سے منسلک ہوئے ۔ پھر پشاور کے لواڑگی میں طلباء کو درس دینے لگے ۔ یہاں پر ادبی ذوق اور شاعری نے فروغ پایا ۔۱۳۱۲ھ ش کے آواخر میں قندھار کی انجمن ادبی پشتو کی عضویت عطا ہوئی ۔

۱۵ / اسد ۱۳۱۴ھ ش کو ''انجمن پشتو'' قندھار سے کابل منتقل ہوئی اور ۱۳۱۵ھ ش میں کابل کی ادبی انجمن سے وابستہ ہوئے ۔ اس انجمن سے بعد میں پشتو ٹولنہ بنا تو خادؔم صاحب پشتو ٹولنہ میں تعلیمی جریدے ''زیری'' کے مسؤل مدیر مقرر ہوئے ۔۱۳۴۲ھ ش تک مختلف عہدوں پر رہنے کے بعد افغانستان کے ملی شوریٰ (پارلیمنٹ) کے سینئر ممبر منتخب ہوئے ۔ ریٹائرمنٹ کے بعد کچھ عرصہ تک اپنا ایک رسالہ ''افغان اولس'' بھی جاری کیا ۔ خادم صاحب نے ویش زلمیان کے قیام اور اس کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ۔ (۱۳۲)

خادؔم صاحب کا شمار پشتو کے چند اہم شعراء و ادباء میں ہوتا ہے ۔ آپ عربی اور اردو بھی جانتے تھے ۔ جبکہ پشتو و فارسی میں نظم و نثر لکھتے رہے اور تراجم کرتے رہے ۔ آپ کی مطبوعہ آثار و تالیفات درج ذیل ہیں :

۱۔ معلم پشتو ۔ مطبوعہ قندھار
۲۔ پښتو کلی ۔ جلد اول ، جلد دوم
۳۔ د کوچیانو اخلاقي پالنه ۔ (ترجمہ)
۴۔ نوې ژوندون (مجموعہ ادبی نثر)
۵۔ روهي ګلونه (قدیم پشتو شعراء کے اشعار کا انتخاب)
٦۔ پښتونولي (پشتونوں کی ثقافت و اخلاق)
۷۔ بایزید روښان (تحقیقی تاریخی مقالہ)
۸۔ د شریف سرګذشت (اردو سے ترجمہ شدہ ناول)

۹۔ د مرغلر و امیل (شعری مجموعہ)

۱۰۔ ځاروان (دوسرا شعری مجموعہ)

۱۱۔ خیالی دنیا (ادبی نثر)

۱۲۔ بنوغ او عقبرت (اجتماعی فلسفی جائزہ)

۱۳۔ نوې رڼا (مجموعہ مقالات)

۱۴۔ د پښتو نننی لیکوال (تذکرہ کابل کالنی ۱۷-۱۳۱۸ھ ش شائع ہوا۔)

۱۵۔ د پښتنو د تاریخ سر پاڼه

۱۶۔ د خوشحال او د رحمان موازنه

۱۷۔ مکارم اخلاق (عربی سے ترجمہ)

۱۸۔ پښتو قرأت (چوتھی جماعت کے لئے)

۱۹۔ پښتانه شعراء جلد اول، دوم کے بعض حصے

۲۰۔ پارتیان څوک وو (تاریخی)

۲۱۔ تبصرہ بر تذکرہ اولیاء۔

۲۲۔ کوشانیان څوک وو (تاریخی)

۲۳۔ د بابا نصیحت (منظوم)

۲۴۔ سید کمال او ببوجانه (داستان)

۲۵۔ د پښتو ټپې۔

۲۶۔ لوې اصحابان (مذہبی تاریخی)

۲۷۔ افغانی حکومت

۲۸۔ نیشنلزم او انټرنیشلزم (ملت او بین الملت)

۲۹۔ د پښتو نثر تاریخی تصورات او د نثر لیکونو تذکرہ (کابل کالنی ۱۹-۱۳۲۰ھ ش)

۳۰۔ معیاری پښتو

۳۱۔ لرغونی پښتانه قومونه وغیرہ(۱۳۳)

قیام الدین خادمؔ افغانستان کے پائے کے اقبال شناس تھے۔ چونکہ خادمؔ صاحب کافی

عرصے تک لنڈی کوتل میں رہے تھے اس لئے اردو سے شناسائی رکھتے تھے اور فارسی کے ساتھ ساتھ حضرت علامہ کے اردو کلام سے براہِ راست مستفید ہو سکتے تھے۔

چنانچہ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے حضرت علامہ کے حیات ہی میں کلامِ اقبال کے منظوم تراجم کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ چنانچہ مجلّہ کابل جنوری فروری ۱۹۳۷ء کے شمارے میں حضرت علامہ کے پیام مشرق کی نظم ''زندگی'' کا منظوم پشتو ترجمہ شائع کرایا۔

ے وریز د سپرلی یوه شپه ډیرې اوښکې توې کړې
دغه دې ژوندون تمام عمر په ژړا
داسې ګړندې بریښنا په منډه ورته ووئیل
زه یی بولمه په نیمه خوله خندا
دا خبره خدای زده چا په خوا کښې وکړله
دغې مجلس د ګل د پرخې و سبا (۱۳۴)

قیام الدین خادم کے کلام میں جابجا ہمیں کلام اقبال کے منظوم تراجم ملتے ہیں:

ے چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا مسلم ہے ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

کا منظوم پشتو ترجمہ ملا محمد شریف جانان کاکڑ قندہاری نے بہار جاناں میں محفوظ کیا ہے۔ (۱۳۵)

قیام الدین خادمؔ نے مجلّہ کابل میں ۱۳۱۸ھ ش / ۱۹۳۹ء کے شمارے میں ڈاکٹر سید عابد حسین کے اردو مقالے کا فارسی میں ترجمہ ''خودی در نظر اقبال'' شائع کرایا۔ (۱۳۶)

قیام الدین خادمؔ کے اپنے فن پر اقبال کے اثرات مرتب ہونا فطری عمل تھا چنانچہ سالنامہ کابل ۳۸-۱۳۳۹ھ ش کے ایک مقالے میں اس حقیقت کا اظہار برملا کیا گیا ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے خادمؔ کے فن و شخصیت پر اقبال کے اثرات اور خادمؔ نے اقبال کے تراجم کئے تھے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

خادم هم د ټاګور او اقبال د آثار و څخه ډیر سخت متاثر دې یو ښائست زیاتی ترجمې یی هم د دوی دآثارو څخه کړی دی۔ (۱۳۷)

آپ نے ۱۹۳۸ء میں حضرت علامہ کی وفات پر پشتو میں ایک دلکش مرثیہ تحریر کیا جو مجلّہ کابل کے خصوصی اقبال نمبر مئی/ جون ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔

د اقبال په وفات

ثنګه په مشرق نن د رڼا و تیرې جنګ دی
ولې د فلك ګریوان په وینو باندې رنګ دی
غلی په طلسم د تیری دی هر بلبل دباغ
زړه د هر انسان لکه غوټۍ له غمه تنګ دی
نشته دی نغمې د زرکوچیری په راغونو کښې
نه د چا په غوږ کښې د نسیم د رباب شرنګ دی
لکه بې اسرې چې هر یو ژاړی پټ له ځان سره
ستوری د مشرق هر یو پری ا یښی د بل ثنګ دی
ډوب په آه و واه کښې لمر خاته دی سر تر پا به اوس
پروت په هر زړه باندې دلو بارد تیری زنګ دی
ځکه چې لویدلی د مشرق لمر د اقبال دی
خړ آسمان دفن و د ادب او د کمال دی
ای اقباله ستا په غم کښې ژاړی مسلمان ټول
چین تر شام و رومه ترکیه هند و افغان ټول
ته تمامی عمر ژړیدلی د امت په غم
زکه دی قومونه ستا په تلو باندی ګریان ټول
مړاوی لاله زار دی د خلیل تازه په او ښکو کړو
مه اوچوه ستر ګې چری اوچ نه شی ګلان ټول
بیا دی هر سبق امت یاد به زیر و زور کړو
ودی ښوده دوئی ته محکمات د ښه قرآن ټول
پیتۍ وو درانه او منزلګاه لری بیحده وه
ستا سو د نغمو نه دمه لودی که کاروان ټول
پاتی چې سید شبلی حالی ثخه وه لاره کښې
تا ښغه بارونه کړه او چت په یوه ځان ټول

مخکې لږ مزل دی چه یی پر ې نه ږدی په لار کښې
داسې لاره باندی هیڅوك نشته په قطار کښې
تاچی مخ کړو پټ او په خندا لاړی مولا لره
اوس به نور رهبر د خودۍ څوك شی ایشیا لره
پورته د کوشش په نغمه سترې د تقدیر کړه
دا قدرت درکړی دی خاوند یواز ې تالره
نن له بغاوت د عقله ویره په حرم کښې ده
جنګ د ولایت د عشقه فوج که دی بلا لره
شعر و فلسفه تاریخ دی ګډ کړه په حکمت سره
جوړه دې نسخه کړه ترینه ملتِ بیضا لره
ای د ژوند حکیمه زړه دې ډك وو د بشر په غم
تا پیام راوړې تمامی واړه دنیا لره
شرق و غرب دې مخکښې د یوې منډې میدان وو
ځکه د ې نظر تل په حصار د کهکشان وو (۱۳۸)

ترجمہ: مشرق پر آج کیونکر اندھیرے اور اجالے کی جنگ ہے آج کیونکر فلک کا گریباں خون سے تر ہے۔
باغ کی ہر بلبل ظلم کے طلسم سے پریشان ہے ہر انسان کا دل کلی کی طرح غم سے تنگ ہے۔
باغوں میں چکوروں کے نغمے کہاں ہیں۔ نہ کسی کے کان میں نسیم کے رباب کا سُر ہے۔
ہر ایک تنہائی میں اپنے ساتھ رو رہا ہے مشرق کے ستاروں نے ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔
مشرق آہ و فغان سے دوچار ہے۔ ہر دل پر اندھیرے کا رنگ لگا ہوا ہے۔
اس لئے کہ مشرق کے اقبال کا آفتاب غروب ہوا ہے۔ علم و فن و ادب کا آسمان پھیکا سا ہے۔
اے اقبال تیرے غم میں ساری ملت رو رہی ہے۔ چین و شام و روم ترکی ہندوستان و افغان سب محو غم ہیں۔

تو تمام عمر ملت کے غم میں رویا اسی لئے تمام اقوام تیرے غم میں نوحہ خواں ہے۔

تو نے مرجھائے ہوئے لالہ زار خلیل کو آنسوؤں سے تر کیا۔ آنکھوں کو تر رہنے دے ایسا نہ ہو کہ یہ پھول مرجھا جائے۔

پھر ملت کو زیروز بر سے سبق دیرینہ یاد دلا اور ان کو قرآنی محکمات سے آگاہ کر۔

ان کے بوجھ زیادہ تھے اور منزل بھی دور تھی۔ مگر تیرے نغمات نے انہیں تازہ دم رکھا۔ جو سر سید شبلی اور حالی سے رہ گیا تو نے وہی بوجھا کیلے اٹھایا۔

آگے تھوڑا سا فاصلہ ہے اس کو راستے میں نہ چھوڑ ان راہوں سے آشنا اور کوئی دوسرا امیر کاروان نہیں ہے۔

تو نے جب چہرہ ڈھانپا اور مسرور ہو کر پروردگار سے ملے اب خودی کا رہبر ایشیا کے لئے کون ہوگا۔ اُٹھا دو نغمہ کوشش سے تقدیر کے تھکے ہوؤں کو پروردگار نے یہ صلاحیت فقط تجھے بخشی ہے۔ آج بغاوتِ عقل سے حرم کے لئے ڈر ہے۔ ولایت سے عشق کی طرف فوج کو گامزن کر۔ تو نے شعر فلسفہ اور تاریخ کو حکمت سے یکجا کیا۔ اور ملت کے لئے نسخہ بنایا۔ اے حکیم حیات تو نے سارے جہاں کو پیغامِ نو عطا کیا۔ شرق وغرب تیرے سامنے ایک میدان تھا اسی لئے تیری نظر کا حصار کہکشاں پر تھا۔

گل باچا الفتؔ

گل باچا الفتؔ پشتو ادب کے مشہور و معروف ادبی شخصیت ہیں۔ آپ کے والد کا نام میر سید باچا اور دادا کا نام سید فقیر باچا تھا۔ نسلاً سید پٹھان تھے۔(۱۳۹)

عبدالرؤف بینواؔ نے آپ کا سن پیدائش ۱۲۸۷ھ ش لکھا ہے جبکہ پشتانہ شعراء میں سر محقق عبداللہ بختانیؔ خدمتگار نے آپ کا سن پیدائش ۱۲۸۸ھ ش / ۱۹۰۹ء لکھا ہے۔(۱۴۰)

آپ لغمان کے عزیز خان کچ میں پیدا ہوئے۔ حصولِ علم کے دوران مروجہ علوم صرف، نحو، منطق، معانی، فقہ، تفسیر اور حدیث ننگرہار اور کابل کے مشہور اساتذہ سے پڑھے۔ جناب بختانیؔ نے آپ کی زندگی کے مختلف ادوار کا جائزہ لیا ہے:

۱۳۱۴ھ ش: روزنامہ ''انیس'' کابل میں کاتب کی حیثیت سے مقرر ہوئے۔

۱۳۱۵ھش: انجمن ادبی کابل کی رکن بنے۔

۱۳۱۶ھش: انجمن ادبی کابل کی رکنیت کے ساتھ ''زیری'' مجلّہ کے ادارے سے منسلک رہے۔

۱۳۱۸ھش: پشتو ٹولنہ کے مدیر صحافت کے معاون رہے۔

۱۳۱۹ھش: پشتو ٹولنہ کے شعبہ لغات وقواعد میں مدیر کی حیثیت سے تقرری۔

۱۳۲۰ھش: روزنامہ ''اصلاح کابل'' کے مشاور اور ''مجلّہ کابل'' کے مدیر مسؤل رہے۔

۱۳۲۵ھش: اتحاد مشرقی ''ننگرہار'' کے جریدے کے مسؤل مدیر۔

۱۳۲۷ھش: ننگرہار میں قبائل کے عمومی مدیر بنے۔

۱۳۲۸ھش: جلال آباد کے شہریوں کی جانب سے ملی شوریٰ (پارلیمنٹ) کے رکن بنے۔

۱۳۳۱ھش: لغمان کے قرغی باشندوں کی جانب سے جرگہ کے نمائندہ منتخب ہوئے۔

۱۳۳۴ھش: جلال آباد کے باشندوں کی جانب سے لوئی جرگہ کے نمائندہ منتخب ہوئے۔

۱۳۳۵ھش: پشتو ٹولنہ کے رئیس۔ وزارت تعلیم میں رکن کی حیثیت سے انتخاب اور کابل یونیورسٹی کے حقوق وادبیات کے شعبہ میں استاد کی حیثیت سے تقرری۔

۱۳۳۸ھش: افغان شوروی دوستی کے انجمن کی تاسیس کے ساتھ ہی اس انجمن کے رئیس منتخب ہوئے۔

۱۳۴۰ھش: جوزا کے شروع سے ۱۳۴۲ھش عقرب کے آواخر تک ویش زلمیان کے نشراتی ارکان ''اولس'' جریدے کے اعزازی سربراہ رہے۔

۱۳۴۲ھش: قبائل کے مستقل رئیس کی حیثیت سے کابینہ کے رکن بنے۔

۱۳۴۴ھش: جلال آباد کے عوام کی جانب سے اولسی جرگہ کے بارہویں دور کے لئے وکیل منتخب ہوئے۔ وکالت کے چار سالہ عرصے کے بعد ریٹائیرڈ ہوئے۔ (۱۴۱)

۱۳۵۶ھش ۲۸ قوس۔ ۱۸ دسمبر ۱۹۷۷ء کو جناب گل باچا الفتؔ وفات پاگئے۔ عین اس وقت رحلت فرمائی جب حضرت علامہ کی صد سالہ جشنِ ولادت کی تقریبات منعقد کی جارہی تھیں۔ آپ جلال آباد کے شاہراہ کابل جی ٹی روڈ کے جنوبی جانب دفن کئے گئے۔ (۱۴۲)

گل باچا الفتؔ کے آثار وتالیفات درج ذیل ہیں:

الف: مطبوعہ:۔

۱۔ د پسرلی نغمه ۲۔ بله دیوه

۳۔ لغوی ځیړنه ۴۔ پښتو سندرې

۵۔ عالی افکار ۶۔ څه لیکل یا لیک پوهنه

۷۔ ادبی بحثونه ۸۔ پښتو کلی **جلد۵**

۹۔ د آزادئ پیغام ۱۰۔ غوره اشعار

۱۱۔ لوړ خیالونه او ژور فکرونه

۱۲۔ منطق

۱۳۔ غوره نثرونه ۱۴۔ د زړه دنیا

ب: غیر مطبوعہ:۔

۱۔ نوې ځرک ۲۔ شه لمسون

۳۔ نوې سبک ۴۔ اجتماعی نظریات

۵۔ څه ګورم او څه آورم

۶۔ دټولنی **علم** (ترجمہ)

گل باچا الفت افغانستان کے پشتون اقبال شناس تھے۔ آپ نے اپریل ۱۹۳۸ء میں حضرت علامہ کا پشتو مرثیہ لکھا۔ جس سے آپ کی اقبال شناسی جھلکتی ہے۔

د اقبال ویر

د ادب پــه مــانــی ولــویده غـدئ نـن
د اقبــال لــه سـره پـريـوتـه خـولـئ نـن
نــن پــه شـرق د مـصيبـت بـلا راغـلـی
د ادب پــه بـاغ و بــن وشـوه ژلـئ نـن
فــلك بيــا پــه زړونو كشيشــوه داغـونـه
بيــا هـر چـا پـه زړه خو ړلـی ده ګولـئ نن
په مـرور د زمـا نــی بــه هـضـم نــه شـی
چې لــه دې غـمــه چـا كړی ده مرئ نـن
د اقبــال غـم رپـوی نن هـغــه زړونـه

چې بــه ځــائ پــه ځــائ ولاړ وه لکه غــرونــه
اقبــال ځوك وو فيــلسوف و نــاز كـخيــال
د ادب ســرمـايــه ټولــه دده مـال
تيــز قــلــم يــی لــكــه تــوپ و تيــره تــوره
مـقــابل كښې ئــی هيڅ نــه وو سپــرو ډال
زمــانــه بــه پــه هيڅ طـور پيدانــه كړی
د ادب پــه مــملــكــت كښې دده سيـال
د خپــل قــرن پــه جبين بــاندې ئــی كښود
د تفضيل او ســرلـوړ ښه شــكــلــی حــال
د دنيــا پــه ســرای كــی دی نــه ځــائيدلـو
لــه نــاكــامــه ئــی قــصد وكــه د وتلو
اقبـال ولا ړ ويــنــا ی پاتــه پــه غــوږو كښې
مــحبــت د اقبـال شتــه د خــلكــو زړو كښې
د اقبــال د ږغ اثــردې پــاتــه شـو ې
د هــر مــلك او هــر وطــن بيدار مـغــزو كښې
اقبــال مړه زړونـــه پـــه خپل آواز ژونـدی كړل
ځوك شـميــرلــی شی اقبال په چم د مړو كښې
اقبــال مــونږ تــه ښه غــذا د روح پر ې ايښی
په ښائسته ښائسته خوږو خوږو نغمو كښې
ربــه تــه ئــی جنتــونــه پــه نــصيــب كړې
واړه ســعــی تــه مــقبول دد ې اديــب كړې (۱۴۳)

ترجمہ: ایوانِ ادب پرڈاکہ ڈالا گیا جب اقبال کے سر سے ٹوپی گرگئی۔

آج مشرق پر مصیبت کا سیلاب آیا ہے ادب کے باغ وگلشن پر ژالہ باری ہوئی ہے۔

فلک نے آج پھر دلوں کو داغ دیئے۔ پھر ہر سینے پر گولی لگی ہے۔ ایسی گولی کا زخم زمانہ گزرنے سے بھی مندمل نہیں ہوگا۔

آج جس نے اس دسترخوانِ غم سے کھانا کھایا وہ زمانے گذرنے کے بعد بھی بغیر نہیں کر سکے گا۔ اقبال کے غم نے آج ان دلوں کو ہلا دیا ہے جو اپنے جگھوں پر ہمیشہ پہاڑ کی مانند مستحکم قائم رہے۔

اقبال کون تھا ایک نازک خیال اور فلسفی تھے سرمایۂ ادب ان کا مال تھا۔

ان کے قلم کی دھار تلوار اور توپ کی مانند تھی جس کے آگے زمانے کے کسی ڈھال کی حیثیت نہیں تھی۔

زمانہ کبھی بھی ادب کی مملکت میں ان کا ہمسر پیدا نہیں کر سکے گا۔

اپنے قرن کے جبین پر فضیلت فخر اور اعزاز کا دستار رکھا۔

اس فانی دنیا کے مکان میں نہیں سما سکے تب انہوں نے مجبوراً دائمی جہاں کا رخ کیا۔

اقبال چلے گئے لیکن ان کے فرمودات تا ابد رہیں گے۔ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت گھر کر گئی ہے۔ اقبال کی آواز کا اثر ہر مملکت کے بیدار و روشن دماغوں میں تا ابد رہے گا۔ کیونکہ اقبال ہی نے اپنی صدا سے مردہ دلوں کو حیات عطا کی تھی بھلا کون اقبال کو مردوں میں شمار کرے گا۔

اقبال نے ہمارے لئے پُر لطف نظموں اور پر کیف نغموں کے ذریعے روح کی بہترین غذا مہیا کی ہے۔ اے پروردگار تو انہیں جنت عطا فرما اور اس ادیب و مفکر کے تمام سعی کو مشکور فرما۔

محمد رحیم الہام

محمد رحیم نام الہام تخلص فضل الدین کے فرزند ارجمند تھے۔ والد مومند اور والدہ کا تعلق توخی قبیلے سے تھا۔ ۱۳۱۰ھ ش کو کابل کے چاردہی کے ریشمور نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ پشتو و فارسی ادبیات پڑھے۔ فقہ تفسیر، احادیث، علم الکلام، منطق، صرف، نحو اور اسلامی تصوف مقامی علماء سے پڑھے۔ ۱۳۳۲ھ ش میں غازی کالج کابل سے بکلوریا کیا۔ ۱۳۳۵ھ ش میں کابل کے ادارہ ابیات سے لسانس کی سند حاصل کی۔ ۱۹۶۴ء کو امریکہ کے مشیکانی یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ اور اسی یونیورسٹی سے انگریزی سپیشلائزیشن کی سند بھی لی۔ ۱۳۳۵ھ ش میں کابل کے ادارہ ادبیات سے

منسلک ہوئے۔ ۱۳۳۶ ھ ش کو یہیں استاد مقرر ہوئے۔ ساتھ ساتھ ''وژمہ'' مجلّہ بھی چلاتے رہے۔ ۱۳۴۰ھ ش میں ادبیات کے پوہنٹی میں لسانس کے آمر مقرر ہوئے۔ ۱۳۴۵ھ ش میں ایران شناسی کے بین االاقوامی کانفرنس میں افغان وفد کے رکن کی حیثیت سے تہران گئے۔ وہاں سے واپسی پر وزارت عدل میں نشریات کے مدیر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ تھوڑے عرصے کے بعد مساوات اخبار کے مدیر بننے کے بعد ملازمت سے مستعفی ہوئے۔

جناب الہاؔم پشتو اور فارسی کے پائے کے ادباء شعراء میں سے ہیں۔ انگریزی میں تو سپیشلائزیشن کی ہے جبکہ فرانسیسی اور سنسکرت بھی تھوڑی بہت جانتے تھے۔

جناب الہاؔم کے کئی تصنیفات و تالیفات ہیں۔ جن میں سے ۳۱ کی تفصیل ''اوسنی لیکول'' میں درج کی گئی ہے۔ (۱۴۴)

جناب الہاؔم کے نظم و نثر سے ان کی علمیت اور کمالِ نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کی تحریرات آپ کی علمی بصیرت کی دلالت کے مظہر ہیں۔ بین الاقوامی ادبیات کا جو مطالعہ الہاؔم نے کیا ہے ان کا عکس ان کے آثار میں جابجا پایا جاتا ہے۔

الہاؔم ایک افغان اقبال شناس بھی ہیں۔ حضرت علامہ سے فکری وابستگی اور قلبی عشق آسانی سے آپ کے آثار میں دیکھی جاسکتی ہے۔

آپ نے جواب مسافر کے نام سے حضرت علامہ کی مثنوی مسافر کا جواب لکھا اور ۵ دسمبر ۱۹۷۷ء کو علامہ کے صد سالہ جشنِ ولادت کی مناسبت سے بین الاقوامی کانفرنس اقبال منعقدہ لاہور میں سنایا۔ یہ مشہور منظومہ پہلی بار ہفت روزہ ''وفا'' میں شائع ہوئی جو یہاں درج ذیل ہے:

اہدا بہ علامہ داکتر محمد اقبال لاہوری

''جواب مسافر''

اندران وقتی کہ آن دانای راز — حضرت اقبال پیر سرفراز
آن خدیو ملک فقر و بے نیاز — شمعسان روشن ولیکن بے گداز
کرد سوی کشور افغان گداز — دفتری بنوشت درختم سفر
اندران دفتر بسی درسفتہ امت — نکتہ ھای بہتراز درگفتہ است

نزد هر افغان شد آن دفتر عزیز — همچو لعل و چون در و گوهر عزیز
گرچه آن پاکیزه بُد همراز ما — با خبر از درد و سوز و ساز ما
کام وی شیرین بد از جام جلال[۱] — پیر بلخ آن راز دان با کمال
گرچه بود اندر کنار گنج بخش[۲] — آن که از غزنین به لاهور رانده رخش
گرچه بد لعل بدخشانش نگین — کرد چون در کلک شعر انگشترین
گرچه آن دای راز انجمن — گفت با دنیا به لفظ ما سخن[۳]
گرچه اندر شعرش آن صاحب یقین — گفته بود این نکتهٔ مهر آفرین
''آسیا یک پیکر آب و گل است — ملت افغان در آن پیکر دل است
از فساد او فساد آسیا — در گشاد او گشاد آسیا
گرچه درس از بوعلی آمیخته بود — دیگ فکرت با سنای پخته بود
باز هم خود را مسافر خوانده بود — وین لقب بر دفتر خود مانده بود
خواستم من هم خطابی آورم — واں مسافر را جوابی آورم
گرچه من مهجور از نور وصال — منیرنم اندهوای وصل بال
اشک چشمی میفاشنم پر ز درد — از رخم تا بستر د آهسته گرد
صبحگاهاں چون برید خوشخرام — بهر ما آورد ایں خرم پیام
گفت راه خطهٔ لاهور گیر — مقصد نزدیک و راه دور گیر
رو بد انجا می که باشد مهر راز — یادگار روزگاران دراز
هر درخت باغ وی افسانه ی — هر گلشن بنشانده فرزانه ی
طوطیش منقار دارد پر شکر — گلبنش بیجاده دارد پر گهر
دیده خاکش پس فراز و بس نشیب — دارد اندر دفتر تاریخ زیب
بس که از خون شهیدا نباشته ست — نرگس آنجا چشم مردم کاشته ست
آبها در حوضهای شالمار — می جهد مستانه و سیماب راز

۱. مقصود مولانا جلال الدین بلخی است
۲. مقصود علی بن عثمان جلابی هجویری غزنوی معروف به داتا گنج بخش صاحب کشف المحجوب است
۳. مقصود زبان فارسی دری است

تا رسد بر تربت صاحبدلی رازدانی رادمردی مقبلی
تا نهد بر تربت اقبال سر گردد از اسرار هستی باخبر
چون شنیدم این پیام خوشگوار شوق شد آتش به جانم زد شرار
در دل من رازها آمد پدید سوز جان را سازها آمد پدید
برگ بی برگی گرفتم در بساط لاف درویشی زدم از انبساط
همچو شاهین از فراز کوهسار پر کشودم بیخبر دیوانه وار
شوق وصل از بس که مستی میفزود جانم از تن پیشدستی مینمود
محمل من بود ''بال جبریل'' آن که هست الهام یزدان رابدیل
جرعه جام سنائی در دهان درد هجویری[1] لانهان اندربیان
سید افغانیم [2] بدره دلیل پرتوم از شمع بلخی [3] درسیل
آن که در شبهای تار زندگی مهر وی دارد چو خور تابنده گی
خفته را گوید که برخیز ای سپر از سراب وهم بگریز ای پسر
تو ز دریا بی سوی دریا شتاب موج زن چون ریگ در ساحل خراب
گر خرد هر چند باشد رهبرت عشق باید گاه رفتن شهرت
آمدم اینک به پیش شاه عشق پیش اقبال این چراغ راهِ عشق
آن که از رمز خودی آگاه بود درد بود و سوز بود و آه بود
آن که زنجیر غلامی پاره کرد دردهای مردمان راچاره کرد
از کلام الله کلید تازه یافت سوی باغ آرزو دروازه یافت
گشت فارغ از گزند بیش وکم سرکشید از دیر در کنج حرم
رهبرِ خود جستجو را برگزید در خطرها آرزو را برگزید
از رموز سرحق آگاه گشت هر کجا خلق او همراه گشت
نالهٔ مظلوم در شعراش درید دست گشت و دامن ظالم درید

۱ علی بن عثمان جلابی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش
۲ سید جمال الدین افغانی
۳ بوعلی سینا

از شرابِ زندگی سرشار شد　　آن قدر شد نشه تا هشیار شد
سنگ زد چندان به مینای فرنگ　　تا شکستش ریخت زان مینا سرنگ
مردمان هند را بینش فزود　　گرد زلت از رخ مردم زدود
برگرفت از حکمت قرآن سبق　　هم زحق گفت و هم از مردان حق
باشد از افلاک برتر خاک او　　صد سلامم برروان پاک او
من به درگاهش نیاز آورده ام　　تحفه ی از سوز و ساز آورده ام
قطره ی چند از دو چشم من چکید　　خون دل بُد شعر شد لوش شد
تا شود گلدسته برسنگ مزار
تا ابد ماند در آنجا یادگار (۱۴۵)

ڈاکٹر محمد صادق فطرتؔ ''ناشناس''

ڈاکٹر محمد صادق فطرت افغانستان میں پائے کے گلوکار تسلیم کیے جاتے ہیں۔آپ کا تعلق قندھار کے معروف علمی، روحانی اور ادبی گھرانے سے ہیں۔اس گھرانے کا سرخیل علامہ حبیب اللہ کاکڑ قندھاری (محقق قندھاری) المعروف بہ حبو اخوندزادہ (تولد قندہار کوچہ بامیزی ۱۲۱۳ھ ق وفات رمضان المبارک ۱۲۶۳ھ ق مدفن قبرستان عیدگاہ قندھار) تھے۔جو اپنے دور کے پائے کے عالم، فاضل، معقول و منقول علوم کے جاننے والے تھے۔جدید علوم فلسفہ تاریخ طب ریاضی اور الجبرا کے استاد تھے۔عربی فارسی اور پشتو میں کئی تصنیفات یادگار ہیں۔ (۱۴۶)

اس گھرانے میں کئی نامور علمی و ادبی ہستیاں پیدا ہوئیں ان میں مولانا عبدالواسع کاکڑ (امام اعلیٰ حضرت امان اللہ غازی) مولوی عبدالرؤف خاکی کاکڑ، مولانا عبدالرب وغیرہ شامل ہیں۔ معاصر مقتدر علمی و ادبی شخصیت علامہ عبدالحئ حبیبیؔ کا تعلق بھی اس علمی گھرانے سے تھا۔ (۱۴۷)

ڈاکٹر محمد صادق کا تخلص فطرت ہے تولد قندھار میں ہوئی۔ پاکستان و ہندوستان سے علوم حاصل کیں۔موسیقی کی ریاضت کے لئے بھی برصغیر پاک و ہند کے سفر کئے۔

آپ نے افغانستان میں اقبال شناسی کا حق افغان موسیقی کے ذریعے ادا کیا۔علامہ کے کئی اردو اور فارسی غزلیات اور منظومات کو افغان موسیقی کے سُروں میں ہمیشہ کے لئے امر کئے ہیں۔

افغانستان میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے اہم عہدوں پر فائز رہے اور افغان انقلاب کے بعد پاکستان مہاجر ہوئے۔ یہاں سے یورپ چلے گئے اور آج کل لندن میں رہتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁

مأخذات باب چہارم:۔

۱۔ دار غند د ځپوژبه، ص۔۱۹
۲۔ اوسنی لیکوال، جلد۳، ص۔۱۴۴۰
۳۔ پشتو شاعری پر اقبال کے اثرات، ص۔۲۷۵
۴۔ مکتوب احمد ضمیم بنام راقم الحروف، ص۔۱
۵۔ ایضاً، ص۔۱۔۲
۶۔ ایضاً، ص۔۵
۷۔ دارغند د ځپو ژبه، ص۔۱۹
۸۔ د شاعر فریاد، ص۔۴۔۱۵۔۱۹
۹۔ اقبال ریویو، اپریل ۱۹۶۷ء، ص۔۴۴
۱۰۔ سیر افغانستان، ص۔۱۴
۱۱۔ مجلّہ ''کابل''، ۲۲ جون ۱۹۳۲ء، ص۔۱۲۔۲۰
۱۲۔ اقبال ریویو، اپریل ۱۹۶۷ء، ص۔۴۴
۱۳۔ افغانستان و اقبال، ص۔۱۵
۱۴۔ مجلّہ ''کابل''، مئی جون ۱۹۳۸ء، ص۔۷۹۔۸۲
۱۵۔ وینه په قلم کښې، ص۔۲۲۴۔۲۲۵
۱۶۔ اوسنی لیکوال، جلد۳، ص۔۱۴۴۷
۱۷۔ ''پشتو''، پشاور، دسمبر ۱۹۸۲ء، ص۔۷
۱۸۔ ایضاً، ص۔۷
۱۹۔ دانش مجلّہ، ۱۳۶۶ھ ش، ص۔۹
۲۰۔ ایضاً، ص۔۱۱
۲۱۔ دانش مجلّہ، زمستان ۱۳۶۶ھ ش، ص۔۱۳

۲۲۔ ایضاً،ص۔۱۵

۲۳۔ ایضاً،ص۔۱۴

۲۴۔ ایضاً،ص۔۱۵

۲۵۔ ایضاً،ص۔۱٦ تا ۲۸

۲٦۔ وینه په قلم کښې،ص۔۱٦۸ تا ۱۷۱

۲۷۔ ایضاً،ص۔۱۷۰ تا ۱۷۱

۲۸۔ دانش،زمستان،۱۳٦٦ھش،ص۔۲۵

۲۹۔ اقبال ریویو،اپریل۱۹٦۷ء،ص۔۱٦۵

۳۰۔ کلیات اشعار استاد خلیل الله خلیلیؔ،ص۔۱۵۳ تا ۱۵۴

۳۱۔ ایضاً،ص۔۱۸۲ تا ۱۸۳

۳۲۔ ایضاً،ص۔۵۰ تا ۵۲

۳۳۔ ایضاً،ص۔۵۸۴ تا ۵۸۵

۳۴۔ ایضاً،ص۔۳۸۲ تا ۳۸۳

۳۵۔ ایضاً،ص۔۵۸٦

۳٦۔ د وږمو بهیر،ص۔۱۷

۳۷۔ مجلّہ ''قلم''،پشاور،اپریل مئی۱۹۸۷ء،ص۔٦۹

۳۸۔ ایضاً،ص۔۱۷

۳۹۔ بالِ جبریل،ص۔۲۲ تا ۲۴

۴۰۔ مجلّہ دانش زمستان،۱۳٦٦ھش،ص۔۱۰۸

۴۱۔ ایضاً،ص۔۹۰

۴۲۔ ایضاً،ص۔۹۱

۴۳۔ مجلّہ دانش زمستان،۱۳٦٦ھش،ص۔۹۲

۴۴۔ ایضاً،ص۔۹۳

۴۵۔ اقبال ممدوح عالم،ص۔۲۸۴۔

۴٦۔ مجلّہ ''کابل''،مارچ۱۹۳۱ء،ص۔ ۱۹ تا ۲۳۔

۴۷۔ سیر افغانستان،ص۔۷۔

۴۸۔ اقبال ریویو،اپریل۱۹٦۸ء،ص۔۴۸۔

۴۹۔ سیر افغانستان،ص۔۳۹۔

۵۰۔ مجلّہ ''کابل''،دسمبر۱۹۳۴ء،ص۔ ۸۴ تا ۸۹۔

۵۱۔ اقبال ممدوح عالم،ص۔۲۹۲۔

۵۲۔ مجلّہ ''کابل''، ۲۳دسمبر۱۹۳۴ء،ص۔۸۵۔
۵۳۔ اقبال ممدوح عالم،ص۔۲۹۲۔
۵۴۔ اخبار ''انیس'' کابل۱۴ثور۱۳۱۷ھ ش۔
۵۵۔ مجلّہ ''کابل''، مئی جون ۱۹۳۸ء،ص۔۷۸۔
۵۶۔ ایضاً،ص۔ ۸۶ تا ۹۱۔
۵۷۔ سیر افغانستان،ص۔۷۔
۵۸۔ مقالات یوم اِقبال،ص۔ ۳۲ تا ۳۸۔
۵۹۔ علامہ اقبال درادب فارسی و فرھنگ افغانستان،ص۲۰۲ تا ۲۰۵
۶۰۔ اقبال ممدوح عالم،ص۔۲۹۲۔
۶۱۔ مجلّہ ''آریانا'' کابل،ستمبر۱۹۷۶ء،ص۔ ۹۱ تا ۹۲۔
۶۲۔ مجلّہ ''کابل''،۲۱جنوری۱۹۳۴ء،ص۔ ۷۵ تا ۸۲۔
۶۳۔ ایضاً،۲۰فروری۱۹۳۴ء،ص۔ ۴۳ تا ۵۸۔
۶۴۔ ایضاً،۲۲مارچ۱۹۳۵ء،ص۔ ۵۹ تا ۶۱۔
۶۵۔ مجلّہ ''کابل''،۲۳مئی۱۹۳۵ء،ص۔ ۵۲ تا ۵۸۔
۶۶۔ ایضاً،۲۲مئی۱۹۳۶ء،ص۔ ۴۱ تا ۵۶۔
۶۷۔ مجلّہ ''آریانا'' کابل،ستمبر۱۹۷۶ء،ص۔ ۹۱ تا ۹۲
۶۸۔ ستوری د ادب پہ آسمان کښې،ص۔۵۰۸
۶۹۔ ایضاً،ص۔۵۱۰ تا ۵۱۱
۷۰۔ خون کی پکار،بیک ٹائٹل
۷۱۔ مجلّہ''افغانستان''،جولائی۱۹۹۶ء،ص۔۸۰
۷۲۔ د افغان مجاہد آواز،ص۔۳۶
۷۳۔ آفریدہ ہای مہجور علامہ حبیبی،ص۔۱۵
۷۴۔ پښتانہ شعراء،جلد۵،ص۔۳۳۹
۷۵۔ آفرید ہای مہجور علامہ حبیبی،ص۔۱۶
۷۶۔ پښتانہ شعراء،جلد۵،ص۔۱۶۷۔۱۶۸
۷۷۔ آفرید ہای مہجور علامہ حبیبی،ص۔۲۱۔۲۳
۷۸۔ اوسنی لیکوال،جلد۱،ص۔۲۲۴ تا ۲۴۵
۷۹۔ پښتانہ شعراء،جلد۵،ص۔۱۶۷۔۱۶۸
۸۰۔ آفرید ہای مہجور علامہ حبیبی،ص۔۳۴۲۔۳۴۷
۸۱۔ سیر افغانستان،ص۔۳۳

۸۲ مجلّہ ''کابل''،ص۔۲۱ جنوری۱۹۳۴ء،ص۔۶۸

۸۳ ایضاً،ص۔۶۵ تا ۷۱

۸۴ ایضاً،ص۔۶۱

۸۵ ایضاً،ص۔۷۱

۸۶ تہر وختونہ تہر یادونہ،ص۔۳۳-۳۴

۸۷ مجلّہ ''کابل''،دلو۱۳۲۳ھ ش،ص۔۱۶۷

۸۸ مجلّہ ''کابل''،دلو۱۳۲۳ھ ش،ص۔۱۶۷

۸۹ مجلّہ ''پشتو''،پشاور،ستمبر۱۹۸۴ھ ش،ص۔۲۷

۹۰ دردِدل و پیامِ عصر،ص۔ھ

۹۱ ایضاً،ص۔۲۷

۹۲ ایضاً،ص۔۲۸

۹۳ دردِدل و پیامِ عصر،ص۔۲۹

۹۴ ایضاً،ص۔۶۳

۹۵ ایضاً،ص۔۶۵

۹۶ ایضاً،ص۔۷۳

۹۷ ایضاً،ص۔۸۹

۹۸ ایضاً،ص۔۹۶

۹۹ ایضاً،ص۔۱۰۸ تا ۱۱۰

۱۰۰ ایضاً،ص۔۱۱۳

۱۰۱ اوسنی لیکوال،جلداول،ص۔۱۶۷

۱۰۲ سیماها آوارها،ص۔۱۲۸

۱۰۳ مجلّہ ''عرفان'' کابل،اسد۱۳۴۷ھ ش،ص۔۹۹ تا ۱۱۲

۱۰۴ ایضاً،ص۔۱۰۲

۱۰۵ ایضاً،ص۔۱۰۹

۱۰۶ ستوری د ادب په آسمان کښې،ص۔۶۲۱-۶۲۲

۱۰۷ فرہنگ زبان و ادبیات پشتو،جلد۲،ص۔۲۳۳

۱۰۸ ستوری د ادب په آسمان کښې،ص۔۶۲۲-۶۲۹

۱۰۹ د افغانستان کالنی،۳۸-۱۳۳۹ھ ش،ص۔۴۶۱

۱۱۰ اوسنی لیکوال،جلداول،ص۔۱۱۶

۱۱۱ رشد زبان و ادب دری در گستره فرہنگی پشتو زبانان،ص۔۱۵۸

۱۱۲ پښتو کتاب ښود،ص۔۵۱-۵۲
۱۱۳ ننگیالی پښتون،ص۔۴۶-۶۶
۱۱۴ خوشحال خان او یو ځو نور فرهنگیالی خټک،ص۔۲۷-۶۰
۱۱۵ خوشحال خان او یو ځو نور فرهنگیالی خټک،ص۔۲۶
۱۱۶ ترنم دل،ص۔۱۷
۱۱۷ ایضاً،ص۔۱۷
۱۱۸ ایضاً،ص۔۶۹ تا ۷۲
۱۱۹ ہفت روزہ ''وفا''،۱۰جدی۱۳۷۶ھ ش
۱۲۰ تاریخ ادبیات افغانستان،ص۔۱۱۰
۱۲۱ د افغانستان د ژور نالیزم مخکښان،ص۔۶۹
۱۲۲ اوسنی لیکوال،جلد۱،ص۔۳۶۸ تا ۳۸۳
۱۲۳ د افغانستان کالنی،ص۔۲۲۰
۱۲۴ اوسنی لیکوال،جلد۱،ص۔۳۷۳
۱۲۵ ایضاً،ص۔۳۷۳
۱۲۶ پښتانه شعراء،جلد۵،ص۔۳۲۲
۱۲۷ ایضاً،ص۔۳۲۷-۳۲۸
۱۲۸ د افغانستان کالنی،شمارہ مسلسل ۴۵-۴۶-۱۳۵۹ھ ش،ص۔۱۰۰۸
۱۲۹ افغانستان و اقبال،ص۔د،۲-۶-۱۰-۱۸-۲۸-۳۴-۳۸-۵۶-۶۶-۷۰-۷۶
۱۳۰ مجلّہ ''کابل''،مئی جون ۱۹۳۸ء،ص۔۹۳
۱۳۱ پښتانه شعراء،جلد۵،ص۔۲۶۹
۱۳۲ پښتانه شعراء،جلد۵،ص۔۲۷۱
۱۳۳ ایضاً،ص۔۲۷۲ تا ۲۷۴
۱۳۴ مجلّہ ''کابل''،جنوری فروری ۱۹۳۷ء،ص۔۱۰۸۹
۱۳۵ بہار جاناں قلمی صفحہ ۱۴۷
۱۳۶ مجلّہ ''کابل''،ستمبر اکتوبر ۱۹۳۹ء،ص۔۲۲ تا ۳۹
۱۳۷ د افغانستان کالنی،۱۳۳۸-۱۳۳۹ھ ش،ص۔۴۶۲
۱۳۸ مجلّہ ''کابل''،مئی جون ۱۹۳۸ء،ص۔۹۲ - ۹۳
۱۳۹ اوسنی لیکوال،جلد۱،ص۔۹۱
۱۴۰ پښتانه شعراء،جلد۵،ص۔۲۳۸
۱۴۱ ایضاً،ص۔۲۳۸ تا ۲۴۰

۱۴۲۔ ایضاً،ص۔۲۳۸

۱۴۳۔ مجلّہ ''کابل''،مئی جون ۱۹۳۸ء،ص۔۹۱-۹۲

۱۴۴۔ اوسنی لیکوال،جلد۱،ص۔۱۱۵۵

۱۴۵۔ ہفت روزہ''وفا''،۱۱جدی ۱۳۷۵ھ ش

۱۴۶۔ د قندهار مشاهیر،ص۔۱۶۴ تا ۱۷۴

۱۴۷۔ آفریده های مهجور علامه حبیبی،ص۔۱۴

❁❁❁❁❁

باب پنجم

افغانستان کے فارسی گو اقبال شناس

ڈاکٹر اسد اللہ محقق

ڈاکٹر اسد اللہ محقق۔ جناب ڈاکٹر اسد اللہ محقق کی سن پیدائش ۱۳۳۹ ھ ش ہے۔ آپ افغانستان کے وہ خوش قسمت سکالر ہیں جنہیں افغانستان میں اقبال کے حوالے سے تحقیقات کا باقاعدہ موقع ملا۔ آپ کے تفصیلی سوانح حالات نہیں مل سکے البتہ آپ نے افغانستان میں کمیونسٹ انقلاب کے بعد ۱۹۸۲ء میں پاکستان ہجرت کی۔ یہاں ۲۲ سال تک ۲۰۰۴ء کے اواخر تک رہے اوراس دران آپ نے اسلام آباد یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز کے شعبہ فارسی سے ڈاکٹر نور محمد خاں مہر کی نگرانی میں ''علامہ اقبال درادب فارسی وفرہنگ افغانستان'' کے عنوان سے ڈاکٹریٹ کے لیے مقالہ لکھا۔ [۱] یہ مقالہ ۱۳۸۳ھ ش/ ۱۴۲۶ھ ق ۲۰۰۴ء میں ادارہ تحقیقات فارسی ایران و پاکستان کی جانب سے ۳۲۵ صفحات پر شائع ہوا۔ اس کے مشمولات پر افغانستان میں کتابیات اقبال میں بحث کی گئی ہے۔

آقائی حیدری وجودی

افغانستان کے مشہور ومعروف معاصر اہل قلم جناب حیدری وجودی علمی دنیا میں نہایت قابل احترام شخصیت کے حامل ہیں۔ آپ افغانستان میں مولانا جلال الدین بلخی رومی میرزا عبدالقادر بیدل اورعلامہ اقبال کے بارے میں کئی مقالات تحریر کر چکے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ افغانستان میں مولانا شناس، بیدل شناس اوراقبال شناس کے حوالے سے شہرت رکھتے ہیں۔

آپ ہر ہفتہ دو باران تین شخصیات کے فکر وفن کے حوالے سے کابل کے کتابخانہ عمومی میں لیکچر دیتے ہیں۔

اقبال پر آپ کے ذیل مقالات سامنے آئے ہیں:

اسرارخودی ورموز بیخودی اقبال، جلوہ ہائی سبز آزادی در بندگی نامہ علامہ اقبال۔ یہ دونوں مقالات علامہ اقبال درادب فارسی وفرھنگ افغانستان میں ہیں۔ (۲)جھش ھا۔رہ آوردا قبال از سفرافغانستان۔

رحمت اللہ منطقی

استادرحمت اللہ منطقی افغانستان کے معاصرادیب وشاعر ہیں آپ نے اسلامی علوم میں ایم فل کیا ہے اور بلخ یونیورسٹی فاکولتہ شرعیات میں استاد ہیں۔آپ نے ثور ۱۳۸۳ھ ش میں علامہ کو فارسی میں منظوم خراج تحسین بھی پیش کیا ہے:

چوں بحری بیکراں علامہ اقبال

امیر کارواں علامہ اقبال　　خبیر کارواں علامہ اقبال
امیر کارواں راستگاراں　　ظہیر راستاں علامہ اقبال
امیر کارواں صدق و ایماں　　امین و رازداں علامہ اقبال
رھبر دستور معمار حرم را　　بہ تعمیر جھاں علامہ اقبال
ابر مردی کہ ھرگز تن نمی داد　　بہ بیداد زماں علامہ اقبال
عجب بگذاشت در دنیای فانی　　سرور جاوداں علامہ اقبال
چہ تحلیل بدیع و جالبی داشت　　زا و ضاع زماں علامہ اقبال
علمبردار اسلام و عدالت　　بہ دست پر تواں علامہ اقبال
قلم آورد و دراہ خدا کرد　　جھاد بی اماں علامہ اقبال
بہ شرق آوردہ است از نقد افکار　　چہ نیکو ارمغاں علامہ اقبال
کند در گلشن افکار پیدا　　بھار بی خزاں علامہ اقبال
اگر اعلام عالم چون زمین اند　　بود چون آسماں علامہ اقبال
بلاد شرق اگر چون آسمان است　　بود خورشید آں علامہ اقبال
درین دنیا اگر دانای رازی است　　بود آں راز داں علامہ اقبال
مرید پیر با تدبیر رومی　　مراد مار خاں علامہ اقبال

انیس اہل دل در بزم الفت | جلیس بی دلاں علامہ اقبال
ھمیشه داشت از الام امت | الم در جسم و جاں علامہ اقبال
بہ حال زار امت اشک ریزاں | ز چشم خوں فشاں علامہ اقبال
حکیمی، فیلسوف نامداری | بہ مقیاس جھاں علامہ اقبال
بر احساس خودی دارد پیامی | بہ ھر پیر و جواں علامہ اقبال
پیامش را رسانیده است تا ما | ورای کھکشاں علامہ اقبال
دلش کانوں راز و رمز قرآں | علیم رمز داں علامہ اقبال
کند اسرار بی پایاں آن را | زھر پھلو بیاں علامہ اقبال
علی التحقیق ممتاز است و یکتا | در ابنای زماں علامہ اقبال
نگوید ازگماں حرفی در اینجا | نگند در گماں علامہ اقبال
بود در دیده می دانا محقق | بہ ھر معنیٰ عیاں علامہ اقبال
چنین حضرت تواند آں کہ گوید | ''چنیں بود و چناں علامہ اقبال''

چہ گویم ''منطقی''، وصفش کہ باشد
چو بحری بیکراں علامہ اقبال (۳)

ڈاکٹر سعید

ڈاکٹر سعید افغانستان کے معاصر ادیب و نقاد ہیں۔ آپ کے سوانحی حالات معلوم نہ ہو سکے البتہ آپ نے حال ہی میں ''اکسیر خودی - جوھر پیام علامہ اقبال'' کے نام سے ایک علمی و تحقیقی کتاب شائع کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے علامہ کی فلسفہ خودی کا بہترین علمی و انتقادی انداز میں تشریح کی ہے۔ اس کتاب کے مشمولات پر افغانستان میں کتابیات اقبال میں بحث کی گئی ہے۔

صلاح الدین سلجوقی

صلاح الدین سلجوقی افغانستان کی مشہور و معروف شخصیت تھے آپ نہ صرف افغانستان کے

سیاسی افق کے درخشندہ ستارے تھے۔ بلکہ علمی و ادبی جہاں میں بھی ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ آپ حضرت علامہ کے معاصر اور ان سے گہرے مراسم رکھنے والے بھی تھے۔

بقولِ ڈاکٹر محمد ریاض مرحوم:

> افغانستان کے فضلا کے ساتھ اقبال کے ذاتی مراسم بھی خاصی اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ ڈاکٹر صلاح الدین سلجوقیؔ اور سرور خان گویاؔ ان کے خاص احباب میں شامل تھے اور دونوں مرحومین کا سارا افغانستان ارادت مند اور معتقد ہے۔ (۴)

صلاح الدین سلجوقیؔ ۱۳۱۳ ھ ق / ۱۲۷۶ ھ ش / ۱۸۹۶ کو ہرات کے گازرگاہ میں پیدا ہوئے۔ یہ وہی گازرگاہ ہے جہاں پیر ہرات حضرت خواجہ عبداللہ انصاری محوِ خواب ابدی ہیں۔ (۵)

آپ کے والد سراج الدین مفتی سلجوقیؔ ہروی کا شمار ہرات کے زعماء میں ہوتا ہے۔ (۶)

سراج الدین سلجوقیؔ فارسی کے زبردست شاعر اور مکتبِ شیرازی کے مشہور پیرو تھے۔ (۷)

صلاح الدین سلجوقیؔ نے عربی و فارسی کی ابتدائی کتب اپنے والد محترم سے پڑھیں۔ تحصیلِ علم کے بعد مختلف عہدوں پر فائز رہے۔

۱۲۹۶ھ ش / ۱۹۱۴ء محکمہ شرعیہ ہرات میں مفتی (نائب قاضی مقرر ہوئے)۔

۱۲۹۹ھ ش مکتب حبیبیہ کابل میں دینیات کے معلم مقرر ہوئے۔ (۸)

جبکہ بقولِ نعمت حسین آپ اس دوران مکتب حبیبیہ میں استاد ادبیات فارسی و عربی مقرر ہوئے۔ (۹)

۱۳۰۰ھ ش مدیر معارف اور مدیر جریدہ، فریاد ہرات مقرر ہوئے۔

۱۳۰۲ھ ش وزارت معارف میں دارالتالیف کے مصحح مقرر ہوئے۔

۱۳۰۴ھ ش / ۱۳۰۵ھ ش کابل میں مکتب استقلال اور مکتب دارالمعلمین میں ادبیات کے استاد بنے۔

۱۳۰۵ھ ش / ۱۹۲۷ء تا ۱۳۰۷ھ ش شاہی دارالتحریر کے شعبہ سوم میں سرکاتب مقرر ہوئے۔ (۱۰)

۱۳۰۹ھ ش افغانستان کے کونسلر کی حیثیت سے بمبئی میں خدمات انجام دیتے رہے۔

۱۳۱۲ھ ش دہلی میں افغان کونسلری کے کونسلر جنرل مقرر ہوئے۔

۱۳۱۸ھ ش / ۱۹۳۹ء جب افغانستان میں پہلی بار مطبوعات کی مستقل ریاست وجود میں آئی تو صلاح الدین سلجوقی اس کے پہلے رئیس تھے۔ آپ کے اس شاندار دور میں آپ کے درج ذیل کارہائے نمایاں افغانستان کی تاریخ میں یاد رکھے جائینگے۔

- آریانا دائرۃ المعارف کے ریاست کا آغاز ہوا۔
- ۱۳۲۰ھ ش ریڈیو افغانستان کی نشریات کا افتتاح ہوا۔
- ہفت روزہ ''انیس'' نے روزنامہ کی حیثیت اختیار کی۔
- کابل میں کتب خانہ عمومی وجود میں آیا۔
- مختلف صوبوں میں فاریاب، پکتیا، بدخشان، سیستان (فراہ) اور دیگر صوبوں میں اخبارات اور مطبوعات کا اجرا ہوا۔

۱۳۲۷ھ ش پاکستان میں افغان سفارتخانے سے منسلک رہے۔

۱۳۲۸ھ ش / ۱۹۴۹ء اہالیان ہرات کی جانب سے افغانستان کے شورائی دورۂ ہفتم کیلئے وکیل منتخب ہوئے۔

۱۳۳۲ھ ش دوسری مرتبہ مطبوعات کے مستقل رئیس منتخب ہوئے۔

۱۳۳۳ھ ش / ۱۹۵۴ء قاہرہ میں جمال عبدالناصر کے دورِ حکومت میں افغانستان کے سفیر مقرر ہوئے۔ اس دوران سوڈان، لبنان، اور یونان میں بھی افغانستان کے سفیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ یہ سلسلہ ۱۳۴۱ھ ش کے آواخر تک جاری رہا۔ وہاں سے مستعفی ہوکر عازمِ وطن ہوئے۔[۱۱]

سرکاری عہدوں سے سبکدوشی کے بعد تصنیف و تالیف اور مطالعہ میں مصروف رہے۔ کابل کے دارالامان میں ۱۶ جوزا ۱۳۴۹ھ ش بمطابق ۶ جون ۱۹۷۰ء ہفتے کی شب حرکت قلب بند ہونے کی سبب خالق حقیقی سے جاملے اور کابل کے شہدائے صالحین کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔[۱۲]

علامہ سلجوقی فارسی کے علاوہ عربی و انگریزی سے بھی استفادہ کرسکتے تھے۔ سفارتی زندگی میں مختلف ممالک کی سیاحتیں کیں۔ علامہ سلجوقی کی تالیفات و تصانیف کا تذکرہ نہایت ضروری ہے۔

۱۔ تاریخِ فتوحات اسلامیه:

سیدحسن بن سید زین دحلانی کا یہ عربی اثر استاد صلاح الدین سلجوقی، حاجی عبدالباقی، میر

غلام حیدر، ملا تاج محمد اور چند دیگر زعماء نے مشترکہ طور پر ترجمہ کیا۔ جو عبدالرحیم خان نائب سالار کی زیرِ نگرانی ملا فخر الدین سلجوقی کے زیر اہتمام سے مطبع فخریہ سے ۱۳۰۹ھ ش ۵۴۰ صفحات میں شائع ہوئی۔

۲۔ مقدمہ علم اخلاق جلد اول:
استاد سلجوقی کی تالیف و ترجمہ ۱۳۳۱ھ ش میں ۴۰۲ صفحات پر مشتمل کابل کے مطبع عمومی سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کی جلد دوم بھی اسی سال ۳۵۲ صفحات پر شائع ہوئی۔

۳۔ علم اخلاق (نیکو ما کوسی):
علم اخلاق سے متعلق یونانی فلسفی ارسطو کا یہ اثر صلاح الدین سلجوقی نے فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ جو ۱۳۱۷ھ ش میں ۳۳۰ صفحات پر شائع ہوا۔

۴۔ تہذیب اخلاق:
ابنِ مسکویہ کا یہ اثر بھی استاد سلجوقی نے ترجمہ کیا۔ اور موسسہ نشراتی اصلاح کی جانب سے ۱۳۳۴ھ ش میں ۸۶ صفحات پر مشتمل شائع ہوا۔

۵۔ افکارِ شاعر:
فارسی ادبیات کے کلاسیک شعراء کے آثار و افکار سے متعلق استاد سلجوقی کا یہ اثر اصلاح اخبار کے ادارے کی جانب سے پہلی بار ۱۳۲۶ھ ش اور بعد میں ۱۳۳۴ھ ش کابل کے مطبع عمومی کی جانب سے شائع ہوا۔ تعداد صفحات ۳۷ ہیں۔

۶۔ جبیرہ:
استاد سلجوقی کا یہ اثر کابل کی وزارت مطبوعات کے ریاست نشریات کی جانب سے ۳۲۴ صفحات میں شائع ہوا۔

۷۔ نگاہی بہ زیباہی:
سلجوقی کی تالیف و ترجمہ کردہ یہ کتاب بھی کابل سے ۱۳۴۲ھ ش ۱۷۳ صفحات میں شائع ہوئی۔

۸۔ محمد در شیر خوارگی و فرد سائی یا سرگذشت یتیم جاوید:
مصر کے محمد شوکت التوی کی عربی اثر کا فارسی ترجمہ ۱۳۴۲ھ ش میں شائع ہوا۔

۹۔ نقد بیدل:

بیدل شناسی کے حوالے سے استاد سلجوقیؒ کا یہ گراں بہا علمی اثر ۵۷۰ صفحات پر کابل سے ۱۳۴۳ھ ش میں شائع ہوا۔

۱۰۔ تجلی خدا در آفاق و النفس:
دینی وعرفانی مسائل پر مشتمل استاد سلجوقی کا یہ اثر ۱۳۴۴ھ ش میں ۳۲۳ صفحات پر مشتمل کابل کے دولتی مطبع سے شائع ہوا ہے۔ اس کتاب میں مختلف موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ مثلاً فکرت خداجوئی، عقیدہ بوجود خدا، علم ومعرفت خدا، فکرت خدای دینی قدیم و جدید، دین وتصوف وفلسفہ، الحاد واقسام آن، تجلی خدادرآفاق، تجلی خدادار النفس وغیرہ۔

۱۱۔ اضواء علی میا دین الفلسفه و العلم و اللغة و فن الادب:
استاد سلجوقیؒ کا یہ عربی اثر ۱۳۸۱ھ ق میں مصر سے شائع ہوا۔

۱۲۔ اثر الاسلام فی العلوم و الفنون (عربی):
استاد سلجوقیؒ کی یہ کتاب ۱۳۷۵ھ ق میں مصر سے شائع ہوئی۔

۱۳۔ تقویم الانسان:
استاد سلجوقیؒ کا یہ اثر ان کی وفات کے بعد ۱۳۵۲ھ ش میں کابل سے ۳۴۴ صفحات پر شائع ہوا۔

۱۴۔ اخلاق:
غازی امان اللہ خان کے دورِ حکومت میں رشدیہ کلاسز کے لئے درسی کتاب۔

۱۵۔ ادبیات:
درسی کتاب معارف کے طالب علموں کے لئے غازی امان اللہ خان کے دور میں شائع ہوئی۔

۱۶۔ ثروت:
یہ بھی امانی دور کی درسی کتاب ہے۔

۱۷۔ قواعد عربیه (تدریس):
استاد صلاح الدین سلجوقیؒ قاری عبداللہ اور ہاشم شائق کی مشترکہ کاوش۔

۱۸۔ آئینه تجلی (رسالہ منظوم):
استاد سلجوقیؒ اور مایل ہروی کی مشترکہ تالیف شائع شدہ ۱۳۴۴ھ ش۔ اس رسالے میں بعض

امور سے متعلق مائل ہروی کے منظوم سوالات اور سلجوقی کے منظوم جوابات شامل ہیں۔ [۱۳]

جناب خلیل اللہ خلیلی نے آثار ہرات میں استاد صلاح الدین سلجوقی کو نہایت سپاس و تحسین پیش کی ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب استاد سلجوقی بمبئی میں افغانستان کے کونسلر تھے۔ ایک معاصر نقاد ادیب اور شاعر سے اتنا زبردست اعتراف ہی استاد سلجوقی ہی کے حصے میں آسکتی ہے۔

> شاعر زبردستی کہ با یک روح شجاع و یک خامہ مقتدر در زمینہ نظم و نثر علم تصرف برافراشتہ بعبارت دیگر فرزند باہوشی کہ بہ مزایای علم و فضل و بازدی یک فطرت زندہ و بیدار نام تاریخی در ادبیات ہرات گذاشتۂ آقائی سلجوقی است۔ [۱۴]

استاد سلجوقی کی فکری بلندی، علمی بصیرت اور استدلال کی وسعت ہی ان کے فن میں جھلکتی رہتی۔ حضرت علامہ سے اتنے گہرے ذاتی مراسم پر جب بھی میں سوچتا ہوں تو دونوں شخصیات میں گہرے فکری تعلق کے سوا کئی دوسرے عوامل کا بھی دخل ہے۔ مثلاً اقبال بھی فلسفی اور سلجوقی بھی فلسفی، اقبال بھی شاعر اور سلجوقی بھی شاعر، اقبال بھی عالمگیر اسلامی وحدت کے شیدائی اور سلجوقی بھی اس ارمان کا شیدائی۔ چنانچہ یہ آئندہ کے مؤرخ و محقق کا کام ہے کہ وہ ان دونوں ہستیوں کے فکری مماثلتوں سے پردہ اٹھائے۔

صلاح الدین سلجوقی کی فارسی شاعری کے چند نمونے ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

شبی ز کجروشہای کنند گردون ز ساز شعبدہای سپہر بوقلمون
بدم بہ پیر فلک گرم در خطاب و عتاب کہ ای ستمگر بدفعل کج نہاد حرون
ز کین تست کہ کفار گشتہ متولی ز کید تست کہ اسلام گشتہ خوار و زبون
چرا رواج اقانیم در اقالیم است چرا شعایر توحید گشتہ است نگون
چرا کراسۂ اسلام در حضیض بلاست باوجود دبدبہ و طنطنیہ است انگلیون
چراست حالت شامات اینقدر ویران ز چیست حالت بطحا اینچنین واژون
ہمہ بقاع مقدس بدست کفر اسیر فسردہ گشتہ ز اثقال کاپتو لاسیون
زمین قدس و حکومت بدست متفقین جزیرۃ العرب و حکم نسا اکسون
چراست است اسلام بوریای خموال چراست مسند کفار فرش سقیلاطون
تو نیز عیسوی کز معدل و محور شدہ است شکل چلیپا بہ چہرہ است مکنون
توئی بصورت دجال و من نمیدانم بعیسیٰ از چہ سبب گشتہ چنین مفتون

نحوست تو شده هم ملت اسلام   سعادت تو شده وقف ملت ملعون
زگردش تو نشد هیچ بنده خرم   زچنبر تو نشد هیچ گردنی بیرون
نزسیت شیر دلی در جهان بدون گزند   زروز و شب که دوسگ بسته درین هامون
تو نیز بکذزی از خود که خون خلقی را   ستاند از تو یقین حکم خالق بیچون
چوگوش کرد فلک از من این خطاب رمین   جواب داد بمن که سیفه سفله دون
مزن تو طعنه ترسا که نیستم ترسا   که هست مهر محمدؐ بینه ام مدفون
ازان مسخ بچشم اقامت افکنده است   که از صلیبش گشتم بشکل لامظنون
وجود نیست مراتا که خوانیم موجود   اراده نیست مراتا که دانیم مطعون
زکج نهادی خود نحس گشته بجهان   چرا کنی تو زحل را به نحسیت مطعون
ازان زمان کز اوج شریعت افتادی   بچاه ذلت ادبار رفتهٔ واژون
بآب دیده وضو ساز پنج نوبت را   مباش در صف هم عن صلواتهم ساهون
مباش منکر از نار الٰہی که درین عصر   زاستخوان تو فسفور ساخت شپله وغون
گر انجیل او امر که عاقبت بری   مرد بصوب مناهی که نیستی ماذون
بطورِ قرب برانی زصدق چون موسیٰ   بقصر خاک درائی زنجل چون قارون
دروغ شب سبب بهت در حقِ نمرود   زصدق شد بجهان افصح اللسان هارون
ازان نمائی سرگشته در فضائی خمول   که دور گشته از شمس فضل چون بنطون
توی سوار کر خر جهل در ره حرمان   حریف برشده باز یلپسن و بربالون
تو برشتر زده بار بدید و خصم ظریف   مهار کرده هوا را برشته سیمون
همیشه رخت بیرون کش زمحفل شعرا   که هست بهره شان یتبعهم الغاون
اگر تو منزل الا الذین همی جوئی   بدوی نهر و دنیا ر در تخوم شبخون
رسول گفت که حب الوطنی من الایمان   سرای ذکر وطن را بنغمه محزون

نمای مدحت او را تو در فراز و نشیب
سرای منقبتش را تو در وهاد و قلون (۱۵)

ے آه و فغان سرنوشت نوع انسان بوده است   مطلع صبح ازل چاک گریبان بوده است
تربیت در سایه آشوب طوفانی بوده است   قطره تا گوهر شود عمری بعمان بوده است

زد کیفیات امکان صفوت است وبس　　انعکاس است آنچہ درآئینہ پنہان بودہ است
مشکل اینجا شد کہ ما مشکل پسند افتادہ ایم　　ورنہ حل راز امکان سخت آسان بودہ است
رنج وراحت سربہم دارد بیزم اعتبار　　می توان گفتن گل چشم گلستان بودہ است
ہرکجا عشق است میناز دبا و پست و بلند　　حلقہ ہا زین خاکدان برگوش کیوان بودہ است
گردل صدپارہ ام صدچاک شد مغروردار　　کاین کتان در تابش آن ماہ تابان بودہ است
ہیچکس بیرون شدن نتوان از اوضاع محیط　　شیر اگر نالد زتاثیر نیستان بودہ است
گرنبا شد عشرت امروز فردا حاضر است　　زندگی را مایہ امید سامان بودہ است
وی عطا ردخامہ ام میدید واشکی میفشاند
کاین نی افسردہ روزی چاہ ولگان بودہ است (۱۶)

ب　من کہ دارم بہ سینہ تنگی　　دلی باتار موی آونگی
مغز آشفتہ در سرسنگی　　چہ سرایم زپردہ آہنگی
عہد کردم دیگر کہ غم نخورم　　ہر چہ آید بفکر دم نخورم
از نشیب و فراز رم نخورم　　کہ منم در زمانہ بی ننگی
حسن بیغم مراغم نیست　　در بہارم گیاہ ماتم نیست
درد و چشم سفید من نم نیست　　وزدو عالم نباشد رنگی
تو بکوشم مخوان ندای وطن　　کہ گریز انم از صدای وطن
موطنم جنت و درای وطن　　نہ ہرات و مزار و خوشنگی
مبنم از تنبلان شہ عباس　　زرق و طامات موذی و کناس
زجہان گشتہ ام خلاص و پلاس　　سرو برکم کدوئے و دنگی
مقصدم دردوگیتی آمدہ پول　　نشناسم کمال و ند زغلول
خط ارشاد دارم از بہلول　　دربن غار یا سرسنگی (۱۷)

ہم جب علامہ صلاح الدین سلجوقیؔ اور علامہ اقبال کے دیرینہ تعلقات اور گہرے مراسم کے آغاز پر تحقیق کرتے ہیں تو مولوی محمد علی قصوریؔ ہی ان تعلقات کا سبب معلوم ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کہ حضرت علامہ کے فن وشخصیت سے علامہ سلجوقیؔ کو پہلے سے آگاہی حاصل ہوئی ہو لیکن باقاعدہ مراسم کے آغاز سے متعلق ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کی تحریر ہمیں مدد دیتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

مولوی محمد علی قصوریؔ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ۱۹۰۹ء سے لے کر ۱۹۱۱ء تک گورنمنٹ کالج لاہور علامہ اقبال سے پڑھا تھا جب وہ فلسفے کے پروفیسر تھے۔ انہوں نے کئی انگریزی نظمیں بھی علامہ اقبال سے پڑھی تھیں ان کا بیان ہے کہ علامہ اقبال دوران لیکچر اکثر مطالب سمجھانے کے لئے فارسی اشعار بطورِ مثال پیش کر کے انگریزی شعروں کا مفہوم واضح کیا کرتے تھے۔ انہوں نے بیان کیا تھا کہ ہم نے ملٹن کی نظم Paradise Lost اور ورڈز ورتھ کی نظم Ode to Immortaliaty علامہ ہی سے پڑھی تھی۔ آپ نے ان کو اس خوش اسلوبی سے سمجھایا کہ آج تک یاد ہے میں نے اپنی یادداشتوں کو ایک مرتبہ علامہ صلاح الدین سلجوقیؔ افغان کے سامنے بیان کیا جو اِن دنوں بمبئی میں افغان گورنمنٹ کے کونسلر تھے۔ تو ان کو بھی علامہ سے ملنے کا شوق پیدا ہوا۔ علامہ صلاح الدین سلجوقیؔ مرحوم اسلامی رنگ کے خاص شان کے مالک تھے۔ (۱۸)

مولانا محمد علی قصوریؔ ایم اے اقبال کے مشہور معاصر تھے، ان دنوں کیئنٹ بمبئی میں کاروبار کرتے تھے۔ وہاں افغان کونسل خانے میں علامہ اقبال اور علامہ سلجوقیؔ کے محفلوں کے حوالے سے روایت کرتے ہیں:

جب میں نے بمبئی میں کاروبار شروع کیا تو افغانستان کی طرف سے علامہ صلاح الدین سلجوقیؔ بمبئی میں کونسلر افغانستان مقرر ہوئے۔ علامہ موصوف بعد میں کونسلر جنزل ہو گئے تھے۔ پاکستان بن جانے کے بعد سفیرِ مختار افغانستان کے مشیرِ خصوصی بن کر آئے تھے۔ آج کل کابل میں ہیں اور افغان پارلیمنٹ کے ممبر ہیں۔ انہیں ڈاکٹر اقبال سے بڑی محبت تھی۔ ڈاکٹر صاحب ولایت جاتے ہوئے اور واپس آتے ہوئے انہی کے پاس ٹھہرا کرتے تھے۔ میرے بھی علامہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات تھے۔ ڈاکٹر صاحب ان کے پاس ٹھہرتے تو مجھے ضرور بلایا جاتا میں نے بھی ان کے اعزاز میں ایک پارٹی دی تھی۔ (۱۹)

مولوی محمد علی قصوریؔ، علامہ سلجوقیؔ اور علامہ اقبال کی ملاقاتوں میں مترجم کا کام بھی سرانجام دیتے تھے۔ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

میں ایک خصوصیت بیان کر دوں کہ ڈاکٹر صاحب اگرچہ متعدد فارسی نظم کی کتابوں

کے مصنف تھے اور ان نظموں کی وجہ سے ان کے کلام کو تمام اسلامی ممالک میں ہمہ گیر شہرت حاصل تھی لیکن وہ فارسی میں گفتگو نہیں کرتے تھے انگریزی بولتے تھے یا اردو۔ علامہ صلاح الدین سلجوقی اس زمانے میں انگریزی سمجھ لیتے تھے لیکن بولتے نہیں تھے اس وجہ سے ان کی بات چیت میں مترجم کی خدمات مجھے سرانجام دینا پڑتی تھی۔ (۲۰)

مکاتیب اقبال کے مطالعے سے اقبال کے کئی ایسے مکتوبات ملتے ہیں جو یا تو صلاح الدین سلجوقی کے نام ہیں اور یا ان مکاتیب میں علامہ سلجوقی کا تذکرہ شامل ہے۔ ملاحظہ ہو ایسے چند مکتوبات:

اقبال کا پہلا مکتوب جس میں صلاح الدین سلجوقی (کونسلر افغانستان مقیم بمبئی) کی دعوت کا ذکر ملتا ہے یہ خط اقبال نے ۲۱ ستمبر ۱۹۳۱ء کو ملوجا جہاز میں ساحلِ فرانس پر پہنچنے سے پہلے بحرِ روم سے گزرتے ہوئے منشی طاہر الدین کے نام لکھا ہے:

بمبئی پہنچتے ہی سردار صلاح الدین سلجوقی کونسلر افغانستان مقیم بمبئی نے دعوت دی ان کے ہاں پر لطف صحبت رہی اسی شام عطیہ بیگم صاحبہ کے ہاں سماع کی صحبت رہی۔ ۲۱ ستمبر کو ایک بجے کے قریب بمبئی سے روانہ ہوئے۔ ۱۶ کی شام کو عدن پہنچے۔ (۲۱)

۱۹۳۲ء میں جب علامہ نے تیسری گول میز کانفرنس میں ہندوستان کی سیاسی مستقبل پر غور و خوض کے سلسلے میں انگلستان کا سفر کیا سید امجد علی شاہ اس سفر میں آپ کا ہمرکاب تھا۔ لاہور سے سفر شروع کیا جب بمبئی پہنچے تو افغان کونسل خانے کے سربراہ مسٹر سلجوقی نے آپ کا استقبال کیا۔۔۔ (۲۲)

حضرت علامہ نے سفرِ افغانستان کے دوران ''التجائے مسافر'' اور ''پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق'' لکھی۔ مثنوی مسافر بھی اس سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ سفرِ افغانستان ہی منظومات کی سبب بنی اور اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ سفرِ افغانستان کا سبب اگر ایک طرف خود علامہ کے جنرل نادر خان کے ساتھ مراسم تھے تو دوسری طرف علامہ سلجوقی کی کاوشوں کا نتیجہ بھی تھا کیونکہ ''دورانِ سفر کابل علامہ سلجوقی بھی حضرت علامہ کے ہمراہ تھے۔ (۲۳)

سفرِ افغانستان کے سلسلے میں افغان کونسل خانہ بمبئی کا تذکرہ اقبال کے مکتوبات میں تواتر کے

ساتھ پایا جاتا ہے جو اقبال اور ان کے ہم کاباں کے درمیان واقع ہوا ہے۔

مکتوب بنام سید سلیمان ندویؒ محررہ ۱۴/ اکتوبر ۱۹۳۳ء:

اگر آپ کو پاسپورٹ ۱۷ کو مل جائے تو کونسلر جنرل کو بذریعہ تار مطلع کر دیں اور لاہور ۱۹ کی شام کو پہنچ جائیں۔ (۲۴)

اسی طرح اگلے روز یعنی ۱۵/ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو حضرت علامہ نے پھر سید سلیمان ندویؒ کو لکھا کہ:

دعوت نامہ جو کونسلر صاحب کی طرف سے مجھے موصول ہوا ہے ارسال خدمت ہے۔ آپ پاسپورٹ کے لئے درخواست دیں۔ (۲۵)

ان دنوں ہندوستان میں افغان کونسلر جنرل سردار سلجوقیؒ تھے اور اس کے علاوہ دیگر سٹاف کی تفصیل درج ذیل ہے:

جنرل کونسل	ع۔ص۔صلاح الدین خان
سرکاتب	س۔صالح محمد خان
کاتب	عبدالخالق خان
کاتب	صالح محمد خان (۲۶)

سید نذیر نیازی کے نام بھوپال سے ۲۷ فروری ۱۹۳۵ء کو دہلی میں قیام کے دوران سردار صلاح الدین سلجوقیؒ کے ساتھ ٹھہرنے کے لئے نیازی صاحب کو اطلاع کی تاکید کرتے ہیں:

میں ۷ یا ۸ مارچ کی شام یہاں سے چلوں گا اور ۸ یا ۹ کو ساڑھے نو بجے دہلی پہنچوں گا وہاں ایک دو روز قیام کروں گا۔ آپ سردار صلاح الدین سلجوقیؒ کو بھی مطلع کر دیں۔ (۲۷)

سردار صلاح الدین سلجوقیؒ سے تعلقات اس حد تک بڑھے کہ حضرت علامہ باوجود لامحدود تعلقات کے دہلی میں قیام کے دوران صلاح الدین سلجوقیؒ کے ساتھ افغان کونسل خانے میں قیام فرماتے تھے۔ سید نذیر نیازی کے نام ۳۰ جنوری ۱۹۳۵ء کو لکھے جانے والے مکتوب میں حضرت علامہ تحریر فرماتے ہیں:

بھوپال کے متعلق مفصل اطلاع دوں گا مگر ایک دو روز میں لیکچر کی صدارت ممکن ہوئی تو اس سے بھی انکار نہیں۔ دہلی ٹھہر سکا تو افغان کونسل خانے میں ہی ٹھہروں گا۔ مشرق کی روحانیت اور مغرب کی مادیت کے متعلق جو خیالات انھوں نے (خالدہ ادیب خانم

نے) ظاہر کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظریت محدود ہے انھوں نے اپنے خیالات کا اعادہ کیا ہے۔ جن کو یورپ کے سطحی نظر رکھنے والے مفکرین دہراتے ہیں۔ (۲۸)

بھوپال سے ۴ مارچ ۱۹۳۵ء کو سید نیازی کے نام ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:

میں ۷ کی شام کو یہاں سے چلوں گا ۸ کی صبح کو دہلی پہنچ جاؤں گا۔ ۸ کا دن دہلی ٹھہروں گا اور ۹ کی شام کو لاہور روانہ ہو جاؤں گا۔ آپ سردار صلاح الدین سلجوقی صاحب کو مطلع کر دیں حکیم صاحب سے بھی ۹ کی صبح کا وقت مقرر کر دیں۔ ان سے ملے بغیر لاہور جانا ٹھیک نہیں ہاں راغب احسن صاحب کو بھی مطلع کر دیں۔ (۲۹)

متذکرہ بالا مکتوبات سے اقبال کے صلاح الدین سلجوقی سے گہرے مراسم کا عندیہ ملتا ہے۔ بھوپال سے لاہور جاتے ہوئے راستے میں صلاح الدین سلجوقی کو سید نذیر نیازی کے ذریعے اطلاع دینا کہ وہ ملنے کا اہتمام کرے تعلقات کے پختہ تر ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت علامہ کے رفیقہ حیات کی رحلت پر تعزیت کے لئے صلاح الدین سلجوقی نہ صرف خود اقبال کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے بلکہ شاہ افغانستان ظاہر شاہ کا پیغام بھی پہنچایا تھا۔ ملاحظہ ہو اقبال کا مکتوب بنام سید راس مسعود محررہ ۱۵ جون ۱۹۳۵ء از لاہور میں اس ملاقات کا تذکرہ:

مجھے اس خط کا انتظار ہے جس کا ذکر میں نے اپنے گذشتہ خط میں کیا تھا۔ کل اعلیٰحضرت ظاہر شاہ کا تار اور تعزیتی خط آیا تھا۔ اور آج سردار صلاح الدین سلجوقی اعلیٰحضرت کا زبانی پیغام لائے تھے۔ بہت حوصلہ افزا اور دل خوش کن پیغام تھا۔ لارڈ لودین کا خط بھی لندن سے آیا تھا وہ پوچھتے ہیں کہ ''اہوڈل لیکچر'' کے لئے کب آؤ گے؟ اب بچوں کو چھوڑ کر کہاں جا سکتا ہوں۔ (۳۰)

افغان کونسل خانہ میں قیام اقبال کا افغانوں سے عقیدت اور اقبال سے صلاح الدین سلجوقی کی انتہائی محبت ہی کے باعث ممکن تھا۔ سلجوقی کا اصرار اقبال سے ان کی بے تکلفی کی غمازی کرتا ہے۔

ملاحظہ ہو مکتوبِ اقبال بنام سید نذیر نیازی محررہ ۱۹ فروری ۱۹۳۶ء از مقام لاہور:

۲۸ فروری یا یکم مارچ کو بھوپال کا قصد رکھتا ہوں جاتی دفعہ دہلی نہ ٹھہروں گا۔ انشاء اللہ واپسی پر کونسل خانے میں ایک آدھ روز قیام رہے گا کہ سردار صلاح الدین سلجوقی اصرار کرتے ہیں۔ (۳۱)

سر راس مسعود اور اقبال دیگر مراسم کے علاوہ سفرِ افغانستان کے دوران ہمرکاب بھی رہے تھے۔

موصوف کی وفات کے بعد سردار صلاح الدین سلجوقی کونسل جنرل افغانستان کے حیثیت سے شملہ میں تعینات تھے۔لیڈی مسعود کے نام تعزیتی تار سلجوقی نے اقبال ہی کے ذریعے بھجوایا تھا اقبال ۳۱ جولائی ۱۹۳۷ء کو لاہور سے ممنون حسن خان کے نام لکھتے ہیں:

صبح میں آپ کو لکھ چکا ہوں آج صبح سے دوپہر تک مرحوم کے جاننے والوں اور ان کے غائبانہ معترف تعزیت کے لئے آتے رہے راس مسعود کا رنج عالمگیر ہے یہ تار جو اس خط کے ساتھ بھیج رہاں ہوں سردار صلاح الدین سلجوقی کونسل جنرل افغانستان مقیم شملہ کا ہے۔آپ یہ تار لیڈی مسعود اور مرحوم کی والدہ کو دکھادیں۔ (۳۲)

اسی طرح یکم اگست ۱۹۳۷ء کو لیڈی مسعود کے نام مکتوب میں پھر اس تعزیتی تار کا تذکرہ کرتے ہیں:

اس کے بعد ہز ایکسلنسی سردار صلاح الدین سلجوقی کونسل جنرل افغانستان مقیم شملہ کا تعزیتی تار بھی میرے نام آیا جس میں انہوں نے خواہش کی تھی کہ ان کا پیغامِ ہمدردی مرحوم کے اعزہ تک پہنچا دیا جائے یہ تار بھی میں نے بھوپال ہی بھیج دیا تھا امید ہے کہ آپ تک پہنچ جائے گا۔ (۳۳)

یہاں یہ اضافہ بھی کر دوں کہ سر راس مسعود کی وفات پر مجلّہ کابل نے ان کے تصویر کے ساتھ ان کی ایک تعزیتی رپورٹ بھی شائع کی ہے جس میں حضرت علامہ کے ساتھ ان کے سفرِ افغانستان کا خصوصی ذکر کیا گیا ہے۔ (۳۴)

حضرت علامہ کے فکر وفن سے متعلق مجھے سردار صلاح الدین سلجوقی کی کوئی تحریر نہیں ملی۔البتہ سید عبدالواحد علامہ سلجوقی اور علامہ اقبال کے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے ایک نیا انکشاف کرتے ہیں کہ سردار صلاح الدین سلجوقی نے علامہ اقبال کی شاعری اور پیغام پر کئی مقالات لکھے تھے۔اور اسے کتابی شکل دی تھی۔

سردار صلاح الدین جو پہلے دہلی اور بعد میں کراچی میں کئی برسوں تک افغانستان کے کونسل جنرل رہے۔علامہ اقبال کے بڑے گہرے دوست تھے۔علامہ جب کبھی بھی دہلی جاتے سردار صلاح الدین سلجوقی کے ہاں قیام پذیر ہوتے۔صلاح الدین نے علامہ کی شاعری اور پیغام پر کئی توضیحی مقالات سپردِ قلم کئے جواب کتابی روپ اختیار کر چکے ہیں۔ (۳۵)

صدیق رھپو

محمد صدیق رھپو محمد حسین طرزی کے گھر ۱۵ حوت ۱۳۲۱ھ ش کو کوچہ حضرت ہائی شور بازار کابل میں پیدا ہوئے۔ ابھی آپ کی عمر بمشکل دو مہینے تک پہنچی تھی کہ آپ کا گھرانہ ہرات چلا گیا۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ دیگر تحصیلات لیسۂ سلطان غیاث الدین غوری ہرات اور لیسۂ ابونصر فارابی میمنہ (باختر) ومزار شریف سے حاصل کیں۔ ۱۳۴۲ھ ش کو تحصیلات سے فراغت حاصل کی۔ جبکہ ۱۳۴۳ھ ش میں اعلیٰ تحصیلات کیلئے کابل کا رخ کیا۔ ۱۳۴۴ھ ش کو حقوق وعلومِ سیاسی کے فاکولتہ سے فارغ ہوئے۔ فراغت کے بعد محکمہ تعلیم سے وابستہ ہوئے۔

دارالمعلمین کندھار، لیسۂ میرویس نیکہ کندھار، مکتب ابتدائی سپین بولدک، لیسہ ابوعبید جوزجانی جوزجان، لیسۂ محمود طرزی، لیسہ ادارہ عامہ اور لیسۂ تربیت بدنی کابل میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

مجلّہ ''ژوندون'' سے منسلک ہوکر صحافتی خدمات انجام دیئے۔ روزنامہ ''انیس'' اور ''آریانا'' سے بھی وابستگی رہی۔ ''دہقان'' مجلّے کے مسؤل مدیر رہے۔ ۱۳۵۷ھ ش میں ریٹائر ہوگئے۔ ۱۳۶۲ - ۱۳۶۵ھ ش کے درمیان بلغاریہ میں افغان سفارت خانے میں بھی خدمات انجام دیئے۔ مختصر عرصے کے لئے شعبہ اول سیاسی وزارت امورِ خارجہ سے منسلک رہے اس کے بعد کابل کے ''نیوز ٹائمز'' سے منسلک ہوئے۔

اس دوران صدیق رھپو کے سیاسی، اقتصادی، علمی وادبی موضوعات پر مشتمل سینکڑوں مقالات شائع ہوئے۔

افسانوں کا مجموعہ ''خندہ'' اور ایک اور اثر ''نبر داندیشہ وادبیات'' شائع ہوچکے ہیں۔ (۳۶)

افغانستان میں اقبال شناسی سے متعلق آپ کا بہت ہی اہم کام آپ کی تالیف ''افغانستان و اقبال'' ہے جو اقبال کی پیدائش کی صد سالہ تقریبات کے سلسلے میں ۱۹۷۷ء میں بیہقی نشریاتی ادارے کی جانب سے دولتی مطبع کابل کی جانب سے شائع ہوئی ہے۔ آپ کی اس کاوش پر تفصیلی تحقیق ''افغانستان میں کتابیات اقبال'' کے حصے میں موجود ہے۔

صوفی عبدالحق بیتابؔ (ملک الشعراء)

عبدالحق بیتابؔ عبدالاحد عطار کے گھر گزر قصاب پل خشتی کابل میں ۱۳۰۶ھ ق میں پیدا ہوئے۔ آپ عہدِ امیر حبیب اللہ خان کے مشہور فضلا و شعراء میں شمار ہوتے تھے۔ (۳۷)

ابھی بیتابؔ کی عمر آٹھ سال ہی تھی کہ والد کا سایہ سر سے گزر گیا لہٰذا ابتدائی تعلیم کا ذمہ آپ کے اساتذہ ملا عبدالغفور اخوندزادہ و ملا عبداللہ ملقب بہ مرشد نے سنبھالی۔ (۳۸)

آپ نے یہاں سے عربی علوم سیکھے اور رجحان شاعری کی طرف ہوا اور ملک الشعراء قاری عبداللہ سے اس ضمن میں بھرپور استفادہ کیا۔ استاد بیتابؔ تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، صرف و نحو، معانی، بدیع، بیان، قافیہ اور نجوم کے علوم میں مہارت رکھتے تھے۔

عبدالحق بیتابؔ تقریباً پچاس سال تک مختلف تعلیمی اداروں میں خدمات انجام دیتے رہے۔ افغانستان بھر میں ایک قابلِ قدر استاد کی حیثیت سے تسلیم کئے جاتے تھے۔ مذہباً حنفی اور تصوف میں نقشبندیہ سلسلے سے تعلق تھا۔ تصوف میں خلیفہ کے درجے تک پہنچ چکے تھے۔ (۳۹)

۱۳۳۱ھ ش میں افغانستان کے ملک الشعراء منتخب ہوئے۔ کئی تصنیفات و تالیفات کے مالک تھے۔ تراجم میں بھی فعال کردار ادا کیا۔ بدیع، بیان اور مفتاح الفموض کے رسالے تالیف کئے۔ چند مطبوعہ کتب درج ذیل ہیں:

۱۔ ترجمان الشافعیہ (صرف)

۲۔ گفتار روانِ درعلم بیان

۳۔ دیوان بیتاب

غیر مطبوعہ آثار درج ذیل ہیں:

۱۔ ترجمۃ الکافیہ (نحو)

۲۔ مفتاح الضموض (عروض)

۳۔ ترجمہ منطق (مؤلفہ خیرالدین مصری)

۴۔ ترجمہ موجز (طب) رسالہ الفروق الامراض

۵۔ اصول الترکیب (ترجمہ)

۶۔ شیخ نجیب الدین سمرقندی کے کتاب علم الاجتماع طبع مصر کے جز اول کا ترجمہ بھی کیا۔

پانچ سال تک شیخ الہند کے تفسیر کے ترجمہ وتصحیح کی کمیٹی کے ممبر بھی تھے۔[۴۰]

مشاہیر افغانستان میں عبدالحق بیتاب کے چند دیگر تالیفات کا ذکر ملتا ہے مثلاً:

۱۔ علم معانی ۲۔ علم بدیع

۳۔ تصوف (ادبیات کے طالبعلموں کیلئے)

۴۔ دستورِ زبان فارسی ۵۔ عربی (کالج نصاب کے لئے)

تراجم:

۱۔ انشاء مقالات ۲۔ ترجمه ابن عقیل

۳۔ مقدمه سرخاب (علم رمل کا رسالہ)

۴۔ ایسا غوجی ۵۔ ترجمه شافعیه

۶۔ علمِ صنعت[۴۱]

جناب عبدالحق بیتاب ۸۲ سال کی عمر میں افغانستان میں سینٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔ آپ سہ شنبہ ۲۰ حوت ۱۳۴۷ ھ ش ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۸۸ ھ ق / ۱۱ مارچ ۱۹۶۹ء کو حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے کابل کے ابنِ سینا ہسپتال میں انتقال کر گئے۔[۴۲]

عبدالحق بیتاب اپنے استاد ملک الشعراء قاری عبداللہ کی طرح ایک معروف اقبال شناس تھے۔ آپ نے اقبال کو علامہ مشرق کا خطاب دیا اور ایک مستقل منظومے میں حضرت علامہ کو خراجِ تحسین پیش کیا جس میں آپ کے گہرے قلبی جذبات اقبال سے آپ کے گہرے عشق کا آئینہ دار ہیں۔

''علامہ مشرق''

ے
مرد آزاده داکتر اقبال | آن بهی خواه قوم درهمه حال
تاکه جان داشت گفت آزادی | تادم مرگ خواست استقلال
غیر خدمت برای همنوعان | درسر او دگر بنود خیال
خامهٔ اوچو سور اسرافیل | روح معنی دمید در اجیال
باغم قوم خاطرش توام | در وطن دوستی نداشت مثال
بر سرحق قوم با اعدا | همه اوقات داشت جنگ وجدال
پی تامین وحدت ملئی | عمر درباخت آن ستوده خصال

اندرین رہ کشیدز ہمتہا — گشت سیمای بدر او چو ہلال
ثمر سعی او بود کہ شدہ — ملکش آزاد بعد چندین سال
کاش بودی حیات تادیدی — آخرین آرزوی خود اقبال
ابن زمان فرد فرد پاکستان — ہست ممنونش از سا ورجال
یادوبودی از و کنند مدام — نمایند زین مدام اہمال
بلکہ این نوغ شخص ملی را — عالمی قدردان بود بکمال
قوام افغان کہ خطرہ ہستند — جملگی دوستدار استقلال
مسلکا دوستدار اوباشند — زوستایش کنند درہمہ حال
روح این مرد دائما خواہد — شاد و خرم زایزد متعال
از برایش بہشت ازدرحق — ہمچو بیتاب میکند سوال (۴۳)

قاری عبداللہ (ملک الشعراء)

قاری عبداللہ امیر عبدالرحمٰن کے دور سے لے کر محمد ظاہر شاہ کے دورِ حکومت تک افغانستان کے شاہی دربار کی مدحہ سرائی میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ (۴۴)

آپ کابل شہر میں حافظ قطب الدین کے گھر ۱۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ جبکہ اس وقت کے مشہور و معروف علماء سے قواعد، صرف ونحو علوم متداولہ فقہ، حدیث، تفسیر، منطق، حکمت، کلام وغیرہ پڑھے۔ قرآن مجید حفظ کیا اور خطِ نستعلیق میں خوش نویسی سیکھی۔ امیر امان اللہ خان کے والد امیر حبیب اللہ خان شہید کے استاد اور مربی مقرر ہوئے۔ ان کی بادشاہی کے دوران ان کے علمی و مطبوعاتی مشیر بھی رہے۔ جبکہ عرصہ چالیس سال تک ادبیات کے استاد کی حیثیت سے مختلف تعلیمی اداروں مکتب حبیبیہ، مکتب حربیہ اور مکتب سراجیہ سے منسلک رہے۔ (۴۵)

آپ افغانستان کے جہانِ شعروادب میں جدا حیثیت کے مالک تصور کئے جاتے تھے۔ عربی و فارسی ادبیات پر دسترس کے ساتھ ساتھ مختلف درسی کتب کی تصنیف و تالیف اور ترجمہ سے وابستہ رہے جن کی تعداد اٹھارہ تک پہنچتی ہے اور زیادہ تر زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ (۴۶)

۱۳۰۲ھ ش میں قاری عبداللہ کا دیوان شائع ہوا۔

حمل ۱۳۱۴ھ ش میں افغانستان کی حکومت کی جانب سے قاری عبداللہ کو ملک الشعراء کا خطاب عطا ہوا۔ (۴۷)

کلیاتِ ملک الشعراء قاری عبداللہ ۱۳۳۴ھ ش میں کابل سے ۵۱۳ صفحات پر مشتمل شائع ہوئی۔ میر محمد عثمان نالاں آپ کی مختلف آثار و تالیفات کی تعداد اکتالیس بتاتے ہیں جن میں مشہور ترین درج ذیل ہیں:

ترجمہ فصوص الحکم، شیخ اکبر، ترجمہ سر الته الصید شیخ محمود حسن، ترجمہ سخندان فارسی، کتاب بلاغت، کلید الصرف، سراج النحو، ترجمہ منطق امام غزالیؒ، تذکرة الشعراء، ترجمہ مغازی واحدیؒ، کتاب املاء، اصولِ تنقیط، دیوان اشعار قدیم طبع ہندو دیوان اشعار جدید بصورت کلیات وغیرہ۔ (۴۸)

قاری عبداللہ کو افغان حکومت کی جانب سے کئی مطبوعاتی اعزازات ملے جبکہ ۱۳۱۷ھ ش کو انہیں معارف کا نشان درجہ دوم عطا ہوا۔ آپ کی علمی شہرت افغانستان کے باہر بھی پہنچی تھی چنانچہ ایران کے مشہور نقاد اور ادبیات کے استاد ڈاکٹر شفیعی کدکنی نے آپ کے شعر، فن اور علمیت پر ایک مقالہ ''تہران'' کے مجلّہ ''ہنر'' میں شائع کرایا جس میں انہوں نے اعتراف کیا کہ:

> غزلہا و اشعار گہربار قاری ملک الشعراء افغانستان مانند غزلہا و اشعار صائب و کلیم نغز و شیرین و قصائدش چوں قصائد ظہیر انوری پر طنطنہ، فاخرہ رنگین و استادانہ میباشد۔ قضاوت و محاکمہ کردر مورد اشعار منتقدہ شیخ علی حزین صہبائی خان آرزو و مناظرہ و معارضہ مشار الھیم غودہ الحق، قوی علمی برھانی دیالکتیک استادانہ و دلنشین و در تاریخ ادب بی نظیر است و ھکذا کتاب معروف فصوص الحکم اثر عالی عرفانی و تصوفی عالم ربانی و صوفی حقانی شیخ محی الدین عربی راترجمہ نمودہ کہ کار بزرگی انجام دادہ است۔ (۴۹)

قاری عبداللہ کی شعری استادانہ حیثیت سب پر عیاں تھی۔ کابل کے تقریباً تمام شعراء آپ سے اصلاح لیتے تھے پھر مطبوعات میں کوئی شعر شائع کراتے۔ فردوسی طوسی کے ہزار سالہ جشنِ منعقدہ تہران میں فردوسی سے متعلق آپ کا لکھا ہوا قصیدہ سنایا گیا تھا۔ شعر و ادب میں آپ کا حلقہ

بڑا وسیع تھا۔ اور آپ کے شاگرد فلک علم و ادب کے درخشندہ ستارے ثابت ہوئے جن میں درج ذیل زیادہ مشہور ہیں:

پوہاند بیتابؔ، استاد خلیل اللہ خلیلیؔ، استاد عبدالہادی داویؔ، صفاؔ، شائقؔ، جمالؔ، نویدؔ، استاد پژواکؔ، حکیم ضیائیؔ، آئینہؔ، لطیفیؔ، احمد اللہ کریمیؔ، قدیر ترکیؔ، صباؔ، جویاؔ، میوندوالؔ، عثمان صدقیؔ، رشتیاؔ، فرہنگؔ، گویاؔ، ابراہیم خلیلؔ، ضیاؔ، قاریزادہ اور میر محمد عثمان نالاںؔ۔ (۵۰)

افغانستان میں ملک الشعراء قاری عبداللہ کی اقبال شناسی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ آپ کو نہ صرف افغانستان کے فرمانرواؤں امیر عبدالرحمٰن خان، امیر حبیب اللہ خان، امیر امان اللہ خان، اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ غازی اور اعلیٰحضرت محمد ظاہر شاہ سے قربت کا شرف حاصل تھا بلکہ اقبال جیسے مردِ خود آگاہ اور صاحبِ فقر و اخلاص کی صحبت سے بھی مستفید ہونے کا موقع ملا۔

چنانچہ ۱۹۳۳ء میں فضلائے ہندوستان (حضرت علامہ اقبال، سید سلیمان ندویؔ اور سر راس مسعود) کے دورۂ افغانستان کے دوران آپ نے ۲۸ / اکتوبر کی شام ساڑھے سات بجے شب انجمن ادبی کابل کی ضیافت میں ان مہمانوں کا منظوم استقبال کیا تھا۔ استقبالیہ فارسی منظومہ یوں ہے:

ے

عزیزان زہندوستان آمدند	در افغانستان مہماں آمدند
در آناں یکے دکتر اقبال ہند	سخن پرور و واقف از حال ہند
ادیب سخن گستر و نکتہ سنج	کہ ہر نکتہ اش بہتر آمد ز گنج
چمن گروۂ طرز رنگین اوست	شکر پارۂ حرفِ شیرین اوست
کلامش چو اوج بلندی گرفت	سخن رتبۂ ارجمندی گرفت
زند طعنہ آہنگ او برق را	کہ خواہاں بونہضت شرق را
نویں شیوۂ را بہ سبک کہن	در آمیخت از قدرتِ علم و فن
چون اندر سخن جاودنو گزید	پیامی زمشرق بمغرب رسید
سخن را آمیخت چون با علوم	ازو زندہ شد طرزِ مولائے روم
چو فکرش پئے فیلسوفی گرفت	طرز سخن طرز صوفی گرفت
نوایش ہم آہنگ با نفخ صور	کہ آفسردگان را در آرد شور
چو بلبل بآہنگ کہسار ما	ز ہند آمد این طوطی خوش نوا

دگر آنکہ او نامور سید است   گزین بخنۂ آلِ سرسید است
ہنرمند سر راس مسعود نام   کز و مکتبِ ہند دارد نظام
روان ہنرمندی و جانِ علم   علی گڑھ بروزِ دبستان علم
بعالم گرآن مکتب آواز یافت   زجہدِ دےاین قدرداندازہ یافت
رئیس دبستان ورآن مرز و بوم   شناسائے قابل بطرزِ علوم
سوم سید ھاکہ از ندوہ است   زدانش بہ ہندوستان قدوہ است
زفیض و دمش تازہ شد جانِ علم   در اقلیم و اکش سلیمان علم
چہ کلکش بمعنی طراز ندہ شد   خیالاتِ شبلی ازو زندہ شد
چہ درشاہ سراہ حقائق شتافت   معارف ازو رونق تازہ یافت
مضامین او جملہ محکم بود   نگارش بکلکش مسلم بود
دگر مرد دانائے ہادی حسن   پروفیسرے واقف از علم وفن
بہ انگلیسی و فرس عالم بود   زبانِ دری را معلم بود
ادیب سخن پرورِ فارسی   سخنہائے او گوہر فارسی
بلظ دری چوں تکلم کند   زشوقش شکر وست و پاگم کند
سخنہاش دلکش بیانش ملیح   چوں ایرانیان لہجہ او فصیح
زبہر سیاحت درین بوم وبر   کشید نداز ہند رختِ سفر
زرہ ایں عزیزاں رسیدند خوش   بکابل کنوی آرمیاند خوش
ورودِ مشاہیر ہندی نژاد   بودرابط افزائے حُب وداد
ازین آمدن دل چوں گل گل شگفت   بصد خرمی خیر مقدم بگفت
غنیمت بود دیدن دوستاں   چو در فصل گل جلوۂ بوستان
مسلمان زہر جا بہم دوست بہ   چو بادام توام بیک پوست بہ
ہمسایہ ہمسایہ گردار سد   برش بہرۂ دین و دنیا رسد
کہ از دید و داد بہ زاید وداد   زہم نگسلد رشتۂ اتحاد
دل صاف احباب خرم بود   چو در بیں ہم رشتہ محکم بود

خوش است ادے عزیزان زہم پرس وجوئے

که آید مگر آب رفته به جوئے (۵۱)

یہ منظومہ سب سے پہلے مجلّہ کابل میں شائع ہوئی۔ (۵۲) سید سلیمان ندوی نے اسی مجلّے سے استفادہ کر کے اسے سیرِ افغانستان میں شائع کیا جبکہ ملک الشعراء قاری عبداللہ کے ''استقبالِ نظم ورود مهمانهای هندو سرورده شد'' کلیات میں موجود ہے جو کہ مکمل نہیں ہے۔ آخری بیت ذیل ہے:

ازین آمدن دل چوں گل گل شگفت بصد خرمی خیر مقدم بگفت (۵۳)

اس کے بعد کے چھ ابیات شامل نہیں ہے اور کلیات کا حصہ نمبر چار ''مثنویات'' کا آغاز ہوا ہے۔ حضرت علامہ کی وفات پر قاری عبداللہ نے فارسی میں ایک شاندار مرثیہ لکھا جو دہلی ریڈیو سے نشر ہوا اور ایران و ہندوستان کے علمی و ادبی اداروں میں بہت سراہا گیا۔ (۵۴)

یہ مرثیہ اپریل ۱۹۳۸ء کے آواخر میں حضرت علامہ کی تعزیتی مجلس (انجمن ادبی کابل کی جانب سے منعقدہ) میں سنایا گیا تھا (۵۵) اور بعد میں مجلّہ کابل کے خصوصی اقبال نمبر میں بھی شائع ہوا۔

قصیدہ درمرثیہ فیلسوف وطن خواہ پروفیسر اقبال غفراللہ

از طبع ملک الشعراء قاری عبداللہ

اقبال رخت بست و زهندوستان برفت کان فیلسوف عالم شرق از میاں برفت
باید بنا رسائی بخت دژم گریست کاقبال راگذاشت که زود از جهان برفت
افتاده گوهری زکف دهروی خاک بیچاره دهر بین که براواین زیان برفت
از دوست مفت دامن اقبال داده ی شرمی کن ای زمانه زدست جسان برفت
پیر و جوان چوطفل یتمیند اشکریز کان زنده دل ادیب بطبع جوان برفت
اقبال رفت ترسم ازا دبار روزگار می آید این بجای وی آری چوآن برفت
دیگر کجا رسد بحریفان ''پیام مشرق'' کان نکته سنج شاعر شیرین زبان برفت
وا انده تلخکام زحرمان خویش گوش کان منطق موثر وسحر بیان برفت
آه خیر خواه عالم اسلام ناگهان نادیده ذوق رابطۂ این وآن برفت
دلگیر رموز حکمت دین از که بشنویم آن کاشف حقائق راز نهاں برفت
درس خوشش زمکتب مولوی روم بود درعقل ونقل زآن پی آن داستان برفت
فکرش بان دوبال که ازعقل ونقل داشت چندان گرفت اوج که برآسماں برفت

از بسکه داشت حب وطن درضمیر پاک — چندان شتاب کرد کزین آشیاں برفت
دل راتوان شرح نباشد ازو مپرس — کز رفتنش جها سر ناتوان برفت
رنگ ثبات درچمن دہر چون ندید — چون بوی گل جریده ازیں گلستان برفت
روحش بسان فکر بلندش گرفت اوج — زین خاکدان پست بباغ جنان برفت
دیده است بایزید و جنید وفضیل را — روحش چو درعروج بوادی جان برفت
انجا مقام سید افغان نمود کشف — باروميش حرف امام اذان برفت
یکباره از نصائح پرسودلب ببست — شاید زما بچرخ برین گرفغان برفت
درس خودی وخودنگری دادچون بقوم — آنگاه خود بمرحلۂ بیخودان برفت
آثار خود برہرچو جاوید مانده است — ہرگز نمرد گرچه ازین خاکدان برفت
آسود از گداز غم دہر خوش بخاک — گوی چو اشک غمزده ازدیدگان برفت
جسمش بزیر خاک اگررفت باک نیست — ردحش چون زین خرابه بدار جنان برفت
یادش مقیم خلوت دلہا و نام او — از بسکه زنده است کران تاکران برفت

تاریخ فوت خامه الف برکشیده گفت
اقبال ہند ماه صفر از جہان برفت

عدۂ حروف مصرع اخیر بحساب جمل ۱۳۵۷ھ ہزار وسه صد وپنجاه ہشت میشود وچون الف را که یکی است ازان کشید، شود ہزار سه صد وپنجاه وہفت می ماند که تاریخ فوت اوست۔ (۵۶)

مجلّہ کابل میں اس مرثیے کی اشاعت کے تقریباً سترہ سال بعد ۱۳۳۴ھ ش میں قاری عبداللہ کی کلیات میں شائع شدہ مرثیے میں درج ذیل تین ابیات زائد پائے گئے:

رنگ ثبات درچمن دہر چون ندید — چون بوی گل جریده ازین گلستان برفت
روحش بسان فکر بلنداش گرفت اوج — زین خاکدان پست بباغ جنان برفت
یکباره از نصائح پرسودلب ببست — شاید زما بچرخ بریں گرفغان برفت (۵۷)

افغانستان کا یہ مشہورِ زمانہ اقبال شناس ملک الشعراء قاری عبداللہ ۹ ثور ۱۳۲۲ھ ش بروزِ جمعہ پچھتر سال کی عمر میں شہرِ کابل میں اس دارِفانی سے کوچ کر گئے۔ (۵۸)

عزیز اللہ مجددی

عزیز الہ مجددی افغانستان کے ضلع کشم صوبہ بدخشاں میں پیدا ہوئے ہیں۔
دعوت وجہاد یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں اور اس وقت (۲۰۰۴ء) افغانستان میں کابل کے نشرات دادستان کے رئیس ہیں۔ آپ کا شمار افغانستان کے اقبال شناس شعرا میں ہوتا ہے۔
آپ نے علامہ کو ۱۵ حمل ۱۳۸۳ھ ش کو منظوم فارسی خراج تحسین میں اس خطے کا نجات دہندہ قرار دیا ہے۔

آنکہ در مصر سخن از قرنھا تا قرنھا — چلچراغ افروختہ تا حضر سوزد جانفزا
درمیان مجمری ''رومی'' چنان پیچید وسوخت — رازھا از پرنیان مولوی بگوشد ما
در رموز بیخودی تفسیر صد اسرار کرد — پر زدن آموخت بر پرواندن خلد فنا
صد قبس افروخت درینا دل باخامہ اش — باحضور دل شکست عمران جسم بی بقا
با فروغش صد خم جوش خودی ما پختہ شد — زورق ''ھیوی'' طریقت برد ساحل لنگرا
انحنا را جز بہ اللہ الصمد مردود خواند — اقبالا فیلسوفا الی امام ای مقتدا
بر جبین ھند بنوشت خط سرخ حریت — پیکر وحشت بد خاک افتاد اندر آسیا
باختد تا خاور و تا آسیا بیدار شد — مرحبا اقبال شور و انقلاب نی نوا

خاکروب آستانت تو تیا ''مجددی'' کند
باشد از فیض تو روشن چشم قربانی مرا (۵۹)

غلام جیلانی اعظمیؒ

غلام جیلانی اعظمی ۱۳۱۶ھ ق کو کابل میں خوش دل خان کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد اور دیگر گھریلو علمی زعماء سے حاصل کی۔
اعظمی نے ۱۳۳۲ھ ق میں عملی زندگی کا آغاز کیا اور ۱۳۰۸ھ ش کو شوریٰ عالی دولت کے ممبر بنے اور ایک سال کے بعد محررین دربار میں شامل ہوگئے۔ (۶۰)
اعظمی کا شمار انجمن ادبی کابل کے بانی اراکین میں ہوتا ہے اور انجمن کے معاون مقرر ہوگئے۔ آٹھ سال تک اس عہدے پر علمی خدمات انجام دیتے رہے۔

۱۳۲۰ھ ش میں دولتی مطبع کابل کے معاون بنے۔ اسی عہدے کے دوران دمہ کے مرض کے باعث ۲۶ قوس ۱۳۳۴ھ ش میں وفات پائی۔ اور کابل کے عاشقان و عارفان کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ (۶۱)

حضرت علامہ کے سفرِ افغانستان کے دوران جناب غلام جیلانی اعظمی ادبی کابل کے معاون تھے اور اسی انجمن نے ۲۸ / اکتوبر ۱۹۳۳ء کو اقبال اور ان کے ہمسفروں کے اعزاز میں ایک ضیافت کا اہتمام کیا تھا۔

اپریل ۱۹۳۸ء کے اواخر میں انجمن ادبی کابل کے زیرِ اہتمام حضرت علامہ کے تعزیتی پروگرام میں جناب اعظمی نے ''اقبال وافغانستان'' کے عنوان سے مقالہ پڑھا تھا۔ (۶۲) جو بعد میں مجلّہ کابل کے خصوصی اقبال نمبر میں شائع ہوا۔ (۶۳) اس مقالے پر افغانستان میں مقالاتِ اقبال کے مشمولات پر بحث کی جائے گی۔

جناب اعظمی کا شمار افغانستان کے صفِ اول کے اقبال شناسوں میں ہوتا ہے۔ اقبال سے ایک قدرِ مشترک دونوں کے دمہ کا مرض ہے اور دونوں اصحاب کی رحلت کا سبب یہی مرض تھا۔

پروفیسر غلام حسن مجددیؔ

پروفیسر غلام حسن مجددی ایک جید عالم اور افغانستان کے مشہور اقبال شناس تھے۔ آپ کابل یونیورسٹی کے فیکلٹی ادبیات کے ڈین تھے۔ آپ نے اقبال کے فلسفۂ خودی سے متعلق ایک شاندار مقالہ لکھا تھا۔ (۶۴)

یہ مقالہ کابل کے پاکستانی سفارتخانے کے زیرِ اہتمام یومِ اقبال کے پروگرام میں سنایا گیا تھا۔ یاد رہے کہ اس تقریب کی صدارت مشہور اقبال شناس افغان شاعر استاد خلیل اللہ خلیلی نے کی تھی۔ (۶۵)

یہ مقالہ کابل کے دوماہی ''ادب کابل'' میں شائع ہوا تھا۔ (۶۶) عنوان ''یاد بود علامہ اقبال'' جبکہ یہی مقالہ پاکستان میں اقبال ریویو اپریل ۱۹۶۷ء کے شمارے میں شائع ہوا ہے۔ اس پر مقالاتِ اقبال کے باب میں بحث ہوگی۔

غلام حسن مجددی کا ایک اور مقالہ دوماہی ''ادب'' کابل اپریل تا جولائی ۱۹۶۷ء بعنوان

''فلسفۂ اقبال'' شائع ہوا۔ جو مجھے نہیں مل سکا۔ (۶۷)

مندرجہ بالا مقالات کی وجہ سے افغانستان میں اقبال شناسی کی تاریخ میں غلام حسن مجددی کا نام شامل کرنے کا حقدار ہے۔

پروفیسر صاحب کی سوانحی معلومات مجھے تلاشِ بسیار کے باوجود نہیں مل سکیں۔ البتہ ان کے درج ذیل آثار و تراجم کا پتہ چل سکا۔

الف): تراجم:۔

۱۔ ترجمہ کتاب منطق از حسن عالی یوجل ریاست تدریسات کابل ثانوی معارف مطبع عمومی کابل ۱۳۲۸ھ ش ۹۷ صفحات۔

۲۔ ترجمہ کتاب منطق وضعی جز اول تالیف دکتور ذکی نجیب محمود فاکولتہ ادبیات مبطع معارف فرانکلین کابل ۱۳۴۶ھ ش ۳۱۰ صفحات۔

۳۔ ترجمہ کتاب فلسفہ علوم حصہ دوم منطق وضعی تالیف ذکی نجیب محمود فاکولتہ ادبیات مبطع معارف فرانکلین کابل ۱۳۴۷ھ ش ۳۵۶ صفحات۔

ب): آثار:

۱۔ بیدل شناسی جلد اول کابل یونیورسٹی ۱۳۵۰ھ ش صفحات ۳۵۶۔

۲۔ بیدل شناسی جلد دوم کابل یونیورسٹی ۱۳۵۰ھ ش صفحات ۲۶۵۔ (۶۸)

غلام ربانی ادیب

غلام ربانی ادیب افغانستان کے مشہور نوجوان شعرا میں سے ہیں۔ آپ پنجاب یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں۔ اس وقت (۲۰۰۴ء) افغانستان میں وزارت عدلیہ قضایان دولت کے رئیس ہیں۔ آپ نے ۲۰ ثور ۱۳۸۳ھ ش کو کابل میں حضرت علامہ کو فارسی میں یوں خراج تحسین پیش کیا ہے:

عشق اقبال روح و جان ھا را بہ فریاد آورد — رمز بیخودی او مارا بہ فریاد آورد
کوکب عشقش فروزاں ساحل بحرش عریض — موج وی بیتاب در یارا بہ فریاد آورد
دعوتش بانگ اذان است وھمہ از خواب بیدار شد — وی کوش آن اندی کہ دنیا را بہ فریاد آورد

رھبر والا گہر ھمت فزاں آسیا — شیوہ ی از مندگیت ھر جارا بہ فریاد آورد
ملت افغان و پاک و چین ھمہ ممنون تو — طرح وفکر دین ات گیتی را بہ فریاد آورد
لاجورد اندر بدخشان، کشور افغانستان — در دماغ چرخ فردا را بہ فریاد آورد
رمز اقبال رستخیز قل ھو اللہ احد — رھروانش ملک دل ھا را بہ فریاد آورد
رزم و بزم آھنیست پردہ ی ظلمت درید — ترک و تاتار تو اعدا را بہ فریاد آورد

آفرین بر طبع والای تو می گوید ''ادیب''
نکتۂ مست تو معنی را بہ فریاد آورد (۶۹)

غلام رضا مائل ہرویؒ

جناب غلام رضا مائل ہرویؒ ۱۳۰۱ھ ش کو ہرات میں پیدا ہوئے۔ابتدائی علمی جواہر ریزے ہرات ہی کے علمی وادبی اور تاریخی مٹی سے چُنے۔اس کے بعد دارالمعلمین کابل میں سلسلۂ تعلیم پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

ادبیات شناسی، کتاب شناسی اور تاریخ وغیرہ آپ کے موضوعات ہیں۔جن پر آپ کی نگارشات افغانستان اور ایران میں چھپتی رہیں۔ایک شعری مجموعہ انجمن نویسندگان کی جانب سے ققنوس کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔(۷۰) جبکہ دیگر آثار و تالیفات کی تفصیل ذیل ہیں:

۱۔ معرفی روزنامہ ہا جراید و مجلات افغانستان
مطبع دولتی پروان ۱۳۴۱ھ ش صفحات ۱۴۴۔

۲۔ امواج ہریوا (مجموعہ اشعار)۔
ادارہ نشریات داخلی مطبوعات مطبع دولتی کابل ۱۳۴۳ھ ش صفحات ۱۸۶۔

۳۔ شرح حال و زندگی و مناظرات امام فخرالدین رازیؒ متوفی ۶۰۶ھ در ہرات
ریاست تنویر افکار مطبع دولتی کابل ۱۳۴۳ھ ش صفحات ۳۷۳۔

۴۔ فہرست کتب مطبوع افغانستان از سال ۱۳۳۰ ھ ش الی ۱۳۴۴ ھ ش

مدیریت تشویق آثار و ہنر مطبع دولتی کابل ۱۳۴۴ھ ش صفحات ۷۷۔

۵۔ امیر حسینی غوری ہرویؒ متوفی ۷۱۸ھ
مدیریت تشویق آثار و ہنر مطبع دولتی کابل ۱۳۴۴ھ ش صفحات ۱۲۴۔

۶۔ آئینہ تجلی (منظوم سوال و جواب) مائل ہرویؒ اور صلاح الدین سلجوقیؒ کا مشترکہ کاوش
مدیریت تشویق آثار و ہنر کابل ۱۳۴۴ھ ش صفحات ۱۷۔

۷۔ سیاہ مولی لتان مریم (سہ داستان منظوم)
موسسہ طبع کتب مطبع دولتی کابل ۱۳۴۹ھ ش صفحات ۳۰۔

۸۔ میرزایان برناد (تذکرہ شاعران)
انجمن تاریخ افغانستان کابل ۱۳۴۸ھ ش صفحات ۸۴۔

۹۔ تاریخ مختصر سلوک کرت با افسانۂ ہری
موسسہ طبع کتب ہرات مطبع دولتی ۱۳۴۹ھ ش صفحات ۳۴۔

۱۰۔ راہنمائی تاریخ افغانستان جلد دوم (معرفی ۷۶۵ جلد کتب دربارہ تاریخ افغانستان)
انجمن تاریخ کابل ۱۳۴۹ھ ش صفحات ۱۳۵۔ (۷۱)

آپ کا شمار افغانستان کے اقبال شناسوں میں ہوتا ہے آپ کا ایک منظوم فارسی خراج تحسین بعنوان بیاد اقبال اقبال سے آپ کے قلبی تعلق کا آئینہ دار ہے آپ کی نظم حضرت علامہ کے صد سالہ جشنِ ولادت کی تقریبات کے حوالے سے ۱۹۷۷ء میں کابل سے شائع ہوئی۔

''بیادِ اقبال''

شاعر شوریدۂ خود آگہی   آسمان فضل و دانش راہی
درنیستان دلش سوز نفیر   گرم رہ گرم تپش صاحب ضمیر
دہ کہ دل شد سلسلہ جنبان او   عشق آری عشق شد ایمان او
کیست این شاعر کہ ذوق اورساست   نالہ اش سوزندہ جانش باصفا ست
نام او اقبال و مقبول از نوا

هست آهنگ کلامش جانفزا

همچو رومی مست جام عشق بود　　شهپر روحش بدام عشق بود
این یکی نقش خودی درباخته　　وان دگر دربیخودی پر داخته
صدخمستان نشهٔ درصهبای اوست　　اینهمه ازعشق بی پروای اوست
خامهٔ پرتاب او تابنده است　　آتش دلرابرون افگنده است

پخته سوز و پر نوا و درد زا
با تب و تاب خودی بود آشنا

می ندانم عشق جان افروز او　　مهرومه رامیفرو زد سوز او
از جگر تا گوہر ناب آور د　　ناله را از سینه بیتاب آورد
سوز آهنگ کلامش دلنواز　　پردهٔ هر ساز او سینه گداز
درخلال نغمهٔ او شورہا　　میجهد از آتش او طور ها
آتشین شعرش شرر افزابود　　همچو مژگان بتان گیرابود
بسکه جولان میکند تاب وتپش　　برفروغ افتاده ماه بخشش
لاله ازتاب وتبش داغ است داغ　　چوں فروز د دردل صحرا چراغ
نغمه اش جولان درد و آه بود　　از دل خبیر نکوآگاه بو د
من چگویم شوخی مضمون او　　از نوای اوشرر جانم گرفت
آتشی اندر نیسانم گرفت　　از نوای او شرر جانم گرفت
ناله های او سرا پایم بسوخت　　در دل پر ذوقم برفروخت
درحق ماحق سرود ارتاب جان　　آن بلند آو ازهٔ آتش بیان

''آسیا یک پیکرآب وگل است
ملت افغان درآں پیکردل است'' (۷۲)

محمد ابراہیم خلیلؔ

افغانستان کے معروف شاعرادیب اور خطاط جناب محمد ابراہیم خلیل میرزا افضل احمد بن میرزا

محمد جان کے گھر گزر قاضی فیض الاسلام کابل ۱۳۱۴ھ ق میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تحصیلات کے حصول کے بعد والد سے خطِ نستعلیق، خطِ شکستہ، محاسبہ اور اصولِ دفتر داری سیکھے۔ ۱۳۳۷ھ ق میں سرکاری ملازمت اختیار کی۔ کچھ عرصہ تک ہندوستان اور انگلستان میں افغان سفارتخانے کے سیکرٹری رہے۔ (۷۳)

ہندوستان میں سفارتی ملازمت کے دوران ہی عربی علوم پر دسترس حاصل کی۔ سفارتی عہدوں کے بعد وطن واپسی پر شاہی حرم سرا میں انتظامی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس دوران دوبارہ صرف، نحو، بیان، فقہ تفسیر وغیرہ پڑھے۔ اور غازی امان اللہ خان کے دورہ یورپ کے دوران آپ ملکہ ثریا کے منشی اور شہزادہ رحمت اللہ کے استاد کی حیثیت سے ان کے ہمرکاب رہے۔ یورپ سے واپسی پر افغانستان میں سقوی انقلاب برپا ہو۔ (۷۴)

اس دوران آپ گھر پر رہے۔ ۱۳۰۸ھ ش میں اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ کے دورِ حکومت میں کچھ عرصہ کے لئے ہرات کے ریاست تنظیمہ کے محاسبہ مدیر مقرر ہوئے۔ ۱۳۱۲ھ ش میں سہامی شرکت کے قیام کے وقت اس ادارت سے منسلک ہوئے۔ یہاں سے غازی امان اللہ خان کے ساتھ تعلقات کی پاداش میں چند سال تک جیل بھیجے گئے۔ یہاں جیل میں بھی علم وفن سے وابستہ رہے اور ۱۳۲۰ھ ش میں جیل سے رہائی ملی (۷۵)۔ ۱۳۲۱ھ ش میں انجمن تاریخ کے ممبر بنے اور ۱۳۲۹ھ ش میں مجلّہ ''آریانا'' کے مدیر اور بعد میں انجمن تاریخ کے ریاست کے معاون رہے۔ ۱۳۳۹ھ ش میں ریٹائر ہوئے۔

سیما ہاو آوارھا میں آپ کے ذیل آثار وتالیفات کا حوالہ دیا گیا ہے:

۱۔ کلیات اشعار ۲۔ مزارات کابل

۳۔ مزارات بلخ ۴۔ حالاتِ سلطان ابراہیم ادھم

۵۔ شرح حال امیر خسرو دہلوی (۷۶)

آپ کے متذکرہ بالا آثار کے علاوہ مشاہیر افغانستان میں درج ذیل آثار کا بھی پتہ چلتا ہے۔

۱۔ شرح حال شیخ سعد الدین انصاری۔

۲۔ رسالہ درفن استخراج تاریخ درنظم۔

۳۔ رہنمائی حج۔

۴۔ رسالہ عروج و نزول اسلام۔
۵۔ رسالہ رہنمائی خط۔[۷۷]
ان آثار میں ذیل زیورِطبع سے آراستہ ہوئے ہیں۔

الف): منثور آثار:۔

۱۔ یکمرد بزرگ حاوی شرح حال شیخ سعد الدین احمد انصاری مشہور بہ حاجی صاحب پاینمار
انجمن تاریخ وزارت معارف کابل ۱۳۳۶ھ ش۔

۲۔ استخراج تاریخ درنظم
انجمن تاریخ وزارت معارف کابل ۱۳۳۷ھ ش۔

۳۔ مزارات کابل
وزارت معارف کابل ۱۳۳۸ھ ش۔

۴۔ شرح حال و آثار امیر خسرو
ریاست مستقل مطبوعات کابل ۱۳۴۹ھ ش۔

ب): منظوم آثار:۔

۱۔ رباعیات
۱۳۲۹ھ ش میں روزنامہ ''انیس کابل'' کے متعدد شماروں میں شائع ہوئے۔ جن کو بعد میں عبدالشکور حمید زادہ نے مرتب کر کے اپنی کتابت سے ۱۳۳۶ھ ش میں شائع کرائے۔

۲۔ رسالہ عروج و زوال اسلام
ریاست مستقل مطبوعات کابل کی جانب سے ۱۳۳۲ھ ش میں ان کی اپنی خطاطی سے شائع ہوا۔ بعد میں دوبارہ ۱۳۳۴ھ ش میں شائع ہوا۔[۷۸]

ابراہیم خلیل کے فن و شخصیت سے متعلق بھی ہمیں مختلف آثار ملتے ہیں جن میں دو زیادہ مشہور ہیں۔

۱۔ اختصار منتجنی از آثار خلیل ۔مختلف رسالوں اور اخبارات میں ایک ایرانی سکالر نے ۱۳۳۱ھ ش میں شائع کرایا۔

۲۔ گلچین از آثار و شرح حال محمد ابراہیم خلیل ۔جو پہلی بار ۱۳۳۴ھ ش

میں عبدالشکور حمید زادہ اور دوسری بار عتیق اللہ خواجہ زادہ کی کوششوں سے ۱۳۴۱ھ ش میں شائع ہوئی۔

محمد ابراہیم خلیل نے نو بار سفرِ حج کی سعادت حاصل کی تھی۔ جبکہ افغانستان سے باہر پشاور، لاہور، لودیانہ، سرہند، دھلی، بمبئی، چمن اجمیر، کوئٹہ، مصر، لندن، پیرس، اٹلی، سویزرلینڈ وغیرہ کے سفر کئے تھے۔ (۷۹)

آپ شاعر ادیب اور خطاط تھے۔ چنانچہ حضرت علامہ کے قریبی دوست علامہ صلاح الدین سلجوقی استاد ابراہیم خلیل کے فن و شخصیت سے متعلق رقم طراز ہیں:

طبع توانا و شیوا قلم مشکین رقمش را باید تہنیت گفت کہ بھار قشنگ جوانی را بجز ان رساند کہ زیبا تر و پرزور تر است و زر و سیم را کہ نتوانست با او ہمراہی کند بجواہری منکشف ساخت کہ بجاویرانی سرمایۂ ضمیرش و پیرایۂ روح است۔ (۸۰)

اسی طرح افغانستان میں عاشقِ اقبال استاد خلیل اللہ خلیلی اور سفرِ افغانستان کے دوران حضرت علامہ کے ہمرکاب سرور خان گویا استاد ابراہیم خلیل پر ایک تقریظ میں لکھتے ہیں:

مجموعۂ نغز رباعیات شیوای استاد محترم محمد ابراہیم خلیل را بخط دلکش ایسان زیارت کردیم شاعر بزرگوار چنانچہ شائستہ استعداد طبع موھوب ایشان است درین مجموعہ مضامین لطیف را در قالب سخنان دلکش پرورده و بائدوین این مجموعہ ارمغان دلپذیر باریاب ذوق تقدیم داشتہ بر کلک گہر نگارش آفرین میخوانیم۔ (۸۱)

استاد ابراہیم خلیل سنِ پیری کی وجہ سے آخر عمر میں بینائی سے محروم ہو گئے تھے چونکہ حافظ قرآن بھی تھے اسی لئے زیادہ تر تلاوتِ قرآنِ پاک ہی میں مصروف رہتے۔ آخر ۱۷ میزان ۱۳۶۷ھ ش کو کابل میں وفات پائی اور وہاں شہدائے صالحین کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ (۸۲)

ابراہیم خلیل کا شمار بھی افغانستان میں اقبال شناسی کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ آپ فکری اعتبار سے حضرت علامہ سے کافی متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ ۱۳۳۱ھ ش میں ابراہیم خلیل نے حضرت علامہ کے حضور جو فارسی خراجِ تحسین پیش کیا تھا وہ حضرت علامہ سے ان کی قلبی تعلق کا آئینہ دار ہے۔

بہ یاد علامہ اقبال

بیار بادہ کہ محفل بنام اقبال است | بنام روز جہاں احتشام اقبال است
چہ بادہ بادۂ پرزور عشق آزادی | کہ وصف آن ہمہ جادو کلام اقبال است
بیا لہ گیر کہ تبلیغ دین و حریت | بہ قلقل لب مینا و جام اقبال است
بیا کہ ملت اسلام و کافۂ مشرق | رہین نشۂ جام مدام اقبال است
بیا کہ دوستی قوم و ملت کہسار | بہر نکات وحروف پیامِ اقبال است
بیا کہ خطۂ ما قلب آسیا موسوم | بسلک نظم حقیقت نظام اقبال است
خطاب ملت پشتون عقاب روئین چنگ | زفکر صائب وعقل تمام اقبال است
بہوش باش کہ غصب حقوق ہر قومی | خلاف رای صواب التزام اقبال است
بیا کہ ملت پشتون و ہند و پاکستان | اسیر غیر نبودن مرام اقبال است
بیا کہ بادہ عرفان وگردش ایام | کنون بنز دحقیقت یکام اقبال است
بیا بیا کہ زبوی گل بہار مراد | بچار فصل معطر مشام اقبال است
بیا کہ فلسفہ و منطق وسخندانی | بہرک از اثراش بدام اقبال است
زمہر تا بلحد خوب گفت وخوب نوشت | کہ آنہمہ بجہان فیض عام اقبال است
بیا کہ گرچہ تنۂ خاک رفتہ برسر خاک | بہر کجا سخن از احترام اقبال است
بقول خواجہ بگوای حکم زندہ دلی | رقم بصفحۂ عالم دوام اقبال است
خطا بود کہ خطا ہش کینم لاہوری | کہ قلب مردم عارف مقام اقبال است

در اختتام ہدایای مغفرت زخلیل
بجسم نامی و جان گرام اقبال است (۸۳)

محمد قاسم رشتیا

سید محمد قاسم رشتیا کا قلمی نام قاسم رشتیا ہے۔ آپ کا شمار افغانستان کے معروف علمی ادبی اور سیاسی شخصیات میں ہوتا ہے۔

سید قاسم رشتیا افغانستان میں انجمن ادبی کابل کے بانی اراکین میں سے ہیں۔(۸۴) نہ صرف افغانستان کی انجمن ادبی کے بانیوں میں سے ہیں بلکہ افغانستان میں اقبال شناسی کے

بانیوں میں بھی آپ کا شمار ہوتا ہے۔

۱۹۳۳ء میں حضرت علامہ کے سفرِ افغانستان کے دوران آپ انجمن ادبی کابل کے ممبر بھی تھے۔اور حضرت علامہ کی پذیرائی کے وفد میں بھی شامل تھے۔ (۸۵)

آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے ۱۹۳۵ء میں لاہور میں حضرت علامہ کی خدمت میں حاضری دی تھی۔اس ملاقات میں علامہ نے افغانستان سے اپنے قلبی وفکری لگاؤ اور محبت کے حوالے سے چند بنیادی انکشافات بھی کیے تھے۔ (۸۶)

سید قاسم رِشتیا نے علامہ کے وفات پر کابل مجلّہ میں بھی ایک تعزیتی مقالہ تحریر کیا تھا۔ (۸۷) جو بعد میں صدیق رھپو نے اپنی تالیف ''افغانستان واقبال'' میں بھی شائع کیا۔ (۸۸)

افغانستان میں آپ کئی اہم عہدوں پر فائز رہے۔ افغانستان کے سیاسی اور علمی افق پر درخشاں رہے۔خصوصاً افغانستان کی سفارتی اور سیاسی تاریخ میں آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ (۸۹)

آپ کی بنیادی سوانحی معلومات تلاشِ بسیار کے باوجود نہیں مل سکیں۔البتہ حال ہی میں ان کی شائع ہونے والی سیاسی یادداشتوں پر مشتمل کتاب خاطرات سیاسی سید قاسم رشتیا از ۱۹۳۲ء تا ۱۹۹۲ء سے آپ کی بھرپور سیاسی زندگی کا پتہ چلتا ہے۔

آپ نے لاہور میں ۱۹۳۵ء میں حضرت علامہ سے ملاقات کے یادداشتوں کے حوالے سے ایک مقالہ تحریر کیا ''ساعتی در خدمت علامہ اقبال'' جو ہفت روزہ ''وفا'' میں شائع ہوا۔ (۹۰)

اس مقالے کے مباحث پر ''افغانستان میں مقالاتِ اقبال کے مشمولات'' میں تحقیق کی جائے گی۔

میر بھادر واصفی

افغانستان کے مشہور فارسی شاعر میر بھادر واصفی ۱۳۱۵ھ ش میں بدخشاں میں پیدا ہوئے۔ آپ نے کلیلہ ودمنہ اور سیصد انداز لقمان حکیم کو فارسی میں منظوم کیا ہے۔آپ کے اشعار کی تعداد پچاس ہزار سے زائد ہے۔دکتر اسد اللہ محقق کی فرمائش پر ۱۳ ثور ۱۳۸۳ھ ش کو علامہ کے حضور ذیل فارسی خراج تحسین پیش کیا ہے:

ای عروج ناز اقبال سخن — غرق نورِ از تو پر و بال سخن
بر تو ای علامه ی لاهور زاد — عارف آزادی دی گوهر نهاد
ملک معنی از تو ای صاحب نبوغ — یافتند شیرازه مرفرو فروغ
حق شناس حکمت ام الکتاب — رند شو می وارهیده از حجاب
مرد عشق و مرد سوزد مرد درد — شرق را از معرفت فرزانه مرد
از بلوغ عشق قرآں و خدای — سرفرازی یافته در دوسرای
ای سخن را سرخی خون وقار — او ج معنیٰ را ستون استوار
ای طبیب نغمه خواں سرّ راز — ناز را محرم ز آیین نیاز
یافتی تا عشق شمس و مولوی — خاک را دادی فغاں معنوی
ای به همت راز داں عشق حق — پرده ی او هام را بنموده عشق
نور حق می تابد از عرفان تو — هرد بان جان بود پیمان تو
رفته از خود کرده ی سیر خودی — کعبه را پیموده در دیر خودی
آنچه از تو در ''زبور عجم'' است — در دل آئینه ها جام جم است
تا دل شوق تو نور رب گرفت — از تب عشقت جهان تب گرفت
نالۂ مستاندات ای مرغ حق — رفته گوش کراں رازد ورق
سمع خود سوزی به جهان افروختی — سوختن بر دیگراں آموختی
طبع هر شور توای عالی جناب — در روان خفتگان زد انقلاب
سوز تو در طور جانها کار کرد — ملت خوابیده ای بیدار کرد
ای مسیح روح خاک مردگاں — داده پیوند زمین بر آسمان
هر که را در دل بود درد بشر — جاں او می سوزد از درد دکر
حسن تعبیر به وصف آسیا — حق انصاف سخن کرده ارا
کشور افغان دل هر آرزوست — عشق آزادی در و بال نموست
ملت افغاں به افراد زمین — باشد اندر کشتی حق همنشین
تانبیند بی وفای زین و آں — صلح را خواهد سپهدار جهان
وا کند هر لحظه احساس خطر — در جهان می افکند فصل دگر

''واصفی در پهنه روی جهان
زنده با را جنبش آزادگان (۹۱)

مأخذات باب پنجم:۔

۱۔ علامہ اقبال درادب فارسی وفرہنگ افغانستان،ص۲۴
۲۔ ایضاً،ص۲۸۹
۳۔ ایضاً،ص۱۹۱-۱۹۲
۴۔ اقبال ممدوح عالم،ص۔۲۸۴۔
۵۔ علامہ صلاح الدین سلجوقی،ص۔۸۔
۶۔ د افغانستان د ژور نالیزم مخکښان،ص۔۲۱۹۔
۷۔ آثار ہرات،جلد۳،ص۔۱۴۴۔
۸۔ مجلّہ ''کابل''،فروری۱۹۴۰ء،ص۔۲۷۔
۹۔ سیما ھا و آوارھا،ص۔۳۸۴۔
۱۰۔ د افغانستان د ژور نالیزم مخکښان،ص۔۲۲۰۔
۱۱۔ ایضاً،ص۔۲۲۱۔
۱۲۔ آریانادائرۃالمعارف،جلد۶،ص۔ ۴۶۸ تا ۴۶۹۔
۱۳۔ دا فغانستان د ژور نالیزم مخکښان،ص۔ ۲۲۲ تا ۲۲۶۔
۱۴۔ آثار ہرات،جلد۳،ص۔۱۴۹۔
۱۵۔ ایضاً،ص۔۱۴۹ تا ۱۵۵۔
۱۶۔ د افغانستان د ژور نالیزم مخکښان،ص۔ ۲۲۸ تا ۲۲۹۔
۱۷۔ آثار ہرات،جلد۳،ص۔ ۱۵۶ تا ۱۵۷۔
۱۸۔ اقبال کی صحبت میں،ص۔۳۲۔
۱۹۔ روایات اقبال،ص۔۱۷۱۔
۲۰۔ ایضاً،ص۔۱۷۱۔
۲۱۔ خطوط اقبال،ص۔۲۰۴۔
۲۲۔ اقبال کی صحبت میں،ص۔۲۶۷۔
۲۳۔ اقبال کی صحبت میں،ص۔۳۷۷۔
۲۴۔ اقبال کی صحبت میں،ص۔۱۷۵۔
۲۵۔ ایضاً،ص۔۱۷۰۔

۲۶۔ سالنامہ کابل ۱۳۱۳ھ ش، ص۔۴۴۔
۲۷۔ روح مکاتیب اقبال، ص۔۵۵۰۔
۲۸۔ ایضاً، ص۔۵۴۶۔
۲۹۔ ایضاً، ص۔۵۵۱۔
۳۰۔ اقبال نامہ، جلد ۱، ص۔ ۳۶۴ تا ۳۶۵۔
۳۱۔ روح مکاتیب اقبال، ص۔۵۹۶۔
۳۲۔ اقبال نامہ، جلد ۱، ص۔ ۳۲۷ تا ۳۲۸۔
۳۳۔ اقبال اور بھوپال، ص۔۶۴۳۔
۳۴۔ مجلّہ ''کابل''، اگست ستمبر ۱۹۳۷ء، ص۔۸۹ تا ۹۰۔
۳۵۔ اقبال ممدوح عالم، ص۔۳۱۔
۳۶۔ سیما ها و آوارها، ص۔۳۳۶۔
۳۷۔ تاریخ ادبیات افغانستان، ص۔۹۲۔
۳۸۔ سیماها و آوارها، ص۔۱۷۔
۳۹۔ آریانا دائرة المعارف، جلد ۶، ص۔ ۵۳۹۔
۴۰۔ سیما ها و آوارها، ص۔۲۷۔
۴۱۔ مشاهیر افغانستان، جلد ۲، ص۔۵۰۔
۴۲۔ آریانا دائرة المعارف، جلد ۶، ص۔۵۴۰۔
۴۳۔ پښتانه د علامه اقبال په نظر کښې، ص۔۶۵۔
۴۴۔ افغانستان در پنج قرن آخر، جلد اول قسمت دوم، ص۔۵۵۹۔
۴۵۔ ہفت روزہ ''وفا''، ۱۰ جدی ۱۳۷۳ھ ش، ص۔۱۲۔
۴۶۔ آریانا دائرة المعارف، جلد ۶، ص۔۵۳۷۔
۴۷۔ د افغانستان پښتليك، ص۔۲۷۳۔
۴۸۔ ہفت روزہ ''وفا''، ۱۰ جدی ۱۳۷۳ھ ش، ص۔۱۲۔
۴۹۔ ایضاً، ص۔۱۲
۵۰۔ ایضاً، ص۔۱۲
۵۱۔ سیر افغانستان، ص۔۱۶۔
۵۲۔ مجلّہ ''کابل''، ۲۲ دسمبر ۱۹۳۳ء، ص۔۸۵ تا ۸۶۔
۵۳۔ کلیات قاری عبدالله، ص۔۳۰۸۔
۵۴۔ ہفت روزہ ''وفا''، ۱۰ جدی ۱۳۷۳ھ ش، ص۔۱۲۔
۵۵۔ افغانستان و اقبال، ص۔۵۱۔

۵۶۔ مجلّہ ''کابل''، مئی جون ۱۹۳۸ء، ص۔۹۴۔
۵۷۔ کلیات قاری عبدالله، ص۔۲۰۹۔
۵۸۔ د افغانستان مشاهیر، جلد۳، ص۔۳۴۔
۵۹۔ علامہ اقبال درادب فارسی وفرهنگ افغانستان، ص۱۹۰-۱۹۱
۶۰۔ سیما ها و آوارها، ص۔۳۹۔
۶۱۔ معاصرین سخنور، ص۔۲۹۔
۶۲۔ افغانستان و اقبال، ص۔۵۱۔
۶۳۔ مجلّہ ''کابل''، مئی جون ۱۹۳۸ء، ص۔۸۳ تا ۸۵
۶۴۔ اقبال ممدوح عالم، ص۔۲۸۸۔
۶۵۔ اقبال ریویو، اپریل ۱۹۷۶ء، ص۔
۶۶۔ دوماہی ''ادب'' کابل، جون جولائی ۱۹۶۵ء، ص۔ ۳ تا ۸۔
۶۷۔ اقبال ممدوح عالم، ص۔۲۸۸۔
۶۸۔ مجلّہ ''آریانا'' کابل ستمبر ۱۹۷۶ء، ص۔۹۷۔
۶۹۔ علامہ اقبال درادب فارسی وفرهنگ افغانستان، ص۳۰۳ تا ۳۰۵
۷۰۔ سیماها و آوارها، ص۔۶۲۴۔
۷۱۔ مجلّہ ''آریانا''، کابل ستمبر ۱۹۷۶ء، ص۔ ۹۵ تا ۹۶۔
۷۲۔ افغانستان و اقبال، ص۔ ۷۷ تا ۷۸۔
۷۳۔ سیماها و آوارها، ص۔۲۶۸۔
۷۴۔ گلچین از آثار و شرح حال محمد ابراهیم خلیل، ص۔۱۱۔
۷۵۔ د افغانستان مشاهیر، جلد۳، ص۔۴۴۔
۷۶۔ سیماها و آوارها، ص۔۲۶۸۔
۷۷۔ د افغانستان مشاهیر، جلد۳، ص۔۴۵۔
۷۸۔ گلچین از آثار و شرح حال محمد ابراهیم خلیل، ص۔۱۸۔
۷۹۔ ایضاً، ص۔۲۰۔
۸۰۔ ایضاً، ص۔۲۳۔
۸۱۔ ایضاً، ص۔۲۴۔
۸۲۔ د افغانستان مشاهیر، جلد۳، ص۔۴۶۔
۸۳۔ پښتانه د علامه اقبال په نظر کښې، ص۔۹۷۔
۸۴۔ سالنامہ کابل، ۱۱-۱۳۱۲ھ ش، ص۔۱۰۹
۸۵۔ ہفت روزہ ''وفا''، ۱۱ جدی ۱۳۷۵ھ ش، ص۔۴

۸۶۔ ہفت روزہ ''وفا''، ۱۱ جدی ۱۳۷۵ھ ش، ص۔۴

۸۷۔ مجلّہ ''کابل''، مئی جون ۱۹۳۸ء، ص۔۷۸

۸۸۔ افغانستان و اقبال، ص۔۵۰-۵۱

۸۹۔ خاطرات سیاسی، سید قاسم رشتیا، مختلف صفحات

۹۰۔ ہفت روزہ ''وفا''، ۱۱ جدی ۱۳۷۵ھ ش، ص۔۴

۹۱۔ علامہ اقبال در ادب فارسی و فرہنگ افغانستان، ص ۱۸۸-۱۸۹

❁❁❁❁❁

باب ششم
افغانستان میں مقالاتِ اقبال کے مشمولات

مقالہ نمبر ۱:

پیامِ مشرق
از عبدالہادی داوی

افغانستان میں غازی امان اللہ خان کے دورِ حکومت میں علامہ پر یہ پہلا مقالہ ہے جو ۱۹۲۹ء سے پہلے ''امان افغان'' * اخبار کابل کے مختلف شماروں ۹۔۱۰۔۱۱۔۱۳۔۱۷ میں ''پیامِ مشرق'' کے مشمولات پر شائع ہوا ہے اگرچہ ہمیں ''امان افغان'' کے متعلقہ شمارے تو نہیں ملے ثانوی ماخذ ''افغانستان و اقبال'' میں صدیق رہپو نے متعلقہ مقالے کی اقساط کو شائع کیا ہے۔ البتہ مقالہ نگار کا نام نہیں دیا ہے۔ (۱)

۱۹۵۵ء میں قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی نے اقبالیات کا تنقیدی جائزہ میں اس مقالے کو آغا ہادی حسن سے منسوب کیا ہے۔ ''آغا ہادی حسن صاحب وزیرِ تجارت جو پہلے انگلستان میں افغانستان کے سفیر تھے ''امان افغان'' کابل میں ''پیامِ مشرق'' پر تبصرہ کے طور پر مضامین کا ایک سلسلہ تحریر کیا تھا جو کئی نمبروں میں چھپا۔ (۲)

* امان افغان۔ افغانستان سے سراج الاخبار افغانیہ کی جگہ پر اعلیٰ حضرت امان الہ خان کی جلوس کے آغاز سے ''امان افغان'' کے نام سے جریدے کا آغاز ہوا۔ پہلا شمارہ ۲۲ حمل ۱۲۹۸ھ ش/۱۲ اپریل ۱۹۱۹ء عبدالہادی خاں داوی کی ادارت میں شائع ہوا۔ ۱۶ صفحات پر مشتمل اس مصور جریدے میں داخلی اور خارجی خبروں کے علاوہ ادبیات اور مقالات بھی شائع ہوتے رہے۔
شمارہ چہارم ۱۸ سرطان ۱۲۹۸ھ ش/۱۰ جولائی ۱۹۱۹ء تک عبدالہادی داوی کی زیر ادارت چھپتی رہی۔ اس کے بعد انہی کی ادارت ہی میں شمارہ اول سال اول ۱۰ حمل ۱۲۹۹ھ ش/۳۰ مارچ ۱۹۲۰ء سے ہفتہ وار شائع ہونے لگا۔
سال دوم شمارہ اول ۲۳ جوزا ۱۳۰۰ھ ش سے نسبتاً چھوٹے قطع پر پابند، محمد فرحت کی زیر ادارت شائع ہونے لگا۔ ۴۱۸ شمارے شائع ہوئے۔ ۴۷ ویں شمارے سے عبدالجبار نے امان افغان کی ادارت سنبھالی۔ سال دوم ۱۳۰۱ھ ش سے سید قاسم رشتیا کی زیر ادارت شائع ہونے لگا۔

اس مقالے کے حوالے سے الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی نے یوں یاد آوری کی ہے۔

''امان افغان'' کابل میں جناب آغا ہادی حسن صاحب وزیرِ تجارت جو پہلے انگلستان میں افغانستان کی طرف سے سفیر تھے ایک سلسلہ مضامین ''پیامِ مشرق'' پر بطورِ تبصرہ لکھا تھا جو کئی نمبروں میں شائع ہوا۔ (۳)

متعلقہ مقالہ افغانستان میں اقبال کے حوالے سے ابتدائی مقالات میں شامل ہے۔ جبکہ ڈاکٹر محمد ریاض مرحوم نے اپنے تحقیقی مقالے ''افغانستان اور ایران میں اقبال پر مقالات اور کتب'' میں اس مقالے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ (۴)

مشہور افغان اقبال شناس جناب عبدالہادی داوی قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی کے حوالے پر برہم ہوئے ہیں۔ عبدالہادی خان کے بجائے آغا ہادی حسن لکھنا ان کا سہو قرار دیتے ہیں۔ اور وضاحت کرتے ہیں کہ یہ مقالہ آغا ہادی حسن کا نہیں بلکہ عبدالہادی خان داوؔی کا ہے۔

آثار اردو اقبال جلد اول میں یہ افغان اقبال شناس اس مقالے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> بندہ از مدت ھا قبل با آثار دری علامہ علاقہ پیدا کردہ بودم چنانچہ در ''امان افغان'' نام مجلّہ سابقہ مقالاتی عاید بہ علامہ وآثار او نوشتہ بودم ولی مجمل ومختصر چنانچہ مولف کتاب (جایزہ تنقیدی اقبال) غفراللہ لہ کہ از طرف (اکادمی اقبال) بہ زبان اردو در سنہ ۱۹۶۵ء طبع شدہ ست این مقالات مرا ذکر ولی نام مرا سہو نمودہ است۔ (متذکرہ تحریر کے حاشیئے میں لکھتے ہیں کہ:

> در کتاب مذکور صفحہ ۳۵ نام مرا آغا ہادی حسن نوشتہ اند غالباً نوشتۂ کہ بمولف مذکور رسیدہ بخط شکستۂ مغشوشی بودہ کہ کلمہ ''عبد'' را ''آغا'' و ''خان'' را حسن خواندہ ست زیرا این نام شخصی در محیط ما موجود نیست و نہ مقالۂ در امان افغان نوشتہ ست بلکہ ترکیب این نام در وطن ما مروج نیست۔ البتہ وظایف رسمیہ مرا صحیح در کتاب مذکورہ کردہ کہ وزیر تجارت وقبل از آن سفیر افغانستان در لندن بودہ ام (داوؔی)۔ (۵)

جناب داوؔی کے اس دلچسپ انکشاف کے بعد اس بات میں کوئی گنجائش ہی نہ رہی کہ یہ مقالہ ان کا اپنا تحریر کردہ ہے اور اس لئے بھی کہ جناب داوؔی نے بعد میں علامہ کے اردو آثار پر دو

جلدوں میں کتاب بھی لکھی۔ انھوں نے علامہ کی بعض اردو منظومات کا فارسی منظوم ترجمہ بھی کیا ہے۔

مقالے کا آغاز حضرت بیدل کے درج ذیل ابیات اور جناب داوی کی اس تمہید سے ہوتا ہے۔

نہ ترنمی نہ جوشی   نہ طپیدنی نہ دردی
بہ خم سپہرتا کی   می نارسیدہ باشی (بیدلؔ)

پیامِ مشرق نام مجموعہ اشعار وافکاریکی از مجموعہ ھای جدیدی است کہ در ادبیات فارسی دراین عالم تاریک مثل ماہ طلوع نمودہ کاروان برای افتادہ مارانجم اھتدا ''میشود یابانگ درراہ۔محرر پیام مشرق شاعرشہیر عالمِ اسلام'' دوکتور اقبال'' است اقبال از خطہ کشمیر بینظیر ومقیم لاہور ہندوستان است (۶)

ترجمہ: پیامِ مشرق نام ہے اس جدید شعری مجموعے کا جو اس عالم تاریک میں فارسی ادبیات میں چاند کی مانند طلوع ہوا ہے۔ پیامِ مشرق کا لکھیاری عالم اسلام کا مشہور شاعر ڈاکٹر محمد اقبال ہیں جن کا تعلق کشمیر کے بے نظیر خطے سے ہے مگر لاہور ہندوستان میں مقیم ہیں۔

اس کے بعد داوی لکھتے ہیں کہ اقبال نے یورپ کے کیمبرج سے تکمیل تعلیم کے سلسلے کے بعد جرمنی سے فلسفہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری لی اور اس وقت تک فلسفہ میں شاید جرمنی سے بڑھ کر کوئی اور ملک نہیں۔ اقبال اپنی اس دردمندی اور قلبی آگاہی کا منبع حضرت محمد ﷺ کی محبت اور بعض اہلِ دل حضرات کی نگاہ بتاتے ہیں۔

خرد افزود مرا درس حکیمان فرنگ   سینہ افروخت مرا صحبت صاحب نظران

اسی بناء پر اقبال کی اپنے ملک میں بھی پذیرائی ہوئی لوگ انہیں ترجمانِ حقیقت اور مصورِ فطرت کہتے ہیں۔ جبکہ ملک کے باہر تو لوگوں نے ان کے افکار کو درسی کتب میں بھی شامل کر دیا ہے۔ ابھی حال ہی میں حکومت نے انہیں ''سر'' کا خطاب دیا ہے جس کو منورین ہندوستان عجائب الخطابات گردانتے ہیں۔ جبکہ علامہ خود اس خطاب کو باعثِ ابتلا سمجھتے ہیں۔

داوی شعراء کی دو اقسام بتاتے ہیں۔ جن میں ایک گروہ ان شعراء کا ہے جن کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۝

وَ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لاَ يَفْعَلُوْنَ ‎o‎القرآن الشعراء ۲۶ : ۲۲۶ اوردوسرے وہ حضرات ہیں جو اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے راہیں ہموار کرتے ہیں۔ جیسے سعدیؒ ، جامیؒ ، رومیؒ ، سنائیؒ رحمهم الله تعالیٰ اجمعین ۔آخروقتوں میں شعراء کا ایک طبقہ ایسا بھی تھا جنہوں نے ملت کو خوابِ غفلت میں مبتلا کرنے کے سلسلے میں ایک لمحہ بھی غفلت نہیں دکھائی۔ یہ شعراء معاشرے کے تنزل اور معنویات کو مسمار کرنے بلکہ خود معاشرے کے چہرے پر داغ رہے ان کو پتہ نہیں تھا کہ انہوں نے افراد کے دل وروح کو کس طرح زہر آلود نشتر سے زخمی کردیا ہے۔

> این شاعرها از تنزل وخرابی معنویات جامعہ خیلی ''بلی خیلی'' کمتر متحسس بودند بلکه خود یکی از خرابی ها بودند این بدیعہ ''شعری'' راکه دردست ناشستۂ شان زہرآگین شدہ بود نمید انستند ودرک نمی کردند کہ بہ دل وروح مردم چہ نشترہای زہر دارد میدر آورند راینہا کشتۂ الفاظ بودند تلازم وتناسب معنی بیگانہ صنایع دیوانگانہ مبالغات فوق الامکان تشبیہات واستعارات بیمعنی مقصدان بیمقصد ها بود ''عشق'' این عاطفۂ قدسی را بدرجہ ''امرد پرستی'' تنزل دادہ بودند کلمہ ہای عربی در شعر آوردن را ثقالت وسخافت می نامیدند۔ تنہا کلمات بلکہ مضامین جدی وقور اخلاقی وسیاسی ہم برطبع وندو پریشان ومیگسار غزل ہای شان مثل سنگ گران بود۔ شعر تنہا برای گل ومل چمن وبلبل وسراپا ہائی معشوق ناقابل تصور موہوم ایشان مخصوص بود۔ (۷)

اس کے بعد داوی نے خدا کی حمد کرتے ہوئے عالمی تہذیب کے ترتیب وشوکت میں بلند کردار ادا کرنے والوں کو غنیمت سمجھا ہے۔ اس استدلال سے جناب داوی کے علمی پختگی وفہم وفراست کا آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

> ولی الحمدللہ این بی مبالاتی این مدہ (مود) فرسودہ دیگر از قلمرو عالم میرود فنا شود۔ (اگر چہ بقدر لازم ھنوز رفتار فنای آں سرعت ندارد) حالا دیگر ملت اسلامیہ ایام غفلت خانحانان را تنفر میکنند۔ حالا دیگر بجای الفاظ بہ معنی وبجای کالبد بہ روح متوجہ میشوند حالا سیاسی استادانہ دھر مارا از خواندن ''واقف'' بادیدہ ہای اشکبار منع کردہ میرود، مثلی کہ در ہرطرف لزوم راہ رہبرو راہ پیداداریم ھر چیز نشان منزل مقصود می جوییم شعر را ھم از ھمہ زیادہ تر وشاید از ھمہ اولتر باید برای ھمین سفر ''مسابقہ

حیات''،''تنازغ البقا''استعمال می کینم۔

بلی مادر دست چرخ تقدیر''خواہ خودراخبرکینم یانکینم''بمسابقہ حیات آغاز کردہ اہم ہر کہ مسابقہ راباخت مثل عہد رومای کبریٰ غذای شیران گرسنہ می شود حیات دیگر با اوکاری ندارد۔ اوصرف ادامۂ حیات دیگران میشود بلی حیات حیوانات بہ محوحیات انسان ھا اوامہ میشود۔ ھمین است احکام نیروھای امروزہ کہ برتخت سطنت مدنیت نام وحشمت مطلقہ تمکن دارند۔ (۸)

اس بحث کو خاصا طول دیا گیا ہے مگراس طوالانیت میں بھی علمی بصیرت واستعداد کو مسلسل قائم رکھا ہے۔ اس کے بعد داوی نے پیامِ مشرق کے تمہید پر بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ چونکہ''پیامِ مشرق'' کی تمہید علامہ نے اردو میں لکھی ہے اس لئے انھوں نے اس تمہید کا تلخیص فارسی میں ترجمہ کر کے مقالے میں شامل کیا ہے۔

تمہید کے اس تلخیص کے بعد کتاب کے ابتدائیہ کی جانب توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ جو بقول ان کے درد سے بھرپور التماس اور نصائح پر مشتمل ہے جو ایک مردِ خود آگاہ غازی امان اللہ خان کے نام سے منسوب ہے۔

ابتدائیہ کو نقل کرنے کے بعد داوی نے لالۂ طور کی رباعیات کو یوں متعارف کرایا ہے۔

طبع فطرت دوست وصحرا پسند اقبال بیش ازھمہ گلہا لالۂ خودروی صحرای رامورد دقت ھائی شاعرانہ وجستجو ھائی حکیمانہ خود قرار دادہ است۔ سینۂ مسلم تجلیگاہ دیگرو نالہ اوشعلہ دیگر است از ہرلالہ کہ ازین طور سرزند اثر ھمان جذوہ ماموں است کہ موسیٰ امید العلہم یصطلون داشت بیدل علیہ الرحمہ درین موضوع یکقدم بیشتر می نہد کہ میفر ماید۔

شوق برکسوت ناموس جنون میلرزد　　　　عوض داغ مبارا ید بیضا بخشند

لالہ طور چہ زیبانامی است برای آن نالہ ھای سوختہ برجستہ کہ از''وادی المقدس'' روح بیتاب ایمان مبخیز داین مجموعہ رباعیات کہ شعرودین درآن مزوج است در چار چوبۂ ہر رباعی خود دروازہ شہراہ نو''حیات''باز مینماید وحتیٰ باز دلہای بیچون راماپل تپش ونیاز۔ (۹)

داوی لکھتے ہیں کہ لالہ طور میں شامل رباعیات کی تعداد ۱۵۵ ہے اگرچہ میں ان رباعیات

میں سے اپنی انتخاب پیش کر رہا ہوں لیکن بقیہ میں سے ہر ایک رباعی چھوڑتے ہوئے خونِ جگر پیتا ہوں لیکن اس انتخاب سے پہلے داوی نے ان رباعیات کے موضوعات و مطالب سے پردہ کشائی کی ہے۔

مقالے کا ایک اور عنوان ہے ''حضور و نیاز''۔ اس عنوان کے تحت داوی نے ایک دلچسپ تاریخی واقعے کا ذکر کیا ہے۔ کہ وہ ایک دن نجی محفل میں اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ شہید کے ساتھ بیٹھے تھے۔ موضوعِ اقبال شیرینی مجلس تھی۔ اعلیٰ حضرت علامہ کے افکار سے اظہار مسرت کر رہے تھے مگر ایک جگہ پر کہا کہ ''اقبال کا ایک عیب ہے کہ اللہ کے حضور ان کی گفتگو قدرے گستاخانہ ہو جاتی ہے'' مثلاً خدا و انسان، تو شب آفریدی چراغ آفریدم وغیرہ۔ داوی لکھتے ہیں کہ میں نے اس سلسلے میں بعض متقدمین شعراء کے حوالے بھی دیئے جنہوں نے پروردگار سے بے تکلفانہ انداز میں راز و نیاز کیا ہے۔ اور عرض کیا کہ شاید اقبال نے انسان کو اپنا تشخص یاد دلانے کے لئے یہ سب کچھ کیا ہو۔ البتہ داوی کا بھی یہی خیال ہے کہ اقبال بعض اوقات تجاوز کر جاتا ہے۔

> در یک وقت غیر رسمی خوشبختانہ بحضور اعلیٰحضرت غازی پادشاہ حقایق آگاہ ما شرف حضور داشتم و ذکر اقبال ''شیرینی مجلس'' بود اعلیٰ حضرت از افکار اقبال اظہار خوشی میکردند و تقدیر میمودند اما خبر مودند ''اقبال یک عیب دارد کہ بحضور الٰہی خطابہ ھای قدری گستاخانہ میکند مثلاً مکالمہ خدا و انسان تو شب آفریدی چراغ آفریدم وغیرہ، مضمون ھمایون زمینہ مبادلہ افکار حضار گرام مجلس در حق نظمھائ دیگر اقبال مثل ''شکوہ'' وغیرہ شدند، منہم حصہ گرفتم و این را ارادۂ جدی اقبال نینگاشتم و گفتم شاید اقبال میخواھد از ین راہ بہ انسان ھا اہمیت و مکانت علو کرامت حقیقی شان را بفہماند۔ ولی من خودھم قبول میکنم کہ تجاوزات اقبال یکقدری از اندازہ زیاد است۔ افکار و احساسات تصحیحۂ پادشاہ ما اسباب صد مسرت و شکران است۔ اما اقبال از آداب و نیاز خالی نیست در ہیجان حسیات و بزم بی تکلف و بعضا ادب ناشناسی شعر این گونہ زوایدسر زدہ است ورنہ اقبال در ہر چیز جلوہ او ''جل جلالہ'' می بیند در نظر او ہر ورقی معرفت است ہر موجودی آئینہ تجلیات احدیت وھمہ کائنات مصروف نیاز و عبادت۔ (۱۰)

داوی کو بجا طور پر یہ اعتراف بھی ہے کہ اقبال بارگاہِ الٰہی میں آداب و نیاز سے خالی نہیں۔ وہ

ہر چیز میں اللہ جل جلالہٗ کا جلوہ دیکھتے ہیں ان کی نگاہ میں ہر صفحۂ معرفت ہے ہر موجود آئینہ ہے ان کی تجلیات کا۔

مقالے میں فلسفہ کے ضمنی عنوان میں داوی نے فلسفۂ اقبال کے بنیادی خدو خال کو واضح کرتے ہوئے لالۂ طور کے ۱۲ رباعیات کو اس موضوع سے منسلک قرار دیا ہے۔

ے چسان زاید تمنا در دل ما | چسان سوز و چراغ منزل ما
بچشم ما کہ می بنید | چسان گنجید دل اندر گل ما
بہ شبنم غنچہ نورستہ میگفت | نگاہ ما چمن زادان رسا نیست
در آن پنہا کہ صد خورشید دارد | تمیز پست و بالا ہست یا نیست (۱۱)

داویؔ کے خیال میں تاریخ اگرچہ فلسفہ کی عمر تین ہزار سال سے زائد بتائی ہے لیکن ھنوز یہ معمہ حل ہونے سے قاصر ہے۔ حیرت ہی عرفاء کا آخری مقام ہے اور عقلِ سلیم بھی اس طرح۔

ے ھزاران سال بافطرت نشستم | باو پیوستم و از خود گسستم
ولیکن سرگذشتم این دو حرفست | تراشیدم پرستیدم شکستم
خرد زنجیری امروز و دوش است | پرستار بتاں چشم و گوش است
صنم در آستین پوشیدہ دارد | برھمن زادۂ زنار پوش است (۱۲)

داویؔ نے ذیل چودہ موضوعات کو لالۂ طور کی رباعیات میں پنہاں پایا ہیں:

۱۔ عشق و درمندی، ۲۔ سخت جان زحمت دوستی، ۳۔ اعتماد نفس، تحقیق، اجتہاد، ۴۔ طلب و جستجو، ۵۔ آرزو پروری، ۶۔ ہمت عالی، ۷۔ تقدیر اہمیت و مکانت انسانی، ۸۔ ترک جبن فدا کاری، ۹۔ گریز از پول دوستی، ۱۰۔ شناختن مواقع استعمال قوای خود، ۱۱۔ عدم خوف از مرگ، ۱۲۔ دقت، ۱۳۔ ترک نیشنلزم، ۱۴۔ احترام دین۔

داویؔ نے عشق و دردمندی کے سلسلے میں فکرِ اقبال کی ایک ہی جہت سے ترجمانی کی ہے۔

> عشق از ''آرزو'' و تولد شدہ است و خادم ''آرزو'' واست نقط آتش است ''پرورش آرزو'' و پرورش عشق است ھم چنانکہ ''پرورش آرزو'' و عشق ''ھمت عالی'' پیدا میکند ہمت عالی نیز آرزو و مطلب بلند تمنیہ میںمایدا اینہا لازم و ملزوم یک دیگرند انسان کہ صاحب ہمت عالی باشد باید ''بہ اہمیت'' خود مدرک شود تا ''اعتماد نفس'' کامل تر گردد و در راہ طلب پختہ تر برای اختیار کردن طرز صحیح برای ''طلب'' و موفق

''شدن شناختن موافق استعمال قوای خود'' و ''دقت'' در شناختن کیف و کم و خواص ہمہ ماحول خود ضروری است۔ (۱۳)

مقالے کے دیگر ضمنی عنوانات عشق، سخت جان و زحمت دوستی، خود اعتمادی نفس تحقیقی و اجتہاد، طلب و جستجو اور آرزو کے سلسلے میں پہلے موضوع پر مختصر اظہارِ خیال اور اس کے بعد متعلقہ موضوع سے متعلق علامہ کے اشعار کے حوالے دیئے گئے ہیں۔

مقالہ نمبر۲:

دکتور اقبال
از سرور خان گویا

افغانستان میں حضرت علامہ پر دوسرا مقالہ سرور خان گویا نے ''دکتور اقبال'' کے عنوان سے لکھا جو مجلّہ کابل کے مارچ ۱۹۳۱ء (سال اول شمارہ ۱۰، صفحہ ۹۱ تا ۲۲) شائع ہوا۔

اس مقالے میں پہلے تو گویا نے مختصراً علامہ کی ہمہ گیر شخصیت اور عالمگیر فکر کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ کس طرح مشرق و مغرب کے علوم پڑھ کر اقبال نے اپنے گراں قدر خیالات و افکار کو بقائے دوام دیا۔

گویا مغرب میں اقبال کو متعارف کرانے کا سہرا ڈاکٹر نکلسن کے حوالے کر دیتا ہے کہ انھوں نے علامہ کے جاویدان افکار سے مغرب کو روشناس کرایا۔

> اشعار اقبال دارای آن تعالیم اخلاقی عالی است۔ کہ میتواند سرمشق زندگانی و نوید سعادت بشری قرار گیرد۔ اقبال علاوہ بر شہرت فوق العادہ کہ در خود مملکت بہناور ھند دارد در سائر مملکت اروپا و شرق نیزی نہایت مشہور است۔ دکتور نکلسن مستشرق شہیر انگلیس و معلم ادبیات را در دار الفنون اکسفورد انگلستان کہ یگانہ متتبع و زندہ کنندہ نام و آثار اقبال در عالم فرنگ است۔ میگوید کہ اقبال سرتاسر قارۂ ہند را مسخر نمود و در تصوف خویش نگاہداشت۔ و او یگانہ شاعر و پیشوائی است کہ مملکت پیر ہند از افکار جوان و تامی و پیروی کردہ است۔ (۱۴)

ترجمہ: علامہ کے اعلیٰ اخلاقی اقدار اور عرفان سے بھرپور اشعار اس قابل ہیں کہ وہ زندگی اور حیاتِ انسانی کے مأخذ قرار دیئے جائیں۔ اقبال اپنی مملکت میں

نہایت شہرت کے علاوہ ہندوستان سے باہر یورپی ممالک اور دیگر مشرق ممالک میں بھی شہرت رکھتے ہیں۔مشہور انگریزی مستشرق ڈاکٹر نکلسن استاد دارالفنون اکسفورڈ جس نے اقبال کے نام وآثار کو مغرب سے متعارف کرایا کہتے ہیں کہ اقبال نے خطۂ ہند کو مکمل تسخیر کیا ہے یہ وہ واحد شاعر ہیں جن کے جوان افکار کی پیروی تمام قدیم ہندوستان میں کی جاتی ہے۔

گویا کو اس مقالے کے لکھنے کے دوران علامہ کی درج ذیل کتب کے مطبوعہ ہونے کا پتہ چل سکا ہے۔

از آثار دکتور اقبال تا آنجا کہ نگارندہ اطلاع دارم آثار وکتب ذیل بطبع رسید ہنوز درتحت طبع است۔

پیامِ مشرق (بزبان فارسی بجواب گوتہ شاعرشہیر المان) نالہ یتیم (بزبان اردو) زبور عجم (بزبان فارسی) رموز بیخودی (فارسی) اسرار خودی (فارسی) بانگِ درا (اردو) جاوید نامہ (بزبان فارسی) بجواب دانیتی شاعر ایطالیا کہ ہنوز درتحت طبع است) از تاریخ تولد و مسقط الراس وسنین عمر وخطوط مسافرت ودورہ ھائی تحصیل وغیرہ عوارض وخصوصیات حیات این شاعر شہیر چون دستم تہی است نتوانستم کہ بدقت درین باب چیزی بنویسم ناچار بہ این و جیزہ اکتفا رفت و وعدۂ کہ دانشمند معظم و دوست محترم آقائی صلاح الدین خان سلجوقی دادہ اند امید قوی دارم کہ شرح حال مبسوط و کاملی او حضرتش بقلم توانا و مقتدر خویش در بمبئی نگاشتہ وما درآئینۂ قریب درج صحایف مجلّہ کابل نمائیم۔ (۱۵)

ترجمہ: نادم تحریر علامہ اقبال کے ذیل مطبوعہ آثار سے متعلق مجھے اطلاع ہے جبکہ کچھ اور زیرِ طبع ہیں۔پیامِ مشرق (نامور جرمن شاعر گوتہ کے جواب میں) نالۂ یتیم (بزبان اردو) زبورِ عجم (فارسی) رموزِ بیخودی (فارسی) اسرارِ خودی (فارسی) بانگِ درا (اردو) جاوید نامہ (فارسی میں اٹلی کے شاعر دانتے کے جواب میں زیرِ طبع) تاریخ پیدائش مسقط الراس سنِ زندگی حالاتِ سفر اور حصولِ علم کے ادوار وغیرہ اور ان کے دیگر حالات وامورِ زندگی سے متعلق میرے پاس کوئی معلومات نہیں جس کے بارے میں ، میں مزید تحریر

کرسکوں۔ مجبوراً مجھے اتنے پر ہی اکتفا کرنا پڑ رہا ہے البتہ میرے محترم دوست جناب صلاح الدین خان سلجوقی نے وعدہ کیا ہے کہ انہوں نے علامہ کے اپنے قلم سے ان کے مکمل حالاتِ زندگی بمبئی میں لکھے ہیں۔ مجھے فراہم کریں گے۔ جو میں مستقبل قریب میں مجلّہ کابل کے صفحات پر شائع کرادوں گا۔

اس مقالے میں گویا نے نالۂ یتیم جو اردو زبان میں ہے کو بھی علامہ کی تصنیف بتایا ہے جس کا ہمیں تا حال کوئی پتہ نہیں چل سکا۔ اور یہ انکشاف صرف گویا ہی کے اس مقالے کی زینت ہے۔ یہ ممکن ہے کہ گویا کے حافظے کا سہو ہو اسلئے کہ وہ برملا اعتراف کرتے ہیں کہ میرے پاس علامہ کی سوانح اور دیگر امور کا مکمل علم نہیں جس سے میں آگے تحریر کرسکوں۔

گویا نے مقالے کے آخر میں اسرارِ خودی کے چیدہ چیدہ اشعار کا انتخاب ذیل ترتیب سے پیش کیا ہے۔

اطاعت: ۱۷، ابیات

ضبطِ نفس: ۲۲، ابیات

نیابت الٰہی: ۲۷، ابیات

<u>مقالہ نمبر۳:</u>

علامہ اقبال
از احمد علی خان درانی

علامہ کے فن وشخصیت کے حوالے سے افغانستان میں مطبوعہ تیسرا مقالہ سردار احمد علی خان درانی کا لکھا ہوا ہے اور مجلّہ کابل کے جون ۱۹۳۲ء کے شمارے میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ مقالہ بعد میں مجاز لکھنوی نے اردو میں ترجمہ کیا جس کو ڈاکٹر سلیم اختر نے اپنی کتاب اقبال ممدوحِ عالم میں شائع کیا ہے۔

یہ مقالہ قدرِ طویل ہے۔ تمہیدی پیراگراف بڑا دلچسپ ہے۔

ملتی کہ میخواھد از ھبوط پستی ونکبت نجات یافتہ شان وعظمت خود را درانظار اعالم و خاطر جہانیان روشن نماید، نخستین یک گونہ تموج پستی وذلت رادر خود احساس میکند و یکی از افراد آن جامعہ بیدار شدہ کاروان ساکت وصامت را از اثر کلام آں

جامعہ بیدار شدہ کاروان ساکت وصامت را ز اثر کلام وسوز نالہ خود بشاہراہ صحیح سرگرم تلاش وجستجو میگرداند۔

آن ہمہ طوفانات غنود و جمودی کہ بر ملل اسلامیہ طاری ومستولی شدہ اکنون ہمہ کس حس کردہ ودر اکثر ممالک قایدین ملت بعقل رسا وفہم دراک قوم خود را پیش میبر دند اقبال نیز یکی از ین قائدین بشمار میرود کہ صدای پر سوز وی برای ملت و قومش کار صور اسرافیل را دادہ است۔ (۱۶)

ترجمہ: ''جس قوم میں پستی اور قصرِ ذلالت سے اُبھرنے کی صلاحیت پیدا ہونے لگتی ہے تو سب سے پہلے اس میں خود اپنی تباہ حالت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔اور پھر اس بیدار شدہ جماعت میں کوئی ایک فرد (جس میں سیادت وقیادت کی اہلیت ہوتی ہے) اس کاروانِ ساکت وصامت کو اپنا ''بانگِ درا'' سے صحیح جادے پر سرگرمِ عمل وجستجو بنا دیتا ہے۔

چنانچہ وہ سارا جمود اور خوابِ غفلت جو کہ مللِ اسلامیہ پر طاری تھا اب اس کا کافی احساس ہوتا جاتا ہے۔اور اکثر ممالک میں قائدینِ ملت اپنی عقلِ رسا سے کام لے کر اپنی قوم کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ چنانچہ اقبال بھی اُنہی قائدین میں سے ایک ہیں جن کی درد بھری آواز نے قوم وملت کے حق میں صورِ اسرافیل کا کام کیا ہے۔ (۱۷)

اس کے بعد جناب درانی صاحب نے علامہ کے سنِ پیدائش ۱۸۷۰ء بمقام سیالکوٹ بتایا ہے۔ (۱۸) جبکہ صدیق رھپو نے جب ۱۹۷۷ء میں علامہ کے صد سالہ جشنِ ولادت کے سلسلے میں افغانستان و اقبال کو مرتب کیا۔جس میں اس مقالے کو بھی شامل کیا ہے۔اس وقت تک طویل تحقیقات کے بعد متفقہ طور پر یہ طے پایا گیا کہ علامہ کی صحیح سنِ ولادت ۱۸۷۷ء ہے لہٰذا صدیق رھپو نے یہاں ۱۸۷۰ء کے بجائے علامہ کے سنِ ولادت کو ۱۸۷۷ء لکھا ہے۔ (۱۹) جبکہ مجاز لکھنوی نے اس مقالے کے ترجمے میں علامہ کے سنِ ولادت کو ۱۸۷۶ء لکھا ہے۔ (۲۰)

درانی نے علامہ کی پیدائش کا مژدہ علامہ کی زبانی ان کے اس رباعی سے تعبیر کیا ہے۔

؎ نعرہ زد عشق کہ خونین جگری پیدا شد
حسن لرزید کہ صاحب نظری پیدا شد

فطرت آشفت کہ از خاک جہاں مجبور
خود گری خود شکنی خود نگری پیدا شد [۲۱]

علامہ کے آباواجداد کا تعلق کشمیر سے بتایا گیا ہے۔اسی مناسبت سے علامہ کے درج ذیل ابیات کا حوالہ دیا ہے۔

؎ سرت گردم اے ساقیِ ماہ سیما بیار از نیاکانِ ما یاد گاری
از آن می فشاں قطرۂ بر کشیری کہ خاکسترش آفریند شرارے

مرا بنگر کہ در ہندوستان دیگر نمی بینی
برہمن زادۂ رمز آشنائی روم وتبریز است

مقالے میں علامہ کی مختصر سوانحی تذکرہ کے بعد ان کی فکری تشکیل کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔آغازِ جوانی سے اردو اشعار کی طرف میلان اور علمی و روحانی گھرانے میں پرورش وتعلق ہونے کی بنا پر ان کے کلام [۲۲] پر معنویت کے غلبے کا تذکرہ کیا ہے۔ابتداء میں فطرت سے گہرے اثرات قبول کر کے فطری مناظر سے متعلق منظومات لکھیں۔اس کے بعد حسن وعشق کے دلدادہ ہوتے ہوئے کلام میں فلسفہ تاریخ والہیات جیسے دقیق موضوعات تک کے ارتقائی سفر کا ذکر کیا ہے۔اقبال نے قیس اعشی (نابینا عرب شاعر) کی طرح ساکت شاعری کو کاروانِ ملت کی زوال کا باعث بتایا بلکہ ملت کو کارزارِ علم وعمل میں جدوجہد کی تلقین کی۔

اقبال با مہرہ ھائی فلسفہ تاریخ والہیات شطارت ومہارتش را بر بساط سیاست چیدہ از یکسو در ین عالم جدوجہد درین عرصہ کون وفساد درین فراخنای تنازع للبقاو دریں میدان میدانِ تگ وتاز با شاطران سیاسی وشیوا بیانان ہم عصر وفیلسوفان باریک بین دست وگریان است واز جانب دیگر ممکنات حیات را در اخلاق اللہ دیدہ بملت راہ راست اسلام راھد ایت میکند۔

اقبال اضمحلال وسکون شاعری را کہ تنزل وحکم تنزل اقوام وامم را داردم در شکستہ کاروان ملت را مثل (قیس اعشی) بہ کارزارِ علم وعمل وگیر ودارد جدو جہد پیش میداند۔

؎ بیا کہ غلغلہ در شہرِ دلبران فگنیم جنون زندہ دلان ہرزہ گرد صحرا نیست
مرید ہمت آن رہروم کہ پا نگذاشت بجادۂ کہ در و کوہ ودشت ودریا نیست

ترجمہ: اقبال فلسفہ، تاریخ، الٰہیات اور سیاسیات سب میں کمال رکھتے ہیں اور اس لئے وہ ایک ہی وقت میں مدبر بھی ہیں شاعر بھی ہیں اور فلسفی بھی لیکن اس تصویر کا دوسرا رُخ بھی ہے یعنی مذہبیات ۔ چنانچہ علامہ موصوف مذہب اسلام کے بہت بڑے رہنما بھی ہیں۔

اقبال نے شاعری کے سکوں واضمحلال (کہ شاعری کا زوال درحقیقت اقوام کے زوال کا پیش خیمہ ہوتا ہے) کی بیخ کنی کر دی ہے اور کاروانِ ملت کو مثلِ قیس اعشیٰ کے جدوجہد اور علم وعمل کے میدان میں سرگرم کر دیا ہے۔ (۲۳)

اقبال نہ مثل بعضی جادونفسان سحر بیان کہ ملت شمانزا از تاثیر کلام خودمست ومبہوت ساختہ، یک عالم حیات و یک جہان زندہ را (کہ عبارت از شور وشغف و زدو خورداست بموت مطلق سکون وحیرت خانہ جنون بادل شکستگی ومظلومیت جوگیانہ آشنا ساختہ اند بودہ بل میخواھد ہم آں اثراتی را کہ تعلیم مسلک قناعت وتوکل شعرای متصوفین شرق و قادر الکلامان جادو رقم وسحر طرازان بہ تخلیات ناممکن الحصول خودملت وقوم رادرورطہ نکبت وفلاک بردہ اند برکشیدہ بجادہ محرک اعتلار ھنمونی کند ازھمین جاست کہ گرمی تخنش درمحاذ خوابیدہ کشاکش سعی وعمل و در عروق منجمد اقوام، تموج حیات وشور اضطرادراجریان دادہ درمصاف زندگی یاقوت ارادی مستنیر میسازد۔ (۲۴)

ترجمہ: اقبال بعض اس قسم کے شعراء میں سے نہیں ہیں جنہوں نے اپنی جادو بیانی کو کام میں لا کر اپنی قوم کو محوحیرت تو بنا دیا ہو مگر بجائے زندگی کی روح پھونکنے کے موت کی تعلیم دے دی ہو چنانچہ وہ ان لوگوں کے خلاف ہیں جنہوں نے چند ناممکن الحصول تخلیات کی تخم ریزی کی ہے یا مثلِ صوفیان مشرق کے بیجا توکل و قناعت کی تلقین کی ہے۔اس لئے کہ اس طرح قوم سعی عمل کے راستے میں بھٹک جاتی ہے۔اور ادبار وپستی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ (۲۵)

حضرت علامہ نے ۱۹۱۶ء میں ایک مضمون بعنوان جمہوریتِ اسلام ''نیو ایرا'' اخبار میں لکھا تھا جس میں انہوں نے نطشے سے اس سلسلے میں اختلاف کرتے ہوئے یورپ کی جمہوریت کا بھی نقشہ پیش کیا تھا۔ (۲۶)

جناب احمد علی خان درانی نے اپنے اس خیال کہ علامہ کے کلام میں جادو بیانی اور سحر انگیزی کے باوجود ملت کی بقائے دوام کے لئے صرف اور صرف جہدِ مسلسل کو انحطاطِ سکوت اور جمود سے نجات کا راستہ بتاتے ہیں کی تصدیق کے لئے علامہ کے اس مقالے کے اقتباس کا حوالہ دیا ہے جن سے جناب (۲۷) درانی کے احاطۂ مطالعہ کا پتہ چلتا ہے جو صرف کلامِ اقبال کے آثار تک محدود نہیں تھا بلکہ علامہ کے افکار سے آگاہی تک وہ ان کی دیگر تحریرات کا مطالعہ بھی کرتے تھے۔

جناب احمد علی خان نے مقالے میں جا بجا علامہ کے اشعار کے حوالے دیئے ہیں۔ جو تحریر کی مناسبت سے بہترین انتخاب کا مرقع ہیں۔

اقبال ملت را بہ نیشہای قلمی خود از نواقص نفاق و بی مروتی کہ مایہ نکبت واد بار است آگاہ ساختہ ابواب بہ پند و نصائح را گاہ از زبان طبیعت و گاہ از زبان طیور و گاہ از زبان احرام فلکی باز مینماید چنانچہ حالت نکبت و فلاکت جہاں ساکن و صامت را از زبان مہ گیتی فروش بتشبیہات دہشتناکی پیرایہ ذیل رسم میکند۔

شورہ بوم از نیش گژدم خارخار — مور او اژ درگز و عقرب شکار
صرصر او آتش دوزخ نژاد — زورق ابلیس راباد مراد
آتش اندر ھوا غلطیدہ — شعلۂ در شعلۂ پیچیدہ
آتشی از دود بیجان تلخ پوش — آتشی تندر غوو دریا خروش
در کنارش مارھا اندر ستیز — مارھا یا گفچہ ھای زھر ریز
شعلہ اش گیرندہ چون کلب عقور — ھولناک و زندہ سوز و مردہ نور

ای خدا چشم کبود و کور بہ
ای خدا این خاکدان بی نور بہ

ترجمہ: اقبال نے اپنے قلم کو ان نقائص سے جو قوم و ملت کے ادبار و پستی کا باعث ہوئے ہیں مثلاً نفاق و بے مروتی وغیرہ۔ باز رکھا ہے اور پند و نصائح کا باب کبھی تو طیور کی زبانی اور کبھی اجرامِ فلکی کی زبان سے کھول دیا ہے۔ چنانچہ ایک جہانِ ساکت وسامت کے ادبار و فلاکت کو وہ چاند کی زبانی چند دہشتناک تشبیہوں کے وسیلے سے حسبِ ذیل انداز میں پیش کرتے ہیں۔ (۲۸)

یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ علامہ کی زندگی ہی میں علامہ کے عالمگیر اسلامی سیاسی نظریئے کو

پذیرائی ملی۔ معاصرین اقبال نے علامہ کے اس تڑپ کو محسوس کیا۔ اور اس نظریہ کی ابلاغ وتشریح میں عالم اسلام کے گوشے گوشے سے آراء آنے لگے۔ ملتِ افغان بھی اس نظریہ کے ادراک میں پیش پیش رہا۔ چنانچہ احمد علی خان نے اپنے مقالے میں اس فکری حوالے کو یوں اشارہ کیا ہے۔

اقبال در اول نظر انحطاط عالم اسلام را حس کرد۔ پستی ملت زبونی قوم مصائب امت زوال مفاخر اسلامی وسکوت قائدین طلسم خاموشی را درهم شکست طبع خدادادوی آه هائ سینہ سوز و نالہ های جانگاهش را با حسن فصاحت وشور بلاغت بر بستہ (نخست بزبان هند باز بہ آهنگ فارس) بمشرق رسانید۔

عشق پامال خرد گشت و جهان دیگر شد بود آیا کہ مرا رخصت آهی بخشید (۲۹)

ترجمہ: اقبال نے ایک نظر میں انحطاط عالمِ اسلامی کا احساس کرلیا۔ اور پستی ملت زبونی قوم مصائبِ امت زوالِ مفاخر اسلامی اور قائدین کے مہر سکوت کو بھی توڑ دیا۔ ان کی خداداد طبیعت نے سینہ سوز آہوں اور جاں کاہ نالوں کو نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ پہلے اردو اور پھر فارسی کے ذریعے تمام مشرق میں پہنچا دیا۔ (۳۰)

جناب درانی صرف اس پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ علامہ کے فکری درد و معنوی سوز کی مزید تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

درحقیقت نوادهای شعری اقبال جذبات زخم خورده جدون پرورش را بشغل سینہ کاوی از اعماق دل برفراز سخن برآورده تا نالہ هائ بیتابی کہ درجگر و داستان غم آلودی کہ درنظر دارد وانموده تمام عالم اسلامی را از نتائج نواقص امتیاز ملت و وطن (یعنی قیود ملی ونهایت مکانی) آگاه نماید و سمند تخیلی ایشانرا بتازیانہ های عبرت از حدود جغرافیای رنگ و بو توحید مطلق و ذوق طلب رهسپار جاده رفعت ومنازل ارتقا واعتلا بگرداند بنابرین خواهش دارد کہ افراد و اقوام پریشان در سلک واحد منسلک گردیده برائی تمام عالم اسلامی یک قلب مشترک پدیدار آید۔

قلب ما از هند وروم وشام نیست — مرزبوم او بجز اسلام نیست
گردشی باید کہ گردون از ضمیر روزگار — دوش من باز آرد اندر کسوت فردای من
گر تو میخواهی مسلمان زیستن — نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن
دل بہ سلمای عرب باید سپرد؟ — تا دمد صبح حجاز از شام کرد

اندکی از گرمی صحرا بخور   بادہ ی دیرینہ از خرما بخور

ترجمہ: اقبال نے نالہ ہائے بیتاب کو جو جگر میں رکے ہوئے تھے۔ آزاد کر دیا اور اس داستانِ غم کو جو نظروں سے پوشیدہ تھی نمایاں کر دیا۔ انہوں نے عالم اسلامی کو امتیازِ ملت و وطن کے نقائص اور ان کے نتائج سے متنبہ کیا۔ اقبال حدود جغرافیائی اور امتیازِ رنگ و نسل کو ذوق طلب توحید مطلق اور نیز مہذب اسلام کے ارتقاء میں رکاوٹ پاتے ہیں۔ اور اس بناء پر خواہش کرتے ہیں کہ تمام افراد و اقوامِ پریشان کو ایک ہی سلک میں منسلک ہونا چاہیئے اور تمام عالمِ اسلامی کے لئے ایک ہی قلبِ مشترک ہونا چاہیئے۔ (۳۲)

مقالے میں جا بجا علامہ کے اردو اشعار کا منظوم فارسی ترجمہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے مثلاً:

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا کام تجھ سے دنیا کی امامت کا (۳۳)

کا منظوم فارسی ترجمہ یوں کیا ہے:

بخوان از بر صداقت را عدالت را شجاعت را
کہ عالم باز می گیر د زتو کار امامت را (۳۴)

اس مقالے کے تحریر تک ''جاوید نامہ'' علامہ کی تازہ ترین شائع شدہ تصنیف تھی۔ جناب درانی لکھتے ہیں:

تذکرۂ جمیل (جاوید نامہ) کہ تازہ ترین تصنیف و آخرین اثر علامہ اقبال است در نظر داشتم تحت (تقریظ و انتقاد) بیاوریم ولی نظر بلزوم تذکرہ آں درین مقالہ بی مناسب نخواھد بود اگر یک نگاہ سرسری بہ آں معطوف شدہ در قید نگارش بیاید۔ (۳۵)

اس کے بعد جاوید نامہ پر مختصر تقریظ لکھی ہے اسی تقریظ میں جاوید نامہ کے مختلف مشمولات کا اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ جبکہ مجاز لکھنوی کے ترجمہ شدہ مقالے میں یہ حصہ شامل نہیں ہے اور مجلّہ کابل کے علاوہ صدیق رھہو کی افغانستان و اقبال میں یہ پوری تقریظ شامل ہے۔

درانی کا یہ مقالہ مجلّہ کابل کے مئی جون ۱۹۳۸ء کے شمارے میں دوبارہ شائع ہوا ہے۔ جبکہ اس بار مقالے کا اختتام جاوید نامہ کے تقریظ کی بجائے علامہ کی بیماری اور سفرِ آخرت کے احوال پر ہوا ہے۔ (۳۶)

مقالہ نمبر۴:

تنزل وانحطاط اسلام

از محمد سکندر خان

۱۹۳۲ء میں مجلّہ کابل کی جانب سے انحطاط اسلام کے موضوع پر ایک تحریری مقابلہ ہوا تھا جس کے تحت پہلے مرحلے میں دو قصائد کو اول و دوم آنے پر انعامات دئے گئے تھے جبکہ دوسرے مرحلے پر نثر میں لکھی گئی تحریرات کو شامل مقابلہ کر دیا گیا جس میں پہلے انعام کے حقدار محمد سکندر خان معلم دارالمعلمین کابل اور دوسرے کا آقائے رجب علی خان معلم مکتب حبیبیہ کابل کو ٹھہرایا گیا تھا۔

مجلّہ کابل نے دسمبر۱۹۳۲ء میں جناب محمد سکندر خان کا مقالہ تنزل وانحطاط اسلام کو پورے اہتمام اوران کی تصویر کے ساتھ شائع کیا ہے۔ یہ مقالہ اگر چہ عنوان کے لحاظ سے براہِ راست تو علامہ اقبال سے متعلق نہیں ہیں۔ لیکن معنوی اور موضوعی لحاظ سے علامہ کے فکری و معنوی احساسات کا آئینہ دار ہے۔ اس مقالے کو یہاں افغانستان میں مقالات اقبال کے مباحث میں شامل کرنے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اس مقالے میں علامہ کے دیئے گئے اشعار کی بناپر ۱۹۳۲ء تک افغانستان میں اقبال شناسی کا آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت تک افغانستان میں علامہ کے افکار کو کتنی پذیرائی حاصل تھی۔ اور شاید انہی قوی دلائل کی بنیاد پر اسی مقالے کو اولیت انعام کا حقدار ٹھہرایا گیا تھا۔

اس مقالے کی ابتداء میں مسلمانوں کی مجموعی بدحالی انحطاد اور زبوں حالی کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے مضمرات علل واسباب کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جس میں ایک خاص وجہ جہالت جبکہ ایک اور وجہ مسلمان ممالک کی طرزِ حکومت بتائی گئی ہے جن میں طرزِ شورائی کے بجائے غیر شورائی نظام رائج ہے۔ اسی بناء پر وہاں امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے روگردانی کی وجہ سے وہ ممالک پرا گندگی کے شکار ہیں۔ اور وہاں عزت، غیرت، نافع اخلاق، اعمالِ صالحہ وغیرہ کا فقدان اور جہالت افلاس عادات قبیحہ کی فراوانی ہے۔ جناب سکندر خان لکھتے ہیں:

باید دانست کہ تعلیمات واصول قرآنی تا ہنوز ہیچگاہ غلط وغیر صحیح ثابت بالعکس در صحت قول وآیات قرآنی بسی شواہد وشبوتہا وجود دارد لہٰذا الزام است اسلامیان من

حیث القوم حالت موجودہ خود را بر مضامین و حکام قرآنی کی محک ہدایت است تحقیق وتفتیش نمایند کہ آیا ہیچہ مسلمانان بحثیت عمومی مطابق از اسلامیہ ھست باتغیر یافتہ با تعلیمات قرآنی مناسبتی ندارد؟ قرآن شریف مسلمانان راسخ العقیدہ، رانمؤ دہ سلطنت وحکومت مفتخر گردانیدہ است صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہ مسلمانان ثابت قدم و اعمال شان موافق محک قرآنی بودہ حکومت۔۔۔ ترین و بزرگترین را در عالم دارا بودند بعد از صحابہ کرام ہر قدر کہ مسلمین از تعلیم قرآنی غفلت نمودند بہمان اندازہ در حکومت و ترقی دینوی شان ضعف پدید آمدہ اوعزت و اقبال شان زوال پذیر گردید و ذلت و ادبار در تجسس مسلمانان بودہ بر ایشان استیلا یافت تاریخ سیزدہ ونیم صدسال برین مقال شاہداست کہ اسلامیان از منۂ مختلفہ ہنگامیکہ برخلاف او امر اسلامی اقداماتی بمودہ اند بر ایشان کامیانی ندادہ است۔ (۳۷)

اس کے بعد محمد سکندر خان نے نامور اسلامی سکالر سید جمال الدین افغانی کے افکار کی طرف توجہ دیتے ہوئے لکھا ہے۔

فیلسوف شہیر جمال الدین افغانی کہ نہ صرف عالم متبحر بلکہ از مابعد شرق بحساب میرفت در رسالہ ردنیچریت علت تنزل اسلام راضعف عقائد قرار دادہ وچنین اظہار داشتہ''چوں آداب و اخلاق و دیانت محمد یہ از غالب نفوس مسلمانان بلمرہ زایل نشدہ لہذا بہزار نوع کوشش بعد از سالہای دراز اراضی شامیہ از دستِ (صلیبیون) گرفتہ چنگیزیان رابشرف اسلام مشرف کردند ولیکن نتواند کہ ان ضعف رابکلی زائل سازند وآن سلطہ وقوۃ خودرا اعادہ نمایند زیرا آن نتیجۂ آن عقائد حقہ و خصال پسندیدہ بودہ و بعد از تطرق فساد اعادۂ آں عقاید متصور از ین است کہ ارباب تاریخ ابتدائی انحطاط مسلمانان را از محاربۂ صلیب میگیرند کہ آغاز ضعف مسلمانان وتفرق آنہارا از شروع آن تعلیمات فاسدہ اراتہ بگیرند۔ (۳۸)

اپنے انہی دلائل کے اثبات میں محمد سکندر خان نے حضرت علامہ کے ابیات کا حوالہ دیا ہے اور ساتھ ہی حضرت علامہ کو ترجمانِ حقیقت کے خطاب سے یاد کیا ہے۔

''داکتر اقبال کہ ترجمان حقیقت است چنین مینوسید۔

؎ لا الہ گوئی بگو از روی جان — تا ز اندام تو آید بوے جان

مہر و ماہ گردد زسوز لا الہ | دیدہ ام این سوز رادر کوہ و کہ
این دو حرف لاالہ گفتار نیست | لا الہ جز تیغ بی زنہار نیست
ما بشیزی دین وملت را فروخت | ہم متاع خانہ و ہم خانہ سوخت
لا الہ اندر نمازش بود و نیست | نازہا اندر نیازش بود ونیست
نور در صوم و صلوٰۃ اونماند | جلوہ ئی در کائنات او نماند
آنکہ بود اللہ او را ساز و برگ | فتنۂ اوحسب جان و ترس مرگ
رفت از اوآن مستی وذوق وسرور | دین او اندر کتاب و او بگور
تاجہاد و حج نماند از واجبات | رفت جان از پیکر صوم وصلوٰت
روح چون رفت ازصلوٰۃ وازصیام | فرد ناہموار و ملت بی نظام
سینہ ہا از گرمی قرآن تہی | از چنین مردان چہ امید بہی
از خودی مرد مسلمان در گزشت | ای خضر دستی کہ آب از سرگزشت

اس مقالے میں جا بجا مختلف فارسی اشعار کے حوالے دیئے گئے ہیں جبکہ سید جمال الدین افغانی کے ایک اور اقتباس کے نقل کرنے سے پہلے انہیں رئیس الاحرار کا خطاب دیا گیا ہے۔ جبکہ جمال الدین افغانی اور حضرت علامہ کے افکار کی مطابقت کے حوالے سے اگر ایک طرف علامہ کے اشعار کے حوالے دیئے ہیں۔ تو دوسری طرف افغانی کے افکار کے حوالے دیئے گئے ہیں۔

مقالہ نمبر ۵:

تقریظ بر مسافر

از سرور خان گویا

۲۱/اکتوبر تا ۲ نومبر ۱۹۳۳ء حضرت علامہ اور ان کے ہمسفر حضرات! اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی کی دعوت پر افغانستان میں تعلیمی نظام کی مشاورت کے سلسلے میں وہاں تشریف لے گئے تھے۔ واپسی پر سید سلیمان ندوی نے اردو نثر میں ''سیرِ افغانستان'' قلمبند کیا۔ جبکہ حضرت علامہ نے فارسی میں مثنوی ''مسافر'' تحریر کر کے طبع کرایا۔

مجلّہ کابل کے دسمبر ۱۹۳۴ء کے شمارے میں حضرت علامہ کی مثنوی ''مسافر'' پر تقریظ شائع ہوئی ہے۔ مجلّہ میں تقریظ انجمن کی جانب سے دی گئی ہے جبکہ ڈاکٹر محمد ریاض مرحوم نے اس تقریظ

کے نگارندہ کو سرور خان گویا لکھا ہے۔ (۴۰)

بہر حال یہاں اس تقریظ کے مشمولات پر بحث مقصود ہے۔ تقریظ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

آخریں اثر نفیس ستارۂ درخشانِ ہندو فاضل شہیرِ مشرق جناب علامہ دکتور سر محمد اقبال است کہ احساسات حقیقی جنابش رانسبت بجبت عالم اسلام و رقت و افسوسیکہ راجع بترقیات وعظمت از دست رفتۂ کشور اسلامی داشتہ وامیدھا وآمالیکہ مخصوصا برای استقبال مشعشہ داین خاک پاک اسلامی دارند۔ جناب شانزاوادار ساختہ درضمن مسافرت مختصریکہ چندی قبل باافغانستان فرمودہ بودند انرا در حدود چندصد بیت برشتۂ نظم کشیدن اند۔

اقبال بزرگ اقبال سخن وراقبال اسلام پرست رانہ تنہاماازسبب انشاداین رسالہ کہ ازتحریک وجدان پاک وعواطف سرشار واحساس صادقانہ وشریفانہ کہ خاصۂ آنمرد بزرگ بودہ و راجع بکشور و زمامداران لائق ما سرودہ اند تمجید میکنیم، بلکہ مقام و منزلت اقبال درمشرق امروزی خاصہ دنیای اسلام ہمچو آفتاب روشن است ہ نور وفیوضات حضرتش ہمہ مشرقیان رامستیز ومستفید میگردانند۔ (۴۱)

ترجمہ: (مسافر) ہندوستان کے تابندہ ستارے اور مشرق کے مشہور فاضل علامہ دکتور سر محمد اقبال کا عمدہ اثر ہے جو عالم اسلام کی عظمت رفتہ، ملتِ اسلامیہ کے ممالک کی مجموعی شان وشوکت امید و توقعات سے متعلق علامہ کے حقیقی جذبات کا آئینہ دار ہے۔ مملکت افغانستان کی شان وشوکت اور مستقبل کے حوالے سے یہ وہ چندسواشعار ہیں جو آپ نے کچھ عرصہ قبل سفرِ افغانستان کے دوران لکھے تھے۔ محمد اقبال، عظیم اقبال شاعر اقبال اسلام دوست کے نہ صرف ہم اس رسالے کے بہت شکرگزار ہیں جوان کی اپنی ضمیر اور پاک، صادقانہ، شریفانہ احساسات اور جذبات کا آئینہ دار ہے جو ہمارے مملکت اور ارباب اختیار کے لئے بیان فرمائے بلکہ اقبال کا مقام اور مرتبہ آج کل مشرق میں بالعموم اور دنیائے اسلام میں بالخصوص اس آفتاب کی مانند ہے جس کی نور فیوضات سے اہلیانِ مشرق پوری طرح مستفید ہو رہے ہیں۔

اس تقریظ میں گویا نے علامہ کو سعدی، حافظ، مولوی و بیدل کے قطار میں کھڑا کیا ہے۔

امروز اگر ادبائی عالیمقامی ازقبیل سعدی، حافظ، مولوی، بیدل آفتاب ھای بزرگی از افق کشور اسلام افول نمودہ اند ملل اسلام می باید بوجود اقبال خود را مسلی سازند

اقبال امروز سخن را جان و حیات تازہ بخشیدہ و آنہمہ هدایات اخلاقی و اجتماعی کہ مقرون بعرفۂ امروزۂ ملل اسلام بودہ و ایراد آں بہر واعظ و ناطق و سخن سنجی مشکل است ، آفتاب بکمال مہارت و تردستی قوالب سخن یعنی سخن روح دار پر مغز ، سخن مطبوع سخن مؤثر و جان پرور را نہہ و آمادہ مینماید۔ (۴۲)

ترجمہ: آج اگرچہ نامور ہستیاں جیسے سعدی ، حافظ ، مولوی اور بیدل اسلامی مما لک کے افق پر روشن آفتاب کی طرح چمکتی نظر آتی ہیں۔ ملتِ اسلامیہ کو اقبال کے وجود سے بھی استفادہ حاصل کرنا چاہیے۔ کیونکہ اقبال نے آج کے دور میں شاعری کو تازہ روح اور زندگی بخشی اور ان تمام اخلاقی اور معاشرتی عوامل کی جن سے اسلامی امہ دوچار ہے نشاندہی کی ان کی اصلاح اگرچہ مشکل ہے لیکن اقبال نے انتہائی مہارت کے ساتھ ان مواعظ کو شاعری کے قالب میں ڈھالا۔ شاعری کو روح مغز اور اثر عطا فرمایا۔

اس تقریظ میں علامہ کی شخصیت کی آفاقیت کی نشاندہی کی گئی ہے جس کی بناء پر انہیں عالمگیر شہرت نصیب ہوئی۔

یکی از فضائل عمدہ و زرک علامۂ ممدوح کہ ما را بمدحش بی اختیار می نماید اینست کہ وی فضل و استعداد خود را مخصوص ہند نساختہ بلکہ از جملۂ فضلاء و خدام بین المللی اسلامی بشمار میرود۔ این فاضل شہیر یک شورش حقیقی ہموارہ برائی سعادت گذشتہ و از دست رفتۂ عالم اسلام داشتہ و بہ تمام قوام موجودیت خود در محدد و رہنموائی و سنجیاں چارہ ھاہ برای عودت ترقی و عظمت اسلام می باشد۔ (۴۳)

ترجمہ: علامہ کا ایک بڑا اور واضح وصف یہ ہے جن کی بنیاد پر ہم بے اختیار ان کی مدح کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے اپنی سعی و استعداد کو ہندوستان کے لئے مخصوص نہیں کیا بلکہ اپنے آپ کو بین الاقوامی طور پر اسلامی فضلاء اور خادمین کی صف میں کھڑا کر دیا۔ اس معروف فاضل نے ماضی میں عالمِ اسلام کی سعادتِ رفتہ کی بازیابی کے لئے ایک راہ متعین فرمائی۔ اور اپنی تمام تر سعی مسلمانوں کی آئندہ ترقی اور اسلامی عظمت کے لئے وقف کی ہے۔

تقریظ کے آخر میں علامہ کی درازئی عمر کے لئے دعا کی گئی ہے۔ ان کی عظیم شخصیت کے لئے

احترامات وتشکرات بجالائے گئے ہیں اور اختتام پر مسافر کا انتخاب شائع کرایا ہے۔

اس انتخاب میں اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ غازی کے توصیفی ابیات، مسافر واردمی شود بہ شہر کابل وحاضر میشود بحضورت اعلیٰ حضرت شہید، برمراز شہنشاہ باید خلا آشیاں، برمزار حضرت احمد شاہ بابا علیہ الرحمہ موسس ملت افغانیہ'' کے ابیات پیش کئے گئے ہیں۔

مقالہ نمبر۶:

وفات اقبال شاعر وفیلسوف شہیر

از سید قاسم رشتیا

حضرت علامہ کی وفات کی مناسبت سے مجلّہ کابل کا تعزیتی مقالہ جو مجلّے کے خصوصی اقبال نمبر مئی جون ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا ہے۔ اس مقالے میں کابل میں منعقدہ پہلی تعزیتی کانفرنس کا حوالہ بھی ہے جو حضرت علامہ کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے علامہ کی وفات کے صرف ایک ہفتے بعد منعقد ہوا تھا۔[۴۴]

اس مقالے کے مشمولات (متن مع ترجمہ) کو مقالہ ھٰذا کے باب سوم افغانستان میں اقبال شناسی کی ارتقاء کے ضمنی عنوان پہلا دور ۲۲، اپریل ۱۹۳۸ء تا ۱۹۵۰ء میں شامل کیا گیا ہے۔ یہاں مزید اس مقالے کے مشمولات کا ذکر باعثِ طوالت وتکرار ہوگا جو کہ تحقیقی اصولوں کے منافی ہے۔

مقالہ نمبر۷:

اقبال وافغانستان

از غلام جیلانی اعظمی

حضرت علامہ کی وفات کے آٹھویں روز کابل میں جو تعزیتی کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اس کانفرنس میں پڑھے گئے مقالات میں سے ایک مقالہ غلام جیلانی اعظمی کا یہی مقالہ ''اقبال و افغانستان'' ہے جس کو بعد میں مجلّہ کابل نے مئی جون ۱۹۳۸ء کے خصوصی اقبال نمبر میں شائع کیا۔

اس مقالے میں اقبال کی افغانستان کے ساتھ عمومی محبت اور مراسم کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مقالے کے آغاز میں علامہ کی عالمگیر شخصیت بالخصوص مشرق میں ان کی محبوبیت کا ذکر کیا گیا ہے۔

بعد میں جب افغانستان نے غازی امان اللہ خان کے سربراہی میں باقاعدہ طور پر اعلان استقلال کیا تو اس تاریخی کارنامے پر علامہ کے اظہار مسرت وشادمانی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

موقعیکہ افغانستان بتحصیل استقلال خود موفق گردید اقبال خود را غرق یک عالم سرور وافتخارات دید وبا یک جہان مسرت وابتہاج محافل متعدد شادمانی در منزل خود ترتیب میداد وبدوستان خود از موفقیت افغانستان تبریک میگفت و ہر جا افغانی را مصادف میشد چون جان عزیز در بر گرفتہ صمیمانہ واحترام کارانہ از وی پذیرائی می نمود۔ (۴۵)

ترجمہ: افغانستان کے حصولِ استقلال پر علامہ اقبال بے حد خوش اور پر افتخار تھے۔ انتہائی دلی جوش ومسرت سے اپنے گھر پر کئی محافل کا انعقاد کیا تھا۔ اور اپنے احباب کو افغانستان کے استقلال پر مبارکباد پیش کی۔ اور جہاں کہیں بھی کسی افغان سے ملے تو نہایت خلوص واحترام کے ساتھ ان کی پذیرائی کی۔

اعظمی لکھتے ہیں کہ جو لوگ اقبال اور افغانستان کی مناسبت سے واقف نہیں ہیں وہ علامہ کو چمن زار افغانستان کا خوش نوا بلبل تصور کرتے ہیں۔

کسانیکہ از عواطف ذاتی واحساسات فطری اقبال نسبت بہ افغانستان واقف نبودند تصوری کردند کہ اقبال بلبلی است کہ از شاخسار گلش افغانستان پرواز نمودہ و در چمن ہند رحل اقامت افگندہ واین ہمہ تمایل وتپایش اونسبت با افغانستان باشی از علایق ذاتی و وحدت عرق وخون ملی است آری افکار نفیس واحساسات نجیب اقبال وی را در نظر یک افغان ہم جز افغان جلوہ نمیداد۔ (۴۶)

ترجمہ: وہ لوگ جو افغانستان سے علامہ کی ذاتی دلچسپی اور فطری احساسات سے واقف نہیں وہ تصور کرتے ہیں کہ اقبال ایک بلبل ہے جو گلشنِ افغانستان کے شاخسار سے پرواز کر کے چمن ہند میں اقامت پذیر ہوا ہے۔ افغانستان سے ان تمام ذاتی تعلقات و دلچسپیوں کا باعث ان کی قومی فکرِ وحدت ہے۔ یقیناً علامہ کے نفیس ذاتی افکار اور بلند احساسات ایک افغان کی نگاہ میں افغانی جلوہ کی حد سے باہر نہیں۔

اعظمی نے تو علامہ کی فارسی شاعری کا سبب ان کے افغانستان سے عشق پر منتج کیا ہے:

اقبال در آثار قیمت داریکہ بہ زبان فارسی دارد غالبا از اظہار این عشق و علاقہ مندی نسبت بہ افغانستان خودداری نتوانستہ چنانچہ دراثر معروف خود پیام مشرق شہامت افغانان راستایش نمودہ میفرمایند۔

ے ملتِ آوارۂ کوہ و دمن — در رگ او خون شیران موج زن
زیرک و روئین تن و روشن جبین — چشم او چون جرہ بازان تیز بین

کذٰ موسیقی افغان را باین طور میستاید۔

ے بسی گذشت کہ در انتظار زخمہ وریست — چہ نغمہ ہا کہ نہ خون شد بہ باز افغانی

و در جاي علايق سرشار خود را بہ ممالک اسلامیہ شرقی نشان دادہ میفرمایند۔

ے اگرچہ زادۂ ہندم فروغِ چشمِ من است — ز خاکِ پاک بخارا و کابل و تبریز

اعظمی نے افغانستان کی استقلال پر علامہ کی دائمی مسرت کا ذکر آگے بڑھایا ’’جاید نامہ‘‘ میں سید جمال(۵۰) الدین افغانی وسعید حلیم پاشاہ کی فلک عطارد پر پورے مکالمے کو مقالے کی زینت بنایا ہے۔ افغانستان میں سقوی انقلاب پر علامہ کی رنجیدگی کی طرف بھی مقالے میں اشارہ کیا گیا ہے۔

موقعیکہ افغانستان در سال ۱۳۰۷ دچار نفاق داخلی و گرفتار شورش خانگی گردید اقبال باپر و بال شکستہ در زاویہ آشیانہ خویش با حال پر از حزن و ملال پسر میبرد۔ و بہ مصیبت افغانستان اشک حسرت می بارید، در طول آن مدت بدبختی ہر افغانیکہ اقبال را در ہند ملاقات کردہ وی را جز بحال حزن و غمگین و ریختن سیلاب اشک نہ دیدہ۔(۴۸)

ترجمہ: جب ۱۳۰۷ھ ش میں افغانستان داخلی خانہ جنگی کا شکار ہوا اقبال نے شکستہ بال و پر حزن و ملال سے اپنی آشیانہ کی طرف معنویت سے بھرپور سفر کیا۔ افغانستان کی مصیبت پر حسرت سے آنسو بہائے۔ اس دوران ہندوستان میں جو افغان علامہ سے ملا انہیں رنج وافسوس غم اور آنسوؤں کے بغیر نہیں پایا۔

اعظمی کے مطابق اس دوران اقبال پوری مستعدی سے افغانستان کی امداد کے لئے سر گرمِ عمل رہے۔ اور اپنے ہم وطنوں کے ایک بڑے گروہ سے اس صورتحال سے نمٹنے کے لئے چندہ اکٹھا کیا۔ اعظمی نے اپنے مقالے کو نہایت تلسل سے علامہ کی فکری وقلبی احساسات کا مرقع قرار دیا ہے۔

افغانستان کے سقوی انقلاب کے دربدری کے دوران ایک طرف علامہ کے حزن و الم اور دوسری طرف اس ملک کی امداد اور تعاون کے پروگرام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔اس دوران انہیں دوبارہ افغانستان میں اپنے ایک محبوب دوست اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ کے افغانستان آنے اور سقوی انقلاب کے سقوط کا مژدہ سنایا جاتا ہے۔

پس از غایلۂ مصیبت افغانستان ونجات آن بدست حق پرست اعلیٰ حضرت شہریار شہید اقبال نشاط تازۂ پیدا کردہ و دوبارہ بچمن کامرانی پروبال گشو دنظر بانیکہ تحصیل استقلال وطن و بالآخر، نجات آن از اختلافات وخونریزی ھای داخلی بعزم مردانہ وشمشیر دلاورانہ اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ شہید صورت گرفتہ۔ (۴۹)

افغانستان میں مصیبت سے نجات کے بعد عنانِ حکومت اعلیٰ حضرت محمد نادر خان غازی کے سپرد کیا جاتا ہے۔اقبال نشاطِ تازہ پیدا کر کے دوبارہ چمنِ کامرانی کی طرف بال و پر کو پرواز کے لئے آمادہ کرتے ہیں۔

اقبال اپنی ایک تصویر کے ساتھ ۱۳۱۲ھ ش میں مجلّہ کابل کے لئے چند اشعار ارسال کرتے ہیں۔

ے صبا بگوی بافغان کوہسار از من — بمنزلی رسد آن ملتیکہ خودنگر است
مرید پیر خراباتیان خود بین باش — نگاہ او ز عقاب گرسنہ تیز تر است
ضمیر تست کہ نقش زمانۂ تو کشد — نہ حرکتی فلک است زین نہ گردش قمر است
دگر بہ سلسلۂ کوہسار خود بنگر — کہ تو کلیمی و صبح تجلی دیگر است

اعظمی دعوہ کرتے ہیں کہ علامہ اقبال نے خود افغانستان آنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔جس کے بعد انہیں افغان حکومت کی طرف سے دعوت دی گئی۔

اقبال کہ قلب او در شورش خانمان برانداز سال ۱۳۰۷ھ ش افغانستان خیلی خستہ و متاثر شدہ بود۔پس از رفع آن بدبختی خواست تا یک بار سعادت مابعد افغانستان را بچشم خود دیدہ و بزیارت نجات بخشندہ آن شہر بزیارت نجات بخشد، آن شہر یار شہید مشرف شود لہٰذا این عشق و آرزو از چندی بود کہ در کانون دماغ اقبال روشن شدہ و بدوستان وارادت مندان افغان خود ہر وقت اظہار می نمود۔

حکومت متبوع ما کہ از ارادۂ مسافرت اقبال ملتفت شد مقدم او رگرامی دانستہ بہ

آمدن افغانستان دعوتش فرمود آن مرحوم بلا درنگ بکمال میل قلبی با دو نفر فضلائ نامور ہندی رفقای خود علامہ سید سلیمان ندوی و فاضل مغفور سر راس مسود از طریق پشاور و جلال آباد وارد کابل گردید۔ (۵۱)

ترجمہ: ۱۳۰۷ھ ش میں افغانستان کی شورش و بربادی کا اقبال کو دلی صدمہ ہوا تھا۔ لیکن ان بدبختون کے بعد علامہ کو خواہش ہوئی کہ ایک بار اپنی آنکھوں سے افغانستان کی سعادت کا نظارہ کر سکیں شہریار شہید سے مشرفِ ملاقات حاصل کریں لہٰذا یہی عشق و آرزو علامہ کے ذہن و دماغ پر حاوی رہی۔ اور اس کا تذکرہ اپنے افغانی ارادت مندوں اور دوستوں سے کرتے رہے۔

چنانچہ ہماری حکومت کو علامہ کی اس خواہش کا پتہ چلا اور انہیں افغانستان آنے کی باضابطہ دعوت دی۔ جو انہوں نے بلا توقف قبول فرمایا۔ اور اپنے دو ساتھیوں علامہ سید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود کے ساتھ پشاور کے راستے جلال آباد و کابل تشریف لائے۔

مقالے کا اختتام علامہ کی انجمن ادبی کابل کی ضیافت میں ان کی تقریر کے حوالے پر ہوا ہے۔

مقالہ نمبر ۸:

اقبال (آریانا دائرۃ المعارف)

از عبدالرزاق فراھی

افغان انسائیکلو پیڈیا ''آریانا دائرۃ المعارف'' کے لئے حضرت علامہ سے متعلق یہ مقالہ عبدالرزق فراھی کا تحریر کردہ ہے جو پہلے آریانا دائرۃ المعارف کے فارسی ایڈیشن میں اسد ۱۳۳۵ھ ش (۵۲) میں شائع ہوا اور بعد میں دائرۃ المعارف کے پشتو ایڈیشن میں جوزا ۱۳۴۷ھ ش میں شائع ہوا۔

انسائیکلو پیڈیا کے اصولوں کے تحت سب سے پہلے علامہ کا سوانحی تذکرہ کیا گیا ہے جس کے تحت علامہ کا سنِ ولادت ۱۲۹۴ھ ق / ۱۲۵۴ھ ش / ۱۸۷۵ء لکھا گیا ہے۔ (۵۳)

علامہ کے حصولِ علم کے مختلف مراحل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ علامہ کا سفرِ افغانستان نومبر ۱۹۲۳ء میں بتایا گیا ہے۔ جو کہ طباعتی غلطی ہے۔ علامہ نے افغانستان کا یہ سفر اکتوبر نومبر ۱۹۳۳ء

میں کیا تھا۔اس کے بعد آپ کے بعض فکری گوشوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔جس کے مطابق آپ اسلام اور مسلمانوں کے دلدادہ تھے۔

داکتر اقبال یو متدین سړی وو او د اسلام او اسلامیانو سره ې ډیره مینه لرله۔ دشرقی ملتونو سره ې هم علاقه وه۔ د شرقی هیوادونو د شاته بیرته پاتی کیدلو په وجه ډیر غمجن وو۔ اوله دې له امله ي هڅه کول او مخصوصا د اسلام د خوارۍ او مخ په شا او نتلی تو ب په حال ې ډیر ژړل لکه چې ده په خپل یوه اثر په نامه د "ارمغانِ حجاز" د اسلام دستر مشر په دربار کې ویر او فغان کړی دی۔

مسلمان فاقہ مست وژندہ پوش است — زکارش جبریل اندر خروش است
بیا نقش دیگر ملت بریز یم — کہ این ملت جہاں را بار دوش است (۵۵)

ترجمہ: اقبال ایک سچے شخصیت کے مالک تھے۔اسلام اور مسلمانوں سے نہایت محبت کرتے تھے۔مشرقی ملتوں سے ان کی دلچسپی اور مشرقی ممالک کی پسماندگی کا انہیں از حد افسوس تھا۔اسلام کے تنزل اور مسائل کی وجہ سے ہمیشہ افسردہ رہتے تھے اور انہی حسرتوں کا اظہار انہوں نے اپنے ایک اثر "ارمغانِ حجاز" میں کیا ہے۔

اقبال نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے پاکستان کی جدوجہدِ آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ سیاسی حوالے سے علامہ کی شخصیت سے متعلق قائداعظم محمد علی جناح کا قول بھی نقل کیا ہے۔۱۹۳۰ء میں سر آغا خان کی سربراہی میں علامہ کے اس کانفرنس کے صدر منتخب ہونے کا حوالہ دیا گیا ہے۔

علامہ نے نظریہ پاکستان پیش کر کے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ایک جدا مملکت کا تصور پیش کیا۔علامہ افغانستان سے بھی محبت کرتے تھے۔چنانچہ پیامِ مشرق میں احمد شاہ بابا کو افغان ملت کا موسس قرار دیا ہے۔اور افغان ملت کو ایشیا کا دل قرار دیا ہے۔

آسیا یک پیکر آب وگلِ است — ملت افغان در آں پیکر دل است
از فساد او فساد آسیا — در کشادِ او کشاد آسیا
تا دل آزاد است آزاد ست تن — ورنہ کاہی در رہ باد است تن

آریانا دائرۃ المعارف علامہ کے موت کا سبب ملتِ اسلامی کا غم گردانتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں۔

د هغه خفګان او تأثر لامله چې د داکتر اقبال د مشرق او په تیره د عالم اسلام د بیرته پاته کیدو په باب کښې درلرو په آخر عمر کښې ورته ضعف پیدا شو۔ او مخصوصاً په ۱۹۳۴ء کال کښې ناجوړولو ورته مخه او کړه۔ اور ورځ په ورځ ي ناروغی ډیریدله ځوچې د ۱۹۳۸ء اپریل په ۲۱ د ۱۳۱۷ ھ ش د ثور له ۲ سره سم ۱۳۵۷ ھ ق د سهار په پنځه نیمی بجو د کلکې ساه بندۍ په اثر په ۶۲ کلنی کښې وفات شو۔ (۵۶)

ترجمہ: اس پریشانی اور تأثر کی وجہ سے جو حضرت علامہ کو مشرق اور بالخصوص عالم اسلام کے پسماندگی سے ان کو لاحق تھی آخر عمر میں اقبال کے لئے باعثِ ضعف ثابت ہوا۔ اور خصوصاً ۱۹۳۴ء میں صحت گرنے لگی۔ دن بدن بیماری شدت اختیار کرتی رہی اور ۲۱، اپریل ۱۹۳۸ء بمطابق ۲ ثور ۱۳۱۷ھ ش/ ۱۳۵۷ھ ق صبح ساڑھے پانچ بجے وفات پائی۔

مقالے میں علامہ کی تصانیف کا ذکر سنِ اشاعت کی ترتیب سے دیا گیا ہے۔ تصانیفِ اقبال کی تفصیل کے بعد علامہ کے چند فکری جہتوں پر مباحث موجود ہیں۔

۱۔ اقبال کے فلسفیانہ افکار:۔

اس ضمنی عنوان کے تحت علامہ کے فلسفیانہ افکار کا جائزہ لیا گیا ہے۔ برصغیر جو انگریز استعمار کے زیرِ تسلط رہا تھا اور جہاں افکار بھی غلامانہ بن گئے تھے۔ اسی میں ایک مردِ خود آگاہ نے صدا بلند کی۔

ے ای ہمالہ ای اٹک ای رود گنگ — زیستن تا کی چنان بی آب و رنگ
شرق و غرب آزاد و ما نخچیر غیر — خشت ما سرمایۂ تعمیر غیر
زندگانے بر مراد دیگران — جاویدان مرگ است نی خواب گراں

اقبال نے اگرچہ یورپی فلسفہ پڑھا تھا لیکن اس فلسفے سے بیزار ہو کر اسلامی فلسفے کی پرچار کا

درس دیتے رہے۔

ے می از میخانۂ مغرب چشیدم | بجان من کہ درد سر خریدم
نشستم | بانکویان | فرنگی | از آن بے سوز تر روزی ندیدم

اس بحث میں ایک اور مقام پر مغربی تہذیب پر علامہ کے تنقید کو یوں اشارہ کیا گیا ہے:

ے علم اشیاء خاک مارا کیمیا ست | آه در افرنگ تاثیرش جدا ست
عقل وفکرش بی عیار خوب وزشت | چشم او بی نم دل او سنگ وخشت
آه از افرنگ و از آئین او | آه از اندیشۂ لا دین او

مغربی طرزِ معاشرت واندازِ فکر پر انتقادات کے بعد مقالے میں تصوف اور اسلامی تصوف اور ان سے اقبال کے تعلق پر ایک طویل بحث کی گئی ہے۔ روح کی حقیقت انسانی حیات فلسفۂ موت اور اسی موضوع سے متعلق ان کی اسرار ورموز کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ مغربی فلاسفر سے فکرِ اقبال کا موازنہ کیا گیا ہے۔

اقبال پټه خوله او چپټیا د قام مرګ بولي په هغه اولس کښې چې تبليغ او موعظت نه وی هغه قام دد ه په نظر کښې د مرګ سره مخامخ دی څه رنګه چې اقبال د مولانائے روم په ژبه ځان ته داسې وائی:

ے آتش هستی بزم عالم بر فروز | دیگران راهم زسوز خود بسوز
از نیستان همچو نی پیغام ده | قیس را از قوم حی پیغام ده
ناله را انداز نو ایجاد کن | بزم را ازهای وهوی آباد کن
خیز و جان نوبده هر زنده را | از قم خود زنده تر کن زنده را
آشنای لذت گفتار شو | ای درای کاروان بیدار شو

اقبال د حضرت جمال الدين افغانی د سوز وګداز نه الهام واخيست او به ډيرو نارو سوروي مسلمانان د درانده خوب نه راو يښ کړه۔ د اسلامی او لسونو مرائی توب او غلامۍ د باچاهانو د استبداد او خود پرستۍ او د ملايانو د جاه طلبۍ په وجه بولي او داسې وائی:

ے آه زان قومی که از پا بر فتاد | میر و سلطان زاد و درویشی نژاد

داستان او مپرس از من کہ من | چون بگویم آنچہ ناید در سخن
در گلو یم گریہ ھا گردد گرہ | این قیامت اندرون سینہ بہ
مسلم این کشور از خود نا امید | عمر ہا شد با خدا مردی ندید
لاجرم از قوت دین بدظن است | کاروان خویش راخود رہزن است
از سہ قرن این امت خوار وزبون | زندہ بی سوز و سرور اندرون
پست فکر و دوں نہاد و کور ذوق | مکتب و ملای او محروم شوق
زشتی اندیشہ او راخوار کرد | افتراق او را ز خود بیزار کرد
تا نداند از مقام و منزلش | مرد ذوق و انقلاب اندر دلش
طبع او بی صحبت مرد خبیر | خستہ و افسردہ و حق ناپذیر

ترجمہ: اقبال خاموشی کو اقوام کی موت سمجھتا ہے۔ وہ اقوام جو تبلیغ اور موعظت سے بے نیاز ہوتی ہیں۔ ان کے خیال میں موت سے دوچار ہو جاتی ہیں اور اقبال مولانائے روم کے زبان میں کہتے ہیں:

اقبال نے حضرت جمال الدین افغانی کے سوز و گداز سے الہام لیا اور پُرسوز نعروں سے مسلم امہ کو خواب گراں سے بیدار کیا۔ اسلامی ممالک کی غلامی کا وجہ بادشاہوں کا استبدادی رویہ، خود پرستی اور علماء کی جاہ طلبی ہے۔

اشتراکیت اور اقبال کے ضمنی عنوان میں اشتراکی فلسفہ اشتراکی ممالک کی طبقاتی تضادات اور علامہ کے نظریات پر بحث کی ہے۔

مقالہ نمبر ۹:

افغانستان و اقبال

از سرور خان گویاؔ

جناب سرور خان گویاؔ کا یہ مقالہ یومِ اقبال ۱۹۶۷ء کے خصوصی پروگرام منعقدہ کراچی کے لئے تحریر کیا گیا تھا۔

یہ مقالہ یعقوب توفیق کے مرتب کردہ مقالات یومِ اقبال (اقبال کونسل کراچی ۱۹۶۷ء) میں فارسی متن اور فاضل مشہدی کے اردو ترجمے کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اس محفل کے انعقاد کو گویاؔ

نے ایک علمی سعادت قرار دیتے ہوئے لکھا تھا۔

انعقاد انجمن برای یاد بود و ذکر آثار باافتخار زعیم شرق، عارف اسلام، شاعر خاور استاد و امام گویندگان فارسی و اردو علامہ اقبال در دلہا شوری و در جانہا تاثیری پدید می آورد کہ زبان و بیان آزادی آں عاجز ناتوان است۔ [۶۱]

ترجمہ: ایسی محفل کا انعقاد جس میں رہنمائے شرق، عارف اسلام، شاعر مشرق، فارسی اور اردو کے سخن پردازی کے استاد اور امام علامہ اقبال کی یاد میں اور ان کی قابلِ فخر باقیات کے ذکر کرنے کا اہتمام کیا گیا ہو۔ دلوں میں ایسا جذبہ اور روح میں ایسی تاثیر پیدا کرتا ہے کہ زبان و بیان اسے لفظوں میں ادا کرنے سے عاجز ہیں۔

گویا کو چونکہ حضرت علامہ سے گہری دوستی اور ذاتی مراسم تھے علمی عشق اور ادبی عقیدت سے مغلوب ہو کر علامہ کو نہ صرف خطابات سے سرفراز فرمایا بلکہ ان کے تعریف و توصیف میں اعتراف کی حدود کو پار کرتے ہوئے تعریف کی سرحدات سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔

اقبال کوکب طالع، گویندۂ بزرگ، حکیم عصر، زبدۂ روزگار و ودیعۂ زمان و فرزند گیتی و شاعر بشریت و بیدار کنندۂ مشرق و دشمن استعمار و منادی آزادی و استقلال بود اقبال ستارہ فروزان بود کہ فروغ فلسفہ و دانش او بر جہاں اسلام می نافت و مقام او آثار او، قدرت قلم و قریحت او، عشق و شیدائی او فلسفہ و حکمت او بزرگترین واز آن است کہ با کلمات چندحق آن بزرگوار راتواں گذارد۔

بقول مولانائے بلخی:

یک جہاں خواہم بہ پہنای فلک   تا بگویم وصف آن رشک ملک

دریں بہار کہ بگفتۂ خود وی نجوم پرن از مرغزار رستہ زمین از بہاران چوں بال تذروشدہ نگہ جز در لالہ و گل نہ پیچید و ھوا جز بر سبز و سنبل نہ غلتہ نواھای این مرغ بلند آشیان از کنگرۂ آسمان سخن بہ گوش ما میرسد۔ نواھای کہ تا دل باقی و جہان باقی تا عشق باقی و شعر باقی تا توحید باقی و اسلام باقیست پایندہ و جاودان خواہد بود وی رموز و اسرار ارتقائی بشریت را می شناخت و بہ راز سعادت اسلام و ملل شرق آشنا بود۔ او شرقیان را بہ برادری و برابری و حریت و آزادی و بہ خداشناسی و خود شناسی

ترغیب میکرد۔ (۶۲)

ترجمہ: اقبال نصیب کا ستارہ، عظیم شاعر، دانائے عصر، خلاصۂ روزگار، عہد کی امانت، مادر گیتی کا ثبوت، بشریت کا شاعر، مشرق کو بیدار کرنے والا سامراج کا دشمن آزادی اور استقلال کا نقیب تھا۔

اقبال ایک ایسا درخشندہ ستارہ تھا کہ اس کے فلسفے اور دانش کی روشنی اسلامی دنیا میں تنویر بکھیرتی رہی۔ اس کا مقام اس کی باقیات اس کے قلم کی طاقت وندرت اس کا عشق، شگفتگی اس کا فلسفہ وحکمت اس قدر بے پایاں ہے کہ ہم چند لفظوں کے کوزے میں اس دریا کو بند نہیں کر سکتے۔ بقول مولانا بلخی:

یک جہاں خواھم بہ پنہای فلک تا بگویم وصف آن رشک ملک

(یہ تنگ سا جہاں نہیں) آسمان جتنی وسعت کا ایک جہاں چاہیئے تا کہ اس رشک افلاک کا وصف بیان کرسکوں۔

اس موسم بہار میں جس کی تعریف میں وہی ممدوح یوں رطب اللسان ہے کہ عقد ثریا مرغزار سے اُبھراز میں تازگی بہار سے تدرو (چکور) کے پروں کی طرح خوش منظر ہے آنکھ لالہ وگل کے سوا کہیں نہیں پڑتی۔ ہوا کی اٹھکیلیوں کو سبزہ وسنبل کا فرش میسر ہے۔

اس مرغ سے بلند آشیاں (یعنی اقبال) کی نوائیں آسمان سخن کے کنگروں سے ہمارے کانوں میں زمزمہ ریز ہوتی ہیں۔ نوائیں بھی ایسی کہ جب تک دل باقی ہے یہ جہاں باقی ہے عشق کا نام باقی ہے شعر کا وجود باقی ہے۔ توحید کا کلمہ باقی اور اسلام باقی ہے یہ بھی پائندہ وجاوداں رہیں گی۔ وہ ارتقائے بشریت کے رموز و اسرار کا جاننے والا تھا۔ وہ اسلام اور مشرق کی ملتوں کی خوش طالعی کے راز سے آشنا تھا وہ اہلِ مشرق کو اخوت مساوات حریت آزادی خداشناسی اور خود آگہی کی ترغیب دیتا رہا۔

گویا سید جمال الدین افغانی کی پیروی میں علامہ کی عالمگیر اسلامی وحدت کے نظریئے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

علامہ اقبال مانند استاد و پیشوای بزرگ خود سید جمال الدین افغانی بہ توحید مللِ

اسلام عشق وسوز داشت ایران، ترک، افغان مسلمانان ہند عرب وتا تار در نگاہ وی گلہای بودند کہ از یک چمن رستہ ودر یک بہار پروردہ واز یک سرچشمہ آب خوردہ باشند گویندگان کلمۂ لا الہ الا اللہ وجبین سایان وادی غیر ذی زرع ام القرا را بہ یک راہ دعوت میکرد او عشق وبیخودی را بر خوردہ کارھای خرد ترجیح می نہاد او معتقد بعد تا مسلمانان ام الکتاب کہ عروۃ الوثقیٰ الٰہی است با ایمان غیر متزلزل وعقیدۂ کامل چنگ نزنند رستگار نخواہند شد۔ (۶۳)

ترجمہ: علامہ اقبال اپنے استاد اور عظیم پیشوا سید جمال الدین افغانی کی طرح ''پان اسلام ازم'' کے عشق اور جذبے سے سرشار تھا۔ اس کی نظر میں ایرانی، ترک، افغان، ہندی، مسلمان، عرب اور تا تاری ایک ہی باغ ایک ہی بہار اور ایک ہی سرچشمے کے پروردہ پھول ہیں۔ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے والوں اور مکے کی وادی غیر ذی زرع کی خاک پر پیشانیاں رکھنے والوں کو ایک ہی مسلک پر گامزن ہونے کی دعوت دیتا تھا۔ وہ عقل کی باریک بینیوں پر عشق و بے خودی کو ترجیح دیتا تھا۔ اس کا اعتقاد تھا کہ مسلمان جب تک ام الکتاب کو جو خدا کی مضبوط رسی ہے، سے غیر متزلزل ایمان اور کامل عقیدے کے ساتھ نہیں پکڑتے۔ ان کی نجات نہ ہوگی۔

سرور خان گویا کا یہ مقالہ ایک افغان ادیب کے ان گہرے اور سچے جذبات کا آئینہ دار ہے جو ان کے دل میں علامہ کی عشق احترام اور پذیرائی کیلئے بے اختیار انکے قلم سے نکلے ہیں۔ اس جذباتی تعلق کا حال آگے بھی دیکھئے اس کا سبب علامہ کے افغانوں سے عشق کو بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔

ارادت ما بر اقبال علامہ ما بر آثار و گفتہ ھای آں شاعر بی ھمال چنان است کہ ارادت ما بر سنائی ومولوی و جامی وسید جمال الدین افغانی۔ اقبال ما افغانہا را از صمیم قلب دوست میداشت بر درہ و دریای ما بر خارہ و خارای ما بر کوہ وصحرای ما بر عرفان وادبیات ما بر آثار وآبدات ما بر تاریخ وروایات ما چناں بہ عشق ومحبت می دید کہ کسی بہ خانہ وآثار خویش نگاہ کند و بر افتخارات و بہ بقایای تاریخی خود ناز نماید عشق ومحبت فرزندان افغان وزادگان کوھسار در دل وی سخت متمد کز ونہایت راسخ

بود۔ از مناظر و مرایای زیبای کشور ما چنانکہ شعرا و صاحب دلان ما وجد کردہ اندو لذت بردہ اند وی بہ ھمان اندازہ لذت بردو بہ شورمی آمد و برافتخارات و اعتلای کشور ما چنان کہ بزرگان ما متمتع میشد ند خویش را متمتع و برخود داری می پنداشت برشادی ما شادمی شدو براندوہِ مامیگریست۔

حضرت علامہ پیرو و پیر انصار شاگرد دبستان استاد بزرگ سنائی غزنوی و مولانا جلال الدین بلخی و مولانا عبدالرحمٰن جامی ھروی وسید جمال الدین افغانی و بالاخرہ یکی از مفاخر مشترک ما و ملت دوست ما پاکستان بود۔ (٦۴)

ترجمہ: اقبال سے ہماری ارادت مندی اور اس شاعر یکتا کی تخلیقات کے ساتھ وابستگی اس طرح ہے جس طرح سنائی مولوی جامی اور سید جمال الدین افغانی سے۔ اقبال ہم افغانوں کو صمیم قلب کے ساتھ دوست رکھتا تھا۔ ہمارے دروں اور دریاؤں کو، ہمارے پرخار جنگلوں اور چٹانوں کو، ہمارے پہاڑوں اور صحراؤں کو، ہماری عرفانیات اور ادبیات کو، ہمارے آثار اور باقیات کو، ہماری تاریخ اور روایات کو وہ ایسے لگاؤ سے دیکھتا تھا جیسے کوئی اپنے گھر بار کو دیکھے اور اپنے سرمایۂ افتخار اور تاریخی روایات پر پھولا نہ سمائے۔ فرزندانِ افغان اور کوہسار زادگان کا عشق اور ان کی محبت اس کے دل کے گوشے گوشے میں جاگزیں تھی۔ جس طرح ہمارے شاعر اور صاحبِ دل اپنی کشور حسین کے مناظر دلکش پر وجد کرتے اور لذتِ اندوز ہوتے ہیں عین اسی طرح اقبال بھی جھومتا اور نعرہ زن ہوتا تھا۔ اور جس طرح ہمارے بزرگ ہماری ولایت کے افتخار و رفعت سے اپنی تیئں بہرہ مند سمجھتے تھے۔ اسی طرح وہ بھی اپنے آپ کو ان سے بہرہ ور سمجھتا تھا اسے ہماری خوشی سے خوشی ہوئی اور ہمارے غموں پر وہ اشک ریز ہو جاتا تھا۔

حضرت علامہ بزرگ استاد سنائی غزنوی، جلال الدین بلخی، نورالدین جامی ہروی اور سید جمال الدین افغانی کے مکتب فکر کے طالب علم پیر انصار کے پیرو اور بالآخر یہ کہ وہ ہمارے اور ہماری دوست ملت پاکستان کے مشترکہ افتخارات میں سے ایک تھے۔

گویا کو یہ بھی احساس ہے کہ علامہ افغانوں سے بھی عشق کرتے تھے۔ علامہ کے کلام میں

افغانوں سے ان کے عقیدت اور محبت پر مشتمل کلام کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔ گویا چونکہ سفرِ افغانستان کے دوران حکومت کی جانب سے علامہ اور ان کے شرکائے سفر کے پروٹوکول آفیسر تھے لہٰذا اس مقالے میں علامہ کے سفرِ افغانستان کے حوالے سے اپنے بعض دلچسپ مشاہدات بھی قلمبند کئے ہیں۔ گویا لکھتے ہیں کہ اگرچہ علامہ نے اس سفر کے کیفیات کو مثنوی مسافر میں قلمبند کئے تھے۔ مگر ہم اس عظیم افغان شناس کو مسافر تصور نہیں کرتے تھے۔ انکی وفات پر ہم افغانوں نے بے شمار آنسو بہائے۔ ہم نے سوگ منایا اور ہمارے خطیبوں نے خطابات کئے۔

مقالے کا اختتام بھی سرور خان گویا کے علامہ سے جذباتی تعلق کا آئینہ دار ہے اس میں علامہ کے مزار کے لئے افغانستان کی جانب سے بھیجا جانے والا مزارِ اقبال کے تعویز کا تذکرہ بھی ہے۔

یاد اقبال در لوائح صدور وصفحات قلوب ما چون نقش بر سنگ است نقشی کہ بہ گردش مہر و ماہ وتطور لیل ونہار وسیر قرون واعصار در بنیاد استوار آن فتوری وارد نگردد۔

خلل بدید بود ھہر بنا کہ می بینی
بجز بنای محبت کہ خالی از خلل است'' (٦۵)

ترجمہ: اقبال کی یاد ہمارے سینوں کی لوح اور دلوں کے صفحات پر اسی طرح نقش ہے جیسے پتھر پر کوئی نقش بنا ہوا ہو یعنی ایسا نقش کہ جس کی مضبوط بنیادوں میں مہر و ماہ کی گردش سے روز وشب کی توالی سے اور نہ صدیوں اور زمانوں کے گزارنے سے خلل آسکتا ہے۔ ہر بنیاد جو نظر آتی ہے اس میں ایک روز خلل آجائے گا لیکن نہیں آئے گا تو اس بنیاد میں جسے محبت سے استوار کیا گیا ہو۔

مقالہ نمبر ۱۰:

د خوشحال او اقبال د اشعارو ځنې مشترکه خواوی
(خوشحال اور اقبال کے اشعار کے چند مشترک پہلو)
از عبداللہ بختانی خدمتگار

عبداللہ بختانی کا یہ مقالہ دراصل خوشحال خان خٹک کے ۲۸٦ ویں یومِ وفات کی مناسبت سے کابل میں منعقدہ پشتو ٹولنہ کے زیرِ اہتمام بین الاقوامی کانفرنس (از سوموار ۵، اگست ۱۹٦٦ء تا ۲۱، اگست ۱۹٦٦ء) میں جمعہ ۲۸، اسد ۱۳۴۵ھ ش بمطابق ۱۹، اگست ۱۹٦٦ء کو پیش کیا گیا تھا۔

اس مقالے میں حضرت علامہ کے فکر وفن پر صاحبِ سیف وقلم عظیم پشتو شاعر خوشحال خان خٹک کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔اس تقابلی جائزے میں ان دونوں حضرات کے مشترک فکری نکات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

مقالے کے آغاز میں خوشحال اور اقبال کے درج ذیل ابیات دئے گئے ہیں۔

خوشحال:۔

ے دا رنګینی معنٰی چیری دی خوشحاله
چې را دروسي لکه ګل به بیاض ستا

ترجمہ: یہ رنگین معنی کہاں سے ہیں خوشحال؟ جو تیری بیاض سے پھول کی مہک کی طرح اُڑ رہی ہے۔

اقبال:۔

ے برگ گل رنگین زمضمون من است مصرعِ من قطرۂ خون من است

قوموں کی مجموعی تشکیل میں شاعری کے کردار واثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔خوشحال اور اقبال کے محیط، ان کے سیاسی حالات کے اشتراک اور ان کی فکری تشکیل کے حوالے سے بختانی لکھتے ہیں:

"خوشحال او اقبال دواړه د مسلمانانو په جامعه کښې را پا ځیدلي دی او د هغو د پا څولو او ویښولو سندرې ي ویلی دی۔ دغه اولسونه نوی ژوند غوا ړی چې هغه یا د اسرافیل په شپیلۍ او یاد خوشحال او اقبال غوندې شاعرانو په نغمو او پیغورونو لاس ته راځي۔ خوشحال په داسې وخت کې سر اوچتوی چې قوم ي د مغل د استعمار ترخه ساعتونه تیروی او اقبال د انګریز د اقتدار او استعمار په عصر کې غږ پورته کوی۔

خوشحال د خپل قوم د نجات دپاره د شرق د سیاسی ادبیاتو په تاریخ کې د لومړی ځل دپاره د ملیت (نیشنلزم) نغمې غږوی او اقبال د شرق د آزادۍ دپاره د شرقي ملیت روح

ژوندې کوي.

څه رنګه چې د اقبال او خوشحال د اولسونو ژوند او تاریخ تقریباً د مشابهو شرائط لاندې واقع شوی دی نو د دواړو په نغمو او آهنګونو کې مشابه سُر او تال تر غوږ ه کیږي۔ اقبال تقریباً په هم هغه محیط کښې واقع دې چې هلته د خوشحال د ادبي مکتب زور او شور تیر شوې دې۔ نو ارو مرو د شعر یوه منبع د خوشحال د تفکر نیزه ګڼلی شو۔(۲۶)

ترجمہ: خوشحال اور اقبال دونوں مسلم معاشرے کے پیدا کردہ ہیں۔ دونوں نے اس معاشرے کی بیداری اور حرکت کے نغمے لکھیں ہیں۔ یہ ملت حیات نو چاہتی ہے۔ جو یا تو اسرافیل کی صور سے یا خوشحال و اقبال جیسے شعراء کے نغمات کے طفیل ممکن ہے۔ خوشحال ایک ایسے دور میں سر بلند کرتے ہیں۔ جب ان کی قوم مغل استعمار کے تلخ وقتوں کو گزار رہی ہوتی ہے اور اقبال انگریزی اقتدار کے استعمارانہ عصر میں صدا بلند کرتے ہیں۔

خوشحال اپنی قوم کی نجات کے لئے پہلی بار مشرقی ادبیات کی سیاسی تاریخ میں ملت (نیشنلزم) کے نغمے بلند کرتے ہیں اور اقبال مشرق کی آزادی کے لئے مشرقی ملت کو زندہ روح عطا کرتے ہیں۔ جس طرح خوشحال اور اقبال کے ملتوں کی حیات اور تاریخ ایک جیسی تھی اس طرح دونوں کے نغمات میں مشابہت کی آہنگ سنائی دیتی ہے۔ اقبال تقریباً اسی خطے میں پیدا ہوئے جہاں خوشحال کا ادبی مکتب زور و شور سے گزرا تھا۔ لہٰذا اقبال کے فکر کے ایک گوشے پر خوشحال کے فکر کا اثر ناگزیر ہے۔

بختانی کو اس بات کا اعتراف ہے کہ اقبال پشتو تو نہیں جانتے تھے مگر پشتونوں کی تاریخ و ادب سے پوری طرح باخبر تھے۔ کیونکہ ان کی اردو و فارسی کلام پر ''پشتونولی'' کے جلوے موجود ہیں۔ ''بالِ جبریل'' کے حاشیئے کی رو سے خوشحال خان کے بارے میں اقبال کی آگاہی کا پتہ چلتا ہے۔ کہ انہوں نے خوشحال کے تراجم پڑھے تھے۔

اس مقالے کو چودہ ضمنی عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ شاعر کے نظریات، ۲۔ بلند ہمتی، ۳۔ بلند خیال، ۴۔ گہری فکر، ۵۔ غیرت

اور مجاہدہ، ٦۔ آزادی سے عشق، ۷۔ ریاکاری کی مزاحمت، ۸۔ عام شکایت، ۹۔ باز (شاہین) دونوں شعراء کی مشترک علامت، ۱۰۔ خوشحال کا باز، ۱۱۔ اقبال کا شاہین، ۱۲۔ افغان معاشرہ، ۱۳۔ اقبال کے اشعار میں خوشحال کا تذکرہ، ۱۴۔ اقبال کے اشعار میں خوشحال کا فکری اثر۔

ان موضوعات میں ہر موضوع پر مختصر تمہیدی نوٹ کے بعد پہلے خوشحال اور بعد میں اس موضوع سے متعلق اقبال کے ابیات دیئے گئے ہیں۔

شاعر کی آئیڈیالوجی کے ذیلی عنوان کے تحت پہلے خوشحال کے درج ذیل ابیات دیئے گئے ہیں:

ے رخنه گرد ملك پرې مه ږده په خپل ملك كښې
په حكمت په زرو زور په لښكرونه
څو په تورو په توبريو په نيزو شي
سد چندان شي په تدبير په هنرونه (٦۷)

ترجمہ: ملک کا رخنہ گرد اپنے خطے میں مت چھوڑ جو حکمت دولت اور قوت کے لشکروں سے براجمان ہونا چاہتا ہے۔ چند تو تلواروں کلہاڑوں اور نیزوں کا سہارا لیتے ہیں جبکہ سینکڑوں حکمت اور تدبیر کا راستہ لئے ہوئے ہیں۔

بې و تيغ له آبه نورې او به نشته
چې جنګجوی سر سا ړه كا پترونه
څو وانخلی له غليمه انتقام
مرد نه خوب كا نه خواړه كا نه آرام
يا نيولی مخ مكې ته
يا مغلو سره رزم
پښتانه چې نور څه فكر كانا پوه دی
بې له تورې خلاصی نه شي په بل كار (٦۸)

تیغ کی آب کے سوا کوئی آب نہیں جو جنگ کے بعد دھڑ کو ٹھنڈا کر لیتے ہیں۔ جب تک دشمن سے انتقام نہ لے مرد نہ سوتے ہیں نہ کھاتے اور نہ آرام کرتے ہیں۔ (قید کے بعد یہ آرزو ہے) کہ

یا تو مکے کا رُخ کروں یا مغلوں کے ساتھ نبرد آزما ہو جاؤ۔ پشتون اگر کسی اور زاوئے سے سوچتے ہیں تو یہ ان کی کوتاہ اندیشی ہے تلوار کے علاوہ کسی اور شے سے نجات ناممکن ہے۔''

بختانی ان ابیات کے بعد حضرت علامہ کے ذیل ابیات کا حوالہ دیتے ہیں۔

؎ آدمیت زار نالید از فرنگ　　زندگی ہنگامہ برچید از فرنگ
پس چہ باید کرد اے اقوام شرق؟　　باز روشن می شود ایامِ شرق
در ضمیرش انقلاب آمد پدید　　شب گذشت و آفتاب آمد پدید
نقش نو اندر جہان باید نہاد　　از کفن دزدان چہ امید گشاد؟
اھل حق را زندگی از قوت است　　قوت ہر ملت از جمعیت است

بلند ہمتی کے تحت خوشحال کے ذیل ابیات دیئے گئے ہیں:

طمع بلا ده اسیر بنده کا
ښه ښه سړي وی دا ي ګنده کا
ما ډیر لیدلی چې طمع نه لری
په پادشاهانو پور ې خنده کا
د منت دارو که مرم پکار مې نه دی
که علاج لره مې راشی مسیحا هم
بخت دې که طالع ده که دا خپله فقیری ده
خدائ مې شړی توره برابره د اطلس کړه [۷۰]

ترجمہ: طمع لالچ بری بلا ہے جو آزاد بندے کو غلام بناتا ہے۔ اسی نے اچھی ہستیوں کو برا بنایا ہے۔ میں نے کئی دیکھے ہیں جو لالچ سے بے نیاز ہیں اور بادشاہوں پہ ہنستے ہیں۔ مجھے منت کی دوا نہ چاہئے اگرچہ مر جاؤں خواہ میرے علاج کے لئے مسیحا کیوں نہ آئے۔ بخت ہے یا قسمت یا کہ میری فقیری کہ پروردگار نے میری سیاہ چادر میرے لئے اطلس بنایا ہے۔

علامہ اقبال کے درج ذیل ابیات موضوع کی مناسبت سے دیئے گئے ہیں:

؎ من فقیرم بی نیازم مشربم این است و بس　　مومیاي خواستن نتوان شکستن میتوان
نازشہاں نمی کشم، زخم کرم نمی خورم　　درنگرای ہوس فریب ہمت این گدائی را
نہ شیخ شہر نہ شاعر نہ خرقہ پوش اقبال　　فقیر راہ نشین است و دل غنی دارد

خوشحال:

ـــ هغه زر تر کا نړی لوټې لا بتر دی
چې ي ومنلهٔی په زمکه نه خر شیږی
چې اوبه په ځاي ایسارې شی خو سا شی
صفائی ي هم په داده چه بهیږی (۷۲)

ترجمہ: وہ سونا پتھر ڈھیلے سے بدتر ہیں جو زمین میں دبا کے رکھ دیا جاتا ہے پھر بکتا نہیں۔ پانی جب ساکن رہتا ہے تو بدبودار بن جاتا ہے اس کی صفائی اس کی حرکت کی مرہونِ منت ہے۔

اقبال:۔

ـــ اگر کردی نگہ بر پارۂ سنگ   زفیض آرزوی تو گہر شد
بہ زر خود را مسنج ای بندۂ زر   کہ زر از گوشۂ چشم تو زر شد (۷۳)

خوشحال:۔

ـــ د درویش برخه خوشی غم د هغو وی
چې په شمار د زرو ناست و ی چون و چند کا

ترجمہ: درویش کا حصہ فقط ان لوگوں کی غمخواری ہے جو دولت کے شمار میں چون و چند سے دوچار ہوتے ہیں۔

اقبال:۔

ـــ مردِ درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ!   ہے کسی اور کی خاطر یہ نصاب زر و سیم!

خوشحال:۔

ـــ د سلیمان غوندې ي پاس په زړگی کیږده
نه قارون غوندې ي بږده د زړه دننه

ترجمہ: سلیمان کی طرح مال و دولت دل کے اوپر رکھ، قارون کی مانند اس کو دل میں نہ چھپا۔

اقبال:۔

ـــ ضمیرِ پاک و نگاہِ بلند و مستیٔ شوق   نہ مال و دولتِ قارون، نہ فکرِ افلاطون!

بلند خیالی کے تحت خوشحال اور اقبال کے ذیل اشعار مقالے میں دیئے گئے ہیں۔

خوشحال:۔

ے که لو ړ وته مې ګوري ساه و خور زما پرچم دی
آسمانونه مې خيمې دی پرې د ستورو زينت تم دی
لامې لوړ باغونه نور دی ککې باغ مې د ارم دی (۷۴)

ترجمہ: اگر میرے بلندی کو دیکھنا ہے تو ماہ وخور میرے پڑوس میں ہیں۔ آسمان میرا خیمہ ہے جس پر ستارے چمک رہے ہیں۔ بلند تر میرے باغ اور بھی ہیں باغِ ارم میرا ایک چھوٹا سا گلشن ہے۔

اقبال:۔

ے بلند بال چنانم کہ بر سپہر برین ہزار بار مرا نوریاں کمین کردند

ے پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلمان کی ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کاروان تو ہے

مقالے میں پہلے ذکر شدہ چودہ عنوانات کے تحت ان دونوں عظیم شعرا کے افکار میں مماثلت کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

مقالہ نمبر ۱۱:

فلسفۂ اقبال

از پروفیسر ڈاکٹر غلام حسن مجددیؔ

پروفیسر ڈاکٹر غلام حسن مجددی (سربراہ شعبۂ ادبیات کابل یونیورسٹی) کا یہ مقالہ دراصل حضرت علامہ کی ستائیسویں یومِ وفات کی مناسبت سے کابل میں پاکستانی سفارتخانے میں منعقدہ تقریب میں سنایا گیا تھا۔ اس تقریب کی صدارت مشہور افغان اقبال شناس جناب خلیل اللہ خلیلی نے کی تھی۔ یہ مقالہ دو ماہی ''ادب'' کابل میں شائع ہوا تھا۔ بعد میں اقبال ریویو کے اپریل ۱۹٦۷ء کے شمارے میں شائع ہوا۔

مقالے کا پہلا پیراگراف علامہ کے تاریخ وفات اور حاضرین کے تشکرانہ کلمات بجالانے کے بعد دوسرا پیراگراف ذیل ہے:

علامہ اقبال یک فیلسوف مسلمان یک متفکر متدین و خدا شناس، یک ادیب عارف و یک شاعر بشر دوست و محبّ آزادی است۔ اقبال بہ حضرت پیغمبر اسلام سید الانام عقیدت و اخلاص کاملی دارد و بہ علویت وحقانیت دین مبین اسلام از صمیم

قلب گرویدہ است وی بنای فلسفۂ خویش را بر اصول و سیاسیات متین اسلامی استناد دادہ وانسان را بر تزکیۂ نفس، تصفیۂ ضمیر، تربیۂ خودی وتنصیف شخصیت ارشاد میکند۔ (۷۵)

ترجمہ: اقبال ایک مسلمان فلسفی ایک پہنچے ہوئے خدا شناس مفکر ایک عارف ادیب اور ایک بشر دوست شاعر اور آزادی کے متوالے تھے۔ اقبال پیغمبر اسلام ﷺ سے انتہائی عقیدت واخلاص رکھتے تھے۔ وہ دل کی گہرائیوں سے اسلام کی بالادستی اور اس دین مبین کے حقانیت کے ماننے والے تھے۔ اسی لئے انہوں نے اپنے فلسفے کی بنیاد اسلامی اصول اور اساسات پر رکھی۔ اور انسان کو تزکیۂ نفس، تصفیۂ ضمیر پرورشِ خودی اور شخصیت کے نکھار کا درس دیا۔

جناب مجددی نے اپنے اس دعوے کے اثبات میں کہ علامہ نے اپنے فلسفے کی بنیاد اسلامی اصولوں پر رکھی تھی مزید دلائل دیئے ہیں۔ علامہ کے کلام میں اسلامی فلسفیانہ نظریات مشرق و مغرب کے حکما سے اکتساب فیض کے بارے میں بحث کی ہے۔

علامہ اقبال نہ تنہا بر اسرار و رموز متصوفین اسلام وسلوک ایشان بدرستی واقف است بلکہ راجع بہ جریانات فکری وفلسفۂ مشرق ومغرب در کتاب ''پیام مشرق'' خود در قسمت ''نقش فرنگ'' تبصرہ ھا نمودہ وافکار عارفانۂ خویش را نیز در برابر آنہا ابرار میدارد۔ (۷۶)

ترجمہ: علامہ اقبال'' نہ صرف اسلامی متصوفین کے افکار اور تصوف کے اسرار و رموز سے واقفیت رکھتے تھے بلکہ مشرق ومغرب کے جاری فکری رجحانات پر بھی گہری نگاہ رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے انہوں نے مشرق ومغرب کے حکماء اور فلاسفہ کے عقائد ونظریات پر ''پیامِ مشرق'' کے حصہ ''نقشِ فرنگ'' میں اظہارِ خیال کیا۔ اور اس کے ضمن میں اپنے عارفانہ افکار کو بھی بقائے دوام بخشا۔

مقالے میں جا بجا علامہ کے اشعار کے حوالے دئے گئے ہیں۔ مثلاً فلسفۂ عشق کے حوالے سے ذیل اشعار نے جناب مجددی کے مقالے میں حوالے پائے ہیں۔

در بود و نبود من اندیشہ گمانہا داشت　　از عشق ہویدا شد این نکتہ کہ ہستم من (۷۸)

الحق عشق کالون فلسفۂ علامہ اقبال را تشکیل میدھد۔

زشعر دلکش اقبال میتوان دریافت　　که درس فلسفهٔ میداد و عاشقی ورزید

و در همهٔ افکار و اشعارش جذبهٔ عشق و عاطفهٔ سوز و گداز محسوس است و در ''پیامِ مشرق'' تحت عنوان ''عشق'' گوید:

ے　عقلی که جهاں سوز دیک جلوهٔ بیباکش　　از عشق بیاموز د آئین جهان تابی
عشق است که در جانت هر کیفیت انگیزد　　از تاب و تب رومی تا حیرت فارابی
هر معنی پیچیده در حرف نمی گنجد　　یک لحظه بدل در شو شاید که تو دریابی

در همین مضمون در ''جاوید نامه'' گوید:

ے　زندگی را شرع و آئین است عشق　　اصل تهذیب است دین، دین است عشق
ظاهر او سوز ناک و آتشین　　باطن او نور رب العالمین
از تب و تاب درونش علم و فن　　از جنون ذو فنونش علم و فن
دین نگردد پخته بی آداب عشق　　دین بگیر از صحبت ارباب عشق

در جاں دیگری در ''پیامِ مشرق'' فرماید:

ے　بچشم عشق نگر تا سراغ او گیری　　جهان بچشم خرد سیمیا و نیرنگ است
زعشق درس عمل گیر و هر چه خواهی کن　　که عشق جوهر هوش است و جان فرهنگ است

مقالے میں عشق کے بعد علامہ کے فلسفۂ خودی کا جائزہ لیا گیا ہے۔

بعقیدهٔ اقبال خودی نام مجموعهٔ قوائی نهفته است که در هر فردی از افراد کائنات (چه ذی روح باشد و چه غیر ذی روح) وجود دارد بقا و استحکام پیکر هستی نیز مربوط به ظهور و انکشاف آثار خودی است طوریکه گوید:

ے　پیکر هستی ز آثار خودی است　　هر چه می بینی ز اسرار خودی است

وی معتقد است که انساں باید خویشتن را وانماید و نیروی خفته و نهفته خود را بیدار و آشکار سازد۔

ے　وانمود خویش را خوی خودی است　　خفته درهر ذره نیروی خودی است

و در ''ارمغانِ حجاز'' خود چنین افاده میکند:

ے　خودی را از وجود حق و جودے　　خودی را از نمود حق نمودے
نمی دانم که این تابنده گوهر　　کجا بودی اگر دریا نبودے

و نیز داستان عشق و محبت را در ضمن ''اسرار خودی'' چنین اظهار میدارد:

؎ نقطۂ نوری کہ نام او خودی است زیر خاک ما شرارِ زندگی است
از محبت میشود پاینده تر زنده تر سوزنده تر تابنده تر
فطرت او آتش اندوزد ز عشق عالم افروزی بیا موزد ز عشق

علامہ اقبال برای بقاو قوم خودی داشتن آرزو و تقویہ آنرا لازم میداند و یاس را نکوهش میکند چنانچہ گوید:

؎ آرزو ہنگامہ آرائی خودی موج بیتابی ز دریابی خودی
آرزو صید مقاصد را کمند دفتر افعال را شیرازہ بند
آرزو را دردل خود زندہ دار تانگردد مشت خاک تو مزار
آرزو جان جہان رنگ و بواست فطرت ہرشی امین آرزو است

مجددی نے اس کے بعد خودی کی تربیت اور تعامل کے لئے علامہ کے وضع کردہ درج ذیل تین اصولوں کا ذکر علامہ کے اشعار کے ساتھ کیا ہے۔ مرحلہ اول اطاعت، مرحلہ دوم ضبطِ نفس اور مرحلہ سوم نیابت الٰہی۔

مقالے میں سعی جہدِ مسلسل اور علم وعمل کے حوالے سے مباحث کئے گئے ہیں۔ علامہ کے سفر افغانستان کے دوران غزنی کے حوالے سے علامہ کے اشعار دیئے گئے ہیں۔ علامہ کے تقریباً تمام فارسی مجموعوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اور جا بجا ان مجموعوں کا مختصر تعارف بھی شامل مقالہ ہے۔

مقالے کے آخر میں علامہ کے افغانی مشاہیر سے عقیدت اور تعلق کا ذکر کیا گیا ہے۔ اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ غازی کے ساتھ علامہ کے مراسم اور ان کے حضور علامہ کے منظوم کلام کا نمونہ دیا گیا ہے۔ محمد ظاہر شاہ کے نام علامہ کا منظوم کلام بھی دیا گیا ہے۔ اختتام درج ذیل کلمات پر کیا گیا ہے۔

> دربارۂ مرحوم علامہ اقبال ممکن بود مطالب زیادی عرض کرد و در شرح ھر بیتی از آثار او صفحاتی نوشت۔ آنچہ ما بیان کردیم جست جستہ و بالاختصار بود و برائی علاقمندان همیشہ میسر است کہ از مطالعۂ آثار این ادیب ارجمند استفادہ ھای فراوانی بنماید و از خطوط بدیعی، تصوفی، عرفانی و فلسفی آهنا بقدر کافی متمتع شوند۔ (۷۹)

مقالہ نمبر ۱۲:

د علامه اقبال په باب
(علامہ اقبال کے بارے میں)
از پروفیسر عبدالشکور رشاؔد

پروفیسر عبدالشکور رشاؔد کا شمار افغانستان میں پشتو کے نامور مورخین، محققین اساتذہ اور شعراء میں ہوتا ہے۔ آپ نے یہ مقالہ ۲ ثور ۱۳۴۶ھ ش کو کابل کے پاکستانی سفارتخانے میں منعقدہ یومِ اقبال کی تقریب میں پڑھا جو بعد میں کابل یونیورسٹی کے شعبۂ ادبیات کے دوماہی رسالے ''وژمہ'' میں ۱۹۶۷ء کو شائع ہوا۔

مقالے کا آغاز ''بانگِ درا'' کے اس شعر سے کیا گیا ہے:

گلشنِ دہر میں اگر جوئے مئے سخن نہ ہو — پھول نہ ہو، کلی نہ ہو، سبزہ نہ ہو، چمن نہ ہو

ساتھ ہی چونکہ رشاؔد صاحب بنیادی طور پر مورخ ہیں سیالکوٹ کے تاریخی پس منظر کا جائزہ یوں لیتے ہیں:

تقریباً اته سوه كاله پخوا كله چې د غرج و غور او زابل و كابل ميړنـي د لاهور لـه سوبې څخه په جګوغـاړو درنې پښتونـخوا تـه راستيندل د افغاني توريالیو نامتو مشر غازي شهـاب الـدين مـحـمـد بن سـام (۶۰۲ هـ ق مړ) د پـنـجـاب دښايستـې او سمسورې سيمې په شـمـال ګوټ كې د چناب سيند جنوبي غاړې ته نژدې د''رچنا'' په دوآبه كې د ''سيال كوټ'' په نـامه د يوې فـوجي كلا تيره كښيښودلـه او د هغه وخت د عادت سره سم ی د تيرې د ايښودلو په وخت كښې په يوه خالصانه عجز و نياز د سيالكوټ له پاره د سيالو زامنو دعا وكړه او د هغو له پاره ي ساهو ژوند له خدايه وغوښت۔ څو ورځې پس د غور شاهنشهي لښكرى لـه غازي سلطان شهـاب الـدين سره د پښتونـخوا لـوري نـه راتيرې شوې د سيالكوټ ودانـی د مـخـزن افغاني په قول ديوه سيال پښتانه جـرنيل ملك ساهو لودی ته وسپارله شوه د سيالانوكوټ د

ساهو میړنی په پام لرنه ودان شو او په دې توګه د افغانانو د سیالکوټ تاریخي رابطه منځ ته راغله۔(۸۰)

ترجمہ: تقریباً آٹھ سو سال پہلے جب غرج غور زابل اور کابل کے غیور لاہور کی فتح کے بعد فاتحانہ انداز میں پشتونخوا واپس لوٹ رہے تھے نامور افغان فاتح غازی شہاب الدین محمد بن سام متوفی ۶۰۲ ھ ق نے پنجاب کے خوبصورت زرخیز خطے کے شمالی طرف دریائے چناب کے جنوبی کنارے ''رچنا'' کے دوآبہ میں سیال کوٹ نامی ایک فوجی قلعے کی بنیاد رکھی۔ اور اس وقت کے عادت کے مطابق سنگ بنیاد رکھتے ہوئے سیالکوٹ کے لئے بہترین فرزندوں کی عاجزانہ اور نیازمندانہ دعا کی تھی اس شہر کے باسیوں کے لئے پرسکوں زندگی کی دعا بھی کی۔

چند دنوں کے بعد غور کا شہنشاہی لشکر غازی شہاب الدین کے ساتھ پشتونخوا کی طرف واپس آیا سیالکوٹ کا قلعہ بقول مخزنِ افغانی ایک معزز پشتون جرنیل ملک ساھو لودی کے حوالے کیا گیا۔ (سیال پشتو لفظ ہے معنی معزز گویا سیالکوٹ کا مطلب ہے معززین کا شہر) معززین کا یہ شہر معزز ساھو کے توجہ سے آباد ہوا اور اس طرح افغانوں کا سیالکوٹ کے ساتھ تاریخی رابطہ وجود میں آیا۔

عبدالشکور نے سیالکوٹ کی افتتاح کے وقت کی گئی دعا کے ایجاب کو یوں اشارہ کیا ہے کہ سیالکوٹ کے حصے میں کئی نامور فرزند آئے۔

د سیالکوټ لومړی نابغه زوی پیاوړی سیال عالم اعلم العلماء عبدالحکیم (۱۰۶۷ ھ ق مړ) وو چې د تذکرهٔ علمائے ہند په وینا د ختیځ نامتو عارف مجدد الف ثاني شیخ احمد کابلي السرهندي (۹۷۱ھ - ۱۰۳۴ ھ ق) به د پنجاب لمرباله او همعصر پښتون نومیالی او حق ویونکی شاعر خوشحال خان ختک (۱۰۲۲ - ۱۱۰۰ ھ ق) به (چې د دستار نامې په شاهدی ي له علامه سره ثقافتي اړیکي درلودی) ددنیا او دین حکیم مانه۔

ددغه سیالکوټ بل د فخرور زوی د اردو او پارسی ژبو منلی شاعر او د شرق صوفی مفکر علامه محمد اقبال (۱۲۹۰ - ۱۳۵۷ ه ق) دی چې نن ي دلته مونږ په یاد سره راغو نڼ یو او دده د ادبی او فلسفی ارزښت په درناوی سره هغه خپل زوړ تاریخی او ثقافتی اړیکی بیا تازه کوو۔(۸۱)

ترجمہ: سیالکوٹ کا پہلا نابغہ فرزند عالم اعلم العلماء عبدالحکیم (متوفی ۱۰۶۷ھ ق) تھا جسے تذکرہ ''علمائے ہند'' کے مطابق مشرق کے مشہور عارف مجدد الف ثانی شیخ احمد کابلی سرھندیؒ (۹۷۱- ۱۰۳۴ھ ق) آفتابِ پنجاب کہتے تھے اور ان کے معاصر مشہور حق گو پشتون شاعر خوشحال خان خٹک (۱۰۲۲-۱۱۰۰ھ ق) انہیں دنیا و دین کا حکیم مانتے تھے۔

اسی سیالکوٹ کے ایک اور قابلِ فکر فرزند اردو اور فارسی کے مانے ہوئے شاعر صوفی مشرق مفکر علامہ محمد اقبال (۱۲۹۰-۱۳۵۷ھ ق) تھے جن کی یاد منانے کے لئے ہم یہاں آج اکٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے ادبی اور ثقافتی اعتراف کے ساتھ ہم اپنے پرانے تاریخی اور ثقافتی رابطوں کا یاد تازہ کر رہے ہیں۔

رشادؔ صاحب نے علامہ کے عالمگیر آفاقی شخصیت کے اعتراف کے حوالے سے ان کے چند ہمعصر مشاہیر کی آراء دیئے ہیں۔ جن میں پہلا منظوم اعتراف جالندھر کے ایک ککے زئی پشتون شاعر ملک الشعراء غلام قادر گرامی (متوفی ۱۳۴۵ھ ق) کا ہے۔

ے
در دیدۂ معنی نگھان حضرت اقبال　　پیغمبری کہ دو پیمبر نتوان گفت

اس کے بعد اقبال اور گرامی کے بارے میں مرحوم استاد سعید نفیسی (متوفی ۱۳۸۶ھ ق) کا یہ تبصرہ ہے۔

ترجمہ: ''اقبال اور گرامی کو فارسی شاعری میں وہ مقام حاصل ہے جن کو ہم اہلِ زبان قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔''

اور ساتھ ہی ڈاکٹر یوسف حسین خان کی یہ رائے بھی نقل کی ہے کہ:

ترجمہ: ''اقبال ہی تھا جنہوں نے مشہور جرمن مفکر شاعر گویٹے (۱۱۶۳-۱۲۴۸ھ ق) کی مانند اپنی شاعری کو ریالیزم، اٰیڈیالزم، رومانتیزم اور کلاسیزم کے رنگین

امتزاج سے آشنا کیا۔''(۸۲)

رشاد صاحب لکھتے ہیں کہ ان تمام افراد کا اقبال کا اعتراف کرنا ضرور کسی خاص وجہ سے ہے اور یہ حصہ اقبال کی وہ لافانی شاعری ہے جو انھوں نے ایک متعین فکری نصب العین اور اہم نظریاتی بنیاد پر کی تھی۔ علامہ نے ادب کو زندگی کے رمز سے آشنا کیا۔ شاعری کو مشہور مشرقی اندازِ فکر سے مبرا کر کے زندگی اور کائنات کے اسرار و رموز کے انکشاف کا ذریعہ بنایا۔ اسی لئے تو انھوں نے کہا تھا:

مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ	کہ میں ہوں محرمِ رازِ درونِ میخانہ!

ددغې راز دانی او لطیف احساس برکت دې چې د علامه بالغ نظرد قام په غم کې شاعر ته د بینا ستر ګې په ستر ګه ګوری او رښتیانی شاعران د قام په هر درددردمن اود اولس په ہرہ ژړا ژړانده ګنې - دده دا نادره تشبیه په دې بیتونو کې او ګوری۔ (۸۳)

ترجمہ: اسی راز دانی اور لطیف احساس کی برکت ہے کہ علامہ کی بالغ نظر قوم کے غم میں شریک شاعر کو چشم بینا کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور سچے شاعر ہر دردمند کے درد میں شریک اور ہر گریہ گر کے ساتھ محوِ گریہ ہوتے ہیں۔ ملاحظہ ہو علامہ کی یہ نادر تشبیہ:

ے	محفل نظم حکومت، چہرۂ زیبائے قوم	شاعرِ رنگین نواہے دیدۂ بینائے قوم
مبتلائے درد کوئی عضو ہو، روتی ہے آنکھ	کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

علامہ کے مختلف فکری گوشوں پر بحث کے بعد اختتام ذیل شعر پہ کیا ہے:

ے	ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے	بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مقالہ نمبر۱۳:

د ختیځ ستر شاعر
(مشرق کا عظیم شاعر)

از سو بمن

حضرت علامہ کی صد سالہ جشنِ ولادت کی تقریبات کے سلسلے میں پاکستان کی طرح

افغانستان میں بھی خاص تقاریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ یہ مقالہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو مجلّہ کابل کے مدیر جناب سوہمن صاحب نے اداریے کے طور پر پشتو زبان میں لکھا تھا۔ اور مجلّہ کابل کے دسمبر جنوری ۸-۱۹۷۷ء کے شمارے میں شائع ہوا۔

مقالے کا آغاز درج ذیل ابیات سے کیا گیا ہے:

ے مذہب زندہ دلان خواب پریشان نیست
از ہمین خاک جہان دیگر ساختن است
آسیا یک پیکر آب و گل است
ملت افغان در آن پیکر دل است

مقالے کی ابتداء آزادی و حریت کے حوالے سے حضرت علامہ کے مساعی کو خراج تحسین پیش کرنے سے کیا گیا ہے۔ استعمار اور استثمار کے خلاف علامہ کے جدوجہد کو سراہا گیا ہے!

علامه محمد اقبال(۱۸۷۳ - ۱۹۳۸ء) د ختیځې نړۍ هغه لوې مفکر او ستر شاعر دې چې په خپله پوهه او د خپلوا کۍ په مسته مینه ي د استعمار او استثمار د جرړود ویستلو دپاره عملاً د هند په نیمه وچه کې د نورو آزادۍ غوښتونکو سره د استقلال بیرغ اوچت کړ- د ختیځ دې بشر دوست او په خپله خاوره مئین شخصیت د خپل هدف دپوره کیدو دپاره داسې ادبي او فلسفي افکار اقبال خپل اولس ته وړاندې کړل چې د هغو په لیدلو سره ولس را بېدار شو او نن ي په علمي شخصیت علمي غو نډې کیږي- اقبال په خپل وخت او زمانه کښې د استعمار او استثمار پرضد خپله مبارزه جاري و ساتله- ده په دې لار کښې د مرګ تروروستۍ سلګۍ پورې خپلې هڅې او کوښښ ته دوام ور کړ- د استعمار او استثمار د منځه وړلو په خلاف ي ډېر سخت شعرونه ووئیل او د بشر د خدمت دپاره ي ځانګړې ارزښناکې مرغلرې په ادبي ښکلی امیل کښې وپیلې-(۸۵)

ترجمہ: علامہ محمد اقبال (۱۸۷۳ - ۱۹۳۸ء) دنیائے مشرق کے وہ عظیم مفکر اور بلند پایہ شاعر ہیں جنہوں نے مجموعی طور پر اپنی تدبر سے برصغیر کے دیگر حریت پسندوں کے ساتھ مل کر پرچم استقلال بلند رکھا۔ مشرق کے اس بشر دوست اور اپنی دھرتی سے محبت کرنے والی شخصیت نے اپنی ارادوں کی تکمیل کے لئے اپنی ملت کو ایسے ادبی اور فلسفیانہ افکار پیش کئے جن کے دیکھنے سے ان کی ملت ایسی بیدار ہوئی کہ آج ان کی علمی شخصیت پر سیمنار منعقد ہو رہے ہیں۔

اقبال نے اپنے زمانے میں استعمار اور استحصال کے خلاف اپنی جدوجہد کو جاری رکھا اور استحصالی قوتوں کو ختم کرنے کے لئے اور عالمِ بشریت کی خدمت کے لئے نہایت قیمتی موتی ادبی ہار کے ساتھ مہارت سے پرو دیئے۔

جناب سوہمن نے علامہ کے افکار پر افغان مشاہیر مفکرین کے افکار کے اثرات کا تذکرہ کیا ہے۔ افغانستان کے ساتھ علامہ کے فکری اور قلبی تعلق کا ذکر کیا ہے۔ افغانوں کے ساتھ علامہ کے دلچسپیوں کا جائزہ لیا ہے۔

دده په دغو ادبي شاهکارونو د ګران هیواد افغانستان د وتلیو او نومیالیو پوهانو د فکرونو ځلانده پلوشې لویدلی او پوره ترې اغیزمن شوی دی ـ له ټولو نه زیات د سنائی غزنوی مولانا جلال الدین بلخی د پښتو ادب لوی اتل او د توري د میدان میړنی خوشحال خان خټك او نورالدین بن عبدالرحمن جامی ادبی، علمی، روحانی او فکری آثارونه ي پوره ګټه او علمی پانګه اخیستی ده او دده په ټولو آثارو کې دا ټکی جوت او روڼ ځای لری۔

د ختیځې نړۍ دې ځلاند ستوری د ګران هیواد افغانستان سره خاصه اوځانګړی مینه درلودله ـ دده دا مینه د هغه له دې بیت نه چې د افغان ملت سره ي په وینه او مغزو کې اخښلې شوی وه ښه څرګندیدلی شی۔ (۸۲)

ترجمہ: آپ کے ان ادبی شاہکاروں پر افغانستان کے مشاہیر مفکرین کے منور

آثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اور کافی حد تک ان کے افکار سے مستفید ہوئے ہیں۔ سب سے زیادہ سنائی غزنوی، مولانا جلال الدین بلخی، پشتو ادب کے صاحبِ سیف وقلم خوشحال خان خٹک اور نورالدین بن عبدالرحمٰن جامی کے ادبی، علمی، روحانی اور فکری آثار سے علمی استفادہ کیا ہے۔ یہ اثرات ان کے تمام آثار پر چھائے ہوئے ہیں۔

مشرق کے اس تابندہ ستارے کا افغانستان کے ساتھ عشق ومحبت مثالی تھی۔ افغان ملت کے ساتھ ان کی محبت اس بیت سے آشکارا ہیں۔

آسیا یک پیکر آب وگل است　　　ملت افغان درآن پیکر دل است

سوہمن نے اس مقالے میں ان علل واسباب کا بھی جائزہ لیا ہے جن کی بنیاد پر علامہ افغانوں سے عشق رکھتے تھے۔

د اقبال مینه د افغانانو سره له دې امله وه چې هغه ته دا ښکاره وه چې دا توریالی ملت هیڅکله د چا ظلم او تیرې پر ځان نه منی او نه د تاریخ په اوږدو کښې د پردیو تر سلطی او استعمار لاندې راغلی دی- کله که پردیو پر دوی تجاوز کړی نو دهغوی د مقابلې دپاره دوی د جنګ ډګر ته وروتلی او په ډیره میړانه ي په سرو وینو او د سر په قربانۍ او تش لاس داسې ملا ماتی سخته ماتی ور کړې ده چې بیا ي د آسیا د پیکر دې زړه ور زړه ته د شرمه پوره نه دی کتلی او تیټ سرونه په خپله مخه تللی-

دافغانانو توري میړانې او د خپلواکۍ سره دې مینې او ساتنې مفکرې د اقبال په زړه کې ددې غیور ملت په باب خاصه علاقه پیاوړی کړی ده او دا علت وو چې دې لوې شاعر د هر وخت له پاره افغانان او ددوی تاریخی لرغونی خاوره په خپلو شعرونو او نورو آثارو کښې په درنښت سره یاد کړې - او ستائیلی دی- زمونږ ددې ټکی د ثبات دپاره د علامه اقبال

د مسافر کوچنوټی اثر پوره مرسته کولائی شی - ده په دی واړه اثر کښې د افغان ملت پادشاهان توریالی قهرمانان او دآسیا دد ې سیمې د زړه ور اولس په تیره د پښتون ټبر هر اړخیزه کریکټرونه په ډیره مینه یاد کړی دی او د خپلې زیاتې مینې‌له مخې د ګران هیواد لیدلوته راغلی دی۔ د علامه اقبال د لوړ شخصیت یادونه یوازې په څوټکوکې نه ترسره کیږی۔ دا ځکه دې هغه بشر دوست انسان وو چې د بشری ټولنې تر منځ ي مینه ، ورورى، عدالت او یووالی غوښت۔ ده خپلې انسانی اندیښنی په ډیره مینه او ویا ړ سره ترتیب او منظمې کړې او په خوراخوښی سره ي دا نیکې هیلې د بشر د سعادت او هوسایني دپاره په یادګار پرېښودلی دی - دد ې ټکی په یادولو سره مونږ په ډاګه وایو چې دې په خپل وخت کښې د هند د نیمی وچی دآزادۍ دلارې هغه ستر قدرت وو چې د اولس د بیدارۍ په لار کښې چا نه هیریدونکی، او نه ستړی کیدونکی هڅې ترسره کړی دی۔ په پای کښې مونږ د علامه اقبال د لوړ علمی فلسفی او ادبی مقام یادونه دده په دې بیت سره ختموو او د هغه روح تل ښاد غواړو۔

قبای زندگانی چاک تا کی
چو موران زیستن درخاک تا کی (۸۷)

ترجمہ: اقبال کا افغانوں کے ساتھ عشق کا سبب یہ تھا کہ ان کو پتہ تھا کہ یہ غیور ملت کبھی کسی کے ظلم کو برداشت نہیں کرتی اور نہ ایسی قوم کبھی تاریخ میں کسی کی غلام رہی ہے جب کبھی کسی نے ان پر ظلم کرنے کی کوشش کی ہے ان سے نبرد آزمائی کے لئے افغان میدانِ جنگ میں اترے ہیں۔ نہایت بہادری کے ساتھ سروں کی قربانی دے کر دشمن کا مقابلہ کیا۔ بے سروسامانی اور وسائل سے محرومی کے باوجود دشمنوں کو عبرتناک شکست سے دوچار کیا ہے۔ دشمن نے پھر کبھی بھی آسیا

کے اس دلاور دل کو شرم کے مارے نہیں دیکھا اور جھکے ہوئے سروں کے ساتھ واپس چلے گئے ہیں۔

غیرت بہادری اور آزادی کے اسی محبت نے اقبال کے دل میں اس بہادر ملت کے ساتھ عشق پیدا کیا۔ یہی سبب ہے کہ اس عظیم شاعر نے افغانوں کی تاریخی، ثقافتی اور بہادر سرزمین کو اپنے اشعار اور دیگر آثار میں جابجا یاد کیا ہے۔ ہمارے اس دعوے کا ثبوت علامہ کا مختصر شعری اثر ''مسافر'' ہے۔ اس اثر میں علامہ نے افغان ملت کے بادشاہوں، بہادروں اور آسیا کے اس خطے کے بہادر پشتون قوم کے ہمہ جہت کردار کو نہایت احترام کے ساتھ یاد کیا ہے۔ اپنی انتہائی محبت کے ساتھ انہوں نے افغانستان کا سفر کیا۔

علامہ کے عظیم شخصیت کا تذکرہ ان چند الفاظ میں نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ اقبال وہ بشر دوست انسان تھے جنہوں نے انسانی معاشرے کے درمیان اخوت، بھائی چارے، عدالت اور وحدت کو چاہا۔ انہوں نے ان انسانی خدمات کو نہایت صمیمیت کے ساتھ ترتیب دیا ہے ان نیک خواہشات کو عالمِ انسانیت کی سعادت اور آرام کے خاطر یادگار چھوڑا ہے۔ اس نکتے کی یادآوری کے ساتھ کہ انہوں نے ہندوستان کی آزادی کے خاطر گرانقدر خدمات انجام دیئے تھے۔ ہم علامہ اقبال کے بلند علمی، فلسفی اور ادبی مقام کے اعتراف کے ساتھ یہ تحریر ان کے اسی بیت پر ختم کر دیتے ہیں ان کا روح شاد ہو۔

؎ قبای زندگانی چاک تا کی
چو موران زیستن در خاک تا کی''(۹۰)

مقالہ نمبر ۱۴:

اقبال وافغانستان

از دکتور حق شناس

جناب ڈاکٹر حق شناس کا یہ مقالہ نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اسلئے کہ یہ مقالہ آپ نے اس وقت لکھا جب افغانستان میں خونی انقلاب کے بعد روسی فوجیں براجمان تھیں ایک طرف سے

کریملین کے سپاہی سمرقند و بخارا کی طرح غزنین وقندھار کو بھی کمیونزم کے حامی بنانے کے لئے اس سرزمین پر دندنا رہے تھے تو دوسری طرف بے سرومان ملت کے غیور فرزندان نعرۂ لا الہ سے سرشار کوہ و دمن میں جہاد فی سبیل اللہ میں مصروفِ عمل تھے چنانچہ علامہ پر یہ مقالہ قوس ۱۳۶۰ھ ش بمطابق ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔

لہٰذا یہ ایک فطری امر ہے کہ اس مقالے کے مشمولات پر جاری حالات کے گہرے نقوش ثبت ہوئے۔ آغاز میں تو اقبال کے ان قلبی بے قراریوں اور فکری اضطرابوں کا ذکر کیا گیا ہے جن سے اقبال دوچار تھے۔ اور جس کی بدولت انہوں نے رومی کی فکری خانقاہ میں پناہ لی۔

سیری در مدارس فکری شرق و مطالعۂ اندیشہ ھا و اندوختہ ھای حکما و عرفا و فلاسفۂ اسلام تر درخاطرش را بہ آرامش کشانید و نور امیدی سراپایش را فرا گرفت و میسرش را ادامہ داد۔۔۔ و وادی ھا و صحرہ ھا را درھم نوردید ہر قدر پیش میرفت نور روشنای بیشتر می شد و نقش قدم ھائی کاروان ھا را ھمای تعدادی را در پھنۂ بیکران تصورات جلوچشمش مجسم می کرد کہ تشخیص و تمیز و انتخاب یکی از آن ھا برایش دشوار و متعسر مینمود۔ فریاد ھای نھانی و نالہ ھای شبانگاھی اش پردہ ھای یاس را ازھم درید و قافلہ سالار معرفت و خود آگاہی حضر مولانا جلال الدین بلخی رمز و راز سلوک را در گوشش فرا خواند و شمعی فرا راھش افروخت کہ در پرتو آن اقبال رہ و رسم بندگی و زندگی را آموخت و بہ جان رسید کہ اینک از زبان خودش مطالعہ میفرماید:

شب دل من مایل فریاد بود — خامشے از یاریم آباد بود
شکوہ آشوب غم دوران بدہم — از تہی پیمانگی نالان بدم
این قدر نظارہ ام بیتاب شد — بال و پر بشکست وآخر خواب شد
روی خود بنمود پیر حق پرست — کو بحرف پہلوی قرآن نوشت
گفت ای دیوانۂ ارباب عشق — جرعہ ئی گیر از شراب ناب عشق
برجگر ہنگامۂ محشر بزن — شیشہ برسر دیدہ برنشتر بزن
تا بکی چون غنچہ می باشی خموش — نکہت خودرا چوگل ارزان فروش
در گرہ ھنگامہ داری چون پسند — محمل خود بر سرآتش بہ بند
چون جرس آخر زہر جزوی بدن — نالۂ خاموش را بیرون فگن
آتش استی بزم عالم برفروز — دیگران راھم زسوز خود بسوز

از نیستان همچو نی پیغام ده قیس را از قوم حی پیغام ده
ناله را انداز نو ایجاد کن بزم را از ہائے و ہوی آباد کن
زین سخن آتش بہ پیراہن شدم مثل نی ہنگامہ آبستن شدم
چون نوا از تار خود برخاستم جنتی از بہر گوش آراستم

ڈاکٹر حق شناس کے بقول رومی نے اقبال کو مادی جہان سے بالاتر ہوکر روحانی و معنوی جہان میں مسرور و مست مخمور رہنے کا گُر بتایا:

مولانا بہ گونہ ای کہ اقبال بدان اشارہ می کند در خرمن ہستی و اندیشہ اش آتش زد و از گم گستگی و سرگستگی اش وارھانید و سر حقیقت را برایش باز گفت و بر حریم اسرارش رھنمای کرد۔ اقبال پس از این برخوردر روحانی دیگر شیفتۂ مولانا بلخ گردید و ھمہ دشواری ھا و مشکلات فکری و فلسفی خود را در دانشگاہ اندیشۂ اول شدہ یافت و شوری درنہارش شعلہ ورگردید کہ آوریش کران تا کہ آن رافرا گرفت و نور و گرمی اش برروان ھا ذوق و مستی بخشید و بر پیکر افسوں شدگان استعمار روح تازہ دمید۔ (۸۹)

تب اقبال کو عالمگیر فکر عطا ہوئی۔ مولانا سے تعلیمات روح و معرفت کا اکتساب حاصل کرنے کے بعد تو جا کر اقبال مشرق کو مخاطب کرنے کے قابل ہوا۔

اقبال نخستین وسوسہ ھای انقلاب و اثرات الہاماتی را کہ از روح و معرفت و افکار مولانا کسب می کند و او را بہ ارشاد و رھنمائ مردم بہ قیام و آزادی خواھی برمی انگیزد ھمہ جا در آثارش بخوبی منعکس کرد است کہ این است نمونہ آں:

ے پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق باز روشن میشود ایام شرق
در ضمیرش انقلاب آمد پدید شب گذشت و آفتاب آمد پدید
ے پیر رومی مرشد روشن ضمیر کاروان عشق و مستی را امیر
منزلش برتر زما و آفتاب خیمہ را از کہکشان سازد طناب
نور قرآن درمیان سینہ اش جام جم شرمندہ از آئینہ اش
ازنے آن نی نواز پاک زاد باز شوری درنھاد من فتاد
گفت جانہا محرم اسرار شد خاور از خواب گراں بیدار شد

ڈاکٹر حق شناس لکھتے ہیں کہ حضرت علامہ کو اس غیور قوم یعنی ملتِ افاغنہ کے مجموعی خصائل

عادات واطوار کا بخوبی علم تھا۔اسی وجہ سے جا بجا اپنے کلام میں اس کا جائزہ لیا ہے۔

ے ملتِ آوارۂ کوہ و دمن — در رگ او خون شیران موج زن
زیرک روئین تن و روشن جبین — چشم او چون جرہ بازان تیز بین
قسمت خود از جہان نایافتہ — کوکب تقدیر او ناتافتہ
ے سرزمین کبک او شاہین مزاج — آہوی او گیرد از شیران خراج
در فضایش جرہ بازان تیز جنگ — لرزہ برتن از نہیب شان پلنگ
لیکن ازبی مرکزی آشفتہ روز — بی نظام و ناتمام و نیم سوز

مقالے میں اقبال کے سفرِ افغانستان کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے اور مثنوی ''مسافر'' کی روشنی میں کئی امور کا جائزہ لیا گیا ہے۔مثلاً ''اقبال در کابل'' کابل سے متعلق علامہ کے اشعار اور ان اشعار پر حق شناس کا تبصرہ،''اقبال درغزنہ و بر تربت سنائی'' غزنی اور حکیم سنائی سے متعلق ابیات،''اقبال بر ویرانہ ھا و خرابھای غزنہ'' غزنی کے ویرانوں اور خرابوں میں علامہ کے کہے گئے اشعار کیفیات اور محسوسات اور ساتھ ہی غزنی کی تاریخ پر مختصر بحث،''اقبال اور قندہار'' قندہار سے متعلق علامہ کے اشعار۔اس کے علاوہ موجود جاری حالات کی تناظر میں اس امر پر افسوس کا اظہار کہ کاش آج اقبال زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ قندہار میں آنسوؤں اور خون کے بہنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

دریغا کہ اقبال زندہ نیست تا می دید کہ دیگر در قندہار جز اشک وکون از انار و لالہ اثری نیست و آن کوی و برزن کہ وی برای عشق می ورزیدند و شیفتہ اش بود بدست بیدار گران خون آشام پیمان ورشو چہرہ در خاک کشیدہ است و جز سوگ و ماتم ذوق وحالی دیدہ نمیشود۔(۹۲)

اقبال بر تربت احمد شاہ۔احمد شاہ بابا سے متعلق علامہ کے ابیات اور مقالہ نگار کا تبصرہ۔اقبال وظاہر شاہ ڈاکٹر حق شناس نے اس عنوان کے تحت ظاہر شاہ کے دورِ حکومت پر تنقید کی ہے اور لکھا ہے کہ اگر وہ افغانستان میں علامہ کے تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے تو ہم آج ان مصائب ومشکلات سے دوچار نہیں ہوتے۔

مقالے کے آخر میں بحث کا نتیجہ نکالا گیا ہے اور علامہ کی ابیات میں کچھ ترمیم کر کے اس پیش گوئی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ے آسیا یک پیکر آب و گل است ملت افغان درآن پیکر دل است
از حیات او حیات آسیا ست از ممات او ممات آسیا است [۹۳]

روس کے ساتھ ساتھ ایشیا کی دیگر اقوام کو بالخصوص اور جہاں عالم کو بالعموم خبردار کیا ہے کہ ایشیا کی سربلندی کا راز افغانستان کی سربلندی سے مشروط ہے اور علامہ کی پیشین گوئی کی مصداق پر یہاں کی فساد ایشیا میں فساد کا منبع ہے۔

مقالہ نمبر ۱۵:

بزرگداشت اقبال بزرگ

از دکتور سید خلیل اللہ ہاشمیانؔ

یومِ اقبال کی مناسبت سے ڈاکٹر سید خلیل اللہ ہاشمیان کا یہ تحریر کردہ مقالہ بھی افغانستان میں جہاد کے دور کی یادگار ہے۔ خلیل اللہ ہاشمیان مشہور و معروف افغان اقبال شناس ہیں اور آپ نے علامہ کے فکروفن سے گہرے اثرات قبول کئے ہیں۔

یہ مقالہ دوماہی قلم میں (اکتوبر نومبر ۱۹۸۷ء کو) شائع ہوا۔

اس طویل مقالے کے آغاز میں مختصراً فارسی شاعری کے مختلف مکاتیبِ فکر کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ جن میں مکتب ادبی خراسان (افغانستان ماوراء النہر و ایران) مکتبِ ادبی عراق (اشعار فلسفی تصوفی و حماسی) اور مکتبِ ادبی ہند کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ حضرت علامہ کو اگرچہ مکتب ادبی ہند سے منسوب کیا گیا ہے البتہ ان کے مکتبِ ادبی خراسان اور مکتب ادبی عراق سے بھی تعلق بتایا گیا ہے چنانچہ علامہ کے درج ذیل بیت کی روشنی میں ہاشمیان صاحب نے اپنے مقالے کو ترتیب دیا ہے۔

ے آنچہ من در بزم شوق آورده ام دانی کہ چیست
یک چمن گل یک نیستان نالہ یک خمخانہ می [۹۴]
یراث مکتب ہند میراث عرفان مولوی بلخی میراث مکتبھای خراسان و عراق

''یک چمن گل'' صد چمن گل چمنستان، خونِ رگِ گل وغیرہ ایسے سینکڑوں تراکیب و اصطلاحات اور بھی ہیں جو مکتب ہندی کے زینت بنے ہوئے ہیں۔ جس کے بہترین نمونے میرزا عبدالقادر بیدل کے اشعار میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اقبال نے بھی یک چمن گل کی ترکیب

مکتب ہندی کی پیروی میں استعمال کی ہے۔ ''یک نیستان نالہ''۔ یہ اس نالے کا تذکرہ ہے جسے مولانا رومی نے آٹھ سو سال پہلے استعمال کیا تھا۔

آتشست این بانگ بای ونیست باد ؎
ہر کہ این آتش ندارد نیست باد (رومیؒ)

اقبال کو چونکہ خداوند عالم نے چشم پرنور اور ''دیدہ جان'' نصیب فرمایا تھا اسی لئے جوش عشق اور شرح درد اشتیاق کے نوا کو بلند کرتے ہیں:

روی خود بنمود پیرِ حق سرشت — کو بحرف پہلوی قرآن نوشت
گفت اے دیوانہ ارباب عشق — جرعہ ئی گیر از شراب ناب عشق
از نیستان ھمچو نی پیغام دہ — قیس را از قوم حی پیغام دہ
نالہ را اندازِ نو ایجاد کن — بزم را از ہائے و ہوی آباد کن
زین سخن آتش بہ پیراہن شدم — مثل نی ہنگامہ آبستن شدم
گرہ از کار این ناکارہ واکرد — غبار رہ گذر را کیمیا کرد
نی آن نی نواز پاکبازی — مرا باعشق و مستی آشنا کرد

ہاشمیان لکھتے ہیں کہ اقبال نہ تو صوفی تھے اور نہ عارف بلکہ اپنے پیشوا مولانا بلخی صاحبِ مثنوی معنوی کی پیروی میں سب کچھ کہا ہے چنانچہ اپنی استدلال کے لئے مثنوی کے چند اشعار پیش کرتے ہیں:

جملہ معشوق است و عاشق پردہ ای — زندہ معشوق است و عاشق مردہ ای
چون نبا شد عشق را پروای او — او چو مرغی ماند بی پروای او
پر و بال ما کمند عشق او ست — مو کشانش میکند تا کوی دوست
من چگو نہ ہوش دارم پیش و پس — چون نبا شد نور یارم پیش و پس
نور او دریمن و یسر وتحت وفوق — برسر و برگردنم چون تاج و طوق

اقبال دل کو مرکز عشق قرار دیتے ہوئے مولانا کے ''نالہٗ نی'' کو سنتے ہیں اور افلاطونی افسوس و اندیشہ کو رد کرتے ہوئے برملا کہتے ہیں۔

راہب دیرینہ افلاطون حکیم — از گروہ گوسفندان قدیم
رخش او در ظلمت معقول گُم — در کہستان وجود افگندہ سُم

آنچنان افسون نامحسوس خورد　　　اعتبار از دست و چشم و گوش برد
گفت سرِ زندگی در مردن است　　　شمع را صد جلوہ از افسرون است
عقل خود را برسرِ گردون رساند　　　عالم اسباب را افسانہ خواند
کار او تحلیل اجزای حیات　　　قطع شاخ سرور عنای حیات
فکر افلاطون زیان راسود گفت　　　حکمت او بود را نابود گفت
فطرتش خوابید و خوابی آفرید　　　چشم ہوش او سُرابی آفرید
منکر ہنگامہ موجود گشت　　　خالق اعیان نامشہود گشت
قوم ہا از سُکر او مسموم گشت　　　خفت و از ذوق عمل محروم گشت

یک خمخانہ مئی: مکتب ادبی عراق کا استعارہ جو اقبال نے شعراء اور عرفاء کے کیفیت شور وسوز کے لئے استعمال کیا ہے۔

ے عطا کن شور رومے سوز خسرو　　　عطا کن صدق و اخلاص سنائے
ے گہی شعر عراقی را بخوانم　　　گہی جامی زند آتش بجا نم

میخانہ،خمخانہ: ساغر ومینا وغیرہ ادبی عرفانی علامات سنائی، رومی، سعدی اور حافظ کے افکار کے ذریعے فارسی ادبیات کے زینت بنے ہوئے ہیں۔ بقول حافظ شیرازی:

احوال شیخ و قاضی وشرب الیھو دشان　　　کردم سوال صبحدم از پیرمی فروش
گفتا نگفتنیست سخن گرچہ محرمی　　　درکش زبان و پردہ نگہ دار و می بنوش

چھ سو سال بعد اقبال پیرمی فروش کے اسرار کا پردہ چاک کر کے موج مٹی کو کسوت و مینا کے ذریعے بیان کرتے ہیں۔

ے تا بکی چون غنچہ می باشی خموش　　　نکہت خود را چوگل ارزان فروش
ے فاش گو اسرار پیر می فروش　　　موج می شو کسوت مینا بپوش

اس راہ کا راہی اقبال خواجہ حافظ شیرازی کے درج ذیل شعر کا جواب یوں دیتے ہیں۔

حافظ:

مزرع سبز فلک دیدم و داس مہ نو　　　یادم از کشتۂ خویش آمد و ہنگامہ درو

اقبال:

تخم دیگر بکف آریم و بکاریم زنو　　　کانچہ کشتیم زخجلت نتوان کرد درو

مقالے میں ''ایمان اقبال'' کے ضمنی عنوان کے تحت علامہ کے مذہبی افکار کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔استدلال کے طور پر جا بجا علامہ کے اشعار کا استعمال کیا گیا ہے۔

ے در شبستان حرا خلوت گزید — قوم و آئین و حکومت آفرید
ے در جہان آئین نو آغاز کرد — مسند اقوام پیشین در نورد
از کلید دین دَر دنیا گشاد — ہمچو او بطنِ ام گیتی نزاد
در نگاہِ او یکی بالا و پست — با غلام خویش بر یک خوان نشست
ے امتیازاتِ نسب را پاک سوخت — آتش او این خس و خشاک سوخت

اسلام کے پنج بناء کے حوالے سے علامہ کے درج ذیل اشعار نقل کئے گئے ہیں۔

لا الــــــــہ باشد صدفِ گوہر نماز — قلب مسلم را حج اصغر نماز
در کف مسلم مثال خنجر است — قاتل فحشا و بغی و منکر است
روزہ بر جوع و عطش شبخون زند — خیبر تن پرورے را بشکند
مومنان را فطرت افروز است حج — ہجرت آموز و وطن سوز است حج
حب دولت را فنا سازد زکوٰۃ — ھم مساوات آشنا سازد زکوٰۃ

اقبال ان صوفی وملا کے خلاف ہیں جو تلاشِ حلوا میں لگے رہتے ہیں۔

دل ملا گرفتار غمی نیست — نگاہی ہست در چشمش نمی نیست
از آن بگریختم از مکتب او — کہ در ریگ حجازش زمزمی نیست

اس عنوان کے تحت طویل گفتگو کے بعد ہاشمیان کے مقالے کا عنوان ہے''اقبال و زبان دری''ھاشمیان نے پنجابی کے بجائے اردو کو اقبال کی مادری زبان بتایا ہے جو کہ ایک علمی سھو ہے۔انگریزی اور جرمن زبانیں ان کی تحصیلات کے زبانیں بتاتے ہیں البتہ اقبال کے عارفانہ آثار کی زبان''دری'' بتاتے ہیں جو کہ بقول ہاشمیان اقبال کے لئے عطیہ خداوندی آہ صبحگاہی ہے۔

بامن آہ صبحگاہی دادہ اند — سطوتِ کوہی بہ کاہی دادہ اند

اقبال اس زبان میں خودی کے رموز بیان کرتے ہوئے خالقِ کائنات سے ہمکلام ہوتے ہیں۔

عشق سوہان زد مرا آدم شدم — عالمِ کیف و کم عالم شدم

حرکت اعصاب گردون دیده ام　　در رگ مہ گردش خون دیده ام

دری افغانوں کی زبان ہے اور اقبال اس کی اہمیت سے باخبر ہیں۔

گرچہ ہندی در عذوبت شکر است　　طرز گفتار دری شیرین تر است

فکر من از جلوہ اش مسحور گشت　　خامۂ من شاخ نخل طور گشت

ہاشمیان نے اس دلچسپ حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اقبال اگرچہ فارسی کا بہترین سخنور تھا لیکن فارسی میں گفتگو کرنے سے قاصر رہے۔ ہاشمیان لکھتے ہیں کہ سرور خان گویا نے مجھ بتایا تھا کہ علامہ جب ۱۹۳۳ء میں افغانستان تشریف لائے تھے تو افغان شخصیات اور ادباء سے اردو اور انگریزی میں بات چیت کرتے تھے۔ ایک دو بار تو میزبانوں نے ان سے فارسی میں گفتگو کرنے کی استدعا کی تھی۔ علامہ نے خضوع اور شرمندگی کے ساتھ معذرت کی۔ اگرچہ اس سفر میں علامہ نے سنائی، محمود غزنوی، احمد شاہ ابدالی کے مزارات اور خرقہ مبارکہ پر حاضری دی تھی اور اس سفر کا منظوم اثر مسافر فارسی ہی میں تحریر کردہ ہے۔(۱۰۶)

اقبال وافغانستان:۔

اس عنوان کے تحت ھاشمیان نے افغانستان سے علامہ کے مختلف دلچسپیوں کا ذکر کیا ہے۔ علامہ کے معشوقۂ آزادی افغانستان سے جستجو اور ان سے قلبی تعلق کا ذکر کیا ہے:

مسلم ہندی چرا میدان گذاشت　　ہمت او بوی کراری نداشت

مشت خاکش آنچناں گردیدہ سرد　　گرمی آواز من کارے نکرد

ایک طرف اقبال کو اس مبارز ملت کے جغرافیائی موقعیت کی اہمیت کا پورا پورا احساس تھا تو دوسری طرف ہندوستان میں غلاموں کی شبِ ناتمام پر پریشان رہتے۔ اسلام آزادی اور استعمار دشمنی کے حوالے سے علامہ افغانوں کے تمام کارناموں سے آگاہ ہیں۔ سید جمال الدین افغانی کے صادقانہ جذبات کو پیامِ افغان را بملت روس بیان کر کے بعض حقائق کی طرف اشارہ بھی کرتے ہیں۔

مقالے کے آخر میں لکھا ہے کہ اقبال کے بارے میں جتنا بھی لکھوں بہت کم ہے افغانستان میں پھر سے یومِ اقبال منانے کے آرزو کا اظہار کیا گیا ہے۔ کابل یونیورسٹی کے اساتذہ کی جانب سے اپنے اس مقالے کو علامہ کے حضور نمائندگی کی حیثیت سے اھدا کیا ہے۔

پرداختن بانسان متعدی چون اقبال کہ ھر لحظہ حیات عقلانی خود را وقف تربیت ھمنو عان خود خاصہ بیداری ملت ھای مسلمان نمودہ باین مختصر نا میسرات وآہنگی در مورد اقبال ہر قدر سخن بگویم سخن مانند او نگفتہ ایم و چون ھمہ سخن را او خود گفتہ متعال مادر مقدمہ تمام است ولی بمنظور سھم گرفتن در روز اقبال کہ ھر سال در پاکستان تجلیل میشود و در افغانستان آزاد نیز برگرام میشد و من در آن زمان از زمرہ، استاذان پوھنتون کابل مقالاتی در سفارت پاکستان مقیم کابل خواندہ بودم اینک بہ نمائندگی استادان آوارۂ پوھنتون آزاد کابل این برگ سبز رامیخث نمونہ ارادت مردم آزادۂ افغانستان با اقبال لاھوری وھموطنانش تقدیم میدارم و برای ملت برادر پاکستان استحکام میانی اسلام وبقائ استقلال شانرا مثلث مینمایم۔

موفق باد جہاد ومقاومت ملی مردمِ افغانستان
پائندہ باد افغانستان آزاد ومؤمن
جاودان باد رہبری اسلام (۱۰۸)

مقالہ نمبر ۱۶:

امروز زدائ فردا
از نائل لاجورد بنشھری

نایل لاجورد بنشھری کا لکھا ہوا یہ مقالہ دقیق فلسفیانہ مباحث پر مشتمل ہے اور یہ مباحث فلسفۂ زمان اور فلسفۂ مستقبل سے عبارت ہیں۔ مقالے کا آغاز افغانستان میں جہاد کے دوران جاری سفر کے حوالے سے جہدِ مسلسل اور آئندہ کے حوالے سے زمان کے بحرِ بیکراں میں غواصی کے اسرار ورموز سے کیا گیا ہے۔

من ھنوز میروم ھنوز در اھم سر منزل اقامت دور و ناپیدا است شمعی در امواج بیکرانۂ سیاسی در آن دور دستھای دور میلر زدنمی دانم کہ آتشی کاروان رفتہ است میا بہ سپیدہ ھای بامداد ''فردا'' نزدیک می شویم اما در افق مینگرم ھنوز نشانۂ از ''رسیدن'' وبارقہ از منزل ھویدا نیست۔ ھر قدم میروم ھنوز کہ ھنوز است خود را در امروز می یابم و چون غواصی از دست رفتہ ای در امروز شناورم ''فردائ'' کہ خواھد

آمد هنوز سر بزانوی ادبیت غیب خوابیده است و هنوز در سرمدیت زیبا و خاموش مکتوم است گوئی هرگز ''بیدار'' نخواهد شد و نخواهد آمد۔ (۱۰۹)

اس طویل اور دقیق فلسفیانہ بحث کے دوران فلسفۂ امروز اور فلسفۂ فردا کو مختلف زاویوں سے پرکھا گیا ہے۔ اس فلسفے کے باریکیوں پر عالمانہ اور فلسفیانہ انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ انسانی حیات کے نشیب و فراز میں فلسفۂ امروز و فردا سے مرتب ہونے والے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مقالہ نگار نے موضوع کے نکات کی استدلال میں مشاہیرِ مفکرین مشرق کے افکار سے جا بجا استفادہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا حوالہ خواجہ حافظ شیرازی کا دیا گیا ہے۔

بیا تا گل برافشانیم و می در ساغر اندازیم　　فلک را سقف بشگافیم و طرح نو در اندازیم

نایل لاجوردبنشھری نے موضوع سے متعلق مولوی، عطار اور سنائی کے افکار کو شامل مقالہ کیا ہے۔ یوں ان مشاہیر مفکرین کے تذکرے کے ساتھ ہی علامہ کے افکار کو بھی زینت موضوع بنایا گیا ہے۔

آری، این شاعرنگرانیھای بزرگ ھمچون اقبال ھیجانات آتشین ھیچ اثری جز کینہ با امروز برای پیروزی فردانیافریدہ است۔ دشمنی و تضاد این دو برانگیختہ خدا با وضع موجود و مناسبت متداوم آن ناتشی از بیدار دلی درد و فھمیدن پیکرانہ ایشان از ضلالت و عمق آگاہی امروز و زیبائی و فضائل عالی فردا ھا میدا میکرد کہ ھیچ وسوسہ عزیزی و شیطانی نتوانستہ است جلو مبارزات مسلم ایشان را علیہ امروز در جھت فردا سرکند بناء حماسہ بزرگ این روح ھای عظیم آنست کہ اتمامی ذرات اشراقی و عرفانی و آثار شان را بیداری روشنائی و مبارزہ علیہ امروز برای ساختن جامعۂ فردا و فرداھا تشکیل می دھد۔

حافظ شیرازی چون مولوی و مولوی چون سنائی و سنائی چون اقبال و اقبال چون۔۔۔ رنج نامہ در جھت محکومیت امروز و رھائی از حصار ''روزمرہ گی'' امروز تقدیم جامعہ انسانی کردہ اند کہ بعنوان گنجینہ تجارب فرھنگی و مبارزاتی و بعنوان دستاور درنج و مجموعہ بینظیر ''طرح نو'' ''فردا'' برای ھمہ نسلھا ئیکہ علیہ امروز در تداوم تاریخ مبارزہ مینماید و مبرای فردا شکوھمند آزادی تلاش می ورزند می تواند دستورالعمل کار و مبارزۂ راھکشا قرار گیرد۔ (۱۱۱)

اس مقالے میں اگر ایک طرف مستقبل کے بارے میں مشاہیر مفکرین کے افکار کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔تو دوسری طرف موضوع سے متعلق علامہ کے افکار کا ایک عالمانہ جائزہ بھی لیا گیا ہے جو عمیق نظر اور علمی استدلال کا مظہر ہے۔علامہ حال کو مستقبل کا کلید گردانتے ہیں۔حال کی کامیابیاں کامرانیاں اور سعادت کو مستقبل کے سرخروی کا منبع قرار دیتے ہیں۔

اقبال این فرزند فردا کہ حضور امروزی دارد و متولد امروز است بحساب فردا و نبغ فردا زندگی می کند او تبلور درخشان سیمای ''آئندہ'' در ''حال'' است و تجسم جامعۂ رشید فردا در امروزنگوں بخت و ذلیل جفا کہ او نسل فردا و قامت افراختہ ای ''آئندہ'' در حصار متروک و خفقان انگیز ''حال'' است در اعتقاد او ھیچکس جز ''او'' در ساختن و باز آفریدن فردا ھمسو ول نیست کہ با چنین تعبیر عظمت حالت ''کار'' برای فردا و تعھد ''نسل انسان'' در برابر جامعۂ نوین را نمائش میدھد اصولا او فرزند فردا و فراھاست و او فرزند صحرا و صحراھاست بینش او در محدودۂ امکان و در عرصۂ حیات جز تغیر و تحول نمی شناسد و روی این باور عمیق تحول و حرکت را مظھر حضور ہستی و ناموس ازلی برای حیات و وجود می فھمد و دلیل بقا و استمرار وجود می شناسد از دیدگاہ او تاریخ فلسفی انسان ھمان با حرکت و پویائی آغاز می شود او در جوہر ہستی و در نھاد و ژرفای حیات بوجود مبدأ تحول و منشا حرکت و ایمان دارد۔ (۱۱۲)

اسی حرکت ہی کی بنیاد پر اقوام کامرانیوں ے منازل طے کرتے ہیں ۔ اور جاودانی و سرفرازی کے اعلیٰ مقامات پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ یہ امر الٰہی بھی ہے اور منشا ایزدی بھی۔

عشق بہ حرکت را محوریت ہستہ ای کائنات می فھمد و اصل موج بودن را قاعدہ کلی و وجہ مشترک برای مطالعۂ خصلت ھای ذاتی و جوھری تمامی پدیدہ ھا و نمود ھا می یابد۔فلسفہ او حاوی طرح بزرگ در یک ناپذیری و استمرار حرکت ابدی بہ ''الی اللہ المصیر'' است و توقف و درنگ نمی پذیرد او لحظۂ توقف ھستی را متساوی با مرگ و نیستی می انگارد۔

آری اقبال بنیاد باور منظر ھای فلسفی خود را بر بنای تحول فنا پذیر اعمار می کند و محور تغیر و حرکت را دلیل ابقاء و احیای جامعہ می بیند۔ (۱۱۳)

اقبال کی فلسفیانہ نگاہ میں اثبات اور اثبات میں تغیر بھی فلسفیانہ امروز و فردا کے زمرے میں آتا ہے۔فاضل مقالہ نگار لکھتے ہیں۔

دیدگاھای فلسفی اقبال در کلیت حال تنھا بہ اثبات ''ثبات اصل تغیر'' نھی می شود و

دیگر عالم ممکن را صحنہ تغیر مستمر و تحول ابدی می یابد۔ علی الیحال نگوش فلسفی اقبال در اعمار تفکر فرهنگی و تغیر بنای بنگهای سلیمی و اجتماعی او حیثیت ما متہ محوری دارد کہ ناگزیر جهان و هستی را موجود "هر لحظۂ شونده"، و اسیر "صیر ورت"، دائمی می فهمد۔ (۱۱۴)

علامہ کائنات کے اس دیدگاہ میں آدمی ہی کو حرکت، فلسفۂ زمان فلسفۂ مکان، فلسفۂ عشق، فلسفۂ امروز اور فلسفۂ فردا وغیرہ کا مرکزی کردار تصور کرتا ہے۔ ان تمام فلسفوں سے وابستہ کیفیات اور محسوسات، حقائق اور اسرار و رموز کو انسان ہی سے وابستہ بتاتے ہیں۔

اقبال آدمی را مجموعۂ بینظیر هیا هوها، هیجانها و سازها و آهنگها می انگارد کہ با عبور از معتبر تحول و تکامل همشگی سبوی "شدن" و "رشد" در حرکت و بیقرار یست، دائرۃ المعارف شناخت اقبال "آدمیت" آدمی راموج شتاب آلود "گذشتن" و "رفتن" می فهمد کہ اگر بیقراری و اضطراب و حرکت را از وحذف کنند بہ مبدای حیوانی خود باز میگیر ددو سقوط می کند۔ و آنجا کہ میگوید:

؎ موج ز خود رفتہ ئی تیز خرامید و گفت ہستم اگر میروم گر نروم نیستم (۱۱۵)

مقالہ نمبر ۱۷:

افغانستان در آئینۂ قرآن

از احمد جان امینی

احمد جان امینی کے اس مقالے کا عنوان اگرچہ افغانستان در آئینۂ قرآن ہے لیکن اس مقالے میں جا بجا قرآن و احادیث کے علاوہ صرف اور صرف علامہ کے اشعار و افکار سے استفادہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس بنیاد پر ہم اس مقالے کو افغانستان اقبال کے مقالات میں شامل کرتے ہیں۔ یہ مقالہ دو ماہی "قلم" (فروری مارچ ۱۹۹۲ء) میں شائع ہوا ہے۔

مقالے کا آغاز علامہ کے اس رباعی سے ہوا ہے:

؎ عرب از سرشک خونم ہمہ لالہ زار بادا عجم رمیدہ بورا نفسم بهار بادا
تپش است زندگانی تپش است جاودانی ہمہ ذرہ ہای خاکم دل بی قرار بادا

مقالے کی ابتداء میں کائنات کی تشکیل اور اس میں انسانی زندگی کے ارتقاء سے متعلق بحث کی گئی ہے۔ اس خاکی سرزمین پر اقوام اور ملتوں کے آغاز تہذیب تمدن اور شاندار ترقی کے مختلف

ارتقائی مدارج کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ افغانستان کے تذکرے کے ساتھ ہی اس مملکت کی تاریخی جغرافیائی اہمیت کا ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی علامہ کے اشعار دیئے ہیں۔

حال با تحلیل مشخص از موقعیت فرد۔ اجتماع و پدیدہ ھای طبیعی بسراغ کشور و مردم خود مان افغانستان قھرمان و مسلمان می برآیم می بینم افغانستان ظاھراً مواضع کوچک بشکل مشت گرہ خوردۂ رامینماید کہ در خریطہ و اطلس ھای جھان قرار گرفتہ است اما مطالعہ و اوجاع بہ متون تاریخی این خطہ در ھر مقطع از زمان این رانشان میدھد کہ خصوصیت تسلیم ناپذیری جنگ و درھم کوبیدن متجاوزین طاغوطیان و افکار ناسازگار و ناسالم حاکم برزمان خصوصیات فطری این سامان بودہ و پیوستہ پیشگام نہفت ھای مترقی و آزادی بخش جھان بودہ است کہ باین کتلۂ کوچک معنویت و کیفیت بخصوص بخشیدہ است کہ چون قلۂ شاخ تبارزو و چون نگین درعرشہ اطلس جھان تلؤلؤ میکند۔

حضرت علامہ اقبال لاہوری شاعر وصوفی باکرامت اسلام ومشرق نقش افغانستان رادر آسیا چہ موزون تحلیل و پیشگوی کردہ است۔

آسیا یک پیکر آب و گل است — ملت افغان در آن پیکر دل است
فساد او فساد آسیا — در گشاد او گشاد آسیا

چونکہ یہ مقالہ افغانستان میں روسی مداخلت کے دوران لکھا گیا ہے لہٰذا مقالہ نگار کے اندازِ تحریر پر اس وقت کے حالات کے مطابق جذبۂ جہاد غالب نظر آتا ہے۔ افغانوں کے حقِ خود ارادیت کی بحالی اور افغانستان کی خودمختاری ان کی اولین ترجیح ہے۔ اس بنیاد پر ایک بار پھر علامہ کے اشعار کی استدلال بھی پیش کرتے ہیں۔

گویا حقیقتاً محدودۂ جغرافیائی این کشور حرم سرای آزادگان و باشندگانی آن پاسداران امین بودہ اند کہ در طول تاریخ بہ جنایت کاران متجاوزین و بیگانگان و لجام گسیختگان فرصت و اجازۂ آن راندادہ اند کہ پای کثیف و جنایت کرشان حریم پاک این خطۂ آزادگان مسلمان راملوث سازد حضرت اقبال صاحب بازھم در لابلدی اشعارش شخصیت ھاوحتی حیوانات افغانستان راچنین تشریح وتشبیہہ نمودہ است۔

ے خیبر از مردان حق بیگانہ نیست ‏ ‏ در دل او صد ہزار افسانہ یست
سرزمین کبک او شاہین مزاج ‏ ‏ آہوی او گیرد از شیران خراج
در فضایش جرہ بازاں تیز چنگ ‏ ‏ لرزہ برتن از نہیب شان پلنگ

مقالے میں افغانستان پر روسی مداخلت کی نہ صرف مذمت کی گئی ہے بلکہ متجاوز قوتوں کو اپنے عبرتناک انجام سے بھی خبردار کیا گیا ہے۔ اور واقعی حالات نے یہ سچ ثابت کر دیا کہ افغانستان پر حملے کے بعد کمیونزم کا انہدام ظہور پذیر ہوا۔ روسی ایسے شکست سے دوچار ہوئے کہ صفحۂ ہستی سے U.S.S.R کے نقوش مٹ گئے۔

اولین و آخرین مورد نبودہ است کہ ملت مسلمان افغانستان با نیروی ایمان وعقیدہ درقرن بسیت امپراطوری روسیۂ متجاوزھم پیماناں آن را درمیدان نظامی سیاسی و فکری شکست و چرخ تمدن جھان را بہ سود مسلمین و آزادی خواھاں پیش بردہ و ریکارد جدیدی را در تاریخ معاصر برقرار نمودہ است بلکہ این ملت با ایمان درھر مقطع اززمان و درھر شرائط ناھموار علمبردار نھضت ھائ مترقی بودہ است چنانچہ بہ شواھد تاریخ بیرق جھان کشائ اسکندر مقدونی در تعرض بہ ھمین خاک ما بزمین افتید و از پیشروی بعدی باز ماند۔
طلسم جھان کشائ و انسان کشی چنگیز خان مغل در تعرض قرن ششم ھجری بدست ھمین پدران قھرمان ما شکست۔
امپراطوری جھان کشائ انگلیس کہ باصطلاح آفتاب در نھای افقھای آن جای غروب نداشت درقرن ۱۹، ۲۰ در زمین ما غروب کرد۔
و اینکہ این ملت و این زمین پیوستہ علمبردار نھضت ھائ اسلامی و سمبول آزادگی بودہ است بی گمان نصرت الٰھی فطرت مسلمہ این اولادھائ آدمؑ بودہ است۔
ملت ما برصبر و استقامت و توصل بہ کلمۂ توحید و قربانی جگر گوشہ ھا و عزیزان و نثار خون پاک خویش در طول انقلاب اسلامی و مقاومت علیہ امپراطوری خون آشام روسیہ شوروی آیہ ھائ قرآنی و احادیث نبوی ﷺ را تفسیر و ترجمہ عملی و واقعی نمودہ اند۔ (۱۱۹)

موضوع کی مناسبت سے مجاہد اسلام سید قطب شہید کا قول پیش کرتے ہیں جابجا جہاد ہجرت

اور صبر و استقامت کے حوالے قرآنی آیات کا حوالہ دیتے ہیں۔ روسی آتشی طاقت کو آتش نمرود سے تشبیہہ دیتے ہیں۔ اور خلیل کے ایمانی قوت کی طاقت سے لیس افغانی ملت کو نویدِ کامرانی سناتے ہوئے ایک بار پھر علامہ کے کلام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

با آنکه در آتشکده های نمرودی زمان روسیه از شش جهت مورد اذیت و آلام قرار میگرفت به رجوع به بارگاه خدا مردانه استقامت کردند و یکبار دیگر این ملت ابراهیمی داستان های ابراهیم خلیل را در عصر ما زنده و مجسم ساخت و سنگر اسلام را حفظ نمود مولانا اقبال می فرماید:

ے زمانه باز بر افروخت آتش نمرود — که آشکار شود جوهر مسلمانی
در آبه سجده و یاری زخسروان طلب — که روز فقر نیاکان ما چنین کردند

افغانوں کو اپنے دشمن کے مقالے میں وسائل کی لحاظ سے کمزوری کے دلدل سے نکال کر ایمان کی دولت سے مالا مال گردانتے ہیں اور یہی مسلمان کا طرۂ امتیاز ہے کہ وہ دوسروں کے آگے سرِ تسلیم خم نہیں کرتا۔

در قیام و روند مبارزاتی تان همچون خداشناسان سست عنصر و اندوه ناک نباشد و این ایۂ کریمہ را پیوستہ بخاطر بیاورید۔ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا۝ (القرآن، النساء، ۴: ۱۴۱)

(و هرگز نگرداند خداوند کافران را بر مومنان راهی برای غلبه) و اگر در سنگر حجره و صف و هر کجائی قرار دارید باز مزمه این اشعار مولانا اقبال لاهوری وجدان و شعور حلیم خویش را بیدار و برقص می آورید:

ے مسلمانے که داند رمز دین را — نساید پیش خلق الله جبین را
اگر گردون بکام او نگردد — بکام خود بگرداند زمین را

مقالے کا اختتام اسلام کی بالادستی اور کمیونزم کے انہدام کی امید دعا اور یقین کے الفاظ پر کی گئی ہے۔

مقالہ نمبر ۱۸:

ساعتی در خدمت علامہ اقبال

از سید قاسم رشتیا

سید قاسم رشتیا کا شمار افغانستان کے مشاہیر اہلِ قلم، پیشہ ور سیاست دانوں اور مقتدر خواص میں ہوتا ہے۔ آپ کو نہ صرف کابل میں علامہ کی میزبانی کا شرف حاصل رہا بلکہ لاہور میں بھی علامہ سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس آخری ملاقات کے احوال پر مشتمل رشتیا کا یہ مقالہ ھفت روزہ ''وفا'' میں شائع ہوا (۱۱ جدی ۱۳۷۵ھ ش)۔

اس مقالے کے آغاز میں علامہ کے ۱۹۳۳ء کے سفرِ افغانستان کا ذکر کیا گیا ہے۔

> علامہ اقبال در خزان ۱۹۳۳ء بہ معیت دو تن دگر از دانشمندان ھندی سید سلیمان ندوی و سر راس مسعود بنا بہ دعوت افغانستان از کابل و چند شھر دیگر افغانستان دیدن نمود کہ خاطرات این سفر دلچسپ او در مجموعۂ بہ نام ''مسافر'' در قالب شعر در اوردہ شدہ است و از ھر حیثیت قابل خواندن است۔ (۱۲۲)

> ترجمہ: ۱۹۳۳ء کے خزاں میں علامہ اقبال دو دیگر ہندی زعماء سید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود کے ساتھ افغان حکومت کی دعوت پر یہاں تشریف لائے۔ کابل اور چند دیگر شہروں کی سیاحت کی۔ اس سفر کی یادوں کو اشعار کی قالب میں ڈال کر مجموعہ ''مسافر'' رقم کیا جو کہ ہر اعتبار سے پڑھنے کے قابل ہے۔

قاسم رشتیا لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں وہ انجمن ادبی کابل کے ممبر تھے۔ انھوں نے علامہ سے ملنے کے علاوہ اس سفر کی غرض و غایت پر مزید تفصیلات دی ہیں:

> من در آن زمان در جملۂ اعضائ انجمن ادبی کابل بودم و از حسن اتفاق در ھئیت پذیرائی این مھمانان عالی قدر نیز اشتراک داشتم۔ سفر آنھا اساساً بہ غرض مشورہ در بارہ چگونہ گی تاسیس اولین پوھنتون افغانستان بود کہ از آرزو ھائ اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ بہ شمار میرفت چنانچہ پوھنځی اول آن را بہ نام فاکولتۂ طب قبلاً تاسیس کردہ بودند ولی اندکی پس از بازگشت دانشمندان بلند پایہ ھندی کہ ھر یک در رشتۂ خود مقام برجستہ را در کشور خود حایز بودند اعلیٰ حضرت نادر شاہ بہ شھادت رسید و پروگرام تاسیس پوھنتون تا چندین سال بہ تصویق افتاد۔ (۱۲۳)

> ترجمہ: میں اس زمانے میں انجمن ادبی کابل کا رکن تھا۔ اور خوش قسمتی سے ان معزز مہمانوں کی پذیرائی کرنے والے وفد میں شامل تھا۔ یہ سفر دراصل اس

مشاورت کے سلسلے میں تھی جو اعلیٰ حضرت کے آرزو کے مطابق تھی کہ کس طرح افغانستان میں پہلی یونیورسٹی کی ابتداء کی جائے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ابتدائی ادارہ فاکولتۂ طب کے نام سے کھولا گیا لیکن ان دانش مندوں جن میں سے ہر ایک اپنے میدان میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے، کے جانے کے تھوڑے ہی عرصے بعد اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ شہید ہو گئے اور کابل یونیورسٹی کے قیام کا منصوبہ چند سال تک التوا میں پڑا رہا۔

اس تمہیدی نوٹ کے بعد رُشتیا نے ۱۹۳۵ء میں اپنی سفرِ لاہور اور وہاں حضرت علامہ سے ملاقات کا ذکر نہایت شدومد سے کیا ہے:

در سال ۱۹۳۵ء من بہ معیت مادرم کہ مریض بود برای بار اول بہ شبہ قارہ مسافرت نمودم وتداوی مادرم در لاھور صورت میگرفت در خلال مدت سہ ماہی کہ در آن شہر بہ سر میبر دم تا یک اندازہ لسان اردو را یاد گرفتم کہ برای محاورۂ عادی کافی بود درھمین بین بہ فکر افتادم تا از علامہ اقبال کہ در کابل بہ حضور شان معرفی شدہ بودم دیدن نمایم سراغ منزل شان را گرفتہ یک روز بہ انجا رفتم منزل علامہ اقبال از عمارات یک کوچک روی پایہ چوبی نصب شدہ بود کہ روی آن این عبارت سادہ خواندہ میشد ''محمد اقبال وکیل دعوٰی''۔ زنگ دروازہ را فشار دادم شخصی بہ دروازہ ظاہر شد پرسید چہ میخواھی کارت خود را کہ در زیر نام آرزوی خود را برای ملاقات علامہ بہ قلم نوشتہ بودم برایش دادم کمی بعد برگشتہ مرا بہ داخل عمارت رھنمائی کرد۔

ترجمہ: ۱۹۳۳۵ء میں، میں نے اپنی والدہ محترمہ جو کہ بیمار تھی کے ساتھ پہلی بار برصغیر کا سفر کیا۔ والدہ کی علاج کے لئے لاہور گیا۔ وہاں اپنے تین ماہ کی قیام کے دوران میں نے تھوڑی سی اردو بھی سیکھ لی جو کہ روزمرہ بول چال کے لئے کافی تھی۔ اس دوران میں نے سوچا کہ علامہ اقبال جن سے تعارف کابل میں ہوئی تھی سے ملاقات کرلوں۔ ان کے گھر کا پتہ معلوم کیا۔ علامہ کا نوتعمیر شدہ مکان لاہور شہر کے ایک رہائشی علاقے میں واقع تھا۔ دروازے کے تختے پر ان کے نام کا ایک سادہ سا لوحہ لگا تھا۔ جس پر یہ تحریر درج تھا۔ محمد اقبال وکیل دعویٰ (ایڈوکیٹ) دروازے کی گھنٹی بجائی ایک شخص باہر آیا آنے کا غرض پوچھا میں نے

اپنے تعارفی کارڈ پر نام کے نیچے علامہ سے ملاقات کی آرزو لکھ کر ان کو دی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص باہر آیا میری رہنمائی کرتے ہوئے مجھے اندر لے گیا۔

رشتیا نے علامہ سے اپنی اس ملاقات کے پہلے تاثر کو یوں محفوظ کیا ہے:

علامہ اقبال کہ در یک اطاق سادہ و بی حوا بہ روی بستر افتادہ بود بہ دیدن من روی بستر نشت و با من مصافحہ کرد از ین کہ از یک جوان افغان در منزل خود پذیرائی مینما ید اظہار خوشنودی نمود۔ صحبت ما بہ زبان اردو البتہ از طرف من بہ صورت شکستہ وا بتدای ادامہ یافت علامہ با تبسم تشویق آمیز فرمود ''اگر نمی دانستم کہ افغان استید فکر میکردم با یک کشمیری صحبت میکنم از این لطف و حسن نظر شان تشکر کردم۔

ترجمہ: علامہ اقبال چونکہ ایک سادہ سے کمرے میں بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی بستر پر بیٹھ گئے۔ مجھ سے مصافحہ کیا۔ اپنے مکان میں ایک نوجوان افغان کی آمد پر مسرت کا اظہار کیا۔ ہماری گفتگو اردو زبان میں ہوئی۔ البتہ میری طرف سے گفتگو کا آغاز شکستہ اور ٹوٹی پھوٹی اردو میں ہوئی۔ میری حوصلہ افزئی فرماتے ہوئے علامہ نے مسکرا کر کہا اگر میں یہ نہ جانتا کہ تو ایک افغان ہے میرا خیال ہوتا کہ ایک کشمیری سے گفتگو کر رہا ہوں۔ ان کے اس حسنِ ظن سے میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔

علامہ کے ساتھ رشتیا کی گفتگو کا موضوع کیا تھا اس کا جواب رشتیا کے مقالے میں موجود ہے:

بعد سخن را جانب افغانستان دور دادہ گفت من از اول جوانی بہ افغانستان عشق و علاقہ خاصی داشتم طبیعت کوہستانی و مردم آزادہ و تاریخ پر ماجرای آن مرا بیش از ھر کشور دگر بہ سوی افغانستان جلب میکرد رجال بزرگ شمشیر و قلم را کہ از این سرزمین مرد خیز برخاستہ بہ حیثیت پیشوایان خود محسوب مینمودم محمود غزنوی شیر شاہ سوری و احمد شاہ درانی ھمیشہ قھرمان خیالی من بودہ اند در حالی کہ مولانای بلخی و سنائی غزنوی و سید جمال الدین افغانی را مرشدان راہ طریقت خود میدانم در دورۂ معاصر جنگھائی بیدریغ مردم آفغانستان برضد امپریالیزم انگلیس بہ خاطر دفاع از آزادی شان تا زمان حصولِ استقلال کامل این کشور الھام بخش اکثر سرودھائی من

بیاشد بزرگ مردان مانند غازی امان اللہ خان وافکار روشن وآرزوھای والای او برای آزادی وسربلندی مشرق زمین درقلب من ھموارہ جایگاہ بلندی دارد مسرورم کہ یک فرزند والا گہر دگر افغان اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ راھم شخصاً کمی بیش از شھادت شان زیارت کردم خلاصہ من شیفتہ کشور شما و دوستدار مردمان نجیب آن بیاشم وبرایم مایۂ خوشی است کہ دراین شامگاہ زندگانی بار دیگر بہ دیدار یک جوان افغانی نایل گردیدم تا احساسات درونی وعشق وعلاقہ عمیق قلبی خودرا توسط او بہ مردم باجوھر افغانستان برسانم۔ (۱۲۴)

ترجمہ: اس کے بعد علامہ نے موضوع افغانستان کی طرف موڑ کر فرمایا میں ابتدائی جوانی ہی سے افغانستان کے ساتھ انتہائی عشق اور تعلق رکھتا ہوں۔ افغانوں کا کوہستانی مزاج اور حریت پسندی اور ان کی ماجرائی تاریخ نے میری توجہ مملکتِ افغانستان کی طرف مبذول کرائی۔ اس مردم خیز سرزمین کے اربابانِ قلم کو میں اپنے لئے رہنما تصور کرتا ہوں۔ محمود غزنوی، شیر شاہ سوری اور احمد شاہ درانی میرے خیالات کے ہیرو رہے۔ مولانا بلخی، سنائی غزنوی اور سید جمال الدین افغانی کو راہ طریقت میں اپنے مرشد گردانتا ہوں۔ موجودہ حالات میں انگریز استعمار کے مقالے میں افغانوں کی بے دریغ جنگیں مادرِ وطن کی دفاع اور حصولِ استقلال تک ان کی جدو جہد حریت میرے اکثر منظومات کے لئے الہام بخش ثابت ہوئے۔ اس سرزمین کے باہمت مرد میرے لئے قابلِ احترام ہیں۔ جیسے غازی امان اللہ خان آزادی اور سربلندئ مشرق کے لئے بلند مقام کے حامل ہیں۔ اور خوش ہوں کہ ایک اور قابلِ قدر افغان فرزند اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ سے ان کی شہادت سے تھوڑے ہی عرصہ پہلے بذاتِ خود شرفِ ملاقات حاصل کر چکا ہوں۔ مختصر یہ کہ میں آپ کے مملکت کا شیدائی اور آپ کے غیور عوام کا مداح ہوں اور یہ امر بھی میرے لئے باعثِ مسرت ہے کہ زندگی کے ان آخری شاموں میں ایک بار پھر ایک افغان نوجوان سے ملاقات کر رہا ہوں تا کہ اپنے اندرونی احساسات اپنی عشق ومحبت اور گہری دلی وابستگی اس جوان کے ذریعے افغانستان اور ان کے باسیوں تک پہنچا سکوں۔

ایک طرف عاشقِ افغانستان اپنے معشوق مملکت کے باسیوں کے لئے یہ الفاظ ادا کر رہا تھا اور دوسری طرف ایک جوان افغان اپنے محسن و مربی کے ان باتوں کو سننے کے لئے ہمہ تن گوش تھا۔

علامہ اقبال این جملات صمیمانہ را در حالی کہ ھر دم صرفہ گلویش را میگرفت یکی بعد دگر با لحن پر ھیجانی یکا یک ادا میکرد و من سراپا سکوت و محو گفتار سرگوش مانند این مرد بزرگ بودم و تنھا سرخود را بہ علامت اظھار امتنان شور میدادم این کہ گفتار بلند بالای او بہ پایان رسید مثل این کہ از عوالم دگری بہ زمین فرمود آمدہ باشد با نگاہ پرسش آمیزی بہ من نگرسیتہ گفت بجشید انقدر از دیدن شما حظ بردم و بہ بیان احساسات و اندیشہ ھای درونی خود مشغول گردیدم کہ فراموش کردم پرسم شما چای ھندی را میپسند ید یا بہ چای انگلیسی عادت دارید۔

من بدون تامل جواب دادم کہ چای ھندی را میپسندم بہ زودی ملازم سینی چای را مقابلم قرار داد من در حالی کہ ھنوز گفتار محبت آمیز و خوش ایند او در ذھنم طنین انداز بود خواستم یک قاشق کلان بورہ را بہ پیالۂ چامی بریزم کہ صدای علامہ بہ گوشم رسید کہ میگوید احتیاط کنید این شکر نیست نمک است و بعد با تبسم معنی داری بہ من نگرستہ افزود اکنون دانستم کہ شما بہ چای ھندی اشنا نیستید اجازہ بدھید برای تان چائی انگلیسی فرمائش بدھم از این پیش آمد ناراحت شدم اما علامہ اقبال کہ ضمناً چاي بہ اصطلاح انگلیسی را فرمائش دادہ بودہ۔ (۱۲۵)

ترجمہ: ’’علامہ اقبال یہ عقیدت مندانہ جملے ایک ایسے حالت میں ادا کرتے رہے جب ان کے گلے اور سینے میں تکلیف بھی تھی اور اس وجہ سے ان کی آواز بھی لرز جاتی مگر وہ یہ جملے مسلسل ادا کرتے رہے۔ اور میں سراپا خاموش اس مردِ دانا کے اس گفتگو میں ڈوبا رہا اور صرف عقیدتاً اور تشکراً سر ہلاتا رہا یہاں تک کہ ان کی بلند و بالا اور گراں قدر گفتگو پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ ایسے میں جیسے کسی اور عالم سے اس زمین پر آئے۔ دفعتاً مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔ معاف کیجئے گا آپ کے آنے کی اس قدر خوشی ہوئی کہ اپنے خیالات اور ندرونی کیفیات کے بیان نے مجھے اس قدر مصروف رکھا کہ آپ سے پوچھوں آپ ہندی چائے پسند کریں گے یا انگریزی۔ میں نے توقف کئے بغیر کہا میں ہندی چائے پسند کرتا ہوں۔ ملازم

نے جلدی سے چائے میرے سامنے رکھے میں ابھی تک ان کی محبت آمیز گفتگو کے اثر میں اس قدر محو رہا اور چاہا کہ ایک بڑا چمچہ چینی اپنے چائے میں ڈالوں علامہ سمجھ گئے اور کہا کہ احتیاط کریں۔ یہ چینی نہیں نمک ہے۔ اور معنی خیز انداز میں مسکرا کر کہا کہ اب میں سمجھ گیا کہ تو ابھی تک ھندی چائے سے آشنا نہیں۔ اجازت دیجئے کہ آپ کے لئے انگریزی چائے کا آرڈر دے دوں۔ مجھے ان کو دوبارہ تکلیف دینے کی کوفت ہوئی۔ علامہ نے یہ اصطلاح انگریزی چائے کا آرڈر دے کر موضوع بدل دی۔ علامہ نے رشتیا سے افغانستان میں ان کے زیادہ پڑھے جانے والے کتب کے بارے میں پوچھا آخر میں رشتیا کو آٹوگراف کے طور پر درج ذیل رباعی ان کے نوٹ بک میں لکھ کر دی۔

ے ز انجم تا بہ انجم صد جہان بود   خرد ہر جا کہ ہرزد آسمان بود
ولیکن چو بہ خود نگریستم من   کران بیکران درمن نہان بود

مقالہ نمبر۱۹:

قلب آسیا گذرگاہ ونظرگاہ

علامہ اقبال

از سر محقق عبداللہ بختانی خدمتگار

عبداللہ بختانی خدمتگار پشتو و فارسی کے ممتاز شاعر محقق اور مورخ ہیں۔ آپ نے افغانستان میں علامہ کے فن و شخصیت پر پہلا باقاعدہ تالیف ترتیب دیا تھا۔ اس کے علاوہ فارسی میں منظوم خراجِ تحسین اور دیگر مقالات کے ساتھ فارسی میں یہ مقالہ بھی لکھا۔ یہ مقالہ ویسے تو ھفت روزہ ''وفا'' (۱۰جدی ۱۳۷۶ھ ش) میں شائع ہوا لیکن آپ نے اس کو کابل کے خیرخانہ میں ۲۰ سرطان ۱۳۷۴ھ ش بمطابق ۱۱جولائی 1995ء لکھا تھا۔

مقالے کا آغاز علامہ کے ابیات، تراکیب، مفاہیم اور اصطلاحات کی ترتیب سے مزین ہے۔

زندگی سالھا در کعبہ و بتخانہ نالید تا از بزم عشق دانای راز برون آمد رموز بیخودی رابی پردہ گفت اسرار خودی رافاش ساخت مغز قرآن برداشت زبور عجمش نامید

بابانگِ درا پیامِ مشرق راباز گفت۔
پس چہ باید کرد ای اقوام شرق (۱۲۷)

ترجمہ: زندگی مدتوں تک کعبہ و بتخانے میں روتی رہی کہ بزمِ عشق سے ایک دانائے راز باہر آیا انہوں نے خودی کے اسرار کو فاش کیا۔قرآن کے روح سے آگاہی کو''زبورِعجم'' سے موسوم کیا''بانگِ درا'' سے اہلِ''مشرق کو پیام'' دیا۔ اور کہا کہ اے''اقوامِ مشرق''اب کیا کرنا چاہیئے۔

مقالے میں اقبال کی اس دنیا میں آمد عالمِ انسانی کے لئے باعثِ سعادت قرار دیا۔

ستارہ اقبال درشب تیرہ وتار در جہان مشرق درخشید۔ برمغرب نیز پرتو افگند گویا ستارۂ بخت انسان ونور انسانیت بودنوری بہ سان عاطفۂ انسانی۔ باری این کوکب درخشان ازافق مشرق مھین ما طالع گردید دانای راز راز دار ماشد۔آں کہ مشرق و غرب را نیک میدانیست واز سرشت سرگذشت ملل آگاہ بود،شیشۂ ناموس عالم در بغل داشت ہر کہ پا کج میکوشید ھر منکری را با دستانش تغیر دہد۔ باایمان راسخ قلم بہ دست میگرفت دم را با قلم یار میساخت۔ برانچہ منکر است انگشت میگذاشت حرفِ حق را بیھر اس میگفت چیزی را در دل نگہ نمیداشت دمیکوشید کہ تا درجہ۔۔۔ الایمان تنزل نکند او بود کہ با خطرنا کترین منکرات زمین وز مانش از مید از قبیل استعمار استثمار نادانی بزدلی گمراھی و بیراھی۔ (۱۲۸)

ترجمہ: اقبال کا ستارہ فلکِ مشرق کی تاریکیوں میں اس طرح چمکا کہ اس کا پرتو مغرب میں بھی جلوہ گزیں رہا۔ گویا یہ ستارہ انسانی سعادت اور انسانیت کے لئے نور کا وجہ بنا۔انسانی وجدان پر اس روشن ستارے کے گہرے اثرات مرتب ہوئے اور یہ سعادت ہمارے مملکت کے حصے میں بھی آئی۔ یہ دانائے راز ہمارا راز دار بنا۔مشرق ومغرب کا یہ بہی خواملتوں کے آغاز وانجام سے باخبر عالمی عزت کے شیشہ بغل میں لئے آیا۔جس نے بھی کج روی کا مظاہرہ کیا تو اقبال نے خونِ دل کا پیالہ پیا۔اقبال نے ہر منکر کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی۔روح کو قلم سے آشنا کیا۔ ہر منکر پر تنقید کی اور حرفِ حق کو بلاخوف بیان فرمایا۔کسی چیز کو دل میں پنہاں نہیں رکھا۔اور حتی الامکان کوشش کی کہ ایمان کو زوال نصیب نہ ہو کیونکہ وہ

زمین اور زمان کے خطرناک ترین دور میں جی رہا تھا۔ اور وہ استعمار، استثمار کی
نادانی بزدلی گمراہی اور بیراہی کا دور تھا۔

جناب بختانی اس دور میں اقبال کی آمد کو علم ادب اور سیاست حال، ماضی اور مستقبل کے لئے خوش بختی کا باعث گردانتے ہیں اقبال نے پیرِ مغرب جرمن نکتہ داں گوئٹے کی جواب میں ''پیامِ مشرق'' لکھا اور بختانی نے افغانستان کے بادشاہ اعلیٰ حضرت غازی امان اللہ خان کے نام اس کتاب کے انتساب کو قابلِ تحسین اقدام قرار دیا۔

بلی علامہ محمد اقبال نور خورشید آسماں علم ادب و سیاست، کہ ماضی، حال و آئیندہ امم را با بیان تند، شیرین و روشن درمیان میگذاشت سخنوری کہ بہ جواب پیرِ مغرب نکتہ داں المانی گویتہ ''پیامِ مشرق'' را سرودہ و این ھدیہ ارجناکش راہ پادشاہ افغانستان اعلیٰ حضرت امان اللہ خان پیشکش نمود و در مقدمہ تصویر عین امت اسلامی را چنین کشید:

ے دیدہ ئی ای خسرو کیوان جناب　　آفتاب ماتوارت بالحجاب
ابطحی در دشت خویش ازراہ رفت　　از دم او سوز الا اللہ رفت
مصریان افتادہ در گرداب نیل　　سست رگ تورانیان ژندہ پیل
ال عثمان در شکنج روزگار　　مشرق و مغرب زخونش لالہ زار
عشق را آئین سلمانی نماند　　خاک ایران ماند و ایرانی نماند
سوز و ساز زندگی رفت از گلشن　　آن کہن آتش فسرد اندر دلش
مسلم ہندی شکم را بندہ ائی　　خودفروشی دل ز دین برکندہ ائی

جناب بختانی حضرت علامہ کے مادی اقدار سے بالاتر معنوی شخصیت سے کافی متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے نظریات کو سراہتے ہوئے ان کے نژادی نسلی قیودات کے فلسفے سے بالاتری کو تحسین پیش کرتے ہیں۔

شاعر مسلمان ھندی وترکی حجازی، ومصری، ایرانی و تورانی را با صراحت انتقاد کردنا توانیھای مادی معنوی و روانی شان را تشخیص داد قانو نمندی ناتوانیھا دریافت آن را عمومیت بخشید وانتقادش را خلاصہ کرد۔

ے درمسلمان شأن محبوبی نماند　　خالد و فاروق و ایوبی نماند

مگر در همین فضا خطاب شاہ ما ملت ما راستود

ای ترا فطرت ضمیرِ پاک داد   از غم دین سینۂ صد چاک داد
تازہ کن آئین صدیق و عمر   چون صبا بر لالۂ صحرا گذر

بختانی اس کی تائید کرتے ہیں کہ حضرت علامہ نے پشتونوں کی پسماندگی کی علت نادانانی، ناداری اور جہالت قرار دے کر درست تشخیص کی ہے۔ اور شاہ افغانستان کو مشورہ دیا ہے کہ اس غیور ملت کی کوہساروں کے مکینوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کردے۔

گویا حکیم مشرق مشخص ساخت کہ علت الملل پسمانیھای ملت افغان ناداری و نادانی است و بہ شاہ کشور مشورہ داد کہ برای تھذیب این ملت غیور علم را از سینۂ احرار و ثروت را از سینہ کہسار مینھش بر گیرد۔ (۱۳۱)

بختانی صاحب اگرچہ تحقیق کے اسرار و رموز سے آگاہ ہیں اور سر محقق کے علمی رتبے تک پہنچ چکے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود چونکہ وہ بنیادی طور پر ایک شاعر ہیں اس لئے وہ علامہ کے سفرِ افغانستان (۱۹۳۳ء) کو ایک شاعرانہ احساس کے ساتھ پرکھتے ہیں۔ اس مقالے میں سفرِ افغانستان کا جائزہ اگرچہ ایک طرف سے اپنی شاعرانہ انداز سے پیش کیا ہے تو دوسری طرف جابجا علامہ کے شعری کیفیات کو بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

بلی شاید در آرزوی سیر و گلگشت کہسار ما نیز بود تا در اکتوبر ۱۹۳۳ء ہفتاد و دو سال قبل از امروز چون صبا بر لالۂ صحرا خرامید در درہ خیبر با ور حالیش را بہ تداعی گرفت و باز دریافت۔

خیبر از مردان حق بیگانہ نیست   در ضمیرش صد ھزار افسانہ ایست
جادہ کم دیدم ازو پیچیدہ تر   یاوہ گردد در خم و پیچش نظر

بختانی صاحب نے علامہ کی اس براہِ راست سفر کے علاوہ اس دلچسپ روحانی و تخیلی سفر کا ذکر بھی کیا ہے جس میں علامہ کا روحانی مرشد بلخی آگے آگے ہیں اور مرید ہندی سراپا حیرت سراپا عقیدت ان کے پیچھے پیچھے اس حیرت کدے کے اسرار و رموز کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

شاعر سفر دگری نیز دارد دوان عروج روحانی و یا سفر تخلیلی وسیت بہ اوج جھہان، کیھان و فراتر از اسمانھا اقبال در اثر جاودان خویش مثنوی ''جاوید نامہ'' داستان

سفر شاعرانہ اش را با بداعت تام بہ سر رسانیدہ است او در عالم خیال بہ سیر سیاحت و سفر دور و درازی پرداختہ و در جریان سیر بہ عالم بالا توانستہ است با ارواح بزرگان دین و دولت اسلامی گفت و شنود ہائی داشتہ باشد۔

تعجب نباید کرد شاعر در این سفر خیالی خویشتن راہ زندہ او د نامیدہ و رومی یعنی مولانا جلال الدین بلخی را مرشد رھبر و رھنمائی سفرش معرفی کردہ است۔ (۱۳۳)

اس سفر کے دوران پھر بختانی کا مقصد اپنے موضوع سے متعلق افغان شخصیات سے علامہ کی ملاقاتوں کا تذکرہ ہے پہلے فلک عطارد پر سید جمال الدین افغانی کا حال ہے جو سعید حلیم پاشا کا امام بنا ہوا ہے۔ قصر سلاطین میں ابدالی سے ملاقات کی دلچسپ روداد کو بیان کیا گیا ہے۔

مقالے کے آخر میں افغانستان کے حالات کے پیشِ نظر علامہ کی اس پیش گوئی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس میں افغانستان کی آبادی ایشیا کی آبادی اور افغانستان کی بربادی ایشیا کی بربادی سے تعبیر کی گئی ہے۔ بختانی نے جہانِ عالم بالخصوص اقوامِ ایشیا سے اس عظیم فلسفی کے اس پیش گوئی سے عبرت حاصل کرنے کی اپیل کی ہے۔

مقالہ نمبر۲۰:

اقبال د خوشحال رښتینی مینه وال

(اقبال خوشحال کا حقیقی شیدائی)

از محمد آصف صمیم

جناب محمد آصف صمیم کا یہ مقالہ اقبال کے خوشحال سے عقیدت، محبت اور ان کے اثرات سے متعلق ہے۔ جو مجلّہ ''سپیدہ'' میں ۱۳۷۸ھ ش/ ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا۔

مقالے کا آغاز اقوامِ عالم میں مشاہیر کے ابدی و آفاقی احسانات سے متعلق ہے اور پشتون معاشرے میں خوشحال خان کے خدمات کے تعریف سے مشتق ہے۔

د نړۍ ولسونه په خپل تاریخ کښې ځنې داسې ستې او میړونه لري چې د مرګ ټکې ورته ځوك پر خوله نه راوړي خوزمانه پر ولسونو د داسې میړو په ښښه کښې پیالې نیولې او موټې کړي لاس (بخل) کار اخلي چې ددغسې ناویاتو لورو

نویوه بیلگه هم د پښتنی افغـانی او انسان نړۍ مـفکر او مبلغ خوشحال ختټك ده۔ (۱۳۴)

ترجمہ: اقوامِ عالم کی تاریخ میں بعض ایسی ہستیاں ہوتی ہیں جن کے لئے موت کا لفظ استعمال کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ مگر زمانہ پھر بھی ان ہستیوں کے اعتراف وکمال کے تحسین کے لئے بخل سے کام لیتی ہے۔ اس طرح کے نامور ہستیوں میں ایک پشتون افغانی اور انسانی معاشرے کا مفکر ومبلغ خوشحال خان خٹک ہیں۔

اپنے اس دعوے کی ثبوت میں فاضل مقالہ نگار نے خوشحال خان کے مختلف کارناموں پر روشنی ڈالی ہے۔ اور ساتھ ساتھ ان کے کلام کی روشنی میں ان کے مختلف افکار کا جائزہ لیا ہے۔ مغلوں کے خلاف ان کی نبرد آزمائی افغانوں کو متحد ومتفق کرانا حریت، غیرت اور استقلال کے پرچم کو سربلند رکھنا خوشحال خان کے مقاصد میں شامل تھیں۔

مقالہ نگار نے پوهاند عبدالشکور رشاد کے مقالے سے براہِ راست استفادہ کیا ہے جن کے مباحث پر پہلے تحقیق کیا گیا ہے۔ اور نبوغ اور ذہانت کے اعلیٰ اوصاف کے زنجیر کی کڑیوں کا سلسلہ خوشحال سے شروع کر کے مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی اور پھر حضرت علامہ سے ملایا۔ خوشحال خان خٹک اور علامہ کے زمانے کے سیاسی ماحول کے اشتراک کے نکات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

علامه اقبال دا سې مهـال سترګې و غړولې چې د خـوشحال خـان د عـصر په څیر پښتانـه مسـلمانان د ګورګانی شکیلا ککرو و د نـارو او پـه بتهیو کښې ورتیـده د علامـه د سـر راهسکـولـو پر وخـت هـم اسلامی ملت او د نیمی وچې مسـلمـانـان د پیـرنګی زور واکـیـو د تیـری او بـلـوسی پـه سیـخـانو کښې پیدلـې وو۔ عـلامـه د غـوبلوسو او پیرنګی مـریتیوبه د مسلمانان د ژغـورنې لپاره د درملنې په فکر کښې وو۔ او درمـلنه يې دا ګڼله چې د نړۍ مسـلمانان د تـوحيد په مزبوته رسۍ منګولې ولګوی او بیا د توحید د خپراوی لپاره د

خدمت او ژمنی ملا وتړی۔ (۱۳۵)

ترجمہ: علامہ اقبال نے ایک ایسے دور میں آنکھ کھولی جو خوشحال خان خٹک کے دور کے مانند پشتون اور مسلمان گورگانی استعمار گروں کے ظلم و جبر کے بھٹیوں میں بون رہے تھیں۔ علامہ فرنگی استعمار کے خلاف مسلمانوں کی احیاء کے لئے ہر وقت متفکر رہتے تھے۔ مسلمانوں کا علاج ان کے خیال میں صرف اور صرف توحید کے رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کی صورت میں ممکن تھا کہ مسلمان متحد ہونے کے بعد توحید کی اشاعت اور اسلام کی خدمت وحفاظت کے لئے کوشاں رہے۔

مقالے میں جا بجا حضرت علامہ کے اشعار کا حوالہ دیتے ہوئے ان کے منظوم پشتو تراجم کی طرف بھی رجوع کیا گیا ہے۔ شیر محمد مینوش کا منظوم پشتو ترجمہ کنندہ ضربِ کلیم، ضربِ کلیم از سید محمد تقویم الحق کا کاخیل، پس چہ باید کرد از سید محمد تقویم الحق کا کاخیل، جاوید نامہ از امیر حمزہ شینواری، بالِ جبریل از قاضی عبدالحلیم اثر، پلوشی (بالِ جبریل) از عبداللہ جان اسیر۔

متذکرہ بالا حضرات کے منظوم تراجم سے استفادہ کیا گیا ہے۔

مقالہ نگار لکھتے ہیں کہ علامہ نے خوشحال کے خیالات وافکار سے شناسائی ان سو منظومات کے ذریعے حاصل کی تھی جس کا انگریزی ترجمہ ۱۸۶۲ء میں لندن سے شائع ہوا تھا۔ تب ان کے فن وشخصیت سے متاثر ہو کر علامہ نے ۱۹۲۸ء میں حیدرآباد دکن کے ''اسلامی کلچر'' کے سہ ماہی رسالے میں Khushal Khan Khattak the Afghan Warrior Poet کے عنوان سے شائع کیا۔

علامه د راورتي د دغو ژباړولیو نظمونو په لوستو دومره اغیزمن شو چې په ''اسلامی فرهنگ'' کښې په دغه خپره شوی لیکنه کښې ي د افغانستان له پوهنی وزیر نه غوستنه وکړه چې يو افغان پوهمن او څېړونکی د خوشحال د شاعرۍ او نقادانه افکارو تر څېړنې وروسته د خوشحال پر ادبی او علمی کارنامو باندې يو کتاب ليکلو ته وګوماری۔ د اعلیٰ حضرت غازی امان الله خان له حکومت نه ددغسې غوښتنې لامل دا وو چې هغه د نيمې و چې د مسلمانانو په زړونو

کښې ځان ته ځائ درلود او يو ټول منلی مسلمان واکمن ي ګاڼه او ترې هيله من وو چې له پيرنګی مريتيوبه به ي د همده متې راوباسی۔ (۱۳۶)

ترجمہ: علامہ راورٹی کے ان منظوم تراجم سے اس قدر متاثر ہوا کہ ''اسلامک کلچر'' کے اپنے مقالے میں افغانستان کے وزیر معارف سے اپیل کی کہ کسی افغان سکار محقق اور عالم کو خوشحال خان خٹک کے نقادانہ افکار پر تحقیق اور ان کے ادبی اور علمی کارناموں پر کتاب لکھنے کا علمی فریضہ سونپے۔ اعلیٰ حضرت امان اللہ خان کے حکومت سے اس طرح کی اپیل کی وجہ یہ تھی کہ برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں میں امان اللہ خان کے لئے انتہائی عقیدت موجود تھا۔ اور انہیں ایک متفقہ مسلمان حکمران تصور کرتے تھے۔ اور تمام مسلمان ان سے توقع رکھتے تھے کہ وہ انگریز کی غلامی سے نجات دلائینگے۔

مقالے میں جابجا حضرت علامہ کے مقالے کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ جن میں خوشحال خان کے گرانقدر علمی ادبی اور جرأتمندانہ شخصیت کا جائزہ مختلف حوالوں سے لیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی جابجا علامہ کے افکار پر خوشحال کے اثرات کا بھی تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔

خوشحال:۔

ے چې څرګنده سربازي کاندی په تورو
زه خوشحال خټك تر هسې هنر جارشم

ترجمہ: جو تلوار پر سربازی کا ہنر جانتا ہے میں خوشحال اس پر قربان ہو۔

اقبال:۔

ے وہی ہے بندہ حُر جس کی ضرب کاری نہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عیاری!

خوشحال:۔

ے لکه باز په لوې لوې ښکار زما نظر وی
نه چې ګرځی ګونګ نیی باد خورك یم

ترجمہ: باز کی طرح بڑے بڑے شکار پر میری نظر مرکوز ہے۔ میں کوئی کمزور پرندہ نہیں جو گذر بسر پر گزارا کرنا ہے۔

اقبال:۔

ے نگاہِ عشق دلِ زندہ کی تلاش میں ہے! شکارِ مُردہ سزاوارِ شہباز نہیں

خوشحال:۔

ے د سړی چې فرشته وی هم شیطان وی
که سړی و خپل عمل ته نګران شی
یو په بد عمل کې ځی تحت الثریٰ ته
بل په ښه عمل د پاسه د آسمان شی
که دوزخ لره څوک بیاي که جنت له
بله نه وینم په منځ کښې خپل اعمال دی (۱۳۷)

ترجمہ: اگر کوئی اپنے عمل کا نگران بن جائے تو اس کے بدولت وہ فرشتہ یا شیطان بن جاتا ہے۔ کوئی بدعمل کی وجہ سے تحت الثریٰ جاتا ہے اور کوئی بہتر عمل کی وجہ سے آسمان سے گزر جاتا ہے۔ کسی کو جنت لے جاتا ہے کسی کو دوزخ۔ اس درمیان اپنے اعمال کے علاوہ کوئی چیز نہیں۔

اقبال:۔

ے عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

مقالے کے اختتام میں مآخذات کی تفصیل دی گئی ہے۔ جن کی تعداد ۱۵ ہیں۔ متذکرہ منظوم تراجم کے علاوہ مقالہ نگار کے مآخذات میں ذیل کتب شامل ہیں۔ کلیات خوشحال خان خټک ۲ جلد، فراق نامه، ګام په ګام له خوشحال سره، پښتانه د علامه اقبال په نظر کښې، خوشحال او اقبال، تقویم تاریخی، شاعر اسلام (۱۳۸) وغیرہ۔

۞۞۞۞۞۞

مآخذات باب ششم:۔

۱ افغانستان و اقبال، ص۔۱ تا ۲۱

۲۔ اقبالیات کا تنقیدی جائزہ،ص۔۴۴
۳۔ اقبال کی صحبت میں،ص۔۱۸۳
۴۔ اقبال ممدوح عالم،ص۔۲۸۴ - ۳۰۵
۵۔ آثار اردوی اقبال،جلد۱،ص۔۸
۶۔ افغانستان و اقبال،ص۔۱
۷۔ ایضاً،ص۔۲ - ۳
۸۔ ایضاً،ص۔۳
۹۔ ایضاً،ص۔۱۲
۱۰۔ ایضاً،ص۔۱۳
۱۱۔ ایضاً،ص۔۱۵
۱۲۔ ایضاً،ص۔۱۵
۱۳۔ ایضاً،ص۔۱۷
۱۴۔ مجلّہ ''کابل''،۲۲مارچ۱۹۳۱ء،ص۔۱۹
۱۵۔ ایضاً،ص۔۱۹ - ۲۰
۱۶۔ ایضاً،جون۱۹۳۲ء،ص۔۱۲
۱۷۔ اقبال ممدوح عالم ،ص۔۴۳۹
۱۸۔ مجلّہ کابل،جون۱۹۳۲ء،ص۔۱۲
۱۹۔ افغانستان و اقبال،ص۔۳۸
۲۰۔ اقبال ممدوح عالم،ص۔۴۴۰
۲۱۔ مجلّہ ''کابل''،جون۱۹۳۲ء،ص۔۱۲
۲۲۔ ایضاً،ص۔۱۶
۲۳۔ اقبال ممدوح عالم ،ص۔۴۴۴
۲۴۔ مجلّہ ''کابل''،شمارہ جون۱۹۳۲ء،ص۔۱۶
۲۵۔ اقبال ممدوح عالم ،ص۔۴۴۴ - ۴۴۵
۲۶۔ نیرنگ خیال،طبع ثانی،ص۔۲۳۳،مقالہ پیامِ مشرق (از ڈاکٹر نکلسن)
۲۷۔ مجلّہ ''کابل''،جون۱۹۳۲ء،ص۔۱۸
۲۸۔ اقبال ممدوح عالم ،ص۔۴۴۶
۲۹۔ مجلّہ ''کابل''،جون۱۹۳۲ء،ص۔۱۹
۳۰۔ اقبال ممدوح عالم ،ص۔۴۴۷
۳۱۔ مجلّہ ''کابل''،جون۱۹۳۲ء،ص۔۱۹

۳۲۔ اقبال ممدوح عالم ،ص۔۴۴۸
۳۳۔ بانگِ درا،ص۔۲۷۰
۳۴۔ مجلّہ ''کابل''،شمارہ جون۱۹۳۲ء،ص۔۲۰
۳۵۔ ایضاً،ص۔۲۱
۳۶۔ مجلّہ ''کابل''،شمارہ مئی جون ۱۹۳۸ء،ص۔۵۹
۳۷۔ مجلّہ ''کابل''،شمارہ دسمبر۱۹۳۲ء،ص۔۱۲
۳۸۔ ایضاً،ص۔۱۲ - ۱۳
۳۹۔ ایضاً،ص۔۱۳
۴۰۔ اقبال ممدوح عالم ،ص۔۲۸۹
۴۱۔ مجلّہ ''کابل''،۲۳دسمبر۱۹۳۴ء،ص۔۸۴
۴۲۔ ایضاً،ص۔۸۵
۴۳۔ مجلّہ ''کابل''،ص۔۸۵
۴۴۔ مجلّہ ''کابل''،مئی جون ۱۹۳۸ء،ص۔۷۸
۴۵۔ ایضاً،ص۔۸۳
۴۶۔ ایضاً،ص۔۸۳
۴۷۔ ایضاً،ص۔۸۳ - ۸۴
۴۸۔ مجلّہ ''کابل''،مئی جون ۱۹۳۸ء،ص۔۸۴
۴۹۔ ایضاً،ص۔۸۴
۵۰۔ ایضاً،ص۔۸۵
۵۱۔ ایضاً،ص۔۸۵
۵۲۔ آریانا دائرۃ المعارف ، فارسی ،جلد۳،ص۔۶۷۲ - ۶۸۱
۵۳۔ آریانا دائرۃ المعارف ،پشتو،جلد۳،ص۔۹۱۴
۵۴۔ ایضاً،ص۔۹۱۴
۵۵۔ ایضاً،ص۔۹۱۵
۵۶۔ ایضاً،ص۔۹۱۵
۵۷۔ ایضاً،ص۔۹۱۵
۵۸۔ ایضاً،ص۔۹۱۵
۵۹۔ ایضاً،ص۔۹۱۵
۶۰۔ ایضاً،ص۔۹۲۱
۶۱۔ مقالات یومِ اقبال،ص۔۲۷

۶۲ ایضاً،ص۔۲۷
۶۳ ایضاً،ص۔۲۸
۶۴ ایضاً،ص۔۲۸
۶۵ مقالات یومِ اقبال،ص۔۳۱
۶۶ ننگیالی پښتون،ص۔۴۶ - ۴۷
۶۷ ایضاً،ص۔۴۸
۶۸ ایضاً،ص۔۴۸
۶۹ ایضاً،ص۔۴۸ - ۴۹
۷۰ ننگیالی پښتون،ص۔۴۹
۷۱ ایضاً،ص۔۴۹
۷۲ ایضاً،ص۔۵۰
۷۳ ایضاً،ص۔۵۰
۷۴ ایضاً،ص۔۵۱
۷۵ اقبال ریویو،اپریل۱۹۶۷ء،ص۔۱۶۵
۷۶ ایضاً،ص۔۱۶۶
۷۷ ایضاً،ص۔۱۶۶
۷۸ ایضاً،ص۔۱۶۷
۷۹ ایضاً،ص۔۱۷۰
۸۰ دوه میاشتنۍ وږمه،کابل۱۹۶۷ء،ص۔۱۱ - ۱۲
۸۱ ایضاً،ص۔۱۲
۸۲ ایضاً،ص۔۱۳
۸۳ ایضاً،ص۔۱۴
۸۴ ایضاً،ص۔۱۵
۸۵ مجلّہ ''کابل''،دسمبر جنوری۸-۱۹۷۷ء،ص۔۲
۸۶ ایضاً،ص۔۲
۸۷ مجلّہ ''کابل''،دسمبر۸-۱۹۷۷ء،ص۔۳ - ۴
۸۸ مجلّہ ''میثاق خون''،سال دوم،شمارہ۱۳،قوس۱۳۶۰ھ ش،ص۔۱۸
۸۹ ایضاً،ص۔۱۸
۹۰ ایضاً،ص۔۱۹
۹۱ ایضاً،ص۔۱۹

۹۲ مجلّہ ''میثاق خون''، سال دوم، شمارہ ۱۳، قوس ۱۳۶۰ھ ش، ص۔۲۱

۹۳ ایضاً، ص۔۲۲

۹۴ مجلّہ ''قلم''، اکتوبر نومبر ۱۹۸۷ء، ص۔۵۰

۹۵ ایضاً، ص۔۵۱

۹۶ ایضاً، ص۔۵۲

۹۷ ایضاً، ص۔۵۳ - ۵۴

۹۸ ایضاً، ص۔۵۴

۹۹ ایضاً، ص۔۵۵

۱۰۰ ایضاً، ص۔۵۶

۱۰۱ ایضاً، ص۔۵۶

۱۰۲ ایضاً، ص۔۵۷

۱۰۳ ایضاً، ص۔۵۸

۱۰۴ ایضاً، ص۔۵۹

۱۰۵ ایضاً، ص۔۶۴

۱۰۶ ایضاً، ص۔۶۶

۱۰۷ ایضاً، ص۔۶۷

۱۰۸ ایضاً، ص۔۷۲

۱۰۹ مجلّہ ''میثاق خون''، جوزا سرطان ۱۳۶۶ھ ش، ص۔۱۸

۱۱۰ ایضاً، ص۔۲۰

۱۱۱ ایضاً، ص۔۲۱

۱۱۲ ایضاً، ص۔۲۲

۱۱۳ ایضاً، ص۔۲۲

۱۱۴ مجلّہ ''میثاق خون''، جوزا سرطان ۱۳۶۶ھ ش، ص۔۲۳

۱۱۵ ایضاً، ص۔۲۳

۱۱۶ دو ماہی ''قلم''، فروری مارچ ۱۹۹۲ء، ص۔۲۲

۱۱۷ ایضاً، ص۔۲۴

۱۱۸ ایضاً، ص۔۲۵

۱۱۹ ایضاً، ص۔۲۶

۱۲۰ ایضاً، ص۔۲۷

۱۲۱ ایضاً، ص۔۲۹

باب ہفتم

کتابیات

(الف):اردو

۱۔ محمد اقبال علامہ، بانگِ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۸۹ء

۲۔ محمد اقبال علامہ، بالِ جبریل، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۱ء

۳۔ محمد اقبال علامہ، ضربِ کلیم، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۲ء

۴۔ محمد اقبال علامہ، ارمغانِ حجاز، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، سن ندارد

۵۔ ابوالحسن علی ندوی، نقوشِ اقبال، اردو ترجمہ شمس تبریز خان، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۳ء

۶۔ احمد میاں قاضی اختر جوناگڑی، اقبالات کا تنقیدی جائزہ، اقبال اکادمی، کراچی، ۱۹۵۵ء

۷۔ اختر راھی، اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں، بزم اقبال، لاہور، ۱۹۷۸ء

۸۔ اقبال احمد صدیقی، علامہ محمد اقبال تقریریں، تحریریں اور بیانات، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۹۹ء

۹۔ اکرام اللہ شاہد۔ اقبال اور افغانستان ادارہ اشاعت مدرار لعلوم مردان نومبر ۲۰۰۲ء

۱۰۔ اللہ بخش یوسفی، سرحد اور جدوجہدِ آزادی، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، ۱۹۶۸ء

۱۱۔ انعام الحق کوثر ڈاکٹر، علامہ اقبال اور بلوچستان، اقبال اکادمی، لاہور / سیرت اکادمی کوئٹہ، طبع ثانی، ۱۹۹۸ء

۱۲۔ ایم سلطانہ بخش ڈاکٹر، اردو میں اصولِ تحقیق، جلد ۱، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع دوم، ۱۹۸۹ء

۱۳۔ ایم سلطانہ بخش ڈاکٹر، اردو میں اصولِ تحقیق، جلد ۲، مقتدرہ قومی زبان،

اسلام آباد،طبعِ دوم،۱۹۸۹ء

۱۴۔ دائرۃ المعارف اسلامیہ،جلد۲،دانش گاہ، پنجاب لاہور،۱۹۷۱ء

۱۵۔ دائرۃ المعارف اسلامیہ،جلد۷،دانش گاہ، پنجاب لاہور،۱۹۷۱ء

۱۶۔ دائرۃ المعارف اسلامیہ،جلد۹،دانش گاہ، پنجاب لاہور،۱۹۷۲ء

۱۷۔ دائرۃ المعارف اسلامیہ،جلد۱۱،دانش گاہ، پنجاب لاہور،۱۹۷۲ء

۱۸۔ سلیم اختر ڈاکٹر،اقبال ممدوح عالم،بزمِ اقبال،لاہور،۱۹۷۷ء

۱۹۔ سلیم اختر ڈاکٹر، ایران میں اقبال شناسی،سنگِ میل پبلیکیشنز،لاہور،۱۹۸۳ء

۲۰۔ سلیمان ندوی سید،سیرِ افغانستان،شیخ غلام علی اینڈ سنز،لاہور،سن ندارد

۲۱۔ صبا لکھنوی،اقبال اور بھوپال،اقبال اکادمی، پاکستان لاہور،طبع سوم،۲۰۰۰ء

۲۲۔ ضیاءالدین لاہوری،جوہر تقویم،ادارہ ثقافت اسلامیہ،لاہور،۱۹۹۴ء

۲۳۔ طاہر تونسوی، اقبال اور عظیم شخصیات،تخلیق مرکز،لاہور،۱۹۷۹ء

۲۴۔ طاہر فاروقی پروفیسر،سیرت اقبال ،قومی کتب خانہ لاہور،طبع سوم،ستمبر۱۹۴۹ء

۲۵۔ عبدالحمید عرفانی ڈاکٹر خواجہ،اقبال ایرانیوں کی نظر میں ،اقبال اکادمی، پاکستان کراچی،۱۹۵۷ء

۲۶۔ عبدالسلام خورشید ڈاکٹر،سرگذشت اقبال ،اقبال اکادمی پاکستان لاہور،طبع دوم،۱۹۹۶ء

۲۷۔ عبدالسلام ندوی مولانا، اقبال کامل ،نیشنل بک فاؤنڈیشن،اسلام آباد،۱۹۸۶ء

۲۸۔ عبدالسلام ندوی مولانا، حکمائے اسلام ،جلد۲،نیشنل بک فاؤنڈیشن،اسلام آباد،۱۹۸۹ء

۲۹۔ عبدالسلام ندوی مولانا، امام رازی ،نیشنل بک فاؤنڈیشن،اسلام آباد،۱۹۹۳ء

۳۰۔ عبدالصمد میر،اقبال اور افغان،یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور،۱۹۹۰ء

۳۱۔ عبدالقدوس ہاشمی،تقویم تاریخی ،ادارہ تحقیقات اسلامی،اسلام آباد،طبع دوم ۱۹۸۷ء

۳۲۔ عطاءاللہ شیخ ومحمد اشرف،مرتبین،اقبال نامہ،جلد۱،لاہور،۱۹۴۵ء

۳۳۔ عطاءاللہ شیخ ومحمد اشرف،مرتبین،اقبال نامہ،جلد۲،لاہور،۱۹۴۵ء

۳۴۔ لطیف احمد خان شیروانی، مرتب، حرفِ اقبال، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، سن ندارد

۳۵۔ محمد اکرام چغتائی۔ اقبال افغان اور افغانستان۔ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۴ء

۳۶۔ محمد حسین خان۔ افغان بادشاہ مطبوعہ فیروز پرنٹنگ ورکس ۱۱۹ سرکلر روڈ لاہور سن ندارد۔

۳۷۔ محمد حمزہ فاروقی، اقبال کا سیاسی سفر، بزمِ اقبال، لاہور ۱۹۹۲ء

۳۸۔ محمد حمزہ فاروقی، سفر نامہ اقبال، اقبال اکادمی، پاکستان لاہور، ۱۹۹۸ء

۳۹۔ محمد خالد ابوالنصر، تقویم ہجری و عیسوی، انجمن ترقی اردو، پاکستان کراچی، ۱۹۷۴ء

۴۰۔ محمد ریاض ڈاکٹر پروفیسر، مکتوبات و خطباتِ رومی، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۸۸ء

۴۱۔ محمد عبداللہ چغتائی ڈاکٹر، اقبال کی صحبت میں، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۷۷ء

۴۲۔ محمد عبداللہ چغتائی ڈاکٹر، روایات اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، طبع ثانی، ۱۹۸۹ء

۴۳۔ محمد عبداللہ قریشی، روح مکاتیب اقبال، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۷۷ء

۴۴۔ مصطفیٰ کمال پاشا، فتح افغانستان، جنگ پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۲ء

۴۵۔ میکمن لیفٹننٹ جنرل سر، افغانستان دارا سے امان اللہ تک، ترجمہ ریاض صدیقی، یونائیٹڈ پرنٹرز کوئٹہ، ۱۹۸۷ء

۴۶۔ نعمت اللہ ہروی، تاریخ خان جہانی و مخزن افغانی، ترجمہ ڈاکٹر محمد شیر حسین، اردو سائنس بورڈ لاہور ۱۹۸۲ء

۴۷۔ وحید الدین خان سید فقیر، روزگار فقیر جلد دوم، لائن آرٹ پریس، کراچی، بار دوم، ۱۹۶۵ء

(ب): پشتو کتب

۴۸۔ آریانا دائرة المعارف ، پښتو، دریم ټوک، د آریانا دائرة المعارف

ټولنه دولتي مطبع، کابل، ۱۳۳۷ هـ ش
۴۹۔ آريانا دائرة المعارف، پښتو، شپږم ټوک، مطبع دولتي، کابل افغانستان، ۱۳۵۵ هـ ش
۵۰۔ آريانا دائرة المعارف، پښتو، اووم ټوک، مطبع دولتي، کابل افغانستان، ۱۳۵۵ هـ ش
۵۱۔ احمد صميمؔ، د شاعر فرياد، د کوټې چاپ، ۱۳۷۳ هـ ش
۵۲۔ حبيب اللّٰه رفيعؔ، پښتو کتاب ښود، بيهقي کتاب خپرولو مؤسسه، کابل ۱۳۵۶ هـ ش
۵۳۔ حبيب الله رفيعؔ، پښتو پانګه، جلد۲، پښتو ټولنه دولتي مطبع، کابل، ۱۳۵۶ هـ ش
۵۴۔ حبيب الله رفيعؔ، د وړمو نخښې د جهاد ادبي کتاب ښود، د افغانستان د اوسني ادبياتو د پرمختيا ټولنه، ۱۳۶۹ هـ ش
۵۵۔ حبيب الله رفيع، د وړمو بهير، جهادي خپرونې، پېښور، ۱۳۶۹ هـ ش
۵۶۔ خوشحال خان خټک، کليات، جلد ۱، د افغانستان د علومو اکادمي، کابل، ۱۳۵۸ هـ ش
۵۷۔ د افغانستان کالنی، ۳۸- ۱۳۳۹ هـ ش، عمومي مطبع، کابل، ۱۳۳۹ هـ ش
۵۸۔ د افغانستان کالنی، ۴۲- ۱۳۴۳ هـ ش، دولتي مطبع، کابل، ۱۳۴۳ هـ ش
۵۹۔ د افغانستان کالنی، ۱۳۵۰ هـ ش، دولتي مطبع، کابل، ۱۳۵۰ هـ ش
۶۰۔ د افغانستان کالنی، ۵۲- ۱۳۵۳ هـ ش، دولتي مطبع، کابل، ۱۳۵۳ هـ ش
۶۱۔ *راز محمد وليش پښتو کتاب ښود پښتو ټولنه کابل ۱۳۳۷ھ ش*

۶۲۔ زرین انځور، د افغانستان د ژورنالیزم مخکښان، دولتي مطبع، کابل، ۱۳۶۵ ه ش / ۱۹۸۷ ء زلمی هیواد مل مرتب۔ د حمزه بابا یاد۔ دولتي مطبع کابل ۱۳۶۶ ه ش

۶۳۔ زلمی هیوادمل سر محقق، په هند کښې د پښتو ژبې دودی او ایجاد پړاؤنه، طبع دوم، شرکت پریس، لاهور، ۱۳۷۳ ه ش

۶۴۔ *سرفراز خان خټک۔ خوشحال نامه۔ تدوین و تحقیق زلمی هیوادمل وزارت اقوام وقبائل افغانستان کابل ۱۳۶۵ ه ش*

۶۵۔ سعید افغانی دکتور، د شرق نابغه، وزارت اطلاعات و کلتور، بیهقي کتاب خپرولو مؤسسه، کابل، ۱۳۵۵ ه ش

۶۶۔ سیلاب صافي، خیبر، دولتي مطبع، کابل، ۱۳۴۷ ه ش

۶۷۔ شهزاده زیارن محقق و مهتمم، پښتو ښېرنې، جلد ۱، د افغانستان د علومو اکادمی، کابل، ۱۳۶۷ ه ش

۶۸۔ شهزاده زیارن محقق و مهتمم، پښتو ښېرنې، جلد ۲، د افغانستان د علومو اکادمی، کابل، ۱۳۶۷ ه ش

۶۹۔ شیرعلی زماني، تیر وختونه، دانش کتابتون، پېښور، ۱۹۹۹ ء

۷۰۔ صالح محمد صالح، د ارغند د څپو ژبه، پښتو یون، نیویارک، ۱۳۸۰ ه ش / ۲۰۰۱ ء

۷۱۔ عبدالباری شهرت ننګیال، د افغان مجاهد آواز، پېښور، ۱۳۵۹ ه ش

۷۲۔ عبدالباری شهرت ننګیال، وینه په قلم کښې، د افغان د جهادی څېړنو مرکز، پېښور ۱۳۶۸ ه ش

۷۳۔ عبدالحئ حبیبي علامه، د افغانستان پښلیك، د بیهقي کتاب خپرولو مؤسسه، کابل، ۱۳۵۳ ه ش

۷۴۔ عبدالرؤف بینوا، خوشحال خان خټك څه وائي، پښتو ټولنه، کابل، ۱۳۲۹ ه ش

۷۵۔ عبدالرؤف بینوآ، اوسنی لیکوال،جلد ۱، دولتی مطبع، کابل، ۱۳۴۰ھ ش

۷۶۔ عبدالرؤف بینوآ، اوسنی لیکوال، جلد ۲، دولتی مطبع، کابل، ۱۳۴۱ھ ش

۷۷۔ عبدالرؤف بینوآ، اوسنی لیکوال، جلد ۳، دولتی مطبع، کابل، ۱۳۴۲ھ ش

۷۸۔ عبدالرؤف بینوآ، ژباړه گیتانجلی د رابندر ناتھ ٹاگور، د ادبیاتو د پوهنځی د پښتو څانگه، کابل، ۱۳۵۴ھ ش

۷۹۔ عبدالرؤف بینوآ، د افغانستان نومیالی،جلد۳، وزارت اطلاعات و کلتور، آمریت ترقی پښتو، کابل، ۱۳۵۴ھ ش

۸۰۔ عبدالرؤف بینوآ، آریائی پښتو پارسی ویرنی، د افغانستان د علومو اکادمی، ۱۳۶۲ھ ش

۸۱۔ عبدالکریم پتنگ مهتمم، د پښتو ټولنې تاریخچه، پښتو ټولنه دولتی مطبع، کابل، ۱۳۵۶ھ ش

۸۲۔ عبدالله بختانی خدمتگار، پښتانه د علامه اقبال په نظر کښې، پښتو ټولنه کابل، ۱۳۳۵ھ ش

۸۳۔ عبدالله بختانی خدمتگار پشتانه شعرا۔ جلد ۴۔ د افغانستان د علومو اکادمی د پشتو ټولنی انستیوت کابل ۱۳۵۷ھ ش

۸۴۔ عبداله بختانی خدمتگار، پښتانه شعراء، جلد۵، د افغانستان د علومو اکادمی د پښتو ټولنې انسټیټیوټ، کابل، ۱۹۸۸ء

۸۵۔ عبدالله بختانی خدمتگار، ویرنی، دانش کتابخانه، پېښور، ۲۰۰۳ء

۸۶۔ گل باچا الفت۔ ملی قهرمان۔ ریاست مستقل قبائل کابل جوزا ۱۳۴۴ھ ش

۸۷۔ لال پاچا ازمون، رښتینی خدمتگار، مطبوعه، پېښور، ۱۳۸۲ھ ش

۸۸۔ محمد ابراہیمستوده او احمد ضیا مدرسی۔ خوشحال خان خٹك د مطبوعاتو په هنداره کی دولتی مطبع کابل ۱۳۵۸ ھ ش

۸۹ محمد اسماعیل یون پوهیالی، پښتو کتاب ښود، دانش کتابتون، پښور، ۱۳۷۶ھ ش

۹۰۔ محمد اکبر معتمد، ننگیالی پښتون، پښتو ټولنه، کابل، ۱۳۴۵ھ ش / ۱۹۶۶ء

۹۱۔ محمد داؤد وفاؔ، ستوری د ادب په آسمان کښې، دانش کتابتون،پښور، ۱۳۷۹ھ ش

۹۲۔ محمد شیرین سنگری مہتمم، توریالی پښتون، پښتو ټولنه، کابل، ۱۳۵۰ھ ش / ۱۹۷۱ء

۹۳۔ محمد ولی زلمی، د قندهار مشاہیر، حبیب الله، حمدالله، صحافان، ارگ بازار قندهار، طبع دوم، ۱۳۶۸ھ ش

۹۴۔ محمد ہوتك، پټه خزانه، تصحیح تحشیه او تعلق عبدالحئی حبیبیؒ، پښتو ټولنه ، کابل، ۱۳۲۳ھ ش / ۱۹۴۴ء

۹۵۔ محی الدین هاشمیؒ، د افغانستان مشاہیر، جلد ۲، د اریک گرځنده کتابونو اداره، پښور، ۱۳۷۹ھ ش

۹۶۔ محی الدین هاشمیؒ، د افغانستان مشاہیر، جلد۳، د اریک گرځنده کتابونو اداره، پښور، ۱۳۷۹ھ ش

(ج): فارسی کتب:۔

۹۷۔ محمداقبال علامہ،اسرار خودی ،شیخ غلام علی اینڈ سنز،لاہور،طبع چہاردھم،۱۹۹۰ء

۹۸۔ محمداقبال علامہ،رموزِ بیخودی،شیخ غلام علی اینڈ سنز،لاہور،طبع چہاردھم،۱۹۹۰ء

۹۹۔ محمداقبال علامہ،پیامِ مشرق،شیخ غلام علی اینڈ سنز،لاہور،نوزدھم،۱۹۸۹ء

۱۰۰۔ محمداقبال علامہ،زبورعجم، شیخ غلام علی اینڈ سنز،لاہور،یازدھم،۱۹۸۹ء

۱۰۱۔ محمداقبال علامہ،جاوید نامہ،شیخ غلام علی اینڈ سنز،لاہور،یازدھم،اگست۱۹۸۶ء

۱۰۲۔ محمد اقبال علامہ، مثنوی پس چه باید کرد اے اقوامِ مشرق مع مسافر، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، طبع نہم، ۱۹۸۵ء

۱۰۳۔ محمد اقبال علامہ، ارمغانِ حجاز، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، طبع پانزدھم، ۱۹۹۱ء

۱۰۴۔ آریانا دائرة المعارف، فارسی، جلد۳، انجمن آریانا دائرة المعارف افغانستان، مطبع عمومی، کابل، ۱۳۳۵ھ ش

۱۰۵ اسد اللہ محقق علامہ اقبال در ادب فارسی و فرهنگ افغانستان مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد ۱۳۸۴ھ ش ۲۰۰۵ء

۱۰۶۔ امین اللہ دریحؔ، افغانستان در قرن بیستم، انجمن نشراتی دانش، پشاور، ۱۳۷۹ھ ش / ۲۰۰۳ء

۱۰۷۔ بہاء الدین اورنگ، یادنامۂ اقبال، خانہ فرہنگ ایران، لاہور، ۱۳۵۷ھ ش

۱۰۸۔ حسین وفا سلجوقیؔ، علامہ صلاح الدین سلجوقیؔ، سلسلہ نشرات اتحادیہ ژورنالستان، مطبع دولتی، کابل، ۱۳۶۶ھ ش

۱۰۹۔ خال محمد خستہ، عبدالشکور حمید زادہ، عتیق اللہ خواجہ زادہ، گلچین از آثار و شرح حال محمد ابراہیم خلیل، چاپ لالہ زار تہران، ۱۳۴۱ھ ش

۱۱۰۔ خلیل اللہ خلیلی استاد، آثار ہرات، جلد۳، مطبعہ فخریہ سلجوقی، چار باغ، ہرات، قوس ۱۳۱۰ھ ش

۱۱۱۔ خلیل اللہ خلیلی استاد، سلطنت غزنویان، مطبع عمومی، کابل، ۱۳۳۳ھ ش

۱۱۲۔ خلیل اللہ خلیلی استاد، کلیات خلیل الله خلیلی، بکوشش عبدالحئ خراسانی، نشر بلخ تہران، ۱۳۷۸ھ ش

۱۱۳۔ خلیل اللہ خلیلی یار آشنا پیشگفتار و حواشی۔ عارف نوشاہی کتابخانہ استاد خلیل اللہ خلیلی انستیتوت شرقشناسی و میراث خطی اکادمی علوم جمهوری تاجیکستان دوشنبہ ۱۳۸۹ھ ش/۲۰۱۰ء

۱۱۴۔ زلمی ہیوادمل، فرہنگ زبان و ادبیات، پشتو، جلد۲، انتشارات کمیتہ دولتی مطبع دولتی، کابل، ۱۳۶۵ھ ش

۱۱۵۔ زلمی ہیوادمل، رشد زبان و ادب دری در گسترہ، فرہنگی پشتو زبانان اتحادیہ نویسند

گان، افغانستان، آزاد، پشاور، ۱۹۹۷ء

۱۱۶۔ سرور ہمایون پوھنوال، حکیم سنائی و جهان بینی او ، وزارت اطلاعات و کلتور موسسہ انتشارات بیہقی، کابل، ۱۳۵۶ھ ش

۱۱۷۔ سعید۔ ڈاکٹر۔ اکسیر خودی جوہر پیام علامہ اقبال انجمن حمایت از انکشافات اجتماعی مطبع فجر کابل ۱۳۸۹ھ ش ۲۰۱۰ء

۱۱۸۔ صدیق رھپو، افغانستان و اقبال ،وزارت اطلاعات وکلتور موسسہ انتشارات بیہقی، کابل ۱۳۵۶ھ ش / ۱۹۷۷ء

۱۱۹۔ عبدالحنان مینہ پال، تپش قلب آسیا، کتابخانہ دانش، پشاور، ۱۳۷۷ھ ش

۱۲۰۔ عبدالحیٔ حبیبی علامہ، افغانستان بعد از اسلام، انجمن تاریخ افغانستان، کابل، ۱۳۴۵ھ ش

۱۲۱۔ عبدالحیٔ حبیبی علامہ، تاریخ مختصر افغانستان ،سازمان مہاجرین مسلمان افغانستان، ۱۹۸۹ء

۱۲۲۔ عبدالحیٔ حبیبی علامہ، درد دل و پیامِ عصر ،مرکز تحقیقات علامہ حبیبی ادارہ خدمات کلتوری، افغانستان، ۲۰۰۰ء

۱۲۳۔ عبدالرؤف خان رفیقی۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان اقبال اکادمی پاکستان لاہور ۲۰۰۴ء

۱۲۴۔ عبداللہ بختانی خدمتگار، ترنم دل، کتابخانہ دانش، پشاور، ۲۰۰۲ء

۱۲۵۔ عبدالہادی داوی، آثار اردوی اقبال ،جلد ۱، وزارت اطلاعات وکلتور، موسسہ نشرات بیہقی، کابل، ۱۳۵۶ھ ش

۱۲۶۔ عبدالہادی داوی، آثار اردوی اقبال ،جلد ۲، وزارت اطلاعات وکلتور، موسسہ نشرات بیہقی، کابل، ۱۳۵۶ھ ش

۱۲۷۔ علی اصغر بشیر، مرتب، کلیات اشعار حکیم سنائی غزنوی ،وزارت اطلاعات و کلتور، موسسہ نشرات بیہقی، کابل، ۱۳۵۶ھ ش

۱۲۸۔ غلام محمد غبار میر، تاریخ ادبیات افغانستان ، کتابخانہ آرش، پشاور، طبع دوم، ۱۳۷۸ھ ش

۱۲۹۔ محمد بن حسین بیہقی خواجہ ابوالفضل، تاریخ بیہقی ،تصحیح دکتور علی اکبر فیاض، مطبع دولتی،

کابل،۱۳۶۴ھ ش

۱۳۰۔ محمد حسین نہفت، مرتب گزیده اشعار سنائی ، وزارت اطلاعات و کلتور موسسہ نشرات بیہقی، کابل،۱۳۵۶ھ ش

۱۳۱۔ محمد رضا شیخ، ریاض الوداع غزنه ،انجمن تاریخ افغانستان مطبع دولتی، کابل، ۱۳۴۶ھ ش

۱۳۲۔ محمد صدیق فرہنگ، افغانستان در پنج قرن آخر، جلد اول قسمت دوم موسسہ مطبوعاتی اسماعلیان قم ایران، چاپ جدید،۱۳۷۱ھ ش

۱۳۳۔ محمد قوی کوشان، مرتب خاطرات سیاسی سید قاسم رشتیا ،(۱۳۱۱ھ ش، ۱۹۳۲ء/۱۳۷۱ھ ش،۱۹۹۲ء)، کتابخانہ دانش، پشاور، سن ندارد

۱۳۴۔ محی الدین ہاشمی، مشاہیر افغانستان ،جلد ۲، مترجم ادبیار، کتابخانہ سیارا ریک، پشاور،۱۳۷۹ھ ش

۱۳۵۔ نعمت حسینی، سیماها و آورها ،جلد ۱،مطبع دولتی، کابل،۱۳۶۷ھ ش

۱۳۶۔ ہارون خیل، آفرید های مهجور علامه حبیبی ،اکادمی علوم افغانستان، کابل،۱۳۶۷ھ ش/۱۹۸۸ء

(د): رسائل، مجلات:۔

۱۳۷۔ آریانا ماہنامہ فارسی انجمن تاریخ افغانستان کابل میزان قوس ۱۳۵۶ھ ش

۱۳۸۔ آریانا ماہنامہ فارسی انجمن تاریخ افغانستان و کابل دورہ ۴ شمارہ مسلسل ۲۶۸

۱۳۹۔ آریانا ماہنامہ (فارسی)، انجمن تاریخ افغانستان، کابل، ستمبر،۱۳۷۶ھ ش

۱۴۰۔ ادب، دو ماہی، کابل (فارسی و پشتو)، جون جولائی ۱۹۶۵ء

۱۴۱۔ ادب دو ماہی کابل (فارسی و پشتو) میزان قوس ۱۳۵۶ھ ش

۱۴۲۔ ادب، دو ماہی، کابل (فارسی و پشتو)،۲۲ جون ۱۹۹۸ء

۱۴۳۔ ادب، دو ماہی، کابل (فارسی و پشتو)،۲۳ جولائی ۱۹۹۸ء

۱۴۴۔ ادب، دو ماہی، کابل (فارسی و پشتو)،۲۳، اگست ۱۹۹۸ء

۱۴۵۔ ادب، دو ماہی، کابل (فارسی و پشتو)،۲۳ ستمبر ۱۹۹۸ء

۱۴۶۔ ادب، دوماہی، کابل (فارسی وپشتو)، ۲۳، اکتوبر ۱۹۹۸ء
۱۴۷۔ افغانستان، سہ ماہی (پشتو وفارسی)، سرطان ۱۳۷۵ھ ش
۱۴۸۔ افغانستان، سہ ماہی (پشتو وفارسی)، جولائی ۱۹۹۶ء
۱۴۹۔ اقبال ریویو، (اردو)، اقبال اکادمی پاکستان، کراچی، اپریل ۱۹۶۷ء
۱۵۰۔ اقبال ریویو، (اردو)، اقبال اکادمی پاکستان، کراچی، اپریل ۱۹۶۸ء
۱۵۱۔ اقبال ریویو، (اردو)، اقبال اکادمی پاکستان، کراچی، جنوری ۱۹۷۶ء
۱۵۲۔ اوقاف، ماہنامہ، کابل، (پشتو وفارسی)، ادارہ عالی اوقاف، کابل، صفر المظفر ۱۳۹۲ھ ش
۱۵۳۔ بیان، دوماہی (پشتو وفارسی)، پشاور، اپریل ۲۰۰۲ء
۱۵۴۔ پشتو (ماہنامہ) پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی، دسمبر ۱۹۸۲ء
۱۵۵۔ پشتو، (ماہنامہ) پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی، ستمبر ۱۹۸۴ء
۱۵۶۔ پیامِ حق، (ماہنامہ) کابل پشتو وفارسی ریاست مطبوعات، ۲۲ مارچ ۱۹۵۹ء
۱۵۷۔ پیامِ حق، اپریل ۱۹۵۹ء
۱۵۸۔ پیامِ حق، مئی ۱۹۵۹ء
۱۵۹۔ دانش (سہ ماہی) (فارسی، اردو) رانیزنی فرہنگی جمہوری اسلامی ایران، اسلام آباد، زمستان، ۱۳۶۶ھ ش
۱۶۰۔ دانش سہ ماہی (فارسی اردو) رانیزنی فرہنگی جمہوری اسلامی ایران اسلام آباد شمارہ ۵۷-۵۸-۱۳۷۸ھ ش
۱۶۱۔ د شہید پیغام، ماہنامہ، (پشتو فارسی)، کمیتہ فرہنگی، اتحاد اسلامی مجاہدین افغانستان، عقرب ۱۳۶۱ھ ش
۱۶۲۔ د شہید پیغام ، دلو ۱۳۶۹ھ ش
۱۶۳۔ د شہید پیغام، شعبان، ۱۴۰۳ھ ش
۱۶۴۔ د شہید زیری، جمعیت اسلامی مجاہدین، افغانستان، میزان ۱۳۶۰ھ ش
۱۶۵۔ د شہید زیری، صفر المظفر ربیع الاول، ۱۴۰۲ھ ق
۱۶۶۔ سپیدہ (ماہنامہ) کابل مرکز فرہنگی عرفان، ۱۳۷۸ھ ش

۱۶۷۔ سپیدې (سہ ماہی)، پشتو وفارسی، اسد۱۳۶۳ھ ش

۱۶۸۔ سپیدې، عقرب۱۳۶۳ھ ش

۱۶۹۔ سپیدې، جون۱۹۸۵ء

۱۷۰۔ سیمای شہید (دوماہی)، فارسی، حزب اسلامی افغانستان، میزان عقرب، ۱۳۶۰ھ ش

۱۷۱۔ شفق، (دوماہی) (پشتو فارسی) کمیتہ فرہنگی حزب اسلامی، افغانستان، دلو حوت ۱۳۵۹ھ ش

۱۷۲۔ شفق، حمل ثور، ۱۳۶۰ھ ش

۱۷۳۔ شفق، جوزا سرطان، ۱۳۶۰ھ ش

۱۷۴۔ شفق، قوس جدی، ۱۳۶۰ھ ش

۱۷۵۔ شفق، جوزا۱۳۶۵ھ ش

۱۷۶۔ شفق، سال دوم، شمارہ اول دوم، ۱۳۶۵ھ ش

۱۷۷۔ عرفان، کابل (فارسی) فوق العادہ، شمارہ ۵ / اسد۱۳۴۷ھ ش

۱۷۸۔ قلم، (دوماہی)، (پشتوفارسی)، د افغانستان د جہادی څیړونو مرکز، پېښور، اپریل مئی۱۹۸۷ء

۱۷۹۔ قلم، عقرب۱۳۶۶ھ ش

۱۸۰۔ قلم، اپریل مئی۱۹۸۸ء

۱۸۱۔ قلم، فروری مارچ۱۹۸۹ء

۱۸۲۔ قلم، جون جولائی۱۹۸۹ء

۱۸۳۔ قلم، اگست ستمبر۱۹۸۹ء

۱۸۴۔ قلم، عقرب قوس۱۳۶۹ھ ش

۱۸۵۔ قلم، دلوحوت۱۳۷۰ھ ش

۱۸۶۔ کابل، (ماہنامہ) (پشتو فارسی) مطبع دولتی، کابل، ۵ مارچ۱۹۳۱ء

۱۸۷۔ کابل، ۲۲ جون۱۹۳۲ء

۱۸۸۔ کابل، ۲۲ / اگست۱۹۳۲ء

۱۸۹۔ کابل، عقرب۱۳۱۲ھ ش

۱۹۰۔ کابل،۲۲دسمبر۱۹۳۳ء

۱۹۱۔ کابل،۲۱جنوری۱۹۳۴ء

۱۹۲۔ کابل،۲۰فرور۱۹۳۴ء

۱۹۳۔ کابل،۲۳دسمبر۱۹۳۴ء

۱۹۴۔ کابل،۲۲مارچ۱۹۳۵ء

۱۹۵۔ کابل،۲۱/اپریل۱۹۳۵ء

۱۹۶۔ کابل،۲۳مئی۱۹۳۵ء

۱۹۷۔ کابل،جنوری فروری۱۹۳۷ء

۱۹۸۔ کابل،اگست ستمبر۱۹۳۷ء

۱۹۹۔ کابل،مئی جون۱۹۳۸ء

۲۰۰۔ کابل،ستمبر اکتوبر۱۹۳۹ء

۲۰۱۔ کابل،فروری۱۹۴۰ء

۲۰۲۔ کابل،دلو۱۳۲۳ھ ش

۲۰۳۔ کابل،نومبر دسمبر۱۹۷۷ء

۲۰۴۔ کابل،دسمبر جنوری۸-۱۹۷۷ء

۲۰۵۔ کابل،سالنامہ،(پشتو فارسی) مطبع دولتی کابل،۱۱-۱۳۱۲ھ ش

۲۰۶۔ کابل،سالنامہ،۱۳۱۳-۱۳۱۴ھ ش

۲۰۷۔ کابل،سالنامہ،۱۳۱۷ھ ش

۲۰۸۔ کابل،سالنامہ،۱۳۱۸ھ ش

۲۰۹۔ کندھار ماہنامہ شمارہ مسلسل۱۸۲۲ادارہ طلوع افغان کندھار جولائی ۱۹۴۵ء

۲۱۰۔ کندہار،ماہنامہ،ادارہ طلوع افغان،قندہار،جنوری فروری۱۹۶۶ء

۲۱۱۔ ''لمر'' کابل قوس۱۳۵۰ھ ش

۲۱۲۔ منبع الجہاد،ماہنامہ(پشتو فارسی)،مجاہدین افغانستان،اسد سنبلہ۱۳۷۰ھ ش

۲۱۳۔ منبع الجہاد،ماہنامہ،میزان۱۳۷۰ھ ش

۲۱۴۔ منبع الجہاد،عقرب قوس،۱۳۷۰ھ ش

۲۱۵۔ میثاقِ خون، ماہنامہ (پشتو فارسی)، جمعیت اسلامی افغانستان، جوزا سرطان ۱۳۶۶ھ ش

۲۱۶۔ نقوش (اردو)، اقبال نمبر۲، ادارہ فروغ اردو، لاہور، دسمبر ۱۹۷۷ء

۲۱۷۔ نیرنگِ خیال (اردو)، اقبال نمبر، ادارہ فروغ اردو، لاہور، طبع ثانی، نومبر ۱۹۷۷ء

۲۱۸۔ وږمه، ماہنامہ (پشتو)، کابل یونیورسٹی پوهنځی، ادبیات، ۱۹۶۷ء

۲۱۹۔ ہجرت، ماہنامہ (اردو)، کلچرل کمیٹی اتحاد اسلامی مجاہدین، افغانستان، جنوری ۱۹۸۳ء

۲۲۰۔ ہجرت، فروری مارچ، ۱۹۸۴ء

۲۲۱۔ The WUFA Incidental Issue1, July / August 1994, The Writer Union of Free Afgahanistan (WUFA).

(و): اخبارات:۔

۲۲۲۔ ''افغانان''، ہفت روزہ، (پشتو و فارسی)، ۹-۶-۱۳۷۹ھ ش

۲۲۳۔ ''افغانان''، ۲۴ عقرب ۱۳۷۹ھ ش

۲۲۴۔ ''چٹان''، (اردو)، ہفت روزہ، ۱۸ فروری ۱۹۷۴ء

۲۲۵۔ ''د جہاد ہنداره''، ہفت روزہ (پشتو/ فارسی)، ۱۰ میزان ۱۳۷۰ھ ش

۲۲۶۔ ''دجہاد ہنداره''، یکم عقرب ۱۳۷۰ھ ش

۲۲۷۔ ''شہادت'' ہفت روزہ، (پشتو و فارسی)، عقرب ۱۳۶۶ھ ش

۲۲۸۔ ''قلب آسیا''، (پشتو و فارسی)، سرطان ۱۳۶۴ھ ش

۲۲۹۔ ''وفا''، ہفت روزہ، (پشتو و فارسی)، ۱۰ جدی ۱۳۷۳ھ ش

۲۳۰۔ ''وفا''، ۱۱ جدی ۱۳۷۵ھ ش

۲۳۱۔ ''وفا''، ۱۰ جدی، ۱۳۷۶ھ ش

(ھ): غیر مطبوعہ کتب:۔

۲۳۲۔ عبدالرؤف رفیقی، شکرستان روہ پشتونوں کی فارسی شاعری

۲۳۳۔ بہار جانان ملا جانان کاکڑ قندھاری

جدول نمبر۱: حضرت علامہ سے ملاقات کرنے والے افغان ادباء، شعراء اور دانشور

نمبر شمار	نام ملاقات کنندہ	تاریخ ملاقات	مقامِ ملاقات	مقصدِ ملاقات	مأخذ	کیفیت
۱۔	شہزادہ احمد علی خان	(۱) ۶ دسمبر ۱۹۲۹ء	لاہور ریلوے سٹیشن	ہز ہائی نس شاہ ولی خان کے استقبال کے موقع پر علامہ سے ملاقات	انقلاب لاہور ۸ دسمبر ۱۹۲۹ء	فاتح کابل کا پر جوش استقبال
		(۲) ۹ جنوری ۱۹۳۰ء	نیڈو ہوٹل لاہور	شہزادہ اسد اللہ کی طرف سے دعوت چائے	انقلاب لاہور ۱۱ جنوری ۱۹۳۰ء	غازی امان اللہ خان کے بھائی کی طرف سے لاہور کے معززین شہر کو چائے کی ضیافت
		(۳) ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۰ء	لاہور ریلوے اسٹیشن	شہزادہ محمد ظاہر خان کا استقبال	انقلاب لاہور ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۰ء	
		(۴) ۲۸/ اکتوبر ۱۹۳۳ء تا یکم نومبر ۱۹۳۳ء	کابل ہوٹل کابل	انجمن ادبی کابل کی ضیافت	مجلّہ کابل ۲۲ جون ۱۹۳۲ء و مجلّہ کابل ۲۲ دسمبر ۱۹۳۳ء	اسلامیہ کالج لاہور کے فارغ التحصیل اور انجمن ادبی کابل کے روح رواں۔
۲۔	سرور خان گویا	۲۴ تا ۲۸ اکتوبر نومبر ۱۹۳۳ء	سفرِ افغانستان کے دوران	کابل غزنی قندھار	سیر افغانستان، ص۔۷	سفرِ افغانستان کے دوران افغان حکومت کا پروٹوکول آفیسر۔
۳۔	علامہ صلاح الدین سلجوقی	۱۱ ستمبر ۱۹۳۱ء	افغان کونسل خانہ بمبئی	یورپ جاتے ہوئے قیام	خطوطِ اقبال، ص۔۲۰۴	
		۱۹۳۲ء	افغان کونسل خانہ بمبئی	تیسری گول میز کانفرنس جاتے ہوئے قیام	اقبال کی صحبت میں، ص۔۲۶۷	
		۲۴ تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل	اقبال کا سفرِ افغانستان	اقبال کی صحبت میں، ص۔۳۷۷	
		۸ مارچ ۱۹۳۵	افغان کونسل خانہ دہلی	بھوپال جاتے ہوئے قیام	مکتوباتِ اقبال، ص۔۲۶۲	
		۱۵ جون ۱۹۳۵ء	لاہور	علامہ کی رفیقۂ حیات کی تعزیت	اقبال نامہ، جلد۱، ص۔۳۶۴	
		مارچ ۱۹۳۸ء	افغان کونسل خانہ دہلی	بھوپال سے واپسی پر قیام	مکتوباتِ اقبال، ص۔۳۲۵	

۴۔	عبدالحیٔ حبیبی	یکم نومبر۱۹۳۳ء	قندھار	سفرِ افغانستان	سیرِ افغانستان ،ص۔۴۹	حبیبی اس وقت قندھار کے ''افغان'' رسالہ کے مدیر تھے
۵۔	غلام جیلانی اعظمی	۲۸/اکتوبر۱۹۳۳ء	کابل ملاقات	انجمن ادبی کابل کی ضیافت	مجلّہ کابل ۲۲ جون ۱۹۳۲ء	اعظمی اس وقت انجمن ادبی کابل کے معاون تھے۔
۶۔	ملک الشعراء قاری عبداللہ	۲۸/اکتوبر۱۹۳۳ء	کابل	ایضاً	ایضاً	خیر مقدمی فارسی منظوم اشعار سنائے
۷۔	سید محمد قاسم رشتیا	۲۸/اکتوبر۱۹۳۳ء	کابل	انجمن ادبی کابل کی ضیافت	''وفا'' ۱۱ جدی ۱۳۷۵ھ ش	
		۱۹۳۵ء	لاہور	والدہ کی علاج کے سلسلے میں کابل سے لاہور آمد	ایضاً	
۸۔	خلیل اللہ خلیلی	۲۴ تا ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل	اقبال کا سفرِ افغانستان	مجلّہ دانش زمستان ۱۳۶۶ھ ش ص۔۲۵	

جدول نمبر۲: اقبال سے ملاقات کرنے والے افغان خواص، زعماء، اربابِ اختیار اور دیگر حضرات

نمبرشمار	ملاقات کنندہ	تاریخ	مقام	مقصدِ ملاقات	مأخذ	کیفیت
۱۔	نادر خان جنرل (نادر شاہ)	۱۵ جولائی ۱۹۲۴ء	نیڈو ہوٹل لاہور	پیرس جاتے ہوئے لاہور ٹھہرے تھے	اقبال افغان ، افغانستان ۱۹	
		۲۸ فروری ۱۹۲۹ء	ریلوے سٹیشن لاہور	سقوی انقلاب کے بعد افغانستان جاتے ہوئے	اقبال اور عظیم شخصیات ص۔۱۶۵	اقبال نے افغانستان کی تعمیر نو کے لئے پانچ ہزار روپے کا عطیہ پیش کیا۔
		۲۴۔۲۷/اکتوبر۱۹۳۳ء	کابل	علامہ کا سفرِ افغانستان	اقبال ریویو اپریل ۱۹۶۷ء، ص۔۳۹	جنرل نادر کی اقتداء میں نمازِ عصر ادا کی جمعہ ۲۷/اکتوبر نمازِ جمعہ جنرل نادر کے ساتھ پل خشتی مسجد میں ادا کی۔ اپنے ہم وطن دانشوروں کو ان صاحبان نے ضیافت دی۔
۲۔	اعلیٰ حضرت محمد ظاہر خان	۱۵ جولائی ۱۹۲۴ء	نیڈو ہوٹل لاہور	والد اعلیٰ حضرت محمد نادر خاں کی ساتھ پیرس جاتے ہوئے	اقبال افغان، افغانستان ۱۹	اس وقت محمد ظاہر خان کی عمر تقریباً دس سال تھی۔

بقیہ جدول نمبر۲: اقبال سے ملاقات کرنے والے افغان خواص، زعماء، اربابِ اختیار اور دیگر حضرات

		۱۹اکتوبر۱۹۳۰ء	لاہور	ریلوے سٹیشن پر شاندار استقبال	انقلاب لاہور ۱۱اکتوبر۱۹۳۰ء	
		۲۴تا۲۸اکتوبر۱۹۳۳ء	کابل	علامہ کا سفر افغانستان	----	
۳۔	سردار شاہ ولی خان فاتح کابل اعلیٰحضرت محمد نادر شاہ کے بھائی	جمعہ ۶دسمبر۱۹۲۹ء	لاہور	اقبال کی قیادت میں مسلمانانِ لاہور کا استقبال	اقبال اور افغانستان، ص۔ ۱۳۱	
۴۔	سردار گل محمد خان سابق سفیر افغانستان	۱۷نومبر۱۹۲۹ء	لاہور	خان سعادت علی کاں رئیس اعظم لاہور فنانشل سیکرٹری افغانستان ہلال احمر فنڈ کی طرف سے دعوت چائے	انقلاب ۱۹نومبر۱۹۲۹ء	
۵۔	شہزادہ اسد اللہ خان برادر غازی امان اللہ خان	۹جنوری۱۹۳۰ء	نیڈو ہوٹل لاہور	شہزادہ اسد اللہ خاں کی طرف سے دعوت چائے	انقلاب ۱۱جنوری۱۹۳۰ء	
۶۔	سردار محمد نعیم خان برادر زادہ اعلیٰ حضرت محمد نادر خان	۹جنوری۱۹۳۰ء	نیڈو ہوٹل لاہور	شہزادہ اسد اللہ خاں کی طرف سے دعوت چائے	انقلاب ۱۱جنوری۱۹۳۰ء	
۷۔	ہدایت اللہ خان سفیر اعلیٰ افغانستان در ہند	۲۸جنوری۱۹۳۰ء	رہائش گاہ اقبال لاہور	دہلی سے لاہور تشریف لائے	اقبال افغان، افغانستان ۹۳	رات کے کھانے کا اہتمام حضرت علامہ کے گھر ہوا تھا۔
۸۔	محمد فاضل میر منشی قونصل خانہ افغانستان	۲۸جنوری۱۹۳۰ء	رہائش گاہ اقبال لاہور	دہلی سے سفیر افغانستان کے ساتھ لاہور آئے تھے	اقبال افغان، افغانستان ۹۳	
۹۔	شہزادہ صالح محمد خان	۱۹اکتوبر۱۹۳۰ء	لاہور	بمبئی سے پشاور جاتے ہوئے لاہور میں قیام	اقبال افغان، افغانستان ۹۹	
۱۰۔	شہزادہ محمد یوسف خان	"	"	" "	" "	
۱۱۔	سردار عبدالرحمان محمد زکی	"	"	" "	" "	
۱۲۔	سردار احمد علی خان وزیر مختار دولت افغانیہ انگلستان	۱۶،اکتوبر۱۹۳۱ء	انگلستان	سالگرہ تاج پوشی محمد نادر شاہ غازی	سفر نامہ اقبال، ص۔۵۴	
۱۳۔	امیر امان اللہ خان غازی	۲۵نومبر۱۹۳۱ء	روم	انقلاب افغانستان کے بارے میں تبادلہ خیال	سفر نامہ اقبال، ص۔۱۴۵	
		۲۷نومبر۱۹۳۱ء	روم	ایضاً	ایضاً ص۔۱۴۵	

نمبر شمار	ملاقات کنندہ	تاریخ	مقام	مقصدِ ملاقات	مأخذ	کیفیت
۱۴۔	سردار عنایت اللہ خان اعلیٰحضرت امان اللہ خان کا بھائی مقیم ایران	۲۵ نومبر ۱۹۳۱ء	روم	گول میز کانفرنس سے واپسی پر	ایضاً ص۔۱۴۵	
۱۵۔	عبدالوہاب طرزی ولد سردار محمود طرزی امان اللہ خان کا سالا	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً ص۔۱۴۵	
۱۶۔	سردار ہاشم خان صدرِ اعظم افغانستان	۲۶/اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل	ایضاً	ایضاً ص۔۴۱	ہاشم خان نے عشائیہ دیا اور ۲۸/اکتوبر کو دوبارہ مہمانوں سے ملنے گئے۔
۱۷۔	سردار فیض محمد خان وزیر خارجہ	۲۳ تا ۲۸/اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل	ایضاً	ایضاً ص۔۴۱	کئی ملاقاتیں۔آپ نے علامہ کی بعض رباعیات کا منظوم فارسی ترجمہ بھی کیا ہے۔
۱۸۔	فضل عمر نور المشائخ ملا شور بازار	جمعہ ۲۷/اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل	ایضاً	ایضاً ص۔۴۲	پہلی ملاقات لاہور میں بھی ہوئی تھی۔
۱۹۔	اللہ نواز خان وزیر فوائد عامہ	ایضاً	کابل	ایضاً	ایضاً ص۔۴۲-۴۳	
۲۰۔	مولانا سیف الرحمٰن	ایضاً	کابل	ایضاً	ایضاً ص۔۴۳	
۲۱۔	مولانا محمد میاں منصور انصاری مؤلف علمائے ہند کا شاندار ماضی	ایضاً	کابل	ایضاً	ایضاً ص۔۴۳	
۲۲۔	مولانا بشیر صدر جماعت مجاہدین	ایضاً	کابل	ایضاً	ایضاً ص۔۴۳	
۲۳۔	شاہ محمود خان وزیرِ جنگ	۲۸/اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل	ایضاً	ایضاً ص۔۴۳	
۲۴۔	سردار احمد خان وزیر دربار	۲۹/اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل	ایضاً	ایضاً ص۔۴۷	شام کی دعوت ۲۶/اکتوبر کو سردار ہاشم خان کی ضیافت میں بھی موجود تھے۔(سیرِ افغانستان ص۔۷)
۲۵۔	میر شمس الدین سابق ناظم انجمن حمایت اسلام	ایضاً	کابل	ایضاً	ایضاً ص۔۴۸	
۲۶۔	ملا قربان	۳۰/اکتوبر ۱۹۳۳ء	غزنی	ایضاً	ایضاً ص۔۴۸	غزنی کے قدیم خانقاہوں کا ماہر حضرت داتا گنج بخش کے والد کا مزار بتانے والا
۲۷۔	گورنر قندھار	یکم نومبر ۱۹۳۳ء	قندھار	ایضاً	ایضاً ص۔۵۰	
۲۸۔	شہزادہ اسد اللہ خان کمانڈر افواج شاہی	۲۶/اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل	ایضاً	سیرِ افغانستان ص۔۷	امیر امان اللہ خان کے سوتیلے بھائی۔سردار ہاشم خان کے عشائیے میں موجود تھے۔
۲۹۔	میر عطا محمد خان صدر مجلس عیاں	ایضاً	کابل	ایضاً	سیرِ افغانستان ص۔۷	
۳۰۔	شاہ جی سید عبداللہ نائب سالار	۲۷/اکتوبر ۱۹۳۳ء	کابل	ایضاً	ایضاً ص۔۱۰	
۳۱۔	مقبول الحق غازی پوری	ایضاً	کابل	ایضاً	ایضاً ص۔۱۰	

جدول نمبر۳: افغانستان کے پشتون اقبال شناس

نمبرشمار	نام	ولدیت	پیدائش تاریخ	پیدائش مقام	وفات تاریخ	وفات مقام	تصانیف	اقبالیاتی خدمات	کیفیت
۱	حبیب اللہ رفیع	مولانا نصر اللہ نقشبند	۱۳۶۴ھ ق	صوبہ وردگ	حیات ہیں۔	-	سوانح میں ملاحظہ ہو	اقبال سے متاثر و منظوم خراجِ تحسین	
۲	خلیل اللہ خلیلی	محمد حسین خان	نومبر ۱۹۰۷ء	باغ جہاں ن آرا کابل	۴ مئی ۱۹۸۷ء	اسلام آباد	ایضاً	بار آشنا کتاب۔ چھ منظوم خراج	پشاور میں دفن ہیں۔
۳	سرور خاں گویا	اعتماد الدولہ عبد القدوس خان	--	--	--	--	سوانح میں ملاحظہ ہو	افغانستان میں بانی اقبال شناسوں میں ہے	سفر افغانستان کے دوران علامہ کے پروٹوکول آفیسر
۴	عبد الباری شہرت ننگیال	-	۱۳۳۷ھ ش	وردگ چک	حیات ہیں۔	-	ایضاً	سیرِ افغانستان کا پشتو ترجمہ و منظوم خراجِ تحسین	
۵	عبد الحئی حبیبی	ملا عبد الحق کاکڑ	۱۲۸۹ھ ش	قندھار	۱۹۸۴ء	کابل	ایضاً	اقبال سے ملاقات۔ در دِل و پیامِ عصر علامہ کے زیرِ اثر لکھا ہے۔	
۶	عبد الرحمٰن پژواک	قاضی عبد اللہ خان	۱۲۹۷ھ ش	غزنی	-	پشاور	ایضاً	اقبال سے کافی متاثر ہیں۔	
۷	عبد الروف بینوا	عبد الحق علیزئی	۱۲۹۲ھ ش	قندھار	۱۹۸۵ء	نیوجرسی امریکہ	ایضاً	مثنوی مسافر کا منظوم پشتو ترجمہ	
۸	عبد اللہ بختانی	ملا آغا جان	۱۳۰۵ھ ش	سرخ رود ننگرہار	حیات ہیں	-	ایضاً	پشتانہ د علامہ اقبال پہ نظر کی، خوشحال اور اقبال کا تقابلی جائزہ، قلبِ آسیا گزرگاہ و نظرگاہ، علامہ اقبال - بہ استقبال اقبال (فارسی نظم)	افغانستان میں اقبال پر پہلی پشتو کتاب
۹	عبد الہادی داوی	عبد الاحد خان	۱۳۱۳ھ ق (۱۸۹۵ء)	باغ علی مردان کابل	۱۴۰۲ھ ق (۱۹۸۲ء)	کابل	ایضاً	آثار اردوی اقبال دو جلد	افغانستان میں اقبال پر پہلی فارسی کتاب علامہ کے اردو کلام کا فارسی منظوم ترجمہ
۱۰	عزیز الدین وکیلی	-	-	-	حیات ہیں۔	-	ایضاً	اقبال کے رباعیات خطاطی کئے	
۱۱	غلام دستگیر مہمند	-	-	-	-	-	-	۱۹۳۸ء میں اقبال کا فارسی مرثیہ لکھا	

۱۲	قیام الدین خادمؔ	ملاحسام الدین	۱۳۲۵ھ ق	ننگرہار	۱۳۹۹ھ ق	کابل	ایضاً	۱۹۳۸ء میں اقبال کا پشتو مرثیہ لکھا، اقبال کے فارسی تراجم کئے۔
۱۳	گل باچا الفتؔ	سید باچا	۱۲۸۸ھ ش (۱۹۰۹ء)	عزیز خان کچ لغمان	۲۸ قوس ۱۳۵۶ھ ش	کابل	سال وشمارہ ایضاً	ص۔نمبر ایضاً
۱۴	محمد رحیم الہامؔ	فضل الدین مومند	۱۳۱۰ھ ش	رشیخور کابل	-	-	ایضاً	اقبال کی مثنوی مسافر کا جواب لکھا
۱۵	محمد صادق فطرت ناشناسؔ	-	-	قندھار	حیات ہیں۔	-	سوانح میں ملاحظہ ہو	اقبال کی کئی اردو و فارسی نظموں کو موسیقی میں گایا

جدول نمبر۴: **افغانستان کے فارسی گو اقبال شناس**

نمبر شمار	نام	ولدیت	تاریخ پیدائش	مقام پیدائش	تاریخ وفات	مقام وفات	تصانیف	اقبالیاتی خدمات	کیفیت
۱۔	دکتر اسد اللہ محقق		۱۳۳۹ھ ش	--	--	--	علامہ اقبال در ادب فارسی و فرہنگ افغانستان	افغانستان میں اقبال پر پہلی ڈاکٹریٹ کرنے والی شخصیت	یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد ۲۰۰۴ء
۲۔	حیدری وجودی	--	--	--	--	--	--	علامہ پر ۴ مقالات	۲۰۰۴ء فاکوانذ شرعیات دانش گاہ بلخ میں استاد
۳۔	رحمت اللہ منطقی	--	--	بلخ	--	--	--	علامہ کو فارسی میں منظوم خراج تحسین	۲۰۰۴ء میں کابل میں نشرات داستانی کے رئیس
۴۔	ڈاکٹر سعید	--	--	--	--	--	اکسیر خودی جوہر پیام علامہ اقبال	علامہ کے پیام خودی کی تحقیقی و تنقیدی تشریح میں مشکل کتاب	مطبوعہ جون ۲۰۱۰ء
۵۔	صدیق رہپو	محمد حسین طرزی	۱۵ حوت ۱۳۲۱ھ ش	کوچہ شور بازار کابل	-	-	ایضاً	افغانستان و اقبال (تالیف)	اقبال کے صد سالہ تقریبات کے موقع پر کابل سے شائع ہوئی۔
۶۔	صلاح الدین سلجوقیؔ	مفتی سراج الدین سلجوقی	۱۳۱۳ھ ق (۱۸۹۶ء)	گاذرگاہ ہرات	۱۶ جوزا/۱۳۴۹ھ ش (۶ جون ۱۹۷۰ء)	دارالامان کابل	ایضاً	حضرت علامہ کا دوست	دفن شہدائے صالحین کابل

بقیہ جدول نمبر ۵: مجلّہ کابل کے اقبالیاتی خدمات

۷۔	صوفی عبدالحق بیتابؔ	ملا عبدالاحد عطار	۱۳۰۶ھ ق	گذر قصاب کابل	۲۰ حوت ۱۳۴۷ھ ش (۱۱ مارچ ۱۹۶۹ء)	کابل	ایضاً	منظوم خراج تحسین	اقبال کو علامہ مشرق کا خطاب
۸۔	ملک الشعراء قاری عبداللہ	حافظ قطب الدین	۱۲۸۸ھ ق (۱۸۷۰ء)	کابل	۱۹۴۵ء	کابل	ایضاً	اقبال کا خیر مقدم اور مرثیہ	اقبال سے ملاقات
۹۔	عزیز اللہ مجددی	--	--	کشم بدخشان	--	--	--	علامہ کو فارسی میں منظوم خراج تحسین	۲۰۰۴ء میں افغان وزارت عدلیہ میں قضا کے رئیس
۱۰۔	غلام جیلانی اعظمی	خوشدل خان	۱۳۱۶ھ ش	کابل	۲۶ قوس ۱۳۳۴ء	کابل	ایضاً	اقبال و افغانستان پر پہلا مقالہ	
۱۱۔	غلام حسن مجددیؔ پروفیسر							اقبال پر مقالات	اقبال ڈے کابل ۱۹۶۷ء میں سنائے گئے
۱۲۔	غلام ربانی ادیب	--	--	--	--	--	--	علامہ کو فارسی میں منظوم خراج تحسین	پنجاب یونیورسٹی کے فارغ التحصیل
۱۳۔	غلام رضا مائل ہرویؔ		۱۳۰۱ھ ش	ہرات			قفنوس و دیگر	اقبال کو منظوم خراجِ تحسین	
۱۴۔	محمد ابراہیم خلیلؔ	میرزا افضل احمد	۱۳۱۴ھ ش	گذ قاضی فیض اللہ کابل			سوانح میں ملاحظہ ہو۔	اقبال کو منظوم خراجِ تحسین	
۱۵۔	سید محمد قاسم رشتیاؔ							اقبال سے کابل و لاہور میں ملاقاتیں	اقبال پر مقالات
۱۶۔	میر بہادر واصفی	--	۱۳۱۵ھ ش	بدخشان	--	--	کلیلہ و دمنہ و سعید انداز لقمان حکیم	علامہ کو منظوم خراج تحسین	

۞۞۞۞۞

جدول نمبر ۵: مجلّہ کابل کی اقبالیاتی خدمات

نمبرشمار	عنوان	از	نثر/نظم	سن اشاعت	سال	شمارہ	از	تا	کیفیت
۱۔	دکتوراقبال	سرورخان گویاؔ	نثر	۱۵حوت ۱۳۱۰ھ ش/۵مارچ ۱۹۳۱ء	۱	۱۰	۱۹	۲۳	افغانستان میں اقبال پردوسری تحریر
۲۔	علامہ اقبال	احمد علی خان درانی	نثر	یکم سرطان ۱۳۱۱ھ ش/۲۲جون ۱۹۳۲ء	۲	۱	۱۲	۲۰	
۳۔	پیامِ بملت کوہسار	علامہ ڈاکٹر اقبال	نظم	ایضاً	۲	۱	سال وشمارہ	-	حضرت علامہ کی اپنی تحریر سے مجلّہ کابل کوارسال کردہ نظم۔
۴۔	افغان وایران	علامہ ڈاکٹر اقبال	نظم	یکم سنبلہ ۱۳۱۱ھ ش/۲۲، اگست ۱۹۳۲ء	۲	۳	۱۷	-	جاویدنامہ کے آں سوے افلاک میں ابدالی کے ضمنی عنوان کے اشعار
۵۔	ملت افغان	علامہ ڈاکٹر اقبال	نظم	ایضاً	۲	۳	۳۷	-	
۶۔	تنزل وانحطاط اسلام	محمد سکندر خان معلم	نثر	یکم جدی ۱۳۱۱ھ ش/۲۲دسمبر ۱۹۳۲ء	۲	۷	۳۲		
۷۔	وردومعارف ہند	انجمن	نثر	عقرب ۱۳۱۲ھ ش	۳	۵			اقبال اوران کے ہم سفرانِ افغانستان کی خیرمقدمی وخوش تہنیتی خبر۔
۸۔	افغانستان ازنقطۂ نظر فضلائے ہندوستان	انجمن	نثر	یکم جدی ۱۳۱۲ھ ش/۲۲دسمبر ۱۹۳۳ء	۳	۷	۸۱	۸۲	
	سواد بیانیہ رئیس انجمن ادبی	انجمن	نثر	ایضاً	۳	۷	۸۳	۸۴	
	خیرمقدم	قاری عبداللہ	نظم	ایضاً	۳	۷	۸۵	۸۶	
	ترجمہ نطق	سرراس مسعود	نثر	ایضاً	۳	۷	۸۷	-	
	ترجمہ نطق	سید سلیمان ندویؔ	نثر	ایضاً	۳	۷	۸۸	۹۱	
	ترجمہ نطق	علامہ سرمحمد اقبال	نثر	ایضاً	۳	۷	۹۲	۹۴	
۹۔	قطرات سرشک دربارگاہ								
	محمود سنائی یابرخرابہ زارشہرستان غزنی	عبدالحئ حبیبیؔ	نظم	دلو ۱۳۱۳ھ ش/۲۱جنوری ۱۹۳۴ء			۶۵	۷۱	
۱۰۔	تقریظ برمسافر	انجمن ادبی کابل سرورخان گویاؔ	نثر	یکم جدی ۱۳۱۳ھ ش/۲۳دسمبر ۱۹۳۴ء	۴	۷	۸۴	۸۹	ڈاکٹر ریاض نے اس مضمون کا نگارندہ سرورخان گویاؔ بتایا ہے۔ ممدوح عالم ص۔۲۸۹
۱۱۔	افغانستان یک نظراجمالی	تقریظ از علامہ سرمحمد اقبال	نثر	اول حمل ۱۳۱۴ھ ش/۲۲مارچ ۱۹۳۵ء	۴	۱۰	۸۶	۹۰	افغانستان سے متعلق مولانا جمال الدین احمد خان کی تالیف کا دیباچہ
۱۲۔	ساقی نامہ کے پہلے تیرہ ابیات	ڈاکٹر علامہ محمد اقبال	نظم	ثور ۱۳۱۴ھ ش/۲۲، اپریل ۱۹۳۵ء					پیامِ مشرق کے ابیات
۱۳۔	فہرست مندرجات دورہ چہارم	افغانستان یک نظراجمالی	نظم	نظم بہاریہ جوزا ۱۳۱۴ھ ش/مئی ۱۹۳۵ء			۳	۴	
۱۴۔	پیامِ مشرق کی نظم زندگی کا منظوم پشتو ترجمہ	پشتو ترجمہ قیام الدین خادمؔ	نظم	جنوری فروری ۱۹۳۷ء			-	۱۰۸۹	حیاتِ اقبال میں پشتو میں اقبال کا پہلا منظوم ترجمہ
۱۵۔	وفات داکتر اقبال شاعروفیلسوف شہیر	سید قاسم رشتیاؔ	نثر	جوزا ۱۳۱۷ھ ش/مئی جون ۱۹۳۸ء	۸	۳	۷۸	-	علامہ کی وفات اورکابل میں پہلی تعزیتی تقریب کی رپورٹ
۱۶۔	اقبال	احمد علی خان درانی	نثر	جوزا ۱۳۱۷ھ ش/مئی جون ۱۹۳۸ء	۸	۳	۷۹	۸۲	نمبرشمار ۱۶ تا ۲۲-۲۸، اپریل ۱۹۳۸ء/۸ثور ۱۳۱۷ھ ش کوکابل میں حضرت علامہ کی وفات کے مناسبت سے تعزیتی پروگرام میں سنائے گئے۔
۱۷۔	قصیدہ درمرثیہ فیلسوف وطن خواہ پروفیسر اقبال غفراللہ	ملک الشعراء قاری عبداللہ	نظم	ایضاً	۸	۳	۹۴	-	
۱۸۔	اقبال وافغانستان	غلام جیلانی اعظمی	نثر	ایضاً	۸	۳	۸۳	۸۵	
۱۹۔	منتخباتِ اشعاراقبال	سرورخان گویا	نظم	ایضاً	۸	۳	۸۶	۹۱	
۲۰۔	د اقبال پہ وفات (پشتو)	قیام الدین خادم	نظم	ایضاً	۸	۳	۹۲	-	پشتو میں حضرت علامہ کا مرثیہ

نمبرشمار عنوان از نثر/نظم سن اشاعت سال شمارہ از تا کیفیت

۲۱۔	د اقبال ویر (پشتو)	گل باچا الفت	نظم	جوزا، ۱۳۱۷ھ ش، مئی جون ۱۹۳۸ء	۸	۳	۹۲	-	پشتو میں حضرت علامہ کا مرثیہ
۲۲۔	رثائی اقبال (فارسی)	غلام دستگیر خان مہمند	نظم	ایضاً	۸	۳	۹۳	-	علامہ کا فارسی مرثیہ
۲۳۔	خودی درنظر اقبال	مترجم قیام الدین خادم	نثر	میزان ۱۳۱۸ھ ش/ستمبر اکتوبر ۱۹۳۹ء	۹	۷	۲۲	۴۰	ڈاکٹر سید عابد حسین کے اردو مقالے کا فارسی ترجمہ
۲۴۔	خطاب بہ اوقیانوس	علامہ اقبال مرحوم	نظم	دلو ۱۳۲۳ھ ش	۱۴	۱۰	آخر		سید جمال الدین افغانی کی جسدِ خاکی کی کابل منتقلی کی مناسبت سے
۲۵۔	صدر افغانستان کا پیام جمہور رئیس	محمد داؤد خان	نثر	قوس ۱۳۵۶ھ ش/نومبر دسمبر ۱۹۷۷ء			۱		حضرت علامہ کی صد سالہ تقریبات کے حوالے سے
۲۶۔	د ختیځ ستر شاعر	سوبمن	نثر	مرغومی ۱۳۵۶ھ ش/دسمبر جنوری ۸-۱۹۷۷ء		۱۰	۱	۳	علامہ کی صد سالہ تقریبات کے حوالے سے مجلّہ کابل کا اداریہ

سہال وشمارہ

ص۔

❁❁❁❁❁❁

جدول نمبر ۶: **دیگر مطبوعات کے اقبالیاتی خدمات (نثری)**

نمبر شمار	عنوان	نگارندہ	اخبار/جریدہ	نظم/نثر	سنِ اشاعت	سال	شمارہ	از	تا	کیفیت
۱۔	پیامِ مشرق	پروفیسر عبدالہادی خان داوی	اخبار امان افغان کابل	نثر		-	۹ تا ۱۷	-	-	افغانستان میں علامہ کی کتاب پر پہلا باقاعدہ تبصرہ صدیق رھپو کی تالیف افغانستان میں اقبال میں شامل ص۔نمبر ۱ تا ۴۳
۲۔	وفات (علامہ اقبال) (فارسی)		اخبار اصلاح کابل	نثر	۴ ثور یکشنبہ ۱۳۱۷ھ ش	-	-	-	-	ایضاً ص۔۴۳ تا ۴۶
۳۔	وفات (علامہ اقبال) (فارسی)		اخبار انیس کابل	نثر	۱۴ ثور چارشنبہ ۱۳۱۷ھ ش	-	-	-	-	ایضاً
۴۔	پہ ځان ویساد علامہ اقبال پہ نظر کی (پشتو)	عبداللہ بختانی	مجلّہ ''زیری'' کابل	نثر	۱۳۳۱ھ ش	-	۲۹-۳۰	-	-	ریشتنی خدمتگار، ص۔۱۳۶
۵۔	اقبال (پشتو/فارسی)	عبدالرزاق فراھی	آریانا دائرۃ المعارف	نثر	اسد ۱۳۳۵ھ ش جلد ۳ (فارسی) جوزا ۱۳۳۷ھ ش (پشتو)	-	جلد ۳	فارسی ۶۷۲ پشتو ۹۱۴	۶۸۱ ۹۲۱	
۶۔	فلسفۂ اقبال (فارسی)	پروفیسر غلام حسن مجددی	دوماہی ''ادب'' کابل	نثر	اپریل جون ۱۹۶۵ء	-	-	۳	۸	اقبال ممدوح عالم، ص۔۲۸۸
۷۔	یادبود علامہ اقبال (فارسی)	پروفیسر غلام حسن مجددی	دوماہی ''ادب'' کابل	نثر	جون جولائی ۱۹۶۵ء	-	-	۳۰	۳۸	اقبال ممدوح عالم، ص۔۲۸۸
۸۔	خودی و اقبال	پروفیسر غلام حسن مجددی	دوماہی ''ادب'' کابل	نثر	۱۳۴۰ھ ش	-	آخر	۱	۲	
۹۔	اقبال او قندھار	-	مجلّہ کندھار	نثر	جنوری فروری ۱۹۶۶ء	۶	۱۰-۱۱	۶	۷	
۱۰۔	دعلامہ اقبال پہ باب (پشتو)	پروفیسر عبدالشکور رشاد	مجلّہ ''ورمہ'' کابل	نثر	۱۹۶۷ء	-	-	۱۱-۱۵		
۱۱۔	خودی و بیخودی در اندیشۂ اقبال (فارسی)	عبدالحئی حبیبی	-	-	۱۳۵۶ھ ش/۱۹۷۷ء	-	-	-	-	پشتو، پشاور ستمبر ۱۹۸۴ء، ص۔۲۷

						سال وشمارہ		ص۔نمبر	
۱۲۔	اقبال شخصیتی علمی ادب وفکری جھان	عبدالسلام عظیمی	دو ماہی ''ادب'' کابل	نثر	میزان قوس ۱۳۵۶ھ ش	-	-		
۱۳۔	معنی عشق نزد اقبال	دکتر روان فرہادی	آریانا کابل	نثر	میزان قوس ۱۳۵۶ھ ش	۳۵	۳		
۱۴۔	جلوہ ھای سبز آزادی در بندگی نامہ علامہ اقبال	آقای حیدری وجودی	ماہنامی مدنی کابل	نثر	اسد ۱۳۵۶ھ ش	۲	۲		
۱۵۔	اقبال او افغانستان (فارسی)	دکتور حق شناس	مجلّہ میثاق خون	نثر	قوس ۱۳۶۰ھ ش	۲	۱۳	۱۷	۲۲
۱۶۔	برگزاشت اقبال بزرگ (فارسی)	دکتور خلیل اللہ ہاشمیان	مجلّہ قلم	نثر	میزان ۱۳۶۶ھ ش/ نومبر ۱۹۸۷ء	۲	۴	۴۸	۷۲
۱۷۔	امروز برای فردا (فارسی)	نائل لاجورد پنجشیری	مجلّہ میثاقِ خون	نثر	جوزا ۱۳۶۶ھ ش		۳۳	۱۸	۲۴
۱۸۔	اتحاد بین المسلمین (پشتو)	پروفیسر عبدالرؤف نوشہروی	مجلّہ قلم	نثر	سرطان ۱۳۶۸ھ ش/ جون جولائی ۱۹۸۹ء	۱	۲	۱۱	۱۴
۱۹۔	افغانستان در آئینہ قرآن (فارسی)	احمد جان امینی	مجلّہ قلم	نثر	حوت ۱۳۷۰ھ ش/ فروری مارچ ۱۹۹۲ء	۶	۳	۲۲	۳۰
۲۰۔	اسرار خودی و رموز بیخودی از دیدگاہ اقبال	آقای حیدری وجودی	جریدہ مجاہد	نثر	۱۳۷۲ھ ش	۳	۷	۲۰	۲۷
۲۱۔	ساعتی در خدمت علامہ اقبال (فارسی)	سید قاسم رشتیا	خبار وفا	نثر	۱۱ جدی ۱۳۷۵ھ ش	-	-	-	-
۲۲۔	قلب آسیا گزرگاہ و نزگاہ علامہ اقبال (فارسی)	عبداللہ بختانی	اخبار وفا	نثر	۱۰ جدی ۱۳۷۶ھ ش	-	-	-	-
۲۳۔	اقبال دخوشحال رشتنی بینہ وال (پشتو)	عبداللہ بختانی	جملہ ''سپیدہ'' کابل	نثر	۱۹۹۹ء	-	۱۱	۹-۴	

جدول نمبر ۷ (الف): افغانستان میں اقبال کو منظوم خراجِ تحسین (فارسی)

نمبر شمار	نظم	شاعر	مطبوعہ	سنِ اشاعت	سال	شمارہ	از	تا	کیفیت
۱۔	خیر مقدم	ملک الشعراء قاری عبداللہ	مجلّہ کابل	یکم جدی ۱۳۱۲ھ ش/ ۲۲ دسمبر ۱۹۳۳ء	۳	۷	۸۵	۸۶	اکتوبر ۱۹۳۳ء کابل میں حضرت علامہ کے حضور سنایا گیا۔
۲۔	مرثیہ اقبال	ایضاً	ایضاً	جوزا ۱۷ ۱۳۱۷ھ ش/ مئی جون ۱۹۳۸ء	۸	۳	۹۴	-	
۳۔	رثائی اقبال	غلام دستگیر خان مہمند	ایضاً	ایضاً	۸	۳	۹۳	-	
۴۔	بیاد علامہ محمد اقبال	محمد ابراہیم خلیل	پشتانہ د علامہ اقبال پہ نظر کی	۱۳۳۵ھ ش	-	-	۶۷	-	۱۳۳۱ھ ش کابل کے شعبہ مطبوعات میں یومِ اقبال کی تقریب میں سنائی گئی۔
۵۔	علامہ مشرق	عبدالحق بیتاب	ایضاً	ایضاً	-	-	۶۵		

۶۔	بیادِ اقبال	مائل ہروی	افغانستان و اقبال	۱۳۵۶ھش/۱۹۷۷ء	-				
۷۔	خطاب بہ اقبال	عبدالہادی داوی	سالنامہ کابل	۱۳۵۸/۵۹ھش	۴۵	۴۶-	۱۰۰۸	-	
۸۔	جواب مسافر	دکتور محمد رحیم الہام	اخبار وفا	۱۱ جدی ۱۳۷۵ھش	-	-	-	-	
۹۔	بہ پیشگاہ علامہ دکتور محمد اقبال	ایضاً	ایضاً	ایضاً	-		۵۰	۵۲	
۱۰۔	آموزگار بزرگ برمزار اقبال	خلیل اللہ خلیلی	کلیات استاد خلیل اللہ خلیلی		-	-	۱۵۳	۱۵۴	
۱۱۔	کعبہ و اقبال	ایضاً	ایضاً		-	-	۱۸۲	۱۸۳	
۱۲۔	برآرامگاہ عارف مشرق علامہ اقبال لاہور	ایضاً	ایضاً	ایضاً	-	-	۳۸۲	۳۸۳	
۱۳۔	غزل حکیم مشرق علامہ اقبال	ایضاً	ایضاً		-	-	۵۸۰	-	
۱۴۔	دمی با اقبال	ایضاً	ایضاً		-	-	۵۸۴	۵۸۵	
۱۵۔	امام مشرق و شاعرِ مشرق	عبدالحیٔ حبیبی	درد دل و پیامِ عصر	۱۳۷۹ھش/۲۰۰۰ء	-	-	۱۰۸	۱۱۰	
۱۶۔	علامہ اقبال مرحوم	ایضاً	ایضاً	ایضاً	-	-	۱۱۳	-	
۱۷۔	با استقبال اقبال	سرمحقق عبداللہ بختانی	ترنم دل	جدی ۱۳۸۱ھش	-	-	۶۹	۷۲	
۱۸۔	اقبال لاہور	میر بہادر واصفی	علامہ اقبال در ادب فارسی و فرہنگ افغانستان	۱۳۸۳ھش/۲۰۰۵ء			۱۸۹	۱۹۰	
۱۹۔	علامہ اقبال	غلام ربانی ادیب	"	"			۱۹۰		
۲۰۔	علامہ اقبال	عزیز اللہ مجددی	"	"			۱۹۱		
۲۱۔	چوں بحر بیکراں علامہ اقبال	استاد رحمد اللہ منطقی	"	"			۱۹۱	۱۹۲	

جدول نمبر ۷ (ب): **افغانستان میں اقبال کو منظوم خراجِ تحسین (پشتو)**

نمبر شمار	نظم	شاعر	مطبوعہ	سن اشاعت	سال	شمارہ	از	تا	کیفیت
۱۔	دا اقبال پہ وفات	قیام الدین خادمؔ	مجلّہ کابل	جوزا ۱۳۱۷ھش/ مئی جون ۱۹۳۸ء	۸	۳	۹۱		
۲۔	دا اقبال ویر	گل باچا الفتؔ	مجلّہ کابل	ایضاً	۸	۳	۹۲	۹۳	

۳۔	داقبال پہ مزار	عبدالباری شہرت ننگیال	دافغان مجاہد آواز	۱۳۵۹ھ ش	-	-	۳۶	-
۴۔	دآسیا زړه	حبیب اللہ رفیعؔ	ماہنامہ پشتو پشاور	دسمبر ۱۹۸۲ء			۷	-

۞۞۞۞۞۞۞

جدول نمبر۸: علامہ کا سفرِ افغانستان

بمورخہ	بروز	بمقام	خاص خاص پروگرام	مأخذ
۴، اگست ۱۹۲۰ء	بدھ	لاہور	مولوی صالح محمد کو کابل جانے کے امکان سے متعلق خواہش کا اظہار	روح مکاتیب اقبال، ص۔۴۰۵
۴، نومبر ۱۹۳۲ء	جمعہ	لاہور	سعید نفیسی (مشہور ایرانی سکالر) کے نام مکتوب میں سفرِ افغانستان کا تذکرہ	ایضاً، ص۔۲۰۴
۱۰، ستمبر ۱۹۳۳ء	اتوار	لاہور	سید سلیمان ندوی کے نام سفرِ افغانستان کی تیاری سے متعلق مکتوب	اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص۔۲۰۴
۱۷، ستمبر ۱۹۳۳ء	اتوار	لاہور	ایضاً	ایضاً، ص۔۲۰۵، ۲۰۶
۱۱، اکتوبر ۱۹۳۳ء	بدھ	لاہور	ایضاً	روح مکاتیب اقبال، ص۔۴۷۵
۱۳، اکتوبر ۱۹۳۳ء	جمعہ	لاہور	ایضاً	ایضاً، ص۔۴۷۶
۱۴، اکتوبر ۱۹۳۳ء	ہفتہ	لاہور	ایضاً	ایضاً، ص۔۴۷۷
۱۵، اکتوبر ۱۹۳۳ء	اتوار	لاہور	ایضاً	اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص۔۲۰۷
۱۷، اکتوبر ۱۹۳۳ء	منگل	لاہور	حضرت علامہ اور سر راس مسعود کو پاسپورٹ ملے	ایضاً، ص۔۲۴۷
۱۸، اکتوبر ۱۹۳۳ء	بدھ	لاہور	سید سلیمان ندوی کے نام سفرِ افغانستان کی تیاری سے متعلق مکتوب	روح مکاتیب اقبال، ص۔۴۷۸
۱۹، اکتوبر ۱۹۳۳ء	جمعرات	لاہور	ایضاً	اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں، ص۔۲۰۷
۱۹، اکتوبر ۱۹۳۳ء	جمعرات	لاہور	پروفیسر محمود شیرانی کے نام مکتوب میں سفرِ افغانستان کا تذکرہ	روح مکاتیب اقبال، ص۔۴۷۸
۱۹، اکتوبر ۱۹۳۳ء	جمعرات	لاہور	مجوزہ افغان یونیورسٹی سے متعلق اخباری بیان کی اشاعت	حرفِ اقبال، ص۔۲۰۲
۲۰، اکتوبر ۱۹۳۳ء	جمعہ	لاہور/پشاور	پروفیسر ہادی حسن، سر راس مسعود اور بیرسٹر غلام رسول خان کے ساتھ لاہور سے روانگی۔ڈین ہوٹل پشاور میں قیام	اقبال ریویو، جنوری ۱۹۷۶ء، ص۔۳۸
۲۱، اکتوبر ۱۹۳۳ء	ہفتہ	پشاور/جلال آباد	پشاور سے روانگی، رات جلال آباد میں قیام	سرگذشت اقبال، ص۔۳۴۸

۲۲،اکتوبر۱۹۳۳ء	اتوار	جلال آباد/ کابل	جلال آباد سے روانگی کابل آمد	ایضاً
۲۳ تا ۲۵،اکتوبر۱۹۳۳ء	سوموار تا بدھ	کابل	تعلیمی مشورت کے چند اجلاس افغانستان میں جنرل نادر خان سے پہلی ملاقات	اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں،ص۔۲۵۰
۲۶،اکتوبر۱۹۳۳ء	جمعرات	کابل	سردار ہاشم خان صدرِ اعظم افغانستان کا شبینہ ضیافت	ایضاً،ص۔۲۵۳
۲۷،اکتوبر۱۹۳۳ء	جمعہ	کابل	- جنرل نادر خان کے ساتھ کابل کے جامع مسجد پلِ خشتی میں نمازِ جمعہ کی ادائیگی - چینی ترکستان کے وفد اور نور المشائخ فضل عمر مجددی سے ملاقاتیں - برصغیر کے مسلمانوں کی جانب سے کھانے کا انتظام	ایضاً،ص۔۲۴۵ تا ۲۵۸

بقیہ جدول نمبر۸: **علامہ کا سفرِ افغانستان**

بمورخہ	بروز	بمقام	خاص خاص پروگرام	مآخذات
۲۸،اکتوبر۱۹۳۳ء	ہفتہ	کابل	- صدرِ اعظم افغانستان سردار ہاشم خان سے ملاقات۔وزیر جنگ سردار شاہ محمود خان کی دعوتِ چائے - انجمن ادبی کابل کی جانب سے کابل ہوٹل میں رات کے ضیافت کا پروگرام	اقبال سید سلیمان ندویؒ کی نظر میں،ص۔۲۵۸ تا ۲۶۵
۲۹،اکتوبر۱۹۳۳ء	اتوار	کابل	باغِ بابر میں مزارِ بابر پر حاضری۔اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ غازی سے آخری ملاقات،رات مختلف شخصیات سے ملاقاتیں	اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں،ص۔۲۶۵
۳۰،اکتوبر۱۹۳۳ء	سوموار	کابل/غزنی	کابل سے روانگی۔غزنی آمد۔حکیم سنائی غزنوی،سلطان محمود غزنوی،حضرت علی ہجویری کے والد ماجد عثمان الہجویریؒ اور لائے خوار (مجذوب غزنوی) کے مزارات پر حاضری	ایضاً،ص۔۲۶۶ تا ۲۶۷
۳۱،اکتوبر۱۹۳۳ء	منگل	غزنی/مقر(قدیم بہق)	غزنی سے روانگی۔مقر(پرانے بہق) میں ابوالفضل بہقی اور ابوالنصر مشکانی کے مزارات کا دیدار۔رات قلات میں قیام	ایضاً،ص۔۲۶۸ و سیرِ افغانستان،ص۔۳۱
یکم نومبر۱۹۳۳ء	بدھ	قلات/قندہار	قلات سے روانگی۔قندہار آمد۔افغان سکالر عبدالحئی حبیبی،گورنر قندہار اور معززین شہر سے ملاقاتیں،خرقہ مقدسہ کی زیارت،احمد شاہ ابدالی اور بابا ولی قندہاری کے مزارات پر حاضری،چہل زینہ کی سیر	سیرِ افغانستان،ص۔۳۰ تا ۳۶ و اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں،ص۔۲۶۹ - ۲۷۱
۲،نومبر۱۹۳۳ء	جمعرات	قندہار/چمن/ کوئٹہ	صبح قندہار سے روانگی۔چمن آمد۔معززین شہر اور اپنے پرانے ہندو کلاس فیلو سے ملاقاتیں۔شام کو چمن سے روانگی۔درہ خوجک میں سید سلیمان ندوی کے ساتھ اپنی قرآن فہمی پر گفتگو۔کوئٹہ آمد	ایضاً و علامہ اور بلوچستان،ص۔۴۳
۳،نومبر۱۹۳۳ء	جمعہ	کوئٹہ	کوئٹہ سے بذریعہ ریل براستہ ملتان لاہور روانگی (رات کوئٹہ میں قیام ڈاگ بنگلہ میں رہا)	اقبال سید سلیمان ندوی کی نظر میں،ص۔۲۷۳
۶،نومبر۱۹۳۳ء	سوموار	لاہور	اپنے ہم سفروں کی ایماء پر اپنے دورۂ افغانستان سے متعلق اخباری بیان	حرفِ اقبال،ص۔۲۰۴

جدول نمبر۹(الف):افغانستان میں اقبالیاتی کتب

نمبرشمار	نام	مؤلف	زبان	سن اشاعت	ادارہ اشاعت	تعداد صفحات	کیفیت
ا۔	پښتانه د علامه اقبال په نظر کښې	عبداللہ بختانی	پشتو	۱۳۳۵ھش	پشتوٹولنہ کابل	۶۸	
۲۔	آثار اردوی اقبال جلد اول	عبدالہادی داوی	فارسی	۱۳۵۶ھش/۱۹۷۷ء	وزارت اطلاعات وکلتور موسسہ انتشارات بیہقی کابل	۱۳۶	
	آثار اردوی اقبال جلد دوم	عبدالہادی داوی	فارسی	۱۳۵۶ھش/۱۹۷۷ء	وزارت اطلاعات وکلتور موسسہ انتشارات بیہقی کابل	۱۰۲	
۳۔	افغانستان واقبال	صدیق رھپو	فارسی	۱۳۵۶ھش/۱۹۷۷ء	وزارت اطلاعات وکلتور موسسہ انتشارات بیہقی کابل	۷۸	
۴۔	یار آشنا	خلیل اللہ خلیلی	فارسی	۱۹۸۲ء	جمعیت اسلامی افغانستان	۸۰	
	یار آشنا (باردوم) پیشگفتار وحواشی عارف نوشاہی	خلیل اللہ خلیلی	فارسی	۱۳۸۹ھش/۲۰۱۰ء	کتابخانہ استاد خلیل اللہ خلیلی انستیتوت شرقشناسی ومیراث فرہنگی اکادمی علوم جمہوری تاجکستان دوشنبہ	۱۶۴	
۵۔	از سنائی تا مولانا واقبال	--	فارسی	۱۳۵۶ھش/۱۹۷۷ء	کابل یونیورسٹی نشرات پوھنزی	--	
۶۔	لالہ ریختہ	عبدالہادی داوی	فارسی	غیر مطبوعہ	--	--	علامہ کے اردو کلام کا پہلا باضابطہ فارسی منظوم ترجمہ ۳ دسمبر ۱۹۷۷ء
۷۔	معنیٔ عشق نزد علامہ اقبال	ڈاکٹر روان فرہادی	فارسی	۱۳۵۶ھش/۱۹۷۷ء	--	--	ریڈیو افغانستان کابل کے آڈیٹوریم میں علامہ سے متعلق منعقدہ سیمینار کے مقالات
۸۔	افغانستان از زبان علامہ اقبال	م۔لمر احسان	فارسی	۱۳۷۶ھش	مرکز انتشارات صبور پشاور	--	
۹۔	علامہ اقبال درادب فارسی وفرہنگ افغانستان	ڈاکٹر اسد اللہ محقق	فارسی	۱۳۸۴ھش/۲۰۰۵ء	مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد	۳۴۵	ڈاکٹر اسد اللہ محقق کی ڈاکٹریٹ کا مقالہ
۱۰۔	اکسیر خودی جوہر پیام علامہ اقبال	ڈاکٹر سعید	فارسی	۱۳۸۹ھش/۲۰۱۰ء	انجمن حمایت از انکشاف اجتماعی مطبوعہ فجر کابل	۱۸۸	

جدول نمبر۹(ب): افغانستان سے باہر افغانستان میں اقبال شناسی کے اہم مصادر

نمبر شمار	نام	مؤلف	زبان	سن اشاعت	ادارہ اشاعت	تعداد صفحات	کیفیت
۱۔	اقبال اور افغان	میر عبدالصمد	اردو	۱۹۹۰ء	یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور		
۲۔	اقبال اور افغانستان	اکرام اللہ شاھد	اردو	نومبر۲۰۰۲ء	ادارہ اشاعت مدرالعلوم مرادی	۲۸۱	اکرام اللہ شاہد کے ایم فل کا مقالہ
۳۔	سیر اقبال شناسی در افغانستان	عبدالروَف رفیق	فارسی	۲۰۰۴ء	اقبال اکادمی پاکستان لاہور	۲۶۴	افغانستان میں علامہ پر لکھی جانے والے فارسی مقالات
۴۔	اقبال اور پشتو شاعری	عبدالروَف رفیق	پشتو	۲۰۰۴ء	اقبال اکادمی پاکستان لاہور		عبدالروَف رفیق کے مقالہ ایم فل کے چند ابواب
۵۔	اقبال افغان اور افغانستان	محمد اکرام چغتائی	اردو	۲۰۰۴ء	سنگ میل پبلی کیشنز لاہور	۱۰۵۶	
۶۔	افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت	ڈاکٹر عبدالروَف رفیق	اردو	۲۰۱۱ء	اقبال اکادمی پاکستان لاہور		ڈاکٹر عبدالروَف رفیق کی ڈاکٹریٹ کا مقالہ مع اضافہ

تصاویر

متعلقہ صفحہ نمبر: علامہ کا روحانی مرشد جلال الدین بلخی رومی (۱۲۰۷ء - ۱۲۷۳ء)

متعلقہ صفحہ نمبر: علامہ کا سیاسی مرشد جمال الدین افغانی ( )

متعلقہ صفحہ نمبر: علامہ کا ادبی پیشرو حکیم سنائی غزنوی ( )

متعلقہ صفحہ نمبر: جاوید منزل لاہور علامہ کی خواب گاہ میں نادر شاہ غازی کا عکس

متعلقہ صفحہ نمبر: مجلّہ کابل، ۵ مارچ ۱۹۳۱ء سرور خان گویا کا مقالہ دکتور اقبال

متعلقہ صفحہ نمبر: مجلّہ کابل، ۲۲ جون ۱۹۳۲ء شہزادہ احمد علی خان درانی کا مقالہ علامہ اقبال

متعلقہ صفحہ نمبر: مجلّہ کابل، ۲۲ جون ۱۹۳۲ء، علامہ کی اپنی تحریر سے ارسال کردہ نظم پیام بملت کہسار

متعلقہ صفحہ نمبر: مجلّہ کابل، ۲۳، اگست ۱۹۳۲ء علامہ کے اشعار افغان و ایران

متعلقہ صفحہ نمبر: مجلّہ کابل، ۲۲ دسمبر ۱۹۳۲ء محمد سکندر خان کا مقالہ تنزل و انحطاط اسلام

متعلقہ صفحہ نمبر: سالنامہ کابل، ۱۹۳۲ء حبیب اللہ اولس یار کا مقالہ معاصر افغانی ادب مختلف شعرء پر اقبال کے اثرات کا تذکرہ

متعلقہ صفحہ نمبر: سالنامہ کابل، ۱۹۳۲ء گول میز کانفرنس کے مسلم مندوبین میں علامہ کی تصویر

متعلقہ صفحہ نمبر: سالنامہ کابل، ۱۹۳۲ء گول میز کانفرنس کے شرکاء کا گروپ فوٹو

متعلقہ صفحہ نمبر: مجلّہ کابل، ۲۲ دسمبر ۱۹۳۳ء علامہ کے سفرِ افغانستان کی رپورٹ و تصاویر

متعلقہ صفحہ نمبر: سالنامہ کابل، ۱۹۳۳ء علامہ کے سفرِ افغانستان سے متعلق تصاویر شاہی باغ جلال آباد

متعلقہ صفحہ نمبر: سالنامہ کابل، دسمبر ۱۹۳۳ء علامہ کے سفرِ افغانستان کے دوران باغ بابر کابل میں سید سلیمان ندویؒ اور سر راس مسعود

متعلقہ صفحہ نمبر: علامہ کابل میں اپنے میز بانوں کے ساتھ

متعلقہ صفحہ نمبر: کابل میں علامہ اور ان کے ساتھیوں کے اعزاز میں انجمن ادبی کابل کا

ضیافت، ہفتہ، ۲۸، اکتوبر ۱۹۳۳ء

متعلقہ صفحہ نمبر: سالنامہ کابل، ۱۳۔ ۱۳۱۴ھ ش حکیم سنائی غزنوی کا مزار

متعلقہ صفحہ نمبر: حکیم سنائی غزنوی کے مزار کی موجودہ تصویر

متعلقہ صفحہ نمبر: حکیم سنائی غزنوی کے مزار کا اندرونی منظر

متعلقہ صفحہ نمبر: سلطان محمود غزنوی کے مزار کا بیرونی منظر

متعلقہ صفحہ نمبر: سلطان محمود غزنوی کے مزار کا اندرونی منظر

متعلقہ صفحہ نمبر: غزنی میں حضرت داتا گنج بخش کے والد عثمان ہجویری کے مزار کا گنبد، ۱۹۳۳ء

متعلقہ صفحہ نمبر: غزنی میں حضرت داتا گنج بخش کے والد عثمان ہجویری کے مزار کا اندرونی منظر

متعلقہ صفحہ نمبر: قندہار میں جادہ ارگ شاہی، ۱۹۳۳ء

متعلقہ صفحہ نمبر: قندہار میں اعلیٰ حضرت احمد شاہ ابدالی کے مزار کا بیرونی منظر ۱۹۳۳ء

متعلقہ صفحہ نمبر: قندہار میں اعلیٰ حضرت احمد شاہ ابدالی کے مزار کا اندرونی منظر ۱۹۳۳ء

متعلقہ صفحہ نمبر: قندہار میں واقع سرکاری رہائش گاہ ۱۹۳۳ء

متعلقہ صفحہ نمبر: قندہار میں بعض حکومتی دفاتر ۱۹۳۳ء

متعلقہ صفحہ نمبر: افغان اقبال شناس سرور خا گویا، سید قاسم رشتیا ۱۹۳۳ء

متعلقہ صفحہ نمبر: افغانستان کی انجمن ادبی کے اراکین کی تفصیل اور احمد علی خان درانی و غلام جیلانی خان اعظمی کی تصاویر

متعلقہ صفحہ نمبر: افغان اقبال شناس عبدالہادی داویؔ ۱۹۳۳ء

متعلقہ صفحہ نمبر: انجمن ادبی کابل کے اراکین کا گروپ فوٹو ۱۹۳۳ء

متعلقہ صفحہ نمبر: انجمن ادبی کابل کے اراکین اور افغان اقبال شناسان قاری عبداللہ اور قاسم خان رشتیا ۱۹۳۳ء

متعلقہ صفحہ نمبر: گول میز کانفرنس روانگی سے قبل علامہ صلاح الدین سلجوقی کے ساتھ ریلوے سٹیشن پر

متعلقہ صفحہ نمبر: افغان اقبال شناس علامہ عبدالحئ حبیبی (   )

متعلقہ صفحہ نمبر: افغان ملک الشعراء عبدالحق بیتابؔ

متعلقہ صفحہ نمبر: مجلّہ کابل ۲۳ دسمبر ۱۹۳۴ء مثنوی مسافر پر سرور خاگویا کی تقریظ

متعلقہ صفحہ نمبر: مجلّہ کابل، ۲۲ مارچ ۱۹۳۵ء جمال الدین اور احمد خان کی انگریزی کتاب افغانستان پر علامہ کے مقدمے کا فارسی ترجمہ

متعلقہ صفحہ نمبر: مجلّہ کابل، مئی جون ۱۹۳۸ء علامہ کی وفات پر مجلّہ کابل کے بعض مشمولات

متعلقہ صفحہ نمبر: مجلّہ کابل، دلو ۱۳۲۳ھ ش جمال الدین افغانی کے تابوت افغانستان منتقل کرنے کی مناسبت سے خصوصی شمارے میں علامہ کے اشعار خطاوقیانوس بہ قطرہ

متعلقہ صفحہ نمبر: افغانستان میں خصوصی ماربل سے تیار کردہ علامہ کا سنگِ مزار

متعلقہ صفحہ نمبر: کابل کے پاکستانی سفارتخانے میں منعقدہ یومِ اقبال کی تقریب ڈاکٹر غلام حسن مجددی مقالہ پیش کر رہے ہیں جبکہ استاد خلیل اللہ خلیلی صدارت کر رہے ہیں ۱۹۶۷ء

متعلقہ صفحہ نمبر: کابل کے پاکستانی سفارتخانے میں منعقدہ یومِ اقبال کی تقریب۔ پروفیسر عبدالشکور رشادؔ مقالہ پیش کر رہے ہیں۔

متعلقہ صفحہ نمبر: افغانستان میں علامہ پر پہلی باقاعدہ کتاب لکھنے والا اقبال شناس عبداللہ بختانی خدمتگار

متعلقہ صفحہ نمبر: افغانستان میں علامہ پر شائع ہونے والی پہلی کتاب ''پښتانه د علامه اقبال په نظر کښې'' کا سرورق

متعلقہ صفحہ نمبر: خوشحال انٹرنیشنل سیمنار کابل میں پڑھا جانے والا مقالہ خوشحال اور اقبال کے چند مشترک نکات

متعلقہ صفحہ نمبر: افغانستان کے سابق صدر شہید محمد داؤد خان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تقریر جس میں ارمغانِ حجاز کا شعر دیا گیا ہے۔(د افغانستان کالنی، ص۔)

متعلقہ صفحہ نمبر: مجلّہ کابل، دسمبر جنوری ۸-۱۹۷۷ء علامہ کے صد سالہ جشنِ ولادت کی تقریبات کے حوالے سے مجلّے کا اداریہ ''د ختیځ ستر شاعر

علامہ اقبال (مشرق کا عظیم شاعر علامہ اقبال)

متعلقہ صفحہ نمبر: افغانستان میں علامہ کے اردو آثار سے متعلق دو جلدوں میں کتاب لکھنے والا اسکالر عبدالہادی داوی

متعلقہ صفحہ نمبر: آثار اردوی اقبال از عبدالہادی داوی، جلد اول کا سرورق

متعلقہ صفحہ نمبر: آثار اردوی اقبال از عبدالہادی داوی، جلد دوم کا سرورق

متعلقہ صفحہ نمبر: مجلّہ کابل، نومبر دسمبر ۱۹۷۷ء علامہ کے صد سالہ جشنِ ولادت کی تقریبات کے لئے افغانی صدر جناب محمد داؤد خان کا پیغام

متعلقہ صفحہ نمبر: افغانستان میں علامہ کے صد سالہ جشنِ ولادت کے سلسلے میں صدیق رھپو کے مرتب کردہ ''افغانستان و اقبال'' کا سرورق

متعلقہ صفحہ نمبر: چند افغان اقبال شناس عبدالرؤف بینوا، قیام الدین خادم، ڈاکٹر روان فرہادی

متعلقہ صفحہ نمبر: مجلّہ میثاقِ خون، قوس ۱۳۶۰ھ ش ڈاکٹر حق شناس کا مقالہ ''اقبال و افغانستان''

متعلقہ صفحہ نمبر: اخبار شہادت میں علامہ کی یومِ ولادت کے حوالے سے خصوصی تحریر

متعلقہ صفحہ نمبر: افغان اخبار قلب آسیا، سرطان ۱۳۶۴ھ ش لوح پر علامہ کے اشعار کندہ ہیں

متعلقہ صفحہ نمبر: اخبار افغانان میں (۹-۶-۱۳۷۹ھ ش) شائع شدہ کلامِ اقبال

متعلقہ صفحہ نمبر: عبدالباری شہرت ننگیال کی مرتب کردہ خون کی پکار کا بیک ٹائٹل

متعلقہ صفحہ نمبر: افغان اقبال شناس سید قاسم رشتیا اور اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ ۱۹۸۳ء

متعلقہ صفحہ نمبر: مجلّہ سپیدې، عقرب ۱۳۶۳ھ ش علامہ کا دعا

متعلقہ صفحہ نمبر: مجلّہ منبع الجہاد، میزان ۱۳۷۰ھ ش علامہ کا رباعی

متعلقہ صفحہ نمبر: مجلّہ ہجرت، جنوری ۱۹۸۳ء افغان مجاہدین کے تصویر کا کیپشن علامہ کا شعر

متعلقہ صفحہ نمبر: مجلّہ ''د شہید زیرې'' طلاء ۱۳۶۰ھ ش علامہ کے اشعار

متعلقہ صفحہ نمبر: مجلّہ ''شفق'' دلوحوت ۱۳۵۹ھ ش علامہ کے اشعار

متعلقہ صفحہ نمبر: مجلّہ ''د شہید پیغام'' سلواغہ ۱۳۶۱ھ ش علامہ کا ''پیامِ مصطفیٰ آگاہ

شو''

متعلقہ صفحہ نمبر: مجلّہ ''قلم''، حمل سنبلہ ۱۳۶۷ھ ش علامہ کا کلام جنگ است ھنوز

متعلقہ صفحہ نمبر: The WUFA علامہ کے اشعار کا انگریزی ترجمہ

متعلقہ صفحہ نمبر: کلیات خلیل اللہ خلیلی میں دمی با اقبال و دیگر اقبالیاتی اشعار

متعلقہ صفحہ نمبر: اخبار ''وفا'' ڈاکٹر محمد رحیم الہام کا جواب مسافر، ۱۱ جدی ۱۳۷۵ھ ش

متعلقہ صفحہ نمبر: اخبار ''وفا'' ۱۹۳۵ء میں علامہ سے ملاقات پر مبنی سید قاسم رشتیا کی یاداشتوں پر مشتمل تحریر ساعتی در خدمت علامہ اقبال